

تلاش

پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام

حصہ
اول

WWW.PAKSOCIETY.COM



”تلاش“ میرا ایک ایسا تاول ہے جسے میں نے تم سے نہیں، دل سے لکھا ہے۔ اس کہانی کی تخلیق میں میرے بیسیوں رت جگے شامل ہیں۔ مقام شکر ہے کہ میری بیشتر تحریریں آج تک پسند ہی کی گئی ہیں۔ لیکن مجھے خود اپنی بہت کم کہانیوں پر فخر ہے۔

”تلاش“ انہی کم کہانیوں میں سے ایک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کو بھی پسند آئے گی۔ بہت سے انسان ایسے ہوتے ہیں جنہیں زندگی میں عزت، ذلت، دولت، محبت، وفا اور جفا، دشمن و دلدار، پستی و بلندی سمجھی کچھ دیکھنے کو ملتا ہے مگر ایک تشنگی ہمیشہ ساتھ چلتی ہے اور روز آفرنگ ساتھ رہتی ہے۔ یہ تشنگی شاید روزِ اول سے انسان کا مقدر ہے اور ابد تک ساتھ رہے گی۔ مگر بہت کم انسانوں کو اس کا احساس ہو پاتا ہے۔ کچھ پر بے حسی غالب آ جاتی ہے اور کچھ اسے دوسری مصروفیات اور تفکرات کے انبار تلے دبالیے ہیں۔

”تلاش“ درحقیقت اس تشنگی کی کہانی ہے مگر اس میں زندگی کے سارے ہی رنگ موجود ہیں۔

آپ کا

پڑھیے اور دعاؤں میں یاد رکھیے !

محمود احمد مودی

ISBN 969-38-0393-0

پاک سوسائٹی

1

محمود احمد فودی

مکتبہ القریش، سرکل روڈ، اردو بازار لاہور

پاک سوسائٹی

خیرے نام!

کسی کو کچھ بھی یہاں حسب آرزو نہ ملا
کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تو نہ ملا

ڈاٹ کام

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ ٹھیکہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے قفل کیا ہے

بشم خاص کیوں ٹھیکہ ہے۔

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ مابعد ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں ایلو ڈنگ
- ☆ ہر کم کوالٹی مادل کوالٹی، کچھ بڑے کوالٹی
- ☆ نظریات سیریز از مظہر کلیم اور ان کی مکمل ریش
- ☆ ایڈ قری نفس، نفس کو پیسے کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا
- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو امیل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر پوے
- ☆ ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی چینج اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریش
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ویڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورٹ سے ملے ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

☆ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

☆ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں جاری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on Facebook

fb.com/paksociety



Follow us on Twitter @paksociety

آپ نے کہا میں 'دوست نہیں' اور آپ بتیوں تو بڑا دل ہی پڑی ہوں گی۔ کچھ بھولی کچھ جی اور کچھ نیم جی۔ ان میں سے کچھ آپ کے ذہن میں قفل ہوں گی۔ کچھ محو ہو چکی ہوں گی اور کچھ کبھی کبھی یوں ذہن میں ابھر آتی ہوں گی جیسے کوئی بھولا بسرا خواب یاد آ جانے یا قصور کا پرہاں اڑنے اڑنے کسی دور دیکھ میں جا سکیں۔

ایک نانا چاہب میں بھی کہتیاں پڑھتا تھا اور میری بھی یہی کیفیت ہوتی تھی۔ پھر یوں ہوا کہ میں خود ایک طویل کہانی کا کردار بن گیا۔ مجھ پر جو کچھ جی اس نے قفسے کھائے کو میرے ذہن سے محو کر دیا۔

آج میں کتاب زندگی کا درجہ درجہ بٹھا ہوں تو آنکھیں دھندلا گئی ہیں۔ کچھ میں نہیں آتا واقعات کی لور کو کہیں سے قاصوں اور یہ مجھے کہیں لے جائے گی۔ چنے پر بوجھ بہت بڑھ گیا ہے۔ سوچتا ہوں زندگی نے تجربات و حلوں کی شکل میں جو کچھ مجھے دیا ہے نہانے کو لونا دل۔ گو کہ یہ لذت نہیں، محض میرے شب و روز کا حساب ہے جس میں محبت کی جہوں فحشاں بھی ہیں اور مظہریت کی سسکیاں بھی۔ جہاں ہر کا ہدہ بھی ہے اور انتقام کی برکت بھی۔ جذبات کی نرم آٹھیں بھی ہیں اور پتے لو کی حرارت بھی۔ وقار کی حرکات بھی ہیں اور غداؤں کے شامیانے بھی۔ دوستی کا درد بھی ہے اور دشمنی کی ہولناکی بھی۔

میں یہ سب کچھ اس لئے بھی کسی کو سنا چاہتا ہوں کہ شاید جسے میں شکست جیت کی آخر کچھ کر قدرے مطمئن ہو بیٹھا ہوں، دوا ملے یہ آخر نہ ہو محض سستائے کی صلت ہو۔ موت کا ہاتھ آج بھی میری کمرچ میں ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ ہاں اندھیرے کی موت سے ڈرتا ہوں، زندگی سے تو میں نے اپنا خراج وصول کر لیا ہے۔ اب ایک ہی خواہش ہے کہ موت آئے تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، سستے ساتپ کی طرح بچھ کر کسی اندھیرے گوشے سے حملہ آور نہ ہو۔

زندگی کی کمائی کا آغاز عام طور پر بچپن سے کیا جاتا ہے مگر مجھے اپنا بچپن بھی اچھا دھن محسوس نہیں ہوا کہ اسے یاد رکھتا ہوں البتہ یادیں ہیں جو ان گزر آلود کھیلوں کی طرح ذہن کے منم خاتوں میں بکھری پڑی ہیں۔ جنہیں "پگھل کر آواکل کرتے وقت بچکنے کے لئے اٹھاتے ہیں" مگر پھر بچپن کی یادگاریں مجھ کو کھٹے کھٹے سے انداز میں ذرا مسکرا کر دہیں چھوڑ دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے جب میں نے ہوش سنبھلا تو میں ایک چھوٹے سے صاف ستھرے مکان میں ایک لوجیز عمر عورت کے ساتھ رہتا تھا جو روزانہ مجھے ایک مخصوص وقت پر بنگالی "نڈلی" "کڑے" دیتی، مخصوص چیزیں کھانے میں دیتی۔ شام کو مجھے چھائی اور پھر مخصوص وقت پر ہی سلا دیتی۔ گو کہ میں نے باہر کی دنیا نہیں دیکھی تھی۔ اس لئے مجھے نہیں معلوم تھا کہ دوسرے لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہیں۔ مگر یہی اپنی تمام تر کمسنی کے باوجود نہ جاننے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے میں ایک مٹھن ہوں جس کے مختلف مٹھن مختلف لوگوں میں وہ عورت دھارتی ہے۔ تاکہ میں اپنا کام انجام دے سکوں۔

اسی عورت نے مجھے بائیں کرنا سکھائی تھیں اور اسی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ میری گورنس تھی۔ تقریباً ہر پچھلے ایک دروازہ راست اور انتہائی خوبصورت عورت شام کا اندھیرا پہننے کے بعد ہمارے ہاں آتی اور تہہ ہی یوں بے قراری سے مجھے پہنے کے ساتھ چٹا لیتی جیسے میں اس کا کوئی گمشدہ کھانا تھا جو مدت کے بعد اسے ملا تھا۔

وہ مجھے بتاتا کہ "کر پارل" بے تحاشا چھٹی اور کبھی کبھی تو مجھے چوتھے وقت اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ میں جب بہت چھوٹا تھا تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ بٹا کسے کہتے ہیں۔ لیکن جب گورنس کی تعلیم و تربیت اور عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ مجھے دنیا کی بہت سی باتیں کا علم ہونے لگا تو میرے ذہن میں اس عورت کی محبت جاگ اٹھی۔ اب وہ مجھے پہنے سے بچلے تو جیسے مجھے بے پناہ سکون مل جاتا۔

میں بے قراری سے اس کا انتظار کیا کرتا اور پہنے کے دن تو صبح ہی سے میری آنکھیں گیٹ پر لگی رہتیں۔ حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ دن میں کبھی نہیں آئی۔ گورنس کی تربیت کے علاوہ میری ذہانت نے بھی مجھے بتا دیا تھا کہ ماں کیا ہوتی ہے۔ ورنہ پہلے تو میں اسے صرف دور دیکھنے والی کوئی پرانی عورت سمجھتا تھا جس کی کہانیاں۔۔۔ کبھی کبھار مجھے گورنس بتا کر کرتی تھی۔

اب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ ماں کسے کہتے ہیں تو میرا دل بھی اس سے ملنے کو پہلے لگ گیا۔ یاد نہیں کہ اس وقت میری عمر کیا تھی، جب میں نے پہلی مرتبہ اس کے گلے میں بائیں دال کر کہا تھا "میری! آپ مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتیں۔ کیا میں تب کو اپنا نہیں لگتا جو آپ مجھے لپٹے ساتھ نہیں رکھتیں؟"

اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری بات سن کر میری ماں کے حلق سے جو آواز نکلی تھی اسے سسکی کہتے ہیں۔ اس نے معمول سے کہیں زیادہ خوشی کے ساتھ مجھے پہنے سے چٹا لیا۔ آنسو اس کی نیلی نیلی باوریں آنکھوں سے یوں اتر پڑے تھے جیسے عورتوں سے ذہن نشین چٹا ہوا کوئی چشمہ کبھی گھٹے کو کنویر پا کر پھوٹ پڑا ہو۔ میں نے می کو اس بری طرح روکنے پہلے بھی نہیں دیکھا تھا۔ میں ڈر گیا کہ شاید میں نے کوئی ایسا نامناسب بات کہہ دی ہے جس سے می کو صدمہ ہوا ہے۔

"تلی ایم سوئی گی!" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ می ہر بچی کی سفید ربڑی چادر پرے جسم پر لپیٹ کر آگیا کرتی تھیں۔ اس کے پاؤں سے آنکھوں نے لپٹے آنسو خشک کئے اور مجھے پہنے سے چٹا کر لیں۔ "ابھی وقت نہیں آیا ہے۔" ہمیں کیا پتا کہ تھوڑی سی تم سے دور رہ کر کس طرح زندگی گزار رہی ہے۔ لیکن ابھی وقت نہیں آیا۔۔۔۔۔ وقت نہیں آیا۔۔۔۔۔"

آخر میں ان کا لہجہ خود کھائی کا سا ہو گیا تھا اور کواڑ گویا ان کے حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ ان کی نظریں میرے چہرے پر نہیں تھیں اور ان کی لمبی لمبی پلکیں یوں ساکت ہو گئی تھیں گویا وہ کوئی دہشت ناک خواب دیکھ رہی ہوں۔

پھر انہوں نے چوک کر گھڑی دیکھی، چادر اپنے جسم پر اس طرح احتیاط سے لپیٹ کر ان کے لیے "گھیرے" سیاہ ہل اور کورھا چھو بھی اس میں چھپ گیا اور وہ جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔

ان کے جاتے وقت گورنس شٹلا مجھے کمرے ہی میں روک لیتی تھی، لیکن اس روز وہ شاید بکن میں تھی۔ چنانچہ جب می مجھے یاد کر کے باہر چلی گئیں تو میں بھی چپکے چپکے ان کے پیچھے چل دیا۔ یہ قہرے سے اتر کر میں گیٹ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا وہ سرسری رنگ کی ایک بچی سی ٹار میں بیٹھ رہی تھیں جس کی ڈرائیونگ نیٹ پر کوئی ٹوپی والا آدمی بیٹھا تھا۔

"چلو ڈرائیونر!" میں نے می کی آواز سنی۔ میرا پی چاہا کہ وہ ذکر میں بھی می کے ساتھ بیٹھ جائیں، اگر وہ مجھے نہ ڈھکیں تو میں کڑی میں لگ جاتاں، پھر تو آخر ترس کھا کر وہ مجھے اپنے ساتھ شٹلا لیں گی۔ لیکن میں اس وقت ہانا چٹن کی نظر بھڑپ پڑ گئی جو می کے جانے کے بعد گیٹ بند کر رہا تھا۔

وہ یوں رسم کر میری طرف لپکا جیسے میں کسی گڑھے کے دہانے پر پہنچا تھا۔ اور اب میں کمرے ہی والا تھا۔ اس نے مجھے گود میں اٹھایا اور اندر کو بوڑھا اندر سے گورنس شٹلا میری تلاش ہی میں لپٹی اور آ رہی تھی۔ ہانا چٹن نے مجھے اس کے حوالے کیا اور اسے لے لیا تاکہ وہ میرا خیال نہیں رکھتی۔

ہا چندن کوئی یوزما آدمی نہیں تھا اس کے سر میں چند ہی سفید ہل تھے لیکن اسے شہر جانے کیلئے ہلاک ہونا تھا۔ ہلاک ہونا تو پتا تھا اور طاقتور آدمی تھا کہ کسی بار میں اسے ہار میں کام کرتے وقت درختوں کی کٹی ہوئی موٹی موٹی غیر ضروری شاخوں کو ایک ہاتھ سے پوں توڑ مود کر درخت سے جدا کرتے دیکھا تھا جیسے وہ گھل بھالو کے گھگھکے ہوئے۔

گھگھکے بھی نہیں معلوم تھا کہ ہا چندن کون تھا اور اس گھر میں کس لئے رہ رہا تھا۔ اور اس کا حقیقی نام کیا تھا؟ کبھی وہ ہار کو سہانا سلوارا ٹھہراتا تھا۔ کبھی مکان میں مرمت وغیرہ کی ضرورت پڑتی تو وہ بھی اس کے ہاتھوں ہوتی۔ بازار سے سودا سلف بھی وہی لانا اور ایک بار تو میں نے اسے ہار کے وسط میں گڑھا کھود کر ایک پتھر تھوپ بھی دیا تھا۔

ایسا معلوم ہوا تھا کہ اسے دنیا کا ہر کام آتا تھا۔ لارخ وقت میں وہ گیٹ کے قریب دیوار کی آڑ میں ایک گودے دار کرسی پر بیٹھا رہتا تھا۔ عام طور پر وہ صوب دھوئی اور واسکٹ پہنے رہتا تھا۔ واسکٹ کے ٹیٹا اکڑ گئے ہی رہتے تھے اور ہاتھوں سے پیرا اس کا چوڑا چکلا سیاہ سید دیکھ کر گھگھکے اس دیکھ کا خیال آتا تھا جس کی تصویر میں نے اپنی ایک انگریزی کی کتاب میں دیکھی تھی۔

ہا چندن کا سب سے بڑا فریضہ شاید مجھے گھر سے باہر جانے سے روکنا تھا۔ میں باہر جانے کے لئے بہت ہی طویل کرتا تو کبھی کبھی وہ مجھے اپنے ساتھ شام کے اندر میرے میں فٹ ہاتھ پر چل قہری کرانے لے جاتا یا پھر اس پارک میں گھماتے لے جاتا اور گھر سے کچھ ہی فاصلے پر واقع تھا۔

اس طرح میں اپنے گرد و پیش سے کسی نہ تک بھٹا ہونے میں کامیاب ہو سکا۔ میں نے دیکھا کہ اگلے اور گرد بھی مکالموں کی قلماری تھیں جو ویسے تو ہمارے ہی مکان کی طرح پھرتے لیکن تقریباً سب ہی مکالموں میں طویل و عریض لانا یا ہار تھے ان گھروں میں رہنے والوں کو اپنے گرد و پیش سے بھٹا دیکھی نہیں تھی۔ میں نے کبھی وہاں لڑکا چل پھل نہیں دیکھی۔

اس انداز پرورش کا نتیجہ تھا کہ جب پانچ سال کی عمر میں مجھے سکول میں داخل کرانے کے لئے لے جایا گیا تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم کو لے کر میں رہتے ہیں۔ البتہ پرنسپل کی ہدایت پر ایک لکچر نے میرا خیالی یا قہری ہر اظہان لیا اس میں میں نے فرار ہاپ دینگے یا چند منٹوں کے اندر اندر گھر دینگے۔ کیونکہ یہ سب کچھ گورنس شپا گھگھکے ہی اچھی طرح چھپا رکھی تھی۔ پرنسپل نے یہ خوشی مجھے داخل کر لیا اور میری زندگی گویا ایک انقلاب سے روشن ہو گئی۔

مجھے دوسرے بچوں کے ساتھ ہونے کیلئے "کھیلنے" کو منے اور پڑھنے کا موقع ملتا تو میں ہا لوش رہتے گا۔ لیکن گورنس شپا کی مجھے کتنی سے ہدایت تھی کہ میں کلاس میں کسی شکی یا لڑکے سے زیادہ دوستی نہ پہنچاؤں۔ اور گھر پر تو کسی کو ہرگز مداخلت نہ کیوں اور نہ ہی کسی کی دعوت پر اس کے گھر جاؤں۔ ہا چندن ایک بھونٹی سی کار میں مجھے سکول پہنچا کر جاتا اور پھٹی کے وقت اپنے آگے تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ کار چلانا بھی جانتا تھا اور یہ کار اب گھر پر ہی رہتی تھی۔ میں نے سکول میں میرے داخلے سے چند دن پہلے یہ بھونٹی تھی۔

اب میں جب بھی اپنے معمول کے مطابق مجھ سے ملنے آئی تو گورنس شپا سے یہ رپورٹ ضرور لیتیں کہ سکول میں میری تعلیمی کیفیت کیسی جا رہی ہے۔ اور یہ سن کر بڑی خوش ہو تیں کہ میں ہر ٹیسٹ میں اول آ رہا ہوں۔ دراصل گورنس شپا مجھے اپنی اچھی طرح پہنچاتی تھی کہ سکول میں تو مجھے پڑھائی پر توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔

انہی معمولات کے ساتھ اندر کی گزارتے ہوئے میں عمر کے اچھوٹے برس میں پہچانو مجھ پر کچھ نور مشقوں کا بوجھ آن پڑا۔ ہا چندن نے ہار کے ایک ایسے گوشے میں جو اہلی کے درختوں سے گھرا ہوا تھا ایک آکاٹھ کھود رکھا تھا جس میں وہ صبح شام نجیب و فریب دراز میں کھول کھول کر رہتا تھا۔

مجھے علم ملا کہ دونوں وقت میں بھی فکٹ کس کر اکھاڑے میں اس کے سامنے "ضری واک" شروع شہر میں مجھے بڑی کوفت ہوئی اور ایک مروجہ میں نے می سے شکایت بھی کی کہ مجھے صبح شام سلی میں لوٹ لگانا اور ہاتھ پائی کرنا بالکل پھنہ نہیں۔ گھر میں نے مجھے چوتھے ہوئے پورے پیار سے کھلیا۔ "بیٹا! وہ ہمارے بچے کے لئے سب کچھ کر رہا ہے۔ وہ ہمیں پہلوانی یوگا اور گنگا سکھائے گا۔ تم خوب لے کرے اور طاقتور بن جاؤ گے اس کے علاوہ بھی تمہیں زندگی میں بہت کچھ سیکھنا ہے۔ تمہیں نہیں معلوم چٹاک اس دنیا میں کھودی نور عزت ایک ساتھ نہیں چل سکتیں۔ کھود تولی کا عزت کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ یہ اصول تو اعلیٰ ہی نے بنا دیا ہے کہ بڑی چلی چلی چھوٹی چلی کو اٹھ جاتی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم طاقتور ہو۔ بڑی چلی ہو تاکہ تمہیں کوئی ڈر نہ لگے۔"

میں کا لکچر تو میری کچھ میں نہیں آیا تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ تھوڑے عرصے بعد مجھے خود اس تربیت میں بڑا لطف ملنے لگا تھا۔ اکھاڑے کی سلی سوسمی سوسمی خوشبو کے ساتھ جب میرے پیسے کی رقم سے ہم آہنگ ہوئی تو مجھ پر ایک سورد طاری ہو جاتا۔ ہا چندن سے روزنت سے کرتب سیکھنے میں مجھے اتنا ہی حاف آتا جتنا سکول میں ہر روز اس اوشا کا لکچر سننے میں آتا تھا۔ ہا چندن صبح سویرے مجھے یوگا کی مشقیں کراتا شام کو دراز میں آ اور واٹ چھ سکھاتا۔ میری خوراک بھی اسی کی ہدایت کے مطابق تیار کی جاتی تھی۔

روبوٹ۔ "تھک ہے۔ تم کلاس روم میں جاؤ۔"

کیلاش اس واقعے کے عین دن بعد سکول آیا اور پہلے ہی دن اس نے میرے ساتھ ایک لڑکے کے ساتھ کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تو وہ جلدی سے بولے۔ "نیا میں حضور سے درخواست کروں کہ وہ ایک بار پھر تمہیں اس طرح اٹھ کر پٹے؟" کیلاش نے کھیالی نظروں سے میری طرف دیکھا اور وہاں سے تھک گیا۔ اس کے بعد میں نے کبھی اسے شرارت کرتے نہیں دیکھا۔ کہ از کم اپنے ساتھ۔

گھر پر ہوا چندن کی زیر تربیت میری پہلوانی اور یوگا کی مشقیں جاری تھیں۔ میں کیا وہیں سال میں پہنچا تو ہوا چندن نے مجھے گنگا نہیں سکھانا شروع کر دیا۔ ہمارے سکول میں بھی اسپورٹس کے بڑے عمدہ مقابلے منعقد ہوا کرتے تھے۔ لیکن وہ کچھ مجھے ہوا چندن سکھا رہا تھا اس کی حاجت سے وہ مجھے آگے بھٹی سے زیادہ مشکل نہیں لگتے تھے۔ اور چندی جماعت تک گھر سواری، سوئمنگ اور جمنک کے تمام اخراجات میں جیت چکا تھا۔ بلکہ ہر تنگ گلا میں تو میں نے سولہ قسم کی جیوگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ السوس کہ تمام بچوں کے والدین یہ مقابلے دیکھتے آتے تھے لیکن میری جی بھی نہیں آئیں، تب ہم وہ جگہ بھی گھر پر آجھ سے ملے آتے تو میرے کمرے میں ٹرائیڈ اور کپڑوں کی تعداد میں اضافہ دیکھ کر خوشی سے پھل نہ ساتی تھیں۔ اور میں ان کی یہ خوشی دیکھ کر ہی مطمئن ہو جاتا تھا۔

اب مجھ پر پابندیاں کسی حد تک نرم ہو چکی تھیں۔ ہوا چندن بھی کھار مجھے کھانے پھرانے لے جاتا تھا۔ ایک بار وہ مجھے بچوں کی ایک فلم بھی دکھا کر لایا تھا۔ تاہم انی کا یہ عقلم اب بھی برقرار تھا کہ میں انیلا بھی کہیں نہ جوں اور کسی انجینی سے کبھی ٹھیلے تلے کی کوشش نہ کروں۔ اور نہ ہی کسی کو اپنے حلال کچھ بتاؤں۔ لیکن مجھے معلوم ہی کیا تھا جو میں بنا۔

دو۔ "گیت کی طرف سے ہمارا سٹائی دیو۔ ہوا چندن مجھے سکول سے کمر لا کر چھوڑنے کے بعد دھیری سے کسی کام سے گیا ہوا تھا۔ وہ لوٹ آیا تھا اور آج کچھ زیادہ ہی جلدی میں معلوم ہوتا تھا کہ اس نے گاڑی گیت سے تقریباً گرا دی تھی۔ میں کڑکی سے دیکھ رہا تھا کہ گاڑی کی ٹیسٹ گیت کے نچلے حصے میں لگی ہوئی سلاخوں سے آگلی تھی اور ایڈ لائٹس کے درمیان سیاہ بجٹ پر سلیڈ بند۔ یہ یوں معلوم ہوا کہ تھک کوئی سیاہ مد انسان لپکے پھپکا نے پلیر سلاخوں کے درمیان سے جھانک رہا ہو۔

دوسرے کمرے سے ٹیلا کی کواڑ سنائی دی۔ "حضور! میں ہاتھ روم میں ہوں۔ دریا جا کر گیت کھول دو۔"

اس دوران دھیر، ہازن بجل۔ ایذا ایسا ہی تھا جیسے ہوا چندن بہت بے تاب اور مزید تاخیر ہونے پر گیت توڑ کر اندر آ جائے گا۔ یہ ایذا ہوا چندن کی لہرت کے خلاف تھا۔ وہ

اکثر کہا کرتا تھا۔ "جلد ہازن کو موت بھی جلد آ جاتی ہے۔" میں نے اسے بھی ہڑتائی اضطراب یا جلت میں نہیں دیکھا تھا۔

میں چیل میز پر رکھ کر اٹھا اور باہر آیا جیسے ہی میں نے گیت کھولا اور ایک طرف کو ہٹا چھوٹی سی سلیڈ برلیتا اس منگے ہارے ٹوگول کی طرح جس کے پیچھے شکاری کتے لگے ہوں۔ لڑائی ہوئی کپاؤڑ میں داخل ہوئی۔ اور ایک منگے کے ساتھ اس عالم میں رہی کہ اس کے دو پتے چنہ دوش سے لان پر اترے اور کچھ منچہ میں نے جب گیت بند کر کے مڑ کے دیکھا تو ہوا چندن گاڑی سے اتر چکا تھا۔ مگر اس نے دھواں بند نہیں کیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ ہیلیوں پر رکھے چپ سے ایذا میں برآمدے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قدم دیکھا کہیں تھا چڑا کہیں تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے ہاتھ میری طرف پھیلائے۔ "مجھے سارا وہ

پٹہ۔" برآمدے کے بلب کی زردی روشنی میں میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ خون میں لکھڑا ہوا تھا۔ میں نے تھک کر اس کی طرف دیکھا۔ ہیلیوں سے لے کر مجھے تک اس کا کردار ہاجلہ اور واسٹ خون میں تر تھی اور ایک ہاتھ اس نے غالباً لب بھی ہیلیوں پر اسی رقم پر رکھا ہوا تھا جس سے یہ خون بہہ رہا تھا۔

"ارو نہیں ڈنا۔" وہ معمول سے ایذا میں مسکرایا۔

"میرے انسانی خون ہے اور دنیا میں بہت ارزاں ہے۔" وہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر برآمدے کی طرف گھسٹے لگا۔

"ہوا کیا ہے ہوا؟" میں نے اسے سارا دے کر برآمدے کی سیڑھیوں پر چڑھنے پر پھانے ہوئے پوچھا۔

"تقریباً ایک لٹ کی ایک چھری میرے پلو میں اتر گئی تھی۔" اس نے ایک اکڑی اکڑی سانس لے کر کہا۔

"کس نے اتاری تھی؟ کبھی اتاری تھی؟" میں نے اسے اس کے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھا۔

"میرے ماضی نے یہ چھری میرے پلو میں اتاری تھی وٹا! اور اس لئے اتاری تھی کہ ماضی ان لوگوں کو کبھی صاف نہیں کرتا ہوا اس سے ٹانا ٹوڑ کر فرار ہو جاتے ہیں۔ ماضی ان کے مقابل میں رہتا ہے اور ایک نہ ایک دن انہیں زحوظ لانا ہے۔ اور انعام کی لمبی چھری ان کے سینے میں گھونپ دیتا ہے۔"

"ہوا تم انگریزی باتیں کرتے ہو نہ میری کچھ میں نہیں آتی۔" میں نے ابھمن لہہ لہجے میں کہا۔ "یہ ماضی کون ہے۔ اس سے تمہاری کیا دشمنی تھی؟"

"بہت گہری دشمنی تھی پٹا میں نے اسے ٹھوکریں مار مار کر اپنی زندگی سے لٹا دیا

قلہ کیونکہ وہ بہت کمزور تھا۔ تب اس نے اپنی دولت کا انتظام لے لیا۔ "بستر لینے لیا۔ اس دوران شاید ہاتھ روم سے نکل گئی تھی اور نظری آوازیں سن کر ہلکا چھن ہی کے کمرے میں آگئی تھی۔ اسے خون میں لخت ہت دیکھ کر شیشا کا چھوٹا سفید پڑ گیا اور اس کے ہاتھ سے وہ تکیہ گر گیا جس سے وہ اپنے توجہ سے سفید لور آدھے سیاہ ہواں کیونکہ خشک کر رہی تھی۔

"یہ کیا ہے؟" بھٹکل اس کے ہونٹوں نے حرکت کی۔

"کتنی سوال کر کے وقت ضائع نہ کر شیشا! فوراً کوئی جگہ اور غلام کو بلا لاؤ۔" ہلکا چھن نے اس کی بات کٹ کر کہا۔ اس کی آنکھیں بار بار یوں بند ہونے لگی تھیں جیسے اسے نیو آری ہو۔ مگر اس طرح بعد کو خشک انہیں کھل رکھنے کی کوشش کر رہا تھا جیسے کوئی بہت ضروری کام ہو۔

"لیکن غلام تو شاید آج بھی..." شیشا نے کہا ہلکا۔

"نہیں۔" ہلکا چھن نے بے تابی سے اس کی بات کٹ کر کہا۔

"مجھے وہ نہیں پڑے۔"

شیشا مزید ایک لمحہ کے بغیر مڑی اور دوڑی ہوئی باہر چلی گئی۔ "وہ تکیہ الٹا لاؤ۔" ہلکا چھن نے فحشیت نہ لے کر اس کا اور میں فرش پر پڑا وہ تکیہ اٹھا لایا وہ شیشا کے ہاتھ سے گرا قلہ "سمیری اناری کولہ۔" ہلکا نے مزید کہا۔ "اس نے ایک بڑی شیشی رکھی ہو گی جس میں سفید پاؤں سا بھرا ہوا ہے وہ شیشی نکل لاؤ اور پاؤں میوے زخم پر اچھی طرح چھڑک دو اور یہ تکیہ کسی چیز سے میرے پیچھے پر خوب اچھی طرح کس کر باندھ دو۔"

میں خاصی مستعدی سے اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا اور اس دوران میں نے پوچھا۔ "تم یہاں آنے کے بجائے پہلے سیدھے ڈاکٹر کے پاس کیوں نہیں چلے گئے؟" وہی معمولی سا سکرابٹ "ہمارے اس کے ہونٹوں پر رنگ آئی۔" اس نے طالع بد میں اور تفتیش پہلے کرتی تھی۔ پھر اسے پولیس کہیں قرار دیتے ہوئے پہلے مجھے پولیس سرجن کے پاس جانے کا مشورہ دیا تھا اور پولیس سرجن کی رپورٹ تیار ہونے تک تو میری موت واقع ہو ہی چکی تھی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ جب موت ہی ہے تو کیوں نہ اپنی عمدہ سے چند ضروری باتیں کر کے مر جاؤں۔"

میں اس کے کہنے کے ساتھ چھڑک کر تکیہ اس کے پیچھے پر باندھ چکا تو اس نے پہلے سے کہیں زیادہ نچیف آواز میں کہا۔ "یہاں میں جو کچھ تمہیں سکھانا چاہتا تھا وہ سکھا چکا ہوں اب اس کی محفل اور درخشاں تمام صورت نہ کرنا۔ تم بھی بڑے سے نہیں ہو سکتے کم از کم اس طرح بوجھے نہیں ہو گے جس طرح عام لوگ ہوتے ہیں۔ اگر

تم نے میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو غلام۔۔۔ تمہاری ہی تم سے ناراض ہو جائیں گی۔" تمہیں اس کے علاوہ بھی بہت سے چھوٹے فون سکھانا چاہتی تھیں۔ جس کے انہوں نے انتظامات کر رکھے تھے۔ تم بھی ان کے غم کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ انہوں نے تمہارے لئے بہت دیکھ رکھا ہے۔ وہ تمہیں پڑھائی کے ساتھ ساتھ جو کچھ بھی سکھانا چاہیں پوری دلچسپی سے سکھانا۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ وہ تمہیں سیرا دے دیں گی۔ سیرا! جو لیٹ بھی پڑی پاتا ہے اور کبھی ٹوفا بھی نہیں۔"

میں بہت جلد اس کی باتیں سن رہا تھا اس کی آواز کا پتہ میرے ذہن کی طرح ہر ایک ایک لمحہ کندہ کرنا تھا ہاتھ دلو۔ اس نے جیسے ہاتھ رکھ کر سسکی سی کہ مگر میں داخل ہونے کے بعد سے اب تک وہ پہلی بار گویا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے بھٹکل آنکھیں کھولیں۔ "میری باتیں پر عمل کر کے" اس نے سرگوشی کی۔ اس کی آواز ٹھنسی جا رہی تھی۔

"تپ کے اور میں کے غم کے خلاف تو میں کچھ کرنے کا سوچ ہی نہیں سکتا۔" میں نے ہلکا کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آپ وہ لوگوں کے سوا دنیا میں مجھے نظری کون آتا ہے۔ میں کس کا ہاتھ تمام کر چکا ہوں۔"

"میرا ہاتھ تو کچھ تمہارے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا لیکن اپنی ہی کا ہاتھ کبھی نہ چھوڑنا۔" اس کی کوڑا بالکل ہی بیٹھ گئی تھی اور اس بار وہ کوشش کے بغیر آنکھیں نہ کھول سکتا۔ سانس کی مدد میں اس نے غراہٹ کے سوا اس کے وجود میں زندگی کی کوئی علامت نہیں تھی۔

میں تھو سال کا ایک نامیہ لڑکا "سانیں سانیں کرتے اس مکان میں خون میں لخت بہا ایک جاں بلب انسان کے سہانے بیٹا۔ اپنی ماں کا انتظار کر رہا تھا ماں جو چھانے کہاں رہتی تھی۔

میرا انتظار زیادہ طویل ثابت نہ ہوا تو مجھے کہتے ہوئے ہی شیشا لور ان کے پیچھے چھوڑ آئی کمرے میں داخل ہوئی۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں سیاہ رنگ تھا۔ میں نے میرا ہاتھ چما اور مجھے ایک طرف لے کر کھڑا ہوا ایک والا گویا جھٹک کر ہلکا چھن کا ساتھ کرتے لگا ہلکا چھن لب بالکل بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اس کی سانس کی مدد میں غراہٹ بھی کچھ دیر پہلے معدوم ہو چکی تھی۔ سیاہ رنگ والا گویا جس کے گلے میں اسیتو سکیپ میں تھا مگر وہ غالباً ڈاکٹری تھا کسی حد تک ہلکا چھن کا ساتھ کرنے کے بعد سیدھا کھڑا ہوا اور اس نے میری طرف دیکھ کر گئی میں سر ہلایا۔ میں نے پھلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ انہوں نے ایک گرمی سانس لیا۔ ایک لمحہ کے لئے ان کے چہرے پر غلام کے آثار

خود بخود ایک بکلی سی لوہی جھٹک آئی۔ "ہاں ان کے اہل رب عمالِ عظامِ محسوس ہو گئے۔ بہت اچھی باتیں کہتے تھے۔ اور ہر وقت مجھے مصروف رکھتے تھے۔ میں ان کے ساتھ کبھی پور نہیں ہوں۔"

صوفیت تو نہیں اب بھی اسی طرح رہے گی جیسا! اگلے سینے سے جنہیں شام کو ایک عرصے کا انتظار کرنے کے لئے ایک جگہ ہانا پڑے گا۔ مجھے ایک شخص کا انتظار ہے جو جاپان سے آنے والا ہے۔ امید ہے اگلے ماہ کی پہلی تاریخ تک وہ آجائے گا۔ اس کے آنے ہی ہماری مصروفیت اور بڑھ جائے گی۔" "میں نے کہا۔
"میں سے مجھے کیا سیکھتا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

مارشل آرٹس! "میں نے کہا۔ "اور یہ کیا ہوتے ہیں۔ یہ تمہیں وہ بتائے گا۔
 ہندوستان میں ابھی مارشل آرٹس اچھی طرح جاننا نہیں ہوئے۔ ان کے اکاؤنٹ پر سمجھنا کام
 کر رہے ہیں۔ لیکن جس شخص کا میں ذکر کر رہی ہوں وہ مارشل آرٹس کا بانی گرامی ماہر
 ہے۔ مارشل آرٹس فن کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا رنگ بگ بگلا تو یہاں کھل چکا ہے۔ کیم
 تک وہ خود بھی پہنچ چکے تھے۔ اس کے ہاں صرف سول لڑکوں نے داخلہ لیا ہے۔ اور ان
 میں تم واحد ہندوستانی ہو گے۔۔۔۔۔ اچھا خیر بھولنا۔۔۔۔۔ یہ باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گی۔
 تم جا کر آرام کرو۔ کسی قسم کی فکر نہ کرنا اور اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔" انہوں
 نے اکاؤنٹ دکھاتے ہوئے کہا۔

”مجھے گھر کی باتیں! ہر کرنے کی طاقت ہی نہیں پڑی تھی! اور پھر میرا کوئی دوست ہی نہیں ہے۔ مجھے سب لوگوں کے اپنے سے بہت پھوٹے اور احمق لگتے ہیں۔“ میں نے اس کی طرف سے کل کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کہا۔ ڈاکٹر ان کے برابر بیٹھا تھا اور دوسرا کوئی شخص باوجود چھوٹی لاش کے ساتھ نہیں بٹھا کر بیٹھ گیا تھا۔ کڑکھیں، ہر ہڈی سے کھینچ رہے تھے۔

”ویسے ہائی داوے کی“ میں نے دودھالے پر جھپٹے ہوئے کہا۔ ”کپ ہا چھن کی لاش کو کھالے جا رہی ہیں“

”اس طرح زعمی انسانوں کے کچھ گھر ہوتے ہیں۔۔۔۔۔“ می نے ہاتھ پٹھا کر میرا گل چمکاتے ہوئے کہا۔ ”اس طرح لاشوں کے بھی کچھ گھر ہوتے ہیں۔ میں اسے اس کے گھر لے جا رہی ہوں۔“

گاڑی اشارت ہوئی۔ میں نے حوداتہ بچہ کیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ گاڑی گیٹ سے نکل گئی تو میں دیر تک گیٹ پر کھڑا اسی طرف دیکھتا رہا کہ مردہ مٹی تھی۔ حالانکہ اس کی سرخ بتیاں موڑ پر کب کی بھی نظر آ سکتی تھیں۔ ایک گہری سانس لے کر میں

ابھرے پھر وہ گویا خود پر حبیب کر کے حبیب کی طرح ہر سکون ہو گئیں۔
 "لوٹش کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالو۔" انہوں نے اپنے ہاتھ آئے ہوئے دھڑے توڑی
 کو حکم دیا۔ اس نے بلا چھان کی گردن اور ٹانگوں کے تلے ہاتھ ڈال کر انہیں اٹھانے کی
 کوشش کی مگر اس سے انہیں نہ گیا۔

”میں! میں انھوں نے؟“ میں نے کہنے سے روک کر پوچھا۔

”متم الحالو کے“ می نے بے چینی سے کہا۔

”میں نہیں۔ میں اکھاڑے میں کئی مرحلہ نہیں کر رہا تھا۔“ میں نے جواب دیا۔

میں صرف باتوں میں ہاتھ لال کر اٹھا لو۔ ٹانگیں دھتو کھالے گا۔" میں نے دوسرے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ ہم دونوں لاش کو ڈھکا ڈھکی کر کے باہر لائے۔ کپڑوں میں سے لاش کی سلور گرے شہور لیٹ کھڑی تھی۔ ہم نے کچھلے دھالے سے لاش کو بمشکل اندر لیونڈا۔ مجھے ۱۱ پھرن کی لاش کے ساتھ یہ سلوک اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کیونکہ وہ میرے استاد تھے اور احتمالی شفقت اور لگن سے انہوں نے میری ہر تربیت کی تھی اس کی نصیحت آپ مجھے معلوم ہو چکی تھی۔ آپ میں اتنا ناکہ نہیں رہا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ اگر ہوا چھن نے میری خوداک کی گھرائی نہ رکھی ہوتی،
مجھے صبح شام درد نہیں نہ کرائی ہوتی، 'دور آنکلی کے تمام گرد نہ سکھائے ہوتے تو کج حیو
سلی کی عمر میں میرا پیدا تھا چڑا' والد اسے مضبوط اور راتوں کی چھلیاں اچھی ٹھوس نہ
ہوئی۔ میں عام لوگوں کی جیسا ایک لڑکا ہوتا جو کچھ ممکن تھا ٹینس کھیل کر سمجھتے ہیں کہ
الوں نے بنا ہوا سر کر لیا ہے۔

گازی کا دوا نہ دے کر کے مئی نے ایک بار پھر میرے ماتھے پر ہوسہ دیا۔ وہ ایک دوا کا نامت عورت تھیں لیکن میرا کہ ان سے نکلنے کا قصد "بابا چران" نے مرنے سے پہلے کیا بائیں کی تھیں چنانچہ انہوں نے سرگوشی میں پوچھا۔

میں نے اپنے انداز میں ہوا چدن کی تمام سنگتوں کو لفظ پہ لفظ دہرانے کی حتی الامکان کوشش کی۔ مئی نے سب کچھ سن کر، خیال انداز میں سر ہٹا اور میرے ہاتھوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولیں۔ "ایک دن میں ۱۰ مراڈا دائیہ آ چلے گا۔ تب تک تم ٹیسی میں سکول چلے جاؤ گے۔ اور ہاں — تم کسی قسم کی گھبراہٹ تو محسوس نہیں کر رہے؟"

تکبر ہٹ کیسی گا؟ ہوا چدن کما کرتے تھے کہ انسان کو اگر چاروں طرف سے کوم
خود شیر گیر لیں تب بھی گھبرا نہیں جائے گا۔ سہنا چاہئے کہ ان کا گھبرا کیسے توڑا جا
سکتا ہے۔ میں نے ہوا چدن کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت دہرائی۔ ”گھر سے ہی آواز میں

نے اپنے دونوں ہاتھ پٹوں پر رکھ کر صاف کئے اور گیت بنے کر کے واپس آگیا۔ گورنس
ٹپلا پر آگے میں کھڑی تھی۔ اس کے ہل اب بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ جنہیں کھنسی کرنے
کا اسے موقع نہیں ملا تھا۔ اس کا چوالب بھی لود تھا۔

”جسمیں ڈر نہیں لگ رہا محصور؟“ اس نے سر تاپا میرا ہاتھ لیتے ہوئے جیب سے
بجے میں پوچھا۔

”کس بات کا ڈر؟“ میں نے قد سے حیرت سے پوچھا کیونکہ مجھے ترجیح تھا ہی
نہیں کیا تھا کہ ایسے موقعوں پر غل نہ ہوا جاتا ہے۔ ہلا چدن کا کرتے تھے ڈرا صرف
حوروں کی عادت ہوئی ہے۔ آج ہلا چدن مرچکے تھے تو مجھے ان کی ایک ایک بات مدد کر
یاد آ رہی تھی۔

”ہلا چدن۔۔۔۔۔“ گورنس ٹپلا نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور وہ خدا کی
تاریکی میں نہ جانے کس غیر ملکی جے کو گھورتے ہوئے کھوئے کھوئے لیے میں بولی۔ ”وہ ایک
بے محل انسان تھے۔ ایک احسان کا بدلہ چکانے میں اس نے جس طرح عرصہ گزار دی ہے
انہی کا کام تھا۔“

”وہ احسان کیا تھا اتنی ٹپلا؟ اور کس نے کیا تھا؟“ میں نے پوچھا۔
”یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ جو کبھی تمہاری می جنہیں سنائیں گی۔ اب تم کپڑے دو
اور سو جاؤ۔“ اس نے گہری دیکھتے ہوئے کہا۔ ”جج جنہیں بیڈ پر جانے میں ایک گھنٹہ کی
تاخیر ہو گئی ہے۔“

میں خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا اور کپڑے بدل کر سو گیا۔ دوسرے دن میں
فیکسی میں سکول ٹیبل تیسرے دن ایک ڈرائیور آگیا اور زندگی ایک بار پھر اسی یکسانیت اور
سکون سے گزرنے لگی۔ ہلا چدن کی نامی موت کا واقعہ اب بوجھنی یاد نہ کیا تھا گویا کسی
بے سکون بھیل میں ایک ٹکڑا گرا تھا۔ چھ لہلوں کے دائرے نمودار ہوئے تھے اور معدوم ہو
گئے تھے۔

نیا ڈرائیور بس نرا ڈرائیور ہی تھا۔ یہ ایک بوڑھا سا بیسالی تھا۔ ہم تو اس کا جوزف
تھا لیکن جب تک اسے اگلا مسٹر جوزف کہہ کر نہ پکارا جاتا، تب تک بات کا جواب نہیں
دیتا تھا۔ بقیہ اس کے اسے اس کے لوگوں کی آوازیں نے تھک کر دیا تھا۔ وہ نہ ایک
صاحب جائیداد اور جموں کوئی تھا اور کسی زمانے میں بستی کے لوہے طبعوں کی پارٹیاں اس
کے بغیر مکمل نہ ہوتی تھیں۔ جوزف میں ہلا چدن جیسی کوئی بھی بات نہ تھی۔ وہ نہ تو ہلا
چدن کی طرح سلاخیں سوڑ سکتا تھا اور نہ ہی ان کی طرح گدھر گھما سکتا تھا بلکہ ہر مدد سچ
و شام گھے اکھاڑے میں ورزش کرتے دیکھ کر وہ بے حد پریشان ہوا کرتا تھا۔

”ارے ہلا! تم یہ سب کس لئے کرتا ہے؟“ وہ تشریف لے لے لے میں کہا کرتا۔ ”اسی
بھولی عمر میں تم اگلا مشقت کرتے اپنی جان کو لگتا تکلیف دہ۔ اگلا مضبوط بنانا لیکن جب تم
مر جانے کا تو مٹی میں اگلا شاندار جسم کو کیڑا نکوڑا کھا جائیں گے۔ میں ٹھیک ہوتا ہوں غور؟
تم کوئی خاموشی پھلون تو نہیں ہو بن؟ تم ایک دم لرسٹ کلاس سکول میں پڑھتا ہے۔ چہ
کہہ کر ہر شربے کا انجینئر بنے گا؟ ڈاکٹر بنے گا مگر پھلون تو نہیں بنے گا؟ پھر یہ پھولوں
کہہ کر کرتا ہے؟ ابھی نیاں عمر تک ایسے کرے گا تو تمہارا دماغ ایک دم موتا ہو جائے گا۔
باریک باریک بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔“

”مجھے سمجھنے کی ضرورت بھی کیا ہے مسٹر جوزف؟“ میں جواب دیتا۔ ”میں صرف یہ
چاہتا ہوں کہ یہ میری می کا حکم ہے اور اب تو مجھے اتنی طبیعت ہو گئی ہے کہ ایک طنز
ورزش پوری نہ کہوں اور ایک آدھ سخن پھولوں تو جسم ٹوٹنے لگا ہے اور حرارت ہی
ہونے لگتی ہے۔ بالکل ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے جیسی تمہاری اس طنز ہوئی ہے جب
جنہیں ہیٹ ہارس و بن نہ ملے۔ اور جوں تک دماغ موتا ہوئے کا تعلق ہے تو معاملہ
ابھی تک ٹھیک جا رہا ہے۔ جنہیں شاید علم نہیں کہ میں سکول میں ہر ٹیسٹ میں فرسٹ آ
ہوں۔“

معلوم نہیں میری بات جوزف نے سمجھ میں تھی یا نہیں۔ لیکن بول کا ذکر سن کر وہ
ایک فطری سانس ضرور لیتا۔ پھر وہ اپنے کوٹ کی جیب سے ہیٹ ہارس کا ایک چٹا ادھا
D اور ایک گھونٹ پھر کے بول کو پھیلاں نظروں سے گھورتا ہوا کہتا۔ ”میں کبھی نے
تمہارا فیملی جٹ کر دیا۔ ہم گھر میں بیٹا تھا۔ ہم کو دیکھ کر ہمارا سب بیٹا بھی پنے لگا۔“ ہم
بعد مثالی لوگ میں ہی طبیعت یہ ہے کہ ہم اگر بیٹا ہے تو پھر آہستہ آہستہ اتنی پنے لگ جاتا
ہے کہ مستعد کا مستعد خالی کر جاتا ہے۔ ہم ایم فوٹرا۔“

پھر وہ انگریزی میں اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو مہلی مہلی کہیں دے لگا۔
جون ہوں گالہاں سنگین ہوئی جائیں توں توں اسی کے پنے کی رفتار بھی تیز ہو جاتی۔ کبھی
کبھی بول خالی کر کے وہ لمبے میں نشن پر بیٹھ رہتا اور سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے گھورتے
ہوئے کہتا۔

”بالی برائے! تم کبھی مت چنا ورنہ ہم تمہارے وانت توڑ دے گا۔“
وہ میرے وانت توڑنے کی بات کرتا تو اس کے استخوانی ہاتھ دیکھ کر مجھے ہنسی آ جاتی
تھے ہنسل حید کرتے ہوئے میں کہتا۔ ”میرے استخوانی ہاتھ نے مجھے قسم دے رکھی ہے
کہ میں کوئی ایسی چیز نہ کھاؤں گی جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔“

”ہلا چدن کان تھا۔ کوئی رشتہ مر تھا؟“ اس نے کی مرتبہ میرے منہ سے ہلا چدن کا

دکرنے کے بعد ایک بار پوچھا اور میں نے اسے تفصیل سے بتایا کہ وہ کون تھا اور کس قسم کا آدمی تھا۔

"پھر وہ کدھر گیا؟" آخر میں جوزف نے پوچھا۔

"ایک رات وہ۔۔۔۔۔ میں روایتی میں بتاتے ہی لگا تھا۔"

کہ ایک رات وہ کس طرح قتل کر دیا گیا تھا لیکن عذرت مجھے می کی بدہمت یاد آگئی اور میں نے جلدی سے کہا "ایک رات وہ ہم سے ناراض ہو کر چلا گیا اور پھر لوٹ کر نہیں آیا۔"

شب و روز بے غمی گزرتے رہے۔ می حسب معمول ہر صبح کی شام کو آتی تھیں اور چہرے پر مسکراتے ہوئے ہاتھ دھو کر چلی جاتی تھیں۔ اب میں انکا سمجھنا شروع ہو چکا تھا کہ می سے اصرار کر کے پوچھ سکوں کہ آخر وہ مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتیں۔ جبکہ وہ مجھے انکا پیار بھی کرتی ہیں اور میرا بھی ہر وقت ان کے قریب رہنے کو جتنی چاہتا ہے۔ انہوں نے سمجھایا کہ وہ ایک قصہ نما شخص میں ملازمت کرتی ہیں اور چونکہ وہاں کوئی ایجا سکول یا کالج نہیں ہے اس لئے وہ مجھے وہاں رکھنا نہیں چاہتیں کیونکہ ان کی خواہش ہے کہ میں تعلیم شاندار درسگاہوں میں تعلیم حاصل کروں اور بہت جلد آدمی بنوں۔

ملازمت وہ اس لئے چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں کہ وہ کوئی معمولی ملازمت نہیں تھی اور انہیں بہت بھاری تنخواہ ملتی تھی۔ جس سے وہ اپنا اور میرا اپنی معیار زندگی کا غم رکھ سکتی تھیں۔ اور پھر وہ کہ میرے والد کا میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی القتل ہو چکا تھا اس لئے ہمارا کوئی اور اچھا گزر اوقات بھی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ ملازمت کرنے پر مجبور تھیں۔

"بہت تم پرہیزگار لگے کہ بڑے گوی بن جاؤ گے نا۔" می نے گویا چشم تصور سے سچیں میں جھانکتے ہوئے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔ "اور مجھ سے بھی زیادہ کھلے لگو گے تو میں ملازمت ہی نہیں دینا کی ہر مسابقت ترک کر دوں گی۔ بس پھر مرنے دم تک اپنے بیٹے کے پاس رہوں گی۔ ایک لمحے کے لئے بھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

ان کی شکایت ننگوں آنکھوں پر ایسی پتوں کی جھالریں ساکت تھیں۔ اور وہ ہوا میں نہ جانے کس غیر ملکی چیز کو محسوس رہی تھیں۔ سفید چادر سے ملنے میں گھرا ہوا ان کا ٹکڑی چوہ آخر شب کے چاند کی طرح روشن مگر کچھ زرد سا تھا۔ کبھی کبھی وہ بے غمی تھی جیسی نظر آنے لگتی تھیں۔ اور اب مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی یہ جھکن یہ چھوٹی ہے بہت نہیں ہوتی تھی۔ ملازمت میں انہیں نہ جانے کتنی محنت کرنی پڑتی تھی اور پھر ہر ہفتے وہ خاصا طویل سفر کر کے مجھ سے ملنے آتی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ لصب پنا سے تقریباً ۳۰

کیل اور تھا جہاں وہ راتیں تھیں اور کار میں وہاں سے ملنے آتی تھیں۔

یہاں چھوٹے کے قتل کو تقریباً ۱۵ روز گزر چکا تھا جب ایک شام جوزف نے بتایا کہ مجھے اس کے ساتھ ایک جگہ چنا ہے۔ اسے می سے کچھ دیا تھا لی تھیں۔ میں تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلا تو وہ ایک بریل کیس اٹھائے برآمدے میں کھڑا تھا۔ بریل کیس اس نے کار میں کھلی سیٹ پر رکھا اور ہم ایک انجلی حیل کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں پوچھے "پھر نہ رہ سکا۔" ہم کہاں جا رہے ہیں مسٹر جوزف؟"

"ماٹر شیطان کے پاس۔" اس نے جواب دیا۔ "مکل سے تم پر ایک اور پوچھ جانے والا ہے۔ تمہیں جیل کی کلاس اینڈ کرنے چاہتا ہوا کرے گا اور پھر کرائے لیکھنا ہو گا۔ ہم تو حیران ہے کہ تمہارا می تم کو کیا بتاتا تھا ہے؟"

"وہ مجھ کو اپنی چھل بتاتا تھا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں سمجھ گیا کہ ماٹر شیطان سے جوزف کی مراد دراصل ماٹر شیلی تھی ہے جس کا می نے مجھ سے سوچنا کیا تھا۔ "ہاں۔۔۔۔۔ جوزف نے ایک ہند تھک قہقہہ لگایا۔ "تمہارا می تم کو آدمی سے قتل بتاتا تھا۔"

یہاں کے حصول ترقی نوکری کی حکیم انسان کو نہیں دے بلکہ اس کی عقلیں بہتی تھیں۔ ان سے
بڑے سیکھیں اور ماہر کاموں میں سے کسی کے کامدار و لیوہ بیسی یا کلکتہ آجے جیسے جیسے
شعبوں میں پھیلے ہوئے تھے اور وہاں رہتے بھی نہیں تھے سال میں سینے یا دو سینے کے
لئے آتے تھے اور کدوم و ملاقی کر کے چلے جاتے تھے۔ ان کی کولیسوں عموماً خالی چلی
جاتی تھیں۔

وہی تھیں۔
 میں لپٹ گیا۔ اس میں گن دو مہائی رہا۔ اسے جا رہا تھا۔ دعوہ ایک کمرہ چور رہا۔
 سے مجھے کہہ سے کل اور کچھ گئے جا کر ہیں تو بھی جو کر رکھی کہ مجھے لئے
 گاڑی لگائے کا رستہ وہ بہت سڑک کے دونوں طرف سلجھے کے دو عمارتوں کی نگاہیں تھیں
 جنہوں نے خاص تہہ گھیر رکھی تھی۔ میں نے اس کمرے سے کالی فاسٹے پر ہی اپنی گاڑی
 رکھ لی۔

رنگ لیا۔
 یہ گہرے رنگ کی ایک بلی سی اوہل حق جس کے ایک دوڑا رہے پر پیٹے رنگ کا چا
 سا دہن جا ہوا تھا وہ عموماً گھپ گپ رہا تھا۔ گہرے ہی لہے میں لے کر کے دوڑا رہے
 کھینچے دیکھ۔ چار الزمو کر رہے کہ کر لگے۔ یہ عزیزی سے میری طرف لپکے تو میں نے دیکھا
 کہ ان میں سے ایک دوڑا گھسٹ لڑکی جس کے تراشیدہ بال ایک لہے کے لئے اس
 کے کندھوں پر اتر گئے تھے۔ یہ پست، سلیپ، ریٹھی پلاڈر اور سیاہ برہیں پہنے ہوئے جس
 جہاں میں کل بولت تھے۔ عام طور پر جیسے سٹریٹوں کی بیٹیاں اس جگہ میں گھر پر نکلتی
 تھیں۔ چاہلی میں اس کا ریٹھی پلاڈر چمک رہا تھا۔ عموماً کوئی داخلی اسٹیبل سی پلروں اور
 ان سے مختلف رنگوں کے کونوں میں لمبوس تھے۔

[illegible]

۱۱ کسی دہر سکھوئی کا کہہ کی۔
 فلک کی قومیت کا ایمانہ لگا چکل تھا پھر یہ پوریشین معلوم ہوئی تھی۔ لیکن جب
 یہ پہلی تو اس کا لب و لہجہ خاصیت ہندوستانی تھا۔

میں نے اس کا ہر لمحہ یاد رکھا۔ یہ حال تھا کہ
 "میرے عزیز"۔ اس نے پوری شائستگی سے کہا۔ "میں آپ کو ایک چھوٹی سی دھند
 دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہاں سے چار قدم کے فاصلے پر ایک کوئلہ ہے۔ آپ کو یہاں تک چلنا
 گا۔ صرف دس منٹ لگیں گے۔"

اس طرح لوگ مجھے بڑے کا اہلہ رکھتے ہیں۔ میں نے علی کے ساتھیوں کے چہرے پر۔

خبرداروں کو سرسری سے لےجے میں کہل۔ تو میرا اہلکار جاننے لگا کہ لودہ دو حلقہ حکومت ہے کہ کہل لودہ آسمانی طاقتوں کو کہل۔ میرے پاس اس طاقت کوئی خاص رقم موجود نہیں ہے لودہ نہ کہ میں کہل انہماک ہے۔"

فکی نے ہلکا سا تھک لکھا۔ سم سم سم سم سم سم کے لپکے میں کہ چہ سو چہ
جزار کی رقبوں کے لئے ہیں لوگوں کو راستے میں مددگتے پھرے ان کے تعاقب میں چار چار
دھنگے دھنگے خارج کرتے پھرے۔"

ہل کر اس کی بات لگتے ہوئے پڑھا۔

۳۴۔ جہاں شام و دم اکٹھا ہو گیا ہے اس کو صبح کہتے ہیں۔

صہب میں جانا چاہوں گا کہ تم لوگوں کو مجھ سے کیا کام ہے اور کیا اس کے لئے مجھ کو
 تمہارے ساتھ اس کو ٹھہری میں جانا ضروری ہے جس کا تم نے ذکر کیا ہے؟ میں نے پوچھا۔
 "کام ہمیں نہیں تھا۔ یہ سب کو ہے۔ یہ سب سے تمہارا اظہار کر رہا ہے۔" تمہارا
 حوالہ دیکھنے کے لئے ہم اس کے ساتھ گئے تھے اور حوالہ فتح ہوتے ہی اس نے ہمیں
 ہر ایک کی حق کہ ہم تمہیں اس سے ملنے کی دعوت دیں لیکن اس وقت تم سب لوگوں ہمارے
 ہاؤس میں مصروف تھے۔ میرا خیال ہے اب ہمیں یہاں سڑک پر کھڑے ہو کر حق میں وقت
 ضائع نہیں کرنا چاہئے۔" لڑکی نے اور اور دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری اور اس کا اگلا واسطہ یہ
 دیکھ کر خواہ مخواہ مجلس میں جانا ہو گا۔"

”اتنس میں تو میں بھی جلا ہو گیا ہوں۔“ میں نے اپنے سہ قریب ہاتھ میں
 انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ ”کہ اگر تمہارے منہ کو مجھ سے کیا کام ہے؟“

”مکوئی خاص کام میں۔۔۔“ کوئی لہجہ ماضی کی طرف دیکھ کر سن غیر ارادی میں
 متکرائی۔ ”مرد اصل طرار سیاح سے فیض و نثار لائی ہے۔“ شاید اسی لئے ہر
 طاقتور اور علمبردار کوئی سے ملنے کا پورا اشتیاق رہتا ہے۔“
 ”سہیل۔“ میں نے غیر ارادی طور پر فونڈی کھائی۔

”خوف کی گود کہ میں ہے کہل کہ میں بہت تھا ہوا ہوں اور اس وقت صرف لپٹ کر
 ہچکچاتا ہوں کسی اور کے نہیں تو بھر کیا ہو گا۔“

”سچہ ہو گا مگر حضورؐ —“ سڑی کھنکی کی طرف سے لڑکی کے ایک ساتھی کی کوادرنگل اور میں نے گریٹن چھا کر اس کی طرف دیکھا اس نے ایک بھدے سے رینگنے والی لیٹی ہاں کل کھنکی پر ٹکا دی تھی۔

جیسی حدادہ کھل کر قلمبے برابر اٹھیں گا اور پھر تم اہل بیت سے چار گے کیونکہ

اس ریلوے کی گولی جھوٹا کرالے کے کسی بھی دائرے سے لڑا نہ خطرناک ہوئی ہے۔

میں نے بلور اس کی طرف دیکھ کر اس کی رحمت سبھی مائل چوڑا اور ہونٹ غیر معمولی طور پر سولے تھے اس کے رخساروں پر کئی دن کی بیڑھی ہوئی تھی اور آنکھوں میں شاید شب بیداری کی سرخی تھی۔ اس کے چہرے پر دھم کا کوئی نشان نہیں تھا مگر تھانے کیلئے اسے دیکھ کر خیال آتا تھا کہ وہ زندگی میں ہارنا لڑا ہو گا اور اس نے بہت چوٹیں کھائی ہوگی۔

گولیاں تو گولیاں — ہر قیمت پر مجھے سیدھے کے پاس لے جانے کا فیصلہ کر کے آئے ہوئے میں نے مسکرا کر پوچھا۔

مجھے تو غور نہ پانچر شاہ سے کہہ دیجیے ہوئی گو کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا میری تربیت نے شاید طرف کا عنصر میری جہالت سے ہی نکل پھینکا تھا۔ اس نے اتھلی ہزار لپے میں کہا۔ "اتنی لمب مدت ہو گئیں اب چارویں ہیں جو حکم دے" ہم اس کی تعمیل کے بغیر اس کے سامنے جانے کے جلدی نہیں کرے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے دروازے کے دروازے پر ہاتھ دیا۔

میں اس لئے میرے ہاتھ نے نظروں کو دھکا دینے والی چیز سے حرکت کی اور اس کی ہلکی سی قریب ریلوے کی ٹرل پر پڑی جس کا بیڑھ کڑی کے اندر تھا۔ ریلوے اس کے ہاتھ سے لگا اور ہم دائرے میں گھوم کر کار کے فرش پر چلے آگرا گولیاں کڑی کے رستے کسی پاد پھلے نے کار میں چلا گئے تھے۔ لیکن میری اس حرکت سے صورتحال میں کوئی خاص فرق نہ پڑا۔ دائیں طرف سے لڑی اور بائیں طرف سے اس کا ایک اور ساتھی اتھلی پھرتی سے پچھلے دروازے کھول کر مٹی لٹکت پر آ بیٹھے تھے اور اب ایک دوسرے ریلوے کی ٹرل میری گولی سے آگئی تھی۔

"ہماری فرائض تھی کہ ہم دوستانہ انداز میں چلتے۔" عقب سے لڑی کی حریم اور یہ سکون آواز سنائی دی۔ "لیکن اب مجھ کو کن پڑی ہے تو یوں ہی کسی۔"

"اور یہ خیال رکھنا۔" اس کے قریب سے اس کے ساتھی کی ہلکی سی گواہ سنائی دی۔ "مگر میرے ہاتھ سے ریلوے اتنی کسلی سے نہیں لٹکتا جیسی آسانی سے جیکب کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔"

جیکب بھی اٹھا دروازہ کھول کر میرے برابر آ بیٹھا اور اس نے فرش سے اپنا ریلوے اٹھا کر میری پسلیوں سے لگا دیا۔ کھلی سینے پر موزوں لڑکی کے ساتھی نے اپنی ہاتھ جاری رکھی۔ "مگر یہ بھی یاد رکھنا کہ میرے برابر میں جو لڑکی بیٹھی ہے۔ یہ صرف نظروں کے حیر چلائی نہیں جاتی" دہری میں بجا ہوا گھنجر بھی بیوی ہوگی سے چلائی ہے اور وہ تجربہ حال سے اس وقت تمہاری گردن سے صرف ایک سوت کے قاصلے پر ہے اور یہ لاصلہ اس لئے رکھا

گیا ہے کہ بعض اوقات اس گھنجر کی ٹھنک ٹوک پھو جلتے ہی سے انسان کے جسم میں زہر پھیل جاتا ہے اور شکستہ قلم جیسے کم سن، حسین اور توانا لڑکے کو کم از کم دہری موت مارنا پڑے نہیں کہے گی۔ جڑی لکھ کوئی کڑی مجھ کو نہ کہن پڑے۔" وہ عجیب سے انداز میں ہنسا اس کی اسی ہی اس کی آواز کی طرح کھلی کھلی سی تھی۔

"دو — دو —" میں نے جھنکس آہو لپے میں کہا۔ "تمہارا انداز مشکو لکھ لکھ لکھ لکھ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا حشر کا شیر کی کے راتے کا کوئی بیڑہ دھرا ہنم لے کر آگیا ہے۔"

میں نے دھڑکنے کے اور لگے ہوئے عقب نما آئینے میں اس کے چہرے کی وضاحت کی تھک دیکھی۔ اس کے چہرے کے عضلات کھینچے کھینچے سے تھے اور پٹے پٹے ہونٹ چوڑے جیڑوں پر کچھ لڑاؤ ہی پٹے معلوم ہو رہے تھے۔ کار کی پمپ پر لگی ہوئی پھولی سی لائن گھن جی گھن جی چوڑے لڑے سے اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اس لئے اس کے ہاتھ کے ساتھ میں اس کی آنکھیں کھل رہی تھیں۔

"کب تو مجھے مجھ کو سے لڑاؤ جنس ہو چلا ہے کہ تمہارے بیڑے سے مل ہی گیا جلتے۔" میں نے آہنگی سے گھیر لگاتے ہوئے کہا۔ ان کا چہرہ ساتھی مطلق ہو کر دھڑکا ہوا اپنی کار کی طرف چلا گیا۔

اگلی کار اشارت ہو کر آگے بڑھی تو میں نے اپنی کار اس کے پیچھے لگا دی اسی سڑک پر تقریباً آدھ لڑاؤ چل کر اگلی کار بائیں طرف مڑ گئی۔ پھر سیکڑ پھر ہم ایک اور چلی سی سڑک پر مڑے جو شارع عام نہیں تھی۔ بلکہ سیدھی لڑے کے ایک بلند و بالا سیاہ گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ یہ گیٹ جس کو ٹھی کا تھا وہ دوسری کو ٹھیلوں کی قطار سے بہت پیچھے ہٹ کر بنی ہوئی تھی۔ کو ٹھی کیا تھی، ایک اچھا بھلا قلعہ قلعہ مطلق سے مستحکم لگے ہوئے قدیم انگریزی طرز تعمیر کے مطابق۔ دور سے یہ کسی پالا کو تراش کر چلا گیا ایک کہ بیکر شاہی کچ معلوم ہوئی تھی۔

صور کے بلند و بالا درختوں نے تقریباً چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا مگر اس کی ٹھولی برجیاں اور غلام گردنوں کے گنبد دور سے مرالٹے ہوئے نظر آتے تھے۔

گیٹ کے سامنے پہنچ کر دونوں کاریں آگے پیچھے رکھیں تو میں نے دیکھا کہ کو ٹھی کی دور تک نکلی ہوئی چار دیواری کنگرے کی تھی۔ آٹھ ٹوٹ پھٹے اس دیوار پر حید چار پانچ فٹ کی بلندی تک خاردار تھیلوں کا جیل بچھا ہوا تھا اور یہ خاردار تار عام لڑے کے نہیں تھے چاروں طرف کی طرح چمک رہے تھے۔ اگلی کار والے نے ہاتھ پر شاید لگا سا ہاتھ مارا تھا۔ "ہاں" کی گھنری آواز ابھی۔ دوسرے ہی لمحے گیٹ یوں ہموار اور بے گواہ طریقے سے کھلا چلا گیا کہ کسی حد تک مطلق غلام کے تحت کام کرنا ہو یا پھر

ہوں۔" مختصر بھی معلوم ہو جائے گا۔" اس نے اپنی بے چگ آنکھیں ہچکائے بغیر سر تاپا میرا چاہتا لیٹے ہوئے تھا۔ میں ابھی تک اس وسیلے احوالے سلیر لبارے میں تھا جو میں نے طلبہ کے وقت پنا تھا۔ "بیچو تو سس۔" اس نے دکتورین اسٹائل کے ایک شاہدار صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اپنے گردوں سے غائب ہوں۔ "تم لوگ لب جاؤ۔"

وہ چاروں باہر جانے کے بجائے وہی دروازہ کھول کر اس کے عقب میں غائب ہو گئے۔ ہر صبح سے احسان مرزا کیا تھا۔ احسان مرزا کے دواخانہ کینے پر میں صوفے پر بیٹھ گیا تاکہ یوں کہے کہ دھن گھبرا گیا اور وہ بھی محض غلوڑا۔ "نہیں جیسا۔" احسان مرزا میرے مقابل بیٹھا تھا ہمارے درمیان بیٹھے کی ایک بڑی تپائی تھی جس پر کرشل کی ایک بی بی سی ایئر ٹیبلٹ رکھی تھی جس کے پیچھے پر صوفے صوفے طرف میں "لڑاؤ" لکھا تھا۔ ٹائرسوں کی جھلجھلائی روشنی میں یہ ایئر ٹیبلٹ ایک بڑے سے ہیرے کی طرح جھلک رہی تھی۔ قریب ہی ایک متعش نگار بکس چڑا تھا۔ احسان مرزا نے اس بکس میں سے ایک سوا سا نگار اور تپائی کی پچھلی چھری نکالی۔ نگار کا ایک سرا تراشا اور اسے سٹیک کر ایک کش لپٹے ہوئے تھا۔

"تپت ہے۔" مصورا۔" اس ۲ لہر ایسا ہی تھا جیسے وہ میرا پنا تھا۔ "مگر مجھے انمول چیزیں جمع کرنے کا بہت شوق ہے جن میں زعمہ انمول چیزیں بھی شامل ہیں۔ میرا مطلب ہے انسان۔" وہ نگار کا ایک اور گمراہ کش لے کر مسکرایا۔ میں ہونٹ کھینچے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے چہرے سے چہرے کے ساتھ پنا سا نگار لہجہ کیب لگ رہا تھا۔

"بعض لوگ اپنے کمالات کی بنا پر انمول ہوتے ہیں۔" اس نے حیرت کیا اور تاک سے یوں سول کی تواز نکال گیا اسے پنا زکام ہو۔ "مور تم بھی انہی میں سے ایک ہو اس گھنٹی میں تمہارے گھنٹی شد لہجہ میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ ملا کہ مجھے اکثر و بیشتر ایسی چیزیں دیکھنے کا اتفاق ہوا رہتا ہے جنہیں عام لوگ کم ہی دیکھ پاتے ہیں۔" ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اپنے کمال فن کی بناء پر تم بھی ایک انمول انسان ہو اور میں اس دنیا میں انمول انسانوں کا سب سے بڑا قدر دان ہوں۔"

"میں کم عمر اور دیوانی مصلحت میں خامسا ناچوہ کار ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں جہاں تک میرا خیال ہے ہر انسان انمول ہوتا ہے۔"

"بہا نہیں ہے۔" اس نے ایک بار پھر تاک سے سول کی تواز نکالی۔ "میں دنیا میں کثرت ایسے انسانوں کی ہے جن کا قہطل لہجہ آسانی سے ل جاتا ہے۔ یہ مر جاتے تو بکر اس کی جگہ سمجھ لیتا ہے اور بکر کہیں چلا جائے تو کوئی اور اس کا کام انجام دے سکتا ہے۔ انمول وہ ہوتا ہے جس کا فانی یا تو موجود ہی نہ ہو اور اگر ہو تو پتی مشکل سے ملے۔"

مجھے اس کی باتوں سے اکتاہٹ ہونے لگی تھی اور پھر اس کی سول سول بھی مجھے ابھی نہیں لگ رہی تھی۔ "دلو۔" اس نے کوٹ کی بیب سے ایک حمایت سستا سا دھل نکالا اور اس سے تاک رگڑنے لگا۔ کمرے میں ٹیلی کی پوجھل خوشبو کھل گئی۔ "تاک" دھل پر خاصی مقدار میں ٹیلی کا صرلکا ہوا تھا۔ اب تک میں نے اس گھریں جو بھی چیز دیکھی تھی وہ حمایت اعلیٰ اور نہیں فلاح کی طہر تھی لیکن مسٹر احسان مرزا کے لباس "تاک" دھل نور اس سے پھوٹت ہوئی خوشبو کے پوجھل نے مجھے پنا مایوس کیا تھا۔ ٹیلی کی خوشبو استعمال کرنے کا اگر کسی کو آگے شوق ہی ہو تو اسے کم از کم لگا تو معلوم ہوتا ہی چاہیے کہ یہ خوشبو بھی بھی ہو اتنی ہی بھلی لگتی ہے۔ شاید احسان مرزا کے دکام کی وجہ بھی اس خوشبو کی کثرت تھی۔

"بہی بھی مجھے لگتا ہے کہ دنیا کی صرف وہی چیزیں ایسی ہیں جن پر ابھی تک میرا اختیار نہیں۔" اس نے دھل گد میں رکھتے ہوئے کہا۔

ایک تو میری دوستی ہوئی مراد دوسرے میرا دکا۔ میری زندگی کے سوا دوسرے میں کوئی نہیں ہے لیکن اس حد تک کہ ایک مرتبہ میں نے کہا تھا کہ میں نے اس کی مراد میں نہیں سمجھا ہے، ایک لفظ ہے لازم ہوا تھا اور اس کے بعد حوا سن کر میری زندگی کے لب و لہجہ میں گونجے۔ "خیر ہوا تو ان باتوں کو۔۔۔ یہ تو کچھ غلط ہے؟ اس گھر میں دنیا کا تقریباً ہر شوبہ مل سکتا ہے۔"

"میں یہاں شوبہ چاہتی نہیں کیا۔" میں نے پہلے سے زیادہ اکثرے اکثرے لہجے میں کہا۔ "میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے یہاں کیوں بلا دیا گیا ہے اور جس اجازت سے مجھے یہاں لایا گیا ہے اس میں تمہارے کسی آدمی کی جان بھی چاکنی تھی۔ اگر میں نہ چاہتا تو۔۔۔"

"مجھے یقین ہے۔" اس نے ہنسی میں سر ہلا دیا۔ "لیکن اس میں میرے آدمیوں کا کوئی قصور نہیں ہے انہیں علم نہ تھا کہ میں ہر حال میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اب کسی گھبراہٹ اور غلطی کے بغیر اگر اصل بات یہ جانتے تو میرے۔" میں نے کہا۔ "مجھے کافی دیر پہلے گھر چل جانا چاہیے تھا۔"

"سب اب اور سیدھی بات ہے کہ میں تم کو ایک چل سونے کا چاہتا ہوں۔" اس نے اپنا چہرہ سا سر صاف کرنے کے لیے ہاتھ دھوئے کہ۔ "تم ایک طرح سے ملازمت کر سکتے ہو لیکن تمہیں اپنی جوت لود اٹکانے کے لیے گا ہوتا ملازموں کو تو کیا بعض مالکوں کو بھی نہیں ملتا۔۔۔ میں گزار دے گا۔"

"میں گزار دے گا لیکن اتنی بڑی رقم جس کہ یہ پیش میں سن کر ایک لمحے کے لیے مجھ پر یار انسان کا حد بھی حیرت سے کل سکا تھا لیکن سروسٹ ہے مجھے زبان ہی کا قند اس لئے میں نے فوری طور پر کسی مدد عمل کا اہتمام نہیں کیا تھا ہفت کی حد تک پہنچنے کے لئے پہچاں۔" اور میرا کام کیا ہو گا؟

"میں گزار دے گا لیکن اتنی بڑی رقم جس کہ اس کے بعد کام کے سلسلے میں سروسٹ کی گھبراہٹ میں رہتی چاہیے۔" اس نے پڑ پڑاتے ہوئے لہجے سے کہا۔ "لیکن تمہاری فلی کے لئے گا ہوتا کہ کسی بھی کام کے لئے تمہاری ضرورت پڑ سکتی ہے۔" ہم گھبراہٹ میں میری حالت گرا رہی تھی۔

"لیکن ان باتوں کا مطلب وہ اصل لود مسلح گانگھوں کے درمیان نہ کر بھی نہیں تھا۔ اور جان کا غلو محسوس ہوتا ہے؟" میں نے حیرت سے پہچاں۔

"وہ امری بھی پتہ ہوئی جائیگا۔" طرف و خطرناک اسٹاپ ہو جاتے ہیں۔ تم نے کسی بھی چیز کے سوا دوسرے ہی وہاں نہیں دیکھے تھے۔ اس نے لہجہ سنی بدل سے اپنی حالت پر سے کوئی بھر مٹی گد بھاڑی۔ "میں یہاں رہ رہ کر انسان میری

حفاظت کرتے ہیں۔ ہوتے ہیں سرکاری افسر کے گئے والے خطرات سے نکل اور وقت اٹھ کرتے ہیں۔ اس طرح کے ہی نہیں اور بھی ہوتے ہیں۔ فہم کے ناکرانی ہر سلسلے اور خطرات میں کوئی بھی میرے پاس سے دیکھ رہا ہوا ہے اور ضرورت پڑنے پر ان میں سے کوئی بھی میرے ایک اشارے پر دوڑا چکا آتا ہے۔ ہوتے ہیں سیاست دان رات کے اندر میرے میں میری چوکھٹ پر پیشانی دگڑنے گئے ہیں۔ اور اپنی لہجہ پکارتے کے لئے انہوں نے ہر ممکن شہد کر رکھی ہوئی ہیں۔ ان کے سلسلے میں مجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ ان گنت لوگ مجھ سے کہتے ہیں۔ "میرا کام سن کر کہتے ہیں۔" ہر بھی مجھ سے کہتے ہیں کہ کس بات کا خوف رہتا ہے۔ "میں یہ سن کر حیرت ہوئی کہ میں اندر میرے میں نہیں سو سکتا۔ تجر و دشمن میں سوتا ہوں۔ کھانا کھانے لگتا ہوں تو پہلے ہر چہ کا ایک ایک لوالہ کسی خاور کو کھا کر دیکھتا ہوں۔" مجھے لب بھی اپنی حفاظت کرنے والوں کی تعداد کم لگتی ہے۔ مجھے ان کی قسم کی طاقتیں رکھنے والے عزات حصول کی تلاش رہتی ہے۔ آج میں نے شمارا حائل دیکھا۔۔۔ اور یہ اتفاق ہی تھا کہ میں اس حائل میں چلا گیا ہر حال میں تمہاری حالت اور پھر کا ملاحظہ دیکھ کر مجھے ایک عجیب سی غریب محسوس ہوئی اور تم نے نہ جانے کیوں مجھ کو یاد سا کیا جیسے تم میرے مجھے ہوتے ہو۔ ہر حال میں میں نے بھی شادی ہی نہیں کی اور مجھے اندازہ ہے کہ اگر میں نے شادی کی تو میری اولاد بھی میری طرح غریب اور محنت خیز نہ ہو۔ "غصہ" بات اتنی ہے کہ میں تمہیں لہجہ خاص الخاص آدمیوں میں سرسبز دیکھتا چاہتا ہوں۔ تمہاری نگاہ اور مزاج میرے تمام آدمیوں سے بلکہ ہر گز بدلو کیا کرتے ہو؟

"مگر اس عمل کو گھر کے چلنے۔۔۔ مجھے نہیں اور گا ہوتا تو شاید اس کی باتیں مجھ کو اپنے کی بد معلوم ہوئیں اس کے لیے کی صداقت سے زیادہ یہ اصل کا اثر تھا کہ مجھے کمالک ہا تھا لیکن میرے لئے ان باتوں میں کوئی خاص کشش نہ تھی۔ اگر میں عمل زندگی میں آچکا ہوتا اپنی قومیت کی لئے داری مجھ پر ہوتی تو شاید یہ تمہیں اور مدد پہنچنے کی کشش میرے لئے کوئی ایسا رجحان۔"

"مگر اس بات میں۔۔۔ میں نے بے تحاشہ میں کہا۔ "میں بھی یہی بات ہے کہ ہرے وہ سبب اپنی باتیں ہیں جن میں گھر کے ایسی کچھ کچھ طور پر بد معلوم نہیں ہے کہ تم کہنا ہو اور کیا کہتے ہو؟"

"کہنا۔۔۔" ہرے کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "میرا تم اس بات پر کہ نہیں جانتے تھے پورا بد سبب ہوتا ہے؟ کہنے سے خلتے ہیں زندگی گزارا ہے تم نے؟" "ہے چلی سے کوئی اور ہر شے لگے اس کے استوائی اقصاء کی باتیں ایک دوسرے میں بے حد تھیں۔"

"دراصل مجھے بھی پھر خودی تھا، تو مجھے یہی مل گیا۔" میں نے
سکھنے سے کہہ کر اپنی چھاتی اور پھر ایک لفظ کی تربیت حاصل کرنے کے لئے میرا دھیان
کسی طرف نہیں دیا۔

"مجھے اس نے میری طرف دیکھ کر مسمیٰ سا لہجہ میں کہا کہ مجھے یہ معلوم
ہو گیا ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی کچھ نہیں
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

"مجھے اس نے کہا کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔" میں نے پھر بھی
کہنے کے لئے میں تیار کیا جواب ہے کہ میں نے یہی کہا تھا کہ مجھے یہی مل گیا۔

کڑے ہوا اور اس نے اس کو بائیں کر کے کھجے اچھا نہیں لگا اور اس احساس سے کھجے لپٹے
 آپ پر خلیفہ کی حیرت بھی ہوئی۔۔۔ تو کھیل سے جلد ہی غلبہ ہونے میں ملنا موانع
 پہلے بھی مشورہ تھا۔ اس بارے میں غور و فکر تھا۔ بہت اصرار آپ کا تھا کہ کلچر کی سرگرمیاں
 میں پیش پیش رہنا تھا۔ بچے وار محنت کرنے میں باہر تھا۔ جاری کلاس میں کی بڑا آپ کی
 لڑکیاں تھیں اور تقریباً سب ہی سے اس کی کسی د کسی سے تک جھگڑائی تھی۔۔۔ لیکن
 اس سے پہلے یہ بھی مجھے یاد نہیں لگا تھا۔ میری نظروں میں نہیں نکلتا تھا بلکہ میں نے بھی
 اس کے بعد یہ طور کرنے کی ذمہ داریاں نہیں کی تھیں۔

دوسرے تمام لوگوں کی طرح وہ بھی مجھے لئے غلطی لیرا ہم رہا تھا لیکن پہلے کھیل
 اچانک یہ کسی صورت کی طرح چھٹا گیا کہ مجھے خیالوں کی دنیا کو داخل چھل کرنے آگیا
 تھا۔

ماہنامہ میں نے لیویر کا کلاس انگلیں میں سمیٹتے ہوئے دھن دھن میں یہ ہم
 دھوا اور غزلی آنکھیں مجھے چم قصور کے سامنے ساکت ہو گئیں۔۔۔ پھر ان آنکھوں
 کے گرد دھب اور لب و رخسار کا حلقہ کھل ہوا اور ایک لخت میرا دل کھینچا میں آ کر
 دھڑکنے لگا۔ میں تو یہ چاہتا تھا کہ ہر بار مجھے خیالوں کی ہم از میری دنیا میں کھجے اپنی تنگ
 دکھا کر تھپ ہو چکا تھا۔ شگاف پائی کی لہروں میں ٹکر سے لپٹے ہوئے عکس کی طرح میں بھی
 اسے واضح طور پر نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن یہ اپنے اپنے سے خود بخود مجھے دھن کے لہروں
 خانہ میں گھومتے تھے۔

ایک لخت گلاس پر میری گرفت اتنی تھک ہو گئی کہ اگر میں صدمے کی گواہی بدلت
 نہ چوکتا تو شاید وہ مجھے ہاتھوں میں کر لیتی کہتا۔ میں اس لئے کھجے احساس ہوا کہ
 میں چم قصور سے جن غزلی آنکھوں کو لپٹے ملتے ساکت دیکھ رہا تھا وہ حیرت انگیز تھے۔
 کھجے قائلے پر سمجھ نہیں۔ ماہنامہ نہ پہلے کب پہلے تھا میں آگئی تھی۔ ملنا موانع اور
 اس کے وہ ساتھی اب بھی اس کے ساتھ چپکے ہوئے تھے البتہ لب ان کی لٹی میں چھپا کا
 اشارہ ہو چکا تھا۔

ماہنامہ کا رخ براہ راست میری طرف تھا۔ پہلے کی طرح ایک بار پھر ہماری نگاہیں
 میں اور ایک لمحے کے لئے ساکت ہو گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے نظروں کی یہ ڈھیر لہر
 گئی۔ نہ جانے کیسے وہ دونوں کو کسی دواہر حاکم تھی جو کھجے اس کے قریب پہلے سے
 مدد رہی تھی۔ شاید یہ لٹا کی دواہر تھی۔ گو کہ اس سے پہلے میں بھی کسی سے زیادہ گھٹا
 سا میں تھا لیکن مجھ میں اس سے تک خود اعتمادی ضرور تھی کہ اگر میں ملے کا ارادہ کر لیتا تو
 کھجے کوئی طاقت میں مدد نہ کی تھی اور ماہنامہ سے بات کرنے میں تو حیرت انگیز کوئی رکھت
 گی نہیں تھی۔ وہ کلاس چھوڑ گئی۔۔۔ جی جی آئی تھی۔۔۔ عرصہ کلچر میں پیشرو کے

اور مل ہی میں اس نے نہ صرف کھد کے کپڑے پہنے شہر کر دیے تھے بلکہ ایک بھی
 لٹا لٹا جاکر اس کی نظر کھد میں تھی۔

میں کا زیادہ اصرار اس بات پر ہے کہ مجھے لٹا کی مجھے لئے کئی بڑی سفارش
 اصول کر نہ سکیں گے۔ ماہنامہ نے یہ نال جواب دیا۔ سب لوگ چنے گئے۔۔۔ لیکن
 ہر بار ہی مجھ کی سے سر دھتے ہوئے ہوا۔ "وہ وہ اس ماہنامہ! ماہنامہ پر کیا میں طر
 لیا ہے آپ نے۔۔۔ آپ کے اس بہت جواب سے ماہنامہ کے اصرار میں ملتا

تھیں تھا کہ وہ ماہنامہ میں شروع کرنے مگر لٹا لٹا اس کی بات کات دی۔ اس
 نے لٹا کے ماہنامہ سے سوال کیا۔ "آپ کے معاملہ کیا ہیں؟"

"کچھ کل تو کوئی خاص نہیں ہیں۔ کئی عرصہ پہلے جب ہم کانپور میں رہتے تھے تو
 بھی کھار میں لپٹا دھو اور کلاس کے ساتھ کلاس چھوڑ کر گئی تھی۔" اس بار ماہنامہ نے
 قصور مجھ کی سے جواب دیا۔

"آپ نے بھی کچھ برا بھی؟" لٹا نے فوراً ہی پوچھا۔
 "نہیں ہاں۔ ایک بار ایک جنگل فوکوش مارا تھا لیکن پھر اس میں میرا کوئی قصور
 نہیں۔۔۔ وہ خود ہی میری بددلتی کے سامنے آگیا تھا۔" ماہنامہ نے مجھ کی سے کہا اور
 کہ ایک بار پھر کشت و خون میں گیا۔

ماہنامہ سے ہر قسم کے اور لوگوں نے کوئی د کوئی سوال کیا۔۔۔ سوائے مجھے میں سب سے
 بچے ایک لٹک پر خاموش اور ساکت بیٹھا تھا۔۔۔ جب سب خاموش ہو گئے تو سب کے
 چہروں سے ہوتی ہوئی ماہنامہ کی نگاہ مجھ پر ایک لمحے کے لئے رک گئی اور وہ کہہ گیا صدیوں
 پر مجھ ہو گیا۔ شاید وہ غصہ تھی کہ میں بھی کچھ پوچھوں لیکن میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ حرکت
 چھوڑ دے۔ میری نگاہیں تک ساکت تھیں پھر لٹاوں کا یہ دھب غصہ ٹوٹ گیا پھر سر منور لہل
 نے سوال و جواب کا سلسلہ ختم کیا اور ماہنامہ کے دھب پہلے کے بعد پھر شروع کر دیا اور
 کلاس کی مجھ کی ایک بار پھر لٹک گئی۔

انہوں کے وعدوں میں اسٹیجی ہل کے نزدیک سے گزرا تو میں نے راہداری میں
 ماہنامہ کو کھڑے دیکھا۔ ملنا اور موانع اور اس کے وہ ساتھی لوگوں نے اسے گھیر رکھا تھا
 اور وہ اس نے اس سے بائیں کر رہے تھے۔ میں قہر سے گزرا تو ماہنامہ نے میری
 طرف دیکھا۔ ایک بار پھر ایک لمحے کے لئے ہماری نظریں ملیں۔۔۔ میرا ہی چلا کہ دک
 چلتا اور میں کی محنت میں شریک ہو چلا لیکن نہ پہلے کھیل میں دک سا اور کیلے لٹا
 کی غلوں چلا گیا۔

میں نے صوفیوں کہا کہ ماہنامہ کا ملنا موانع اور اس کے ساتھیوں کے دھمکانوں

لوگیاں آسمان سے اتر کر انہیں سے خلق رکھیں۔ کہاں ہی سطر میں تھا میں
پاتا تو اتر کر میرا اس کی میری ہانا اور ایک کرسی گھومت کر بیٹھے ہوئے تھا اس
بابت میرا ہم حضور مثل ہے اور میں اپنی کلاس میں کہہ کر خوش گھومت کئے ہوئے کہ
کے اوزار میں میں بیٹھے ہوئے تھم ساتھیوں سمیت آپ کو اپنی مرضی کی چیزیں منگوانے کی
وجہ سے تھام۔ پھر اس کی طرف ہنک کر پہنچا۔ "تو یہ آپ کیا کھانا پندر کریں گی؟"
"وجہ آپ کے اوزار میں ہے۔"

لیکن مجھے حیرت تھی کہ میں اپنے اندر اس بات کی حس نہیں پا رہا تھا میں اپنی
جگہ چھوٹی سے جیسا کہ دیکھ رہا تھا اور وہ جگہ میں سوچ رہا تھا اس پر عمل شاید ملے
میں کر رہا تھا۔ اس کی میری حس میں چیزیں تھیں جی ہوتی تھیں۔ لیکن بابت میں
تکلف ہے ایک کہہ چڑھ کر وہی بات کہ میں اس اور چلنے کی چکیاں سے رہا تھی۔
میرا ہی چلا کہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھا لیکن اور اپنے متعلق تھا کر کہوں۔
حسدی کہ ہے۔ میں میں ہوں جس نے برسرِ قیام انکار کیا ہے اور تم میں عام
اور کلیا لوگوں میں گہری تھی۔ "لیکن میں یہ بھی دیکھ کر کہ میں میں تھا اور میرا سکھ
میری تھم میں نہیں آ رہا تھا کہ میری وہ میں اٹاکی ہے وہاں کچھ کرے گی۔

پہلی کے وقت کلاس دم سے گل کر اس میدان کی طرف جا رہا تھا جہاں کھیل
والے قلم اپنی کاری کرتے تھے میں نے دیکھا کہ بابت گیت کی طرف جا رہی
تھی۔ ہم حنائی چل رہے تھے مگر میری وہ میں چڑھ کر کا کھیل میرا ہاتھ تھا۔ پھر
میں نے لوگوں کی ایک لہری سے میں میں کو غیور کر اس کی طرف لپکتے دیکھا تھا۔
"کیسے میں کہہ کر اس کے گلے لگے۔" اس کے لڑکھوں کی باتوں کی بے بسی کے
وہ میں میں نے میں میں کی مہم کی گولا کی۔

مگر یہ بابت کی گولا اس کی بہت صاف اور واضح تھی۔ "میری گاڑی گیت
ہے اکی ہوتی ہے۔"

"میں نے پہلے ہی گولا میں کہہ گا۔ بابت نے گل میں سر ہلا اور میں
فردے ہوتی سے۔" اس کا کہہ دیکھ کر گیا۔ برکے کے آخری سحر کے اس پہلے کر
طاری سحر غیور ہو گئی۔ "گیت کی طرف چل دی اور میں میدان کی طرف چلے
سے پہلے اس نے ایک نظر میری طرف دیکھا۔ اس کی گہری آنکھیں بے اثر تھیں مگر
میرے لئے ہی اہم تھا کہ اس نے حرکت دیکھا تھا۔

میں بہت گاڑی ٹال کر گیت کی طرف گیا تو میں نے دیکھا کہ بابت ایک لمبی سی
پہ لہری میں رہ رہی تھی۔ ایک بدستور اور تندر اس کے لئے مدد دے گا تھا کہ اس
کے کہہ سے گرتے وقت ایک لمحے کے لئے میں نے ہنک لگا۔ پھر میری سے اس کے

گیا۔

اس شام ہمارے مقررین نے وقت میرے احباب پر ایک عجیب سا نکتہ طاری ہوا
— پھر یہ نکتہ دن ہوتا تھا گیا۔ میں کالج میں بابت کو دیکھا طاری تھیں تھیں اور
میرے واقفان کے گھروں کی طرف سے ہوئے احباب میں سمجھتا ہوں سی ہوتی اور حدم ہو
جائے۔ عجیب بات تھی کہ کلاس میں میری سب سے کسی نہ کسی حد تک بات چیت ہوتی تھی
ہوئے بابت اور میں نے۔

چند دن بعد موسم ہمارے کھانے کالج میں سلاخ تقریبات کی چابیوں ہونے لگیں۔
اور ایک سماجی کے انچارج ہو پھر گرتے تھے ایک سلاخ اسٹاک دم میں رہ کر تھا کہ
وہ "تو پھر" کے نام سے ایک انگریزی ادارے کی جاری کر رہے ہیں جس میں تو پھر کا
محل کرنے کے لئے بابت نے جانی بھری ہے۔

اور میں میرے کے کردار میں میری طر میں گل و شہادت اور ہمارے لفظ سے تم
سے لڑا ہوں تو کا میرے کالج میں نہیں ہے۔ "ہو پھر گرتے تھے کہ میں نے میں
نے اس کردار کے لئے تمہارا نام چلی کر رہا ہے کل تم آ کر تھم سے اسکرپٹ لے لیتے
ہے میں سے میری قلم ہو رہا ہے۔"

بابت کے وہ وہ کر رہیں کرنے اور اسٹیج پر اس کے حقل ہم کرنے کے
فردے میرا دل و حرکات ایک لمحے کے لئے میں دہانے کوئے وہ میں میں جا تھا۔
مگر پھر "تو" میں نے سنبھل کر کہہ "سرا" کہہ چلتے ہیں میں لوگوں کے میدان کا
کوی نہیں ہوں۔ "تو" گزرا "تو" کا ہادی اور لکھنؤ وغیرہ کے خطوں میں پہنچنے کے
ساتھ شریک ہو سکتا ہوں۔ لیکن لوگوں میرے اس کا رنگ میں۔ میں صدف
جاسم گ۔

میں درازے میں لوگوں کی ضرورت کے پاس کی برقرار ہو پھر صاحب نے
کا اس سے کہہ "یہ ایک گہری ہے۔" کا ہم نے صوف لائیوم اور گیت آپ کی مدد
سے باغیچہ کو صوف کر رہا ہے۔ اور وہ بھی نہیں۔"

"کہہ بھی ہو سر۔ صوف دہا میرے اس کا ہم ہی نہیں۔" میں نے دم سی
گولا میں کہہ میری صدف قلم لہا ہے۔"

ہو پھر گرتے تھے اس کے شاکر کے حد سے کسی سلاخ میں انکار نہا پندر میں
کرتے تھے۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے میں نے کیرنگی کے اشار دیکھے جنہیں
وہ "تو" ہی پہنچا گئے۔ اور انکار کی طرف حوجہ ہو کر پات لپے میں ہوئے
"میری مرضی" اور اس کے لئے یہ بدل کرنے کے لئے تیار ہیں۔" میں حوجہ کہہ کے پھر ہا
آپ

تیسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ ہاتھب نے بھی قتل پورہ کا بدلہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ خبر سن کر ایک لمحے کے لئے مجھے ایک خوفناک سی حیرت ہوئی۔ کیا اس نے یہ سنا کے بعد انکار کیا ہے کہ میں اس ڈرامے میں شریک نہیں؟ یا پہلے اس نے یہ سن کر حافی بھری تھی کہ جو بیس سبز کا کردار میرے سپرد کیا جا رہا ہے؟ میں نے اپنے آپ سے پوچھا۔۔۔ پھر فوراً ہی میں نے اپنے آپ کو سمجھایا کہ یہ قصہ "شہودی نہیں" اور مجھے کسی خوش قسمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

میرے اصحاب پر سزا سب بھی برقرار تھا اور یہ دیکھ کر اس سزا میں اور اضافہ ہو جاتا تھا کہ میں موہن ہاتھب سے خاصا بے تکلف ہو چکا تھا۔ خالی دلی میں وہ اکثر کالج کے لان یا کینٹین لکھا میں اگلے اگلے پاسے ہلکتے میں دور دور سے انہیں دیکھتا اور میرے اصحاب کا سگتا ہوا قیہہ دیکھتا اور پھر ہر ہاتھب آگ دن بدن ہاروں کے نزدیک پہنچ رہی تھی۔

پھر ایک روز سب دیکھ میرے بس سے باہر ہو گیا۔ میں لاہوری میں بیٹھا تھا لیکن میرے گھر کے لڑکے لڑکیاں بھی مطالعہ میں مصروف تھیں لاہوری ایک طویل ہل میں تھی۔ مطالعہ کی میرے تین اطراف میں دیواروں کے ساتھ کتابوں سے بھری ہوئی چیمے کے دیواروں والی لمبی لمبی لابیوں رکھی تھیں۔ میرے کئی دور ہال کے ایک کونے میں لکڑی کا ایک لوہا سا کھڑا تھا جس میں ایک ڈانس کے کچھ لاہوریوں "مڑکوپ" تھیں جن میں ایک لاہور عمرہادی خاتون تھیں۔ مطالعہ کی میز سے کتبہ کی طرف دیکھتے بہشتی ان کا سر نظر اٹھا رہا تھا۔ ہر محسوس "ساکت رہتا تھا کہ تک اکثر دیکھتے ہوئے مطالعہ میں مصروف رہتی تھیں۔

انبار کو دیکھتے دیکھتے میں اچانک چونک چلا۔ ایک ماہوس سی خوشبو نے مجھے چھو لیا تھا۔ میں نے غیر محسوس طور پر گردن اٹھا کر کتبہ کی طرف دیکھا۔ ہاتھب ہل کی طرف پشت کے ہوئے کتبہ کے قریب کھڑی تھی۔ گویا میری حساس قوت شامہ نے مجھے دھوکہ نہیں دیا تھا۔ ہاتھب کی موجودگی کا احساس مجھے اس کی طرف دیکھتے بغیر ہی ہو جاتا تھا اس کی خوشبو سے۔

تاکہ "وہ کئی خوشبو نہیں لگاتی تھی بلکہ اس کے دھو سے ہی ایک انوکھی خوشبو بھرتی تھی جو شاید مجھے ہی محسوس ہوتی تھی لیکن بوقت میں کسی جگہ پہنچتا تو اسی خوشبو کی وجہ سے مجھے معلوم ہو جاتا تھا کہ کچھ دیر پہلے تک ہاتھب وہاں موجود تھی یا نہیں سے گزرتی تھی۔

چند لمحے بعد میں نے مڑکوپ کو کتبہ کا دروازہ کھول کر نکلے دیکھا انہوں نے ایک الماری کا دروازہ کھول کر اتنا نیچو بیٹھا برائیا کی ایک جلد نکال کر ہاتھب کو دی اور واپس

کتبہ میں چلی گئی۔ چل جلد والی یہ ضخیم کتاب اٹھائے ہاتھب مطالعہ کی میز کے قریب کئی۔۔۔ میرے سامنے کرسی چلی تھی وہ اس پر آ بیٹھی۔ میں نے اخبار سے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا لیکن اس نے میری طرف نہیں دیکھا۔ کتبہ کے کورال ہلٹ پلٹ کے چند لمحے وہ کچھ دیکھتی رہی پھر اس نے اپنا کالج ٹاگل نکالی اور سر جھکا کر کتاب سے کچھ نقل کرنے میں مشغول ہو گئی۔

چند بعد بعد ہر دن کچھ شروع ہونے کی کھٹی لگی اور آہستہ آہستہ میرے اور ہاتھب کے مطالعہ سب اٹھ کر چلے گئے۔ اندازاً یہ چلے بھی نکلی تھا اس لئے ہم دونوں میں سے کوئی نہ اٹھا۔ حریفے سڑک پر لیے پھرنے والا بنگلہ سٹ روٹاری سے گھوم رہا تھا اس کی درہم سی سربراہت کے مطالعہ ہل میں کئی آواز سنائی دیتی تھیں دس دس تھیں۔ پھر عجب کی سربراہت کے ساتھ گویا میرے غصے کی گردش کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ یہ آواز رفتہ رفتہ اتنی بڑھی کہ میری کینچوں میں دھکے سے ہونے لگے اور مجھے کچھ احساس نہ رہا کہ میں کہاں بیٹھا ہوں۔

مجھے اپنے سامنے صرف ہاتھب کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک پردے سے سیاہ کینوس پر پہلے سونے سے کئی تصویر بنی ہو۔ نیچے سٹارف کی حرکت سے چلی ہوئی دھن کی ایک لٹ "جھکی ہوئی ٹیکس" نیم راہ روٹ جن میں گویا دنیا بھر کے گلابوں کا دس سٹ آیا ہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کئی دیر تک اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ چند لمحوں کا شاید چند صدیوں تک۔۔۔

میرے خیال میں آج پہلے کا لمحہ کن پہنچا تھا!





”لیکن صرف اس وقت جب دوسرا فریق اس کی اجازت دے گا تو یہ بھی کر
 سکتا۔“ ایجاب نے کہا۔ ”ہمیں جب پہلے کہوں گی تو ایک کلاس لالہ کی حیثیت سے تپ کے
 ساتھ جائیں کہوں گی۔“ تپ کی ہاتھیں منہ کی ”نہوں بولیں گی“ لیکن اس وقت میں غصہ
 سے چند غصہ کی علامات پر ڈکھن کر رہی تھی۔“

عداوت سے اہل قدم رکھنے سے پہلے انہوں نے سڑ کر کد۔ صوبہ لوگ کا طریقہ
 دیکھا۔ کسی قسم کا دھماکا نہ کریں دھم دھم کر کے کہیں جاتے گا۔ کالج کی
 ریسٹورینٹ میں جاتے کہ میں ابھی بھڑا کر کے ہاتھ لوگوں سے ہٹ کر کے کہہ کو جاتا
 ہوں۔ یہ معمولی بھڑا ہے اس میں بعد مسلم لہ کر کے کی کوئی بات نہیں۔
 کالج میں مسلمان لوگ اکیس میں تھے لیکن اب کتا تھا کہ باہر کچے دلی چنگاری کو
 ہوا لیکن ہے اور کسی بھی لئے شیشے کی کھینچ ہے۔ کچلے لہو سے باہر نکلتا ہے اور
 مسلمان لوگوں کے کہہ پہنچ چکے تھے اور پہلے انہی سے خطاب تھا۔ لیکن اب اس سے میں
 ان لوگوں کو نہیں دیکھتا ہوں۔

اپنی پھر تقریر ختم کر کے پہلے نے اہل کار کا رخ کیا اور کیلے ٹیچا کا دواں اپنے
 صوبہ میں بند کر دیا۔ اہل کار پہلے انہوں نے مظاہرہ گھروں سے توڑ پھوڑ کا چاہا لیا پھر
 کتلی وار ٹیک باک پر کچھ طرح سے ملتے ہوئے ہوئے۔ "میں بھی جی۔۔۔"
 یہ کالج طلبہ کو حوصلہ اور صلابت دیتی ہے کہ وہ دھم دھم ہے اور اس کی آواز میں بھی لیا
 نوازی بھڑا نہیں ہوا۔

انہوں نے من کو سارا اسے کر ایک کرسی پر بٹھایا۔ کچھ بھی بچنے کا اشارہ کیا۔ ایک
 گھر اجنبی ہوا اور پھر اس سے بھوکے کی گھسیل پچھنے کی بجائے مدفن دین کی طرف
 جیسے ہو کیلے ٹیچا کا ٹھیکہ دار تھا اور اس وقت آدھ کے پیچھے سا بیٹھا تھا۔ انہوں نے مدفن
 دین سے ملادی تحصیل معلوم کی پھر ہمارے کہہ کر کرسی پہنچ کر بیٹھے ہوئے ہوئے۔ میں
 سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ ہمارے کالج میں بھی ایسا واقعہ رونما ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے اہل
 لوگ گریجویٹ ہونے والے ہ۔۔۔ صوبہ خاندانوں سے شمارا تعلق ہے اور حرکت تم نے
 چر سہولتیں اور شریعتوں دلی کی ہے۔ میں اب اس پر بحث نہیں کرتا تاکہ قصور کس
 کا ہے؟ باہر دلی طرف کے لوگ کچھ کچھ ہے۔ میرے سامنے میں راستے ہیں ایک
 تو یہ کہ تم دونوں کہ چاندن لوگوں کو ہر گزاری کا سرٹیفکیٹ دے کر کالج سے باہر کر دیا
 اور بھڑا نہیں ختم کر دیا۔ دوسرے یہ کہ پولیس کو طلب کر کے سارا مسئلہ اس کے
 افسروں میں دے دیا اور کالج کی ریسٹورینٹ کا بیڑا خراب ہونے لگا۔ یہ دونوں طریقے حتی
 ہیں۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ میں تم دونوں کو کان سے پکڑ کر باہر لے چلوں۔ سب کے
 سامنے تم آپ دوسرے سے مضبوط کہہ اور کہہ کہ یہ تمہارا دلی اور معمولی نوکری کا
 بھڑا تھا۔ دلی اہل تھا ہر قسم ہ۔۔۔ یہاں پر تو میں کوئی طریقہ ہوتا ہے؟

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کد سے اچکا کر من کی طرف دیکھا۔
 میرے خیال میں یہ اس خیال کا کوئی نہیں تھا کہ ہر گز تسلیم کرنے کا اہل فلسفی کا
 اجواب کرنے میں نے اس کی آنکھوں میں جھٹکا۔ میں میں کسی چیز کی ہمت نہیں

تھی لیکن ہمارے کچھ نہیں تھا کہ اس کے دل کی گڑبڑوں میں غور کی تھیں میں لپٹا
 ہوا کوئی طرفاک صوبہ کلو با جو گ۔ ہر مل گئے اس کی کوئی خاص ہوا نہیں تھی۔
 مسماں باگی بھی نہیں ہی چاہتے کیونکہ فلسفی تمہاری تھی۔ میں نے کد۔
 پہلے آتا رہا ہم دونوں کو باہر لے اور ایک چوڑے پر کھڑے ہو کر سب کے
 سامنے ہماری صلح کر دی اور ہجوم کو لٹا کر کے منتشر کر دیا پھر انہوں نے من "نزل اور
 پر شاہ کو ہتھل بھڑا لے کا پتہ نہ کیا۔ من کی کتلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی "نزل اور پر شاہ
 صوبہ ہے ہوتی ہے۔ شاید انہیں کوئی اہمیتی ہوٹ ہی تھی کہ لکھے انداز میں نہیں تھا۔
 حالات پر سکون ہونے میں اور اجنبی گروہ میں آگئے۔

ہماری تو پہلی ملاقات ہی یہی ہوئی تھی۔ "وہ میری گاڑی سے ٹک لگا
 کر کھڑے ہوئے ہوئے سڑا کر دلی" یہ اچھا لگتا نہیں ہے۔
 "میرے خیال میں تو یہ اچھا لگتا ہے۔" میں نے کد۔

"لگا ہے کہ ہماری آسمان زندگی بگڑاں ہی سے ہمارے ہو گی اور کچھ کچھ پہلی
 مروجہ احساس ہوا ہے کہ ہمارے لڑی سے میرے جسم میں ہی زندگی کی لہر دو جاتی ہے۔"
 "اچھا ایک بات تو یہ ضرور" اجنبی کو پیچھے کچھ یاد آگیا۔ "تم نے ازلے میں
 میرے ساتھ دلی کہنے سے کچھ انکار کر دیا تھا جب کہ کچھ امید تھی کہ اس میں میری
 شہریت کا حق ضرور مانتے ہو گے۔"

"میں خود نہیں ہارت" میں نے قائل ہونے پر دیکھتے ہوئے کد۔ میں نے کچھ کہہ
 فلسی سا لگا۔ کچھ کل ہماری غصوں میں ہی کہہ ہوتا ہے کہ وہ اور یہ دونوں کالج کے کسی
 ادارے یا لیڈ میں آئیں کام کرتے ہیں جس میں پیچھے سارے یہ دونوں چھوٹے لوگ والے
 قیوں کے ساتھ ایک بازاری دھن میں خود دلی کرتی ہے۔ پھر یہ صاحب دو چار دن
 لیون کے پیچھے دم ہاتھ پھرتے ہیں اور وہ انہیں قصاص گھاس میں ڈالتی پھر یک وقت ہی
 انہی سب کو ہاتھ پائی ہے کہ ہماری ہی سڑکوں پر یہ کچھ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر لوند کاتی
 پھرتی ہے۔ کچھ لگا تھا کہ اگر میں نے ازلے میں کام کیا تو یہ مراسم کا بڑا عجیب سا کنارہ ہو
 گا۔ معلوم نہیں تم میری بات کچھ دلی ہو یا نہیں۔"

"میں تو اس وقت کچھ ہی تھی کہ تمہارے انکار کے پیچھے کدے حوصلہ کام کر
 رہا ہے۔" اجنبی سڑا لے۔ "میرے کچھ تمہاری یہ لہو ابھی کی تھی۔ اگر تم داراے میں
 کام کرنے کی جانی پھر لیتے تو شاید غصوں کے یہ کچھ بات وہی اسلج ہے ہی قطع ہو جاتی اور
 ہرگز مراسم کا کنارہ نہ ہوتا۔" پھر اس نے لہنے کیا سوچ کر ایک ہکا سا لہو لگا اور
 قریب غصوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے ہونے۔ "میرے کیا سوجھ بوجھ انداز میں نہیں

"مخلص نہیں۔" میں نے کہا۔ "مخلصوں میں تو دھیلے دھالے جسم والا ایک صاحب تو ہوتا ہے جسے کبھی جسم دھیلوں کو مار دیتا ہے تاکہ جھلک لڑکی میں وہ ایک چھپے کو بھی نہیں مار سکا جب کہ مجھے دیکھ کر کبھی بھی دل ہوش ابرارہ لگا سکتا ہے کہ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں کیونکہ میرے پیچھے میوہوں کی طاقت ہے۔"

حیرتی گاڑی آگئی۔ "بہتاپ نے گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "جہاں میں ہاٹی ہوں، لی لیٹل میں جہیں الماسی ڈالیں بیٹوں کی طرح اسٹاپ میں باپ سے ملنے گھر نہیں لے جیوں گی کیونکہ وہ گھر سے آتے ہی نہیں۔ میرے اما کو کاروبار سے فرصت نہیں ملتی۔ اور اس کو سیاست کا چمکا ہے۔ وہ لوگوں سے رات کے کھانے پر ہی ملاقات ہوتی ہے۔ اپنا فرائض۔"

میں اپنی جگہ کھڑا سے جاتے دیکھا۔ پھر مٹ بھر میں نے اپنی گاڑی لٹل اور گھر روانہ ہو گیا۔ من سے گرتی کی پڑھنی کے پورے میں آج سے طوفان قحطی کا شوق ہوا تھا کہ میں سے آجھ ملاقات پر انہیں بہتاپ کے حلقوں میں گا اور وہ سا تو کسی مدد ان کی طاقت بھی کرنا ہوں گا اور دیکھوں گا کہ میں اس کے حلقوں کیا رائے ظاہر کرتی ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ وہ بھی اسے بے حد پسند کریں گی۔

انگے دن ملنے لگی تھیں آہا۔ اس کی درخواست آئی تھی۔ اس کے والد پر پانچویں حاکم قحطی کے گھر پر آرام کرنا تھا۔ لڑل اور پر شوالت آئے تھے لیکن کچھ مشکل نظر آ رہے تھے اور مجھ سے آگے نہیں آ رہے تھے۔ لیکن من تک کوئی خاص واقعہ رونما نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ لالچ میں میری اور بہتاپ کی بڑی مشورہ ہو چکی تھی۔ اور ہم بدھری بھی اپنے فیصلے تھے ہمیں رات بھر ٹھہروں سے دیکھا جاتا تھا۔

اس روز عمارا تیرا ویلے غم ہوا ہی تھا کہ پرنسپل کا چڑاسی کلاس میں گیا اور پچھنے لاکر من بہتاپ کہیں ہیں پھر اس نے بہتاپ کو بتایا کہ پرنسپل کے دفتر میں اس کا فون کرا ہے۔ بہتاپ اس کے ساتھ چلی گئی کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو ہنسنے شروع ہو چکا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہوا تھا اس نے انکاکس کے پرنسپرستہ جی کو بتایا کہ اس کے لپا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ محل ہسپتال سے فون کیا تھا اور وہ وہاں جا رہا ہے۔

"سرا" میں نے کھڑے ہو کر پرنسپرستہ سے کہا "مگر آپ اجازت دیں تو میں بہتاپ کو ہسپتال پہنچا دوں گا۔"

"چلو!" من نے ماضی کے رجسٹر سے نظریں اٹھائے بغیر کہا "ماہر آکر میں نے بہتاپ سے پوچھا۔" کیسے ہوا ایکسیڈنٹ؟"

"ہسپتال والوں نے بتا دیا کچھ نہیں بتا سکا کہ انہیں فون کی ضرورت ہے۔" بہتاپ دانتوں سے بولی۔ "میں نے پہلے گھر فون کیا تھا وہاں اس کی بھی نہیں تھی۔"

کسی نوکر نے انہیں میرے آگے کا فون لبریا تو انہوں نے مجھے اطلاع دی اور اس پھر میں کالی ناخن ہو چکی ہے۔

میں نے گراؤٹ سے گاڑی نکالی۔ لالچ سے کل کر ہم ہسپتال آئے لہذا کچھ دیر میں گئے تھے کہ انہیں گھر گھر کی گلیب سی گوار کے ساتھ یہ ہو گیا۔ میں نے اسے انتظار کھانے کی بات کو خوش کی لیکن ہر مرتبہ وہ منی ہی "گھر گھر" کی ضروری گوار پیدا کر کے غامض ہو گیا۔

"مجھے بھی اہی طرف ہونا تھا۔" بہتاپ نے مضمون لے کر میں کہا۔ "مگر کبھی وہ میری ساری باتیں کرتے ہیں۔"

ہم اپنی گاڑی سے اترے ہی تھے کہ ایک عیسیٰ سہ رکاری کے ساتھ قہقہہ سے گھومتی دکھائی دی۔ میں نے جلدی سے ہاتھ دے کر اسے روکا۔ اور ہم لپک کر اس میں بیٹھ گئے۔ "محل ہسپتال" میں نے ذرا توجہ سے کہا۔ "یہ چلا" ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

سب سے پہلے اور کچھ مدد ہی ارا توجہ سے مڑ کر باہری طرف دیکھا۔ "جی آپ بولیں" میں چلاؤں گا صاحب! لیکن اگر ایک اور ایکسیڈنٹ ہو گیا تو آپ کی لے ماری۔"

اس نے ایکسیڈنٹ پر مڑا اور گاڑی فرار لے کر لے گئی۔ میں اس وقت چوکا جب میں نے دیکھا کہ ذرا توجہ سے گاڑی اسٹیڈنٹ روڈ کی طرف موڑنے کی بجائے مضامین کی طرف چلتے دلی سڑک پر ڈال دی تھی۔

"تم اسٹیڈنٹ روڈ کی طرف سے کیوں نہیں چل رہے؟" میں نے پوچھا۔

"کپ کو نہیں معلوم صاحب! مجھ میں چوک میں کل سے سڑک کی مرمت کا کام ہو رہا ہے۔ میں اور سے گھوم کر آتا ہوں کہ۔" ذرا توجہ سے سارگی سے کہا۔ کل کی صبح سڑک کے عالم میں گڑبگڑ تھی۔ میری پھٹی من مجھے کسی خطرے سے خبردار کر رہی تھی لیکن میں نے فیصلے پر کچھ نہیں کیا۔ جب ذرا توجہ ایک اور گج راستے کو پھوڑ کر بدستور سڑک سڑک پر گاڑی بھگانا رہا تو میں نے اس کی گھٹن پر ہاتھ ڈال دیا۔ "گاڑی روک لو" دند گھٹن توڑ دیں گے۔" میں نے اس کی پٹی سی گھٹن کے نیچے پر اگڑے سے ہاتھ ڈالنے ہوئے کہا۔

"مجھے اچھا صاحب! اس نے سڑک منہی سے کہا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کی سڑک منہی کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت ایک اور کار ہمارے منہ میں رک ہو چکی تھی میں نے اس کے ہوا سے کھینچے اور یہ ہونے کی گواہی سن کر مڑ کے دیکھا۔ اس کا اگلا پھر عیسیٰ کے کچھلے بغیر سے تقریباً ڈا ہوا تھا اور چار گوی اس سے اتر کر عیسیٰ کے ہوا سے کے قہقہے بولنے لگے۔

میں نے اراشد کی مٹی چھو کر گھونسا دیا۔ کیا اور وہ کہہ کر اسٹیرنگ پر سرزد کر
سکتا ہو گیا۔ میں اس کے پیچھے باپوں عدوان کھانا اور ساتھ ہی میں نے ہاتھ کی پٹ
سے کسی نے اسے ہڈی سے باہر نکھٹ لیا تھا۔ میں نے اپنی طرف کا عدوان کھل کر
باہر قدم رکھا اور تھا کہ میرے سر کی لمبوں اور دہلی چھ سے طوبہ چلی اور میرا ہاتھ
تکری میں لٹک گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو میرے سر کے پچھلے حصے میں نہیں اللہ دہلی تھیں۔ کی طرح
سر پیچھے کے ہر میری آنکھوں کے سامنے کھلی ہوئی دھڑ تو چھٹ کی لکھن مرکا وہ کہ
تھ گیا۔ میری غور سے پہلے من پڑی ہو پستر سے لٹکا ہوا اپنا ایک والد کے میں
حاصل پٹی کے پچھلے حصے سے لٹکے ہوئے تھے۔ سامنے ہی کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر
اپنی طرف سے سرکھٹ تھی کہ وہ اپنی سر سے کہیں یا اور ملان طوار فکر آیا تھا۔

اس کے عقب میں بیڑیاں تھیں وہ لوہے کو چا رہی تھیں اور ان کے وسط میں ایک
بیڑی پر بیٹھ رہا چہرہ وہ ایک سیاہ لاش پر چمک چمک رہی تھی۔ ایک لاش کے لیے
سے ہاتھ کی دھار پر ہاتھ پکڑ رہا تھا۔ اس کے جسم پر اچھل بھلاں ٹھوکر تھیں اور راست
تھی۔ گے میں سرخ نظر رہا ہوا تھا۔ میں نے ہاتھ پکڑا چاہے تو احساس ہوا کہ وہ میری پشت
پر بٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ہاتھ کوئی نہ غلط تھا جس کا فرش انہوں کا تھا۔ اور چھٹ میں
ایک لمبی سی تار کے سرے پر ایک بڑا سا باب بھل رہا تھا لیکن وہ غلطی کی لہائی پر زبانی
کی ملاحظہ سے اس کی مدد تھی کم معلوم ہو رہی تھی۔

وہ غلطی میں وہ کوئی اور تھے وہ اسٹینڈ پر گئی ہوئی تھیں پڑی لاش لاش خاص
دھڑوں پر کھڑی کر رہے تھے ان لاش کے درمیان ایک بڑا سا تھا جس پر ہتھ اور گھ
میں میرا تھا۔ بڑے کی پائنتی کی طرف اسٹینڈ پر ایک کھولت تھا۔ لاش لاش مدھن میں
تھی ان کے ساتھ ٹھیکہ نہیں بیڑیوں سے ہوئی ہوئی تھیں چا رہی تھیں۔ کمرے
کے قریب چھوڑے سے ہاتھ وہ ایک پتہ تھا پوزھا کھڑا چھٹی چھٹی مگرے کے کل
نے ہا تھا اور حوصلہ لکھوں سے اور اور وکھ ہا تھا۔ مگر اٹھ لیا ہی تھا چہ کسی قسم
کی غلط ہو رہی تھی۔

مجھے جوش میں آتے دیکھ کر من کی سرکھٹ پھیل گئی۔ تھوڑی سی کوشش کر کے
میں اللہ بیٹھا۔ من کہ اور قریب آگیا اور ناگھیں چوڑی کر کے ہٹا کھڑا ہو گیا کھلی
ٹھوڑی ٹھوڑی لپٹ ہاک کے ہونے تھیں کے قریب آ رہا ہو اور صبح ہا ہو کہ کس پہل میں
تھیں کھینچا۔ کیا حال ہے میرا؟ اس نے استہزاء سے کہے میں گئی۔

"حال پریشان ہے تو ہاتھ کھل کر پہچان" میں نے گئی۔

"نہیں نہیں۔" اس نے اٹھ اٹھا کر شاعرانہ لہجے میں گئی۔ "مجھے یہ پتہ ہے کہ کوئی

فعل نہیں میں تو صبح دیکھ کر دار کرنے کا طوی ہوں۔ اس وقت صبح میرے ہاتھ میں ہے
کچھ دوا رہی ہو رہی ہے۔" اس نے بیڑیوں پر بیٹھے ہوئے کمرے صوبہ کوئی کی طرف
اٹھ گیا۔ "اگر میں تیرے ہاتھ کھل ہی میں تو ضرورت پڑے گی کچھ دوا نہیں ہے
میں سے کوئی کی طرح توڑ سکتا ہے لیکن میں طوار لڑا رہی میں آ کر کوئی غلطو کھل میں
لڑا۔" مجھے کیا ضرورت ہے؟

"میں ایک چھوٹا سا دروازہ ہر ہا ہے۔ جس کا نام ہے "بے زبانی کا دل۔" تم
پاؤ تو اسے خود کی عقل کا نام ہی سے کہتے ہو۔ ہاتھ میری طرف سے نکلی ہے اور میں
نے ہر گھٹ پر اسے حاصل کرنے کا تیر کر رکھا ہے۔" اس نے ایک غور ہاتھ کی طرف
دیکھا اور بالکل اس کی آنکھوں کی چمک چمک گئی۔ "کہہ دو میری میری اور ہاتھ کی
اٹھ سے ہی تصویریں بھلی ہائیں گی جنہیں منہاں لہی میں قابل اعتراض کیا ہا ہے۔
یہ اگر وہ ان تصویروں میں میرا یہ ہاتھ وہ والد نظر نہیں آئے گا۔" اس نے اپنے
محبوب ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لہجہ استہزاء سے کہے میں گئی۔ "یہ میرے میاں ہیں
کا اصل نام تو کہہ اور ہے مگر یہ انہیں بھولے رام کہتے ہیں۔ اس قسم کی فلو گر فٹ میں
بہت دھڑوں ہیں۔ کھو اپنے لیے کے پوشیدہ ہیں۔"

اس نے کمرے کے قریب کھڑے ہر دھڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ
ہندوستان کی گئی ابھری ہوئی لاش بیڑیوں کی چلی "تور" تصویر ہا چھ ہیں۔ لب تم شہ
پہچو کے کہ میں انکا تھ کس نے کر ہا ہوں؟ اگر حضور صرف ہاتھ کو داندہار کرنا ہی
ہے تو وہ میں لب ہی کر سکتا ہوں لیکن لہا نہیں ہے۔ میں جب کسی چیز کو حاصل کرنا ہوں
تو اس وقت تک اپنے پیچھے میں رکھتا ہوں کہ ہا ہوں جب تک میرا دل نہ بھر جائے اور
ہاتھ کے سلسلے میں ہی لہا ہا ہوا سے کر ہا ہوں۔"

میری کچھیل میں طوار ٹھوکریں مارنے لگا۔ میں اپنے اور میرے میں پا رہا تھا کہ
مڑ کر ہاتھ کے اثرات دیکھ سکوں۔

ان تصویروں کے گیارہ میرے طوار کچھ دوا اور اس کے خاص کوئی کے پاس
ٹھوڑی رہی گئی۔ "من نے ہات چوڑی رکھے ہوئے تھا۔" کل سے ہم تھیں سمیل کے
ملاقات کالج اسٹینڈ کر رہے ہوئے لیکن احسن سے فارغ ہونے ہی میں ہاتھ کے میں ہا ہا
سے ہاتھ کا رشتہ طلب کہیں گا اور ہاتھ انہیں مجھ کرے گی کہ یہ رشتہ قیل کر
ہیں اگر ہاتھ لہا نہیں کرے گی یا میرے بھلے تم یا کوئی ہی اور لڑا ہاتھ سے ٹھوڑی
کی کوشش کرے گا تو ان تصویروں کے پتہ کالج کے ہر لڑکے کے ہاتھ میں ہاتھ ہائیں گے
جس کلب میں ہاتھ کے لہا چھتے ہیں۔ اس کے پارنگ لٹ اور فن میں اچانک ہی پتہ
کمرے ہائے ہائیں گے اور ہاتھ ہا اس کی کھلی لاش ہائے والد ان کے کھارے سے

مکرم نہ ہائے کا تو اسے ہڈیہ واگ بھیجے جائیں گے۔ فریجہ ۴ ہادی ہاتھ — اپنا
ہ ہاتھ سا چوکی کو دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔ کسی ہوائی میں اسے اپنے کا
عمل میں رہے گا اور اس موقع پر بھی صرف آپ کے اس خادم کے طے کا سوال کلا
رہے گا اور سچ سے حد پہنچائی اس ہائی کو قیل کرنے کے لئے تیار ہو گا۔

"بڑا بڑا منصوبہ ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے کہ یہاں سے مجھے کے
یہ میں نہیں لےنا چھوڑ سکتا؟ اس ساری فکر ہوائی کے لئے۔"

"تم بھروسہ ہو گے۔" من نے مجھ سے کہا۔ "میرٹ بھیج دلوں کے طلبہ اس کے
ایک خاص کوئی کے پاس بھی مسجد ہو گئے جس کا آنا ہا نہیں معلوم نہیں۔ اگر مجھے کوئی
گھر پہنچا ہے بھی پڑت اسی طرح کھل جائیں گے جس طرح میں نے بتایا ہے۔ اگر تم
مجھے اور باغیچہ کسی طرح بھیج دلوں کو بھی بار بار وہاں بھیجی ہو گا اس لئے اسے ہے کہ
تم ہاتھ کی ٹکے ہی کے لئے یہودی ہنے کی کو ختم نہیں کر کے کیے کہ اس سے لائے کی
ہائے باطل حلالی قصاص ہو گا۔"

"میں نے ایک بھول کر ہے۔" میں نے کہا۔ "میرٹ بھیج دلوں کے
احد کیوں ہے؟ پڑت اس کے بعد میں ہو گئے اس کی کیا گھر تھی ہے کہ کل کو یہ نہیں
لکھ سکتا تھا کہ۔"

یہ سچوں ہ بھیج بھیج دلوں فرما لیکن من نے کہا میری تم حلی ہ لکھ لکھ
ہوئے اسے قلموں سے کا اشارہ کیا۔ "تم بات مجھے نہیں رہے۔" وہ بولا۔ "ہاتھ میری
خود ہے میری حوت نہیں کہ بھیج دلوں مجھے ایک سبیل کر کے اور پھر بھیج دلوں ہا اصل
کوئی ہے مجھے اس پر اس لئے اسے ہے کہ میں اسے انہی طرح جانتا ہوں ہ کسی بھی کام
کے حد اسے پہنچا لیتا ہے مگر پھر مسئلہ کی پابندی اس طرح کرتا ہے کہ جان ہ بھی کھانا
چسے تو رہتا نہیں کرتے۔"

"اگر بات اگلی ہی تھی۔" میں نے کہا۔ "تو مجھے یہاں لکھنے کی دست کیوں کی گئی؟
ہ کام تو صرف ہاتھ کو انوار کے بھی ہو سکتا تھا۔"

"اس کی کیا وجہ ہے؟" من نے بھی طوف طے سے کہا۔ "بہلی بات تو ہے کہ
میں نے اس میں کیا وجہ تھی تم طوفی آگے ہے مجھے معلوم تھا کہ ہاتھ جب لکھ ہ
سے لکھ کے لکھنے ایک ہیئت کی طے کی تو اس وقت اس کی گاڑی کالج میں مسجد نہیں
ہ کی اور تم اس سے پہلے پہلے کے لئے لکھ کے اس لئے میں نے انتظار قساری
گاڑی کی گئی میں قبری کی جیٹی لکھ رہی تھی جب میں طے کوئی کی نہیں سے
اسے وقت ہے ہوئی کیا کیا اب بھی ہم میں مسئلہ ہوک ہ ہے ہوئی ہو کر آگے
تھے لیکن میری طے طوف تھی کہ تم ہ نہیں نہیں ہ میں ارادہ رکھ سکا کہ ہ بات

شروع سے قساری کہ میں آج ہ۔ دو سرا سچہ یہ تھا کہ قساری کیلیت سے میں بھی اتنا
ہی معلوم ہو سکتا تھا اس سچہ تم کالج میں جیسا ہاتھ لڑ کر اور مجھے ہ سچوں کو ہے ہوئی
کر کے ہ رہے تھے۔" اس کے چہرے کے حشرات میں کچھ سا ۲ کہا لیکن قساری
سکراہٹ اگلی ہی اس کے ہوئی ہ گھر تھی۔

"ہ ساری باتیں مجھے آپ بھی پکارتی ہی گہ رہی ہیں۔" میں نے مری سمیٹکی سے
کہا۔ "مجھے تم چھ سال کے لیے آگے لکھ لکھ گ رہے ہو جس کا باغ ہرام ڈاکو کے
کون سے پتہ چھ کر فراب ہو گیا ہے۔ سب سے لڑا ہ تیرت تو مجھے اس بات ہ ہے کہ تم
سب سے لڑا ہ انصار اس لیکن دلوں پر کر رہے ہو اور اس کے بہتے ہ اچیل رہے ہو۔ ہ
مجھے حلی سے ہی پکارتی گہ رہا ہے۔ یہ قلم نا حقین — کرانے کا ہ سچا۔"

میں نے بھی دادا کو بھی چار گلی گلیوں اور سے دیں جن کا ہ عمل رہی ہوا
ہ میں جانتا تھا لیکن دلوں چھٹ کھانے اسے کی طرح تپ کر اپنی جگہ سے اچھا اور
یہ سچوں سے ہو کر پکارتا ہوا میری طرف پک۔ اس کا چپک لکھ ہوا حوت طے
سے ہائی ہی سچ ہو کر ہ گیا تھا اور سچ سچ آگہوں سے آپ لکھ طے ہی ٹکے چا
قلم جاتو ہ اس کی حرکت سب سے گئی تھی۔

میں اچیل کر اٹھ کھڑا ہوا میرے لئے آگے ہی لکھ تھا کہ میری باتیں بے حلی میں
پڑی ہوئی نہیں تھیں اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں وہ حقیقت جملہ کرانے کا ہر ہوا اور
میرے لئے اپنی باتیں والدین سے بھی لڑا ہم ہیں تو میں بھی طوف ہ حوا رہے۔
"بھئی دادا۔" من چپک۔ "اس کے قریب سے ہتا۔"

مگر بھیج دلوں ایک روایتی ہ سچا تھا ہے اسے آپ ہ ہا ویر ہوتا ہے میری
سلطنت میں کرو رک نہیں سکتا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے اپنی دانست میں میری آہیں
حلی سچے کے لئے جاتو سے وار کیا میں میں اس وقت اس کے سامنے سے ہتا جب ہاتھ کی
لکھ میرے بہت سے ہ لکھ رہے تھے۔ ہاتھ کا پیل ہتا رہا ہے۔ گرایا اور کچھ ہستر
اکڑ کر لیکن ہ چاکر۔ بھیج مجھے باتیں کی طرح ارا سا لکھتا۔ میں اپنی کے لکھ گیا
اور میری قلم اس کی پشت ہ چلی۔ اس کا سر تپ کے گہلے کی طرح رہا ہے سے گرایا
کوئی طے جان قلم رہے دیں ویر ہوا۔

اس نے یہود ہا ہلے کی کو ختم کی لیکن اس سے پہلے میری ہ مری قلم اس کے
سے ہ چلی۔ اس کا سچ خد ہوا اور سچ ہ گیا ایک خوناگ ڈکراہٹ کے ساتھ اس نے
مجھے میں خد سے ہو کر ہوا میں ہاتھ لڑا۔ ہاتھ اس کے ہاتھ سے گر چکا تھا اور اسے میں
نے نوکر کے ساتھ قلم ہلے کے اس سے میں ہوا تھا ہ حوت قلم سے کم تھی۔ اس
سے میری فکر حوت من ہ چ گئی ہ رہا ہوا بھل چکا تھا لیکن باتیں ہاتھ سے اسے خد

لیجے میں وقت چل ۲ رہی تھی میں چلا تک لگا کر اس کے قریب پہنچا اور اس کے سچے پر ایک لائٹ رسید کی۔ وہ کچلی دیوار سے ٹکرا کر اوجھے سے گر کر اور اسچے پلستر بندہ پانڈ کو قہقہہ کر رہا تھا۔ دیوار اس کے ہاتھ سے کل چکا تھا لیکن اس کے قریب ہی پڑا تھا تمام اپنی تکلیف میں اسے اس کا ہوش نہیں رہا تھا۔

لیکن دلوا میرے قریب پہنچا تھا اس کا چوہا خون میں چھپ گیا تھا وہ اب بھی اسچے زعم میں تھا اور کسی طرح مجھے پکڑ لینا چاہتا تھا۔ اگر وہ مجھے پکڑ لینا تو شاید واقعی پکڑ کر مگڑتہ ایڑی کے بل گھوم کر میں نے ایک بار پھر چاکی واڈ آگیا اور وہ اس قادر درخت کی طرح فرش پر آ رہا جس کی جڑیں طوفان نے اکھاڑ دی ہیں۔

میں اس لمحے میں نے دیکھا کہ وہ دو نوجوان جو اسٹینڈر پر گئی ہوئی لائٹس درست کر رہے تھے ان میں سے ایک مکان پر سے پھلاگ کر بیڑیوں کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ وہ غلہ خاں سے خاٹے سے کل کر دروازہ دایر سے قفل کرنا چاہتا تھا یا پھر اسی سے کوئی تکلیف لینے جا رہا تھا۔ میں لپک کر اس کے پیچھے پہنچا جب وہ تیسری بیڑی پر قدم رکھ چکا تھا اس کی ہانگ میں ہانگ پھنسا کر میں نے اسے پیچھے کھینچ لیا۔ "اوجھے سے بیڑیوں پر گر کر اور وہ وہ سے ہلایا۔ میں نے اس کی کٹی پر آگئی سی ٹھوکر رسید کی اور وہ نیچے فرش پر آ کر اور وہیں ساکت ہو گیا۔" دو نوجوان اسٹینڈر سمیت ایک لائٹ آٹھ کر میرے سر پر آن پہنچا تھا لیکن اس نے غلہ خاں "دوسرا کے الجہم سے سبق حاصل کیا تھا اور اندھا دھند مجھ پر وار نہیں کیا تھا۔

میں ایک "دوسرے کے سامنے نیم دائرے میں گھومتے تھے۔ وقت اس نے گرد کی طرح لائٹ کو کھلا دیا۔ میں پیچھے کو لیٹ کر دیوار سے جا لگا اور لائٹ بیڑیوں سے گھڑا کر پکڑا چڑھ گیا۔ نوجوان نے لائٹ وہیں پھینک دی۔ اس کی نظر اچانک مکان کے دیوار پر پڑ گئی تھی۔ وہ دیوار کی طرف لپکا اور جلد بازی میں مار کھا گیا۔ میری ٹھوکر اس کی ہانگ پر پڑی۔ وہ ہوا میں کھلی فٹ اور اچھلا اور ایک کھٹاک چپ کے ساتھ فرش پر آ رہا۔ میں نے اسے بے ہوش کرنے کے لئے کچلی پر ٹھوکر دیا طرح ہی آگیا۔

میں نے دیکھا کہ مکان کا کھنچا ہوا ہاتھ دیوار کی طرف رہنم رہا تھا اس کے قریب پہنچ کر میں نے ہاتھ پر ایڑی سے سمیٹی سی ضرب لگائی۔ اس نے کراہ کر ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ میں نے دیوار کو بھی ٹھوکر مار کر تہ خانے کی پہلی دیوار کے پاس پہنچا دیا۔

وقت مجھے احساس ہوا کہ یو وھا فو لو گر افر نظر نہیں آ رہا۔ میں نے اس کی تلاش میں فکر و لائی تو بیڈ کے نیچے مجھے اس کے جوتے حرکت کرتے دکھائی دیے۔ "باہر آ جاؤ۔" انھوں نے بیڈ کے قریب پہنچ کر اس کے پیروں پر آگئی سی ٹھوکر مارتے ہوئے کلمہ بھٹل تہم "وہ دھکا ہوا بیڈ کے نیچے سے کل آیا۔ صورت حال اگر کچھ اور ہوئی تو شاید میں اس کی

عمل دیکھ کر ہنسے بلیر نہ رہ سکا لیکن اس وقت میری حس مزاج میرے جسم میں پھوٹنے لپنے کے ساتھ بھڑکنی تھی۔

"توند رہنا چاہتے ہو؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ اس کے زخموں میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے ہاتھ "تھج" کی آواز کے ساتھ ٹھوکر لگتے ہوئے اہٹ میں سر ہلایا۔ اس کی دھنکی دھنکی آنکھیں پھیل کر کپ کے پیڑے بھی ہو چلی تھیں۔

"اوجھ کرکس فرش پر چاقو پڑا ہے اسے اچھوڑو۔" میں نے آنکھوں سے تہ خانے کے اندر میرے گھسنے کی طرف اشارہ کیا۔ "میں تمہارے پیچھے ہوں۔ کوئی غلط حرکت کی کو شش نہ کرنا۔ تم تو ایک ٹھوکر کی مار ہو۔"



تھ۔

میں نے اسے فریٹ پکڑا دیا اور اس کا کھوٹا کر فرش پر دے مارا۔ ملاک اس حرکت کا کوئی بھی نہیں تھا۔ ہاں تو کھوٹا استعمال بھی میں ہو چکا تھا۔ لیکن میرے بعد وہ جس طرح ہل رہا تھا اسے کس کو کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ منہ نے اگر ہاتھ میری رات تک میری رگڑی ہوئی تو شاید میری یہ کلیتہ نہ ہوئی۔ لیکن اس نے ہاتھ ہاتھ والے کے لئے جو کھانا اور لٹا حصہ نکالا تھا اس پر مبادلہ تو کیا ہوا تھا کہ وہ قتلہ میں میری تمام اڑلوں کے سر پہنچوں سے کھل رہا تھا۔ یہ وہ پہلا سہا پہا تھا جس سے میری رینگنے کے قتلہ میں نہیں لیکن میری اصل سوسائٹ کے قتل اور طوڑ پھوڑ سے دامن چھانے رکھے پر بعد کر وہی تھی۔ اس لئے میں نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ میرے کسی وار سے کوئی مرے نہ پائے۔ صرف وہی خود پر ہاں ہو جائے۔ لہذا کچھ دیر پہلے مجھے مجبوراً خطرناک وار کرنا پڑا تھا کہ میرے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور کسی دوسرے طریقے سے اس کا میرے قتل میں کا مشکل تھا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور مجھے لیسہ نہیں تھی کہ وہ دوبارہ اپنے جھپٹنے کے قتلہ سے بچے۔

میرے کے گھر سے دو اور لوہے کے گھر تھے۔ میں نے پوڑے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "ہزار ہا دے تمہیں مل چکے ہیں" ان سے "میرا کھوٹا لٹا اور آگیا ایسا کم نہ کرے۔ اس پہاڑی میں تمہیں ایسے کام نہ پائیں گے۔"

میں منہ کے قہقہہ پٹھا اور منہ سے پکڑ کر اسے اٹھا دیا۔ میری طرح کرو ہا تھا۔ میں نے اس کے حہ پر اسے ہاتھ کا قبضہ رہید کیا۔ "اٹ کر دیوار کے ساتھ جا لگا۔ اس سے ہوشیار سے خون کی تپتی سی گھیر رہی تھی۔"

"یہ دو سرا اور آخری سوچ ہے کہ میں تمہیں تندرست چھوڑ دیا۔ عارفی رہ کرے۔" میں نے لیسہ پٹے میں بھرتی ہوئی آگ کو اٹھل مٹاتے ہوئے کہا۔ "تین آگیا تم نے اپنی حرکت کی تو میں مٹی کی پودا کے پلیر کو اڑکھ کر تھکایا تو مٹا کر ہی ملے گا۔" میں نے اس کے گلے پر ٹوک رہید کی۔ "میں کتنے گری ہوئی ہوں۔"

مٹی نہیں۔ "کراہ۔"

میں نے ہاتھ کا ہاتھ پکڑا اور پیڑوں کی طرف چل دیا۔ "ابھی تک گویا ایک دم غلاب میں چل رہی تھی۔ پیڑوں کے اٹھام پر چھوٹا سا صند تھا۔ میں نے اس سے حرکت کر لیا اور لوہے کی گھڑی سے ملنے ایک وسیع ہل قاجس میں کوئی لرچر دیکھو نہیں تھا۔ دیواروں کا پتھر بھی جگہ جگہ سے اکڑا ہوا تھا۔ اس ہل سے گزرتے ہوئے ایک کمرے پر آگیا۔ یہ بھی حائل تھا۔ منہ نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ اس کوئی نہیں ہے۔ اس کمرے سے گزرتے ہوئے کمرے میں آگے اور تپ میں نے دیکھا کہ پھر کے حقائق میں واقع ایک

وڈنگتہ قدمیں سے اندھیرے گہرے کی طرف بڑھ رہی تھی اس کے پیچھے قتلہ چاقو کے پھل کی جھلکناہٹ نے پوڑے سے پہلے گھٹے اپنی طرف حوج کر لیا۔ "یہ پڑا ہے۔" میں نے کہا۔ "اسے اٹھا اور چل کر لڑکی کی بدھیں کالہ میں ایک بار پھر تنبیہ کر دیا۔" میں نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرنا بعد پچھلے کی سلف بھی نہیں لے کی۔" میں اصل انتظار سے فیوار کر رہا تھا۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کوئی چالاکی دکھا سکا اس کے گھر سے جسم پر لڑا طاری تھا۔

چاقو اٹھا کر ہاتھ کے پاس کلا جس کا چھوڑ دھت سے نکلا پڑا ہوا تھا۔ لیکن لب اس کی آنکھوں میں لڑکی کی چمک بٹ آئی تھی۔ پوڑا کھنوں کے بل چنے کر اس کی دھپاں کھینچے۔ میری فکر اس کے اٹھنے کی حرکت پر تھی جو لب بھی اس طرح کھپ رہے تھے کہ مجھے خود ششش ہونے لگا کہ "رہا کی بجائے ہاتھ کے ہاتھ کی کھلی رگ۔" د کٹ رہا۔ "منہل کر کالہ" میں نے اسے نرم لہجے میں تنبیہ کی۔

ہاتھ کھینچے ہی ہاتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی کلا پور کو مسنے لگی۔ ڈاک جلد پر دھپاں نے کمرے سے نکلنے والے پہنچے تھے۔ "ہاتھ پوڑے سے چاقو لے لو اور جلدی سے میری دھپاں بھی کٹ۔"

ہاتھ نے میری بدھیں کٹ ڈالیں تو میں نے اطمینان کی سانس لے کر اپنی کلا پور کا ہاتھ لیا۔ اچھل کود کے "دھن ہانڈن کے حنلات بھی لہرست کھچاؤ کا شمار ہے۔ اور دھپاں کی رگڑ سے میری کلا پوریں گھل چکی تھیں۔ ہاتھ سے چاقو لے کر میں نے اسے ہٹ کر کے جیب میں ڈالا۔ پھر دوسرے کمرے میں جا کر دیوار تلاش کیا اور اسے بھی جیب میں رکھ لیا۔ میں دائیں مڑا تو پوڑا طہرہ المومنین کی طرح راستے میں کھڑا تھا۔ میں نے گریہوں سے پکڑ کر اسے فریٹ سے لپک لیا۔ "کہہ چکی کی طرح ہوا میں ہاتھ دھن مارنے لگا۔"

"تمہیں کتنے پیچھے لے گئے اس کام کے؟" میں نے پوچھا۔

"ہزار ہزار۔" "فرغاتی تو اس میں ہفت۔" ہزار الہ داس اور ہزار ہزار میں لے

مردم کہاں سے؟ من سکر کر ہوا۔ میں تو بڑی بھاگ دوڑ میں لگا ہوا تھا اور
 بگولوں کی کڑا سے بھی بھاگ دوڑ میں تیرا پیر تھا۔ مجھے ایک ایسے راز کا پتہ چلا
 ہے جس کا پتہ شاید پوری کوس کے لئے منہ ہو اور خاص کر میں بہتاپ کے لئے۔
 اس لئے پہلی پہلی گھبراہٹ سے بہتاپ کی طرف دیکھا اور اس کی نظروں کے مقابل سے
 سبکی نظریں بہتاپ پر مرکوز ہو گئیں۔

مترہی نے کئی سوال نہیں کیا لیکن من نے بات جاری رکھی۔ میں بہتاپ کو یہ
 حق کر رہی ہو گی کہ سرحد "ہیں" اپنا جین سا قی جانے کے خواب دیکھ رہی ہیں
 ایک طوائف کے لئے ہیں۔

پوری کوس پر چھایا ہوا ایک لخت بکھلا ہوا گرا ہو گیا۔ ایک لخت کے لئے تو
 گولا لاکھ کی گولائی قائم کی۔ مجھے جسم سے شاید کسی نے مدح بھیجی تھی کہ میں
 بکھلا ہوا تو بدکردار "بکھلا" نہیں تھا۔ شاید مجھے قدموں سے کوئی ڈانکا
 بیٹ پھٹ کا تھا۔ مجھے تجھ سے الگ تھے اور بھی مدح اس وقت عالم غل اور عالم
 ہا کے درمیان کس سفل تھی۔ میں چلتا چلتا تو اور اس لاکھ کو تہہ پہلا کر رہا تھا
 نہ لیکن اس وقت جسم کا ایک دھڑکی بھی شاید مجھے اختیار میں نہیں تھا۔

پھر جیسے دھاک سے اڑتی ہوئی گد گد کر کے دیوار لٹکن پر آ رہی۔ میرا
 گھبرا ہوا منہ کھلا ہوا۔ مجھے میں معلوم کہ اس عمل میں چار صدیاں لگی تھیں یا چھ لکھ۔
 بہتاپ من کا چہرہ بھی گھبراہٹ میں صاف ہوا تو میں اٹھ کر اس تک پہنچ رہی تھی کہ اس کا
 گریبان اس لخت سے بکرا کہ اس کے پاس تن سے چھو اچھو اور اچھو۔ کلاس دھام ش
 اس قدر گھبراہٹ تھا کہ مجھے کسی کی مدد کی احساس ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"جیسے یہ کہنے کی بجائے کس طرح ہوئی ظالم کے کپڑے؟" مجھے ہوشوں سے
 اٹھانے والی کی پتلا کی طرح تھکے۔ "میں نہیں اپنی تنگی واکل طرح نہیں۔"
 "مجھے ہر کچھ تم جیسے کو تو میں چل سکتی۔" من نے کھلی کھلی آواز میں کہا۔
 آج میں تو کل لوگوں کو معلوم ہو چکی تھی کہ کل کی طوائف اور کچ کی انجی ظالم ہر
 جتنی کے قاریں بڑے ہیں کاسب سے بڑا کوٹا کپڑے پہنی ہے وہ تمہاری ماں ہے۔"

میں نے اسے ٹھیک پر خاں کیا۔ "چٹ کی پدا کے لئے وہ" تم تو ایسے ہی
 رہے ہو جیسے تم کو اس حقیقت کا علم ہی نہیں تھا۔ کیا کسی سچے سے میں کی اصلیت تھی
 لیکن یہ سچ ہے۔"

میں شاید اسے اسی وقت اور اس تک ختم کر دیتا لیکن مجھے وہاں کے کسی چور
 دھواڑے سے کہہ گا ہوا اور رنگ کیا تھا۔ کوئی پتھر کسی پتھر کے اس طرح نہ پھر کر
 اچھی جی ہمت تو میں کہہ دیتا اور پھر بچھن سے مجھے وہاں کے کسی بڑے بکھٹے میں چلا

ایک ہوا ہوا سا سول مجھے سامنے یک لخت طریت میں کر آکر ہوا تھا۔ آواز
 کی لئے کچ تک مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھا تھا؟ پھر مجھے اپنی عقل نہ بچھن کی نہ
 رشتہ دار کئی وہ میں نے کی کے گئے میں بائیں واپس کر کا تھا۔ میں بائیں مجھے اپنے
 ساتھ نہیں لے جائیگا؟ کیا میں کہہ کر اپنا نہیں لگا ہوا کہ آپ مجھے اپنے ساتھ نہیں
 رکھیں؟

مجھے یاد تھا کہ اس سول پر "کس طرح یک یک کر رہی تھیں۔ مجھے کچ کل یاد
 تھا۔ اسول نے کہا تھا۔ "اکیں ملت کیا نہیں بیٹے؟" جیسے کیا معلوم کہ حسرتی کی تم
 سے دور نہ کر کس طرح لکھی گزار رہی ہے۔ لیکن وقت نہیں کیا۔۔۔ وقت میں کیا

اچھیں کس وقت کا انکار تھا؟ کیا فارست وہ بائیں اپنے بچوں کو ساتھ نہیں
 رکھیں۔ کیا وہ اپنے بچوں کو بھی طرح ایک گھر میں لوگوں کے ساتھ رکھ کر اسے ہی
 انراہات کا پورا پورا خیال تھا؟ ایک کے منہ لئے نے کون کی کون میں ایسے جیسوں سواں کا
 زبردستی لیں میں میں بیٹے ہا۔ مجھے وقت اکی حق سے پہلے ہونٹ پر تھے۔ تھے تھے کہ
 رہتے ہوئے خون کا کھارا پن لوٹاں پر محسوس ہونے لگا تھا۔

میں نے ایک بار گریخت کو گریخت سے بکڑ کر اٹھایا۔ اس کی اچھی ہوئی سائیں
 مجھے چہرے سے گرا رہی تھیں۔ "میں من" میں نے اپنی مدح کی تمام تر پچی پچی ڈانکی
 ختم کر کے پٹی پٹی سی آواز میں کہا۔ "اگر یہ بات غلط ہوئی تو یاد رکھنا کہ میں اس تک
 نہیں توجہ کر کے حسرتی لاش کا رخ رہتا ایک کر رہی تھ۔"

"اگر یہ بات مجھ سے ہوئی تو میں خود ہی اپنی گریخت انکار کر سکتی ہوں۔ ہاں میں رہے
 ہوں کہ۔" من نے اپنا گریخت پھرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔۔۔ "میرا اگر درست
 ہوئی تو میں واپس سے گا۔۔۔ کس حد سے کو کہے؟"

میں نے اسے ٹھیک پر خاں کیا۔ "میں نہیں اپنی تنگی واکل طرح نہیں۔"
 بہتاپ کی آواز میں لیکن یہ مجھے بہت دور کی آواز محسوس ہوئی۔ ہزاروں ہزاروں کے لپٹے
 میرا مقابلہ کر رہے تھے۔ میں میں بہتاپ کی "والا وہ کر رہی تھی۔" حوصلے سے ا کے مجھے
 مجھے دیکھنے کے ہا رہے تھے۔ گراؤ میں پہنچ کر میں نے گاڑی لٹل۔ لب نہ جانے کہاں
 یک لخت ہی مجھے وہاں پہل پہل گرا رہا تھا۔ پھانچا گیا تھا۔ پھانچا گیا تھا۔ پھانچا گیا تھا۔
 طاری تھا گراؤ میں وہ تھا۔ ادا پہنچ کی آوازیں مجھے قبرستان سے باہر ہونے
 والے لوگوں سے طلب محسوس ہو رہی تھیں۔

گیت پر پہنچ کر ایک لکے کے لئے گاڑی روک کر میں نے پیچھے دیکھ کر سڑکیں والے
 برآمدے پر ایک ہائی میں نصب گزراں کسی چوڑی چہرے والے طریت کی طرح بھاگ رہا

کے ساتھ چھ ساتھیوں کے ساتھ اپنے اپنے گھر سے کر رہے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک لڑکی باگل ساتھی کی ہانچ پر ایک ہوا سا لڑکی ہاتھوں میں رکھ کر گھوم رہی تھی۔ کمرے کے صحن وسط میں چھ ساتھیوں کے گھر تھے۔ اس کی باگ پر باگ کی کھلی ٹھکری ٹیک لگی ہوئی تھی۔ اگر وہ اس کے کمرے پر نہ بھی ہوئی تو اپنے صحن سے چھوٹی چھوٹی ٹھکری ٹیک کے ساتھ کھلی بچھا سو فیصد وہ درگرم صحن ہوئی۔ یہی طرف سکر کر دیکھنے کے بعد اس نے ٹیک انہر کرنا کہ کو تھوڑی اور چھل میں ٹھکری دیکھنے لگی۔ میں ہلا سے آگے بڑھ گیا۔

مجھے اس میں قہار اگر اس کے لئے جس کی مجھے حائل تھی واقعی کوئی دھوکہ ہے تو وہ میں سمجھتا ہوں۔ مجھے سے بڑھے نہیں لے گا۔ میں سکرٹ پان کی ایک دکان پر رک گیا۔ اس دکان پر کوئی باگ نہیں تھا۔ دکاندار نے قہار کے قہاروں سے یہی طرف دیکھ کر میں اس سے پرہیز کرتا تھا کہ مزید خاتم کا کوئی کس طرف ہے لیکن یہ اتفاق مجھے مل گیا۔

"میرے صاحبہ کیا چاہتی ہیں؟" میں نے سکرٹ پان سے کہا۔ "آپری وہ لکھنؤ ہے اس نے لہو مارا تھا۔ مجھے قہاروں دیکھ کر وہ ایک آگے جا کر بولے۔" "اگر آپہا وقت گزارا ہے تو یہ اصل دکان لگی میں چلے جائے ہیں طرہ اور ان کی لڑکیوں ہیں۔ وہی سب کو بھول جائے گا۔"

"ایک لیون سے۔" باغی میں نے گھسی گھسی آواز میں کہا۔ قہارے باغی کے ساتھ اس نے آگے بکس سے لیون کی ایک ہوتی چل کر کوئی اور یہی طرف چھوڑ دی۔ آج وہ لیون کی ہوتی ہوتی قہارے ایک ہی سانس میں میں نے صحن میں لیون لے۔ صحن کے تہہ اوپر پہنچے دیکھ کے بعد ایک ایک کر کے چلے۔ "مزید خاتم۔" کا کوئی۔ کس طرف ہے؟

"میرے۔" دکاندار نے سر تاپا ہوا ہاتھ لیا۔ "جو آپ کو ان کی حائل ہے۔ میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ آپ کوئی لڑکی ہے۔ مجھے سولے لوگ تو مزید خاتم کے کمرے کی بڑھیاں ہی نہیں چھو سکتے۔ آپ یہاں کیجئے۔" یہاں چلے جائے قہارے میں قدم چل کر باغی ہاتھ پر ہائی کی ایک کھلی ٹھکری لگی۔ اس کے ساتھ ہی طرہ چلنے۔ باغی ہاتھ پر ہی سزا اور کھلی رنگ و مدھن دلی ایک عمارت دور سے چھٹی ٹھکری لگی۔ باگلی میں صلیب طرہ کے چھوٹے ہول کے جن سے رنگ برنگی مدھنیں پھوٹ رہی ہوئی گی۔ اس عمارت کی اوپر کی چوری حائل پر مزید خاتم کا ہوا تھا۔

میں نے جب اس سے سوال کیا تھا تو مجھے دکان کے کسی کمرے میں یہ معلوم ہوا کہ اس عمارت سے سانس لے رہی تھی کہ وہ ہول میں کے رہے گا۔ "مزید خاتم نام کی ہے۔"

حیرت پر وہ بالآخر صحن میں نہیں ہے۔ لیکن نہیں۔ جس کا دھوکہ تھا اس نے وہی جواب دیا۔ اس کی توجہ لہو پہ چھوڑ کر طرف مجھے لکھنؤ کے پہلو کو چھوڑ رہی تھی۔ میں تیزی سے اس کی تکی ہوئی صحن میں بڑھ گیا۔

اس صحن لکھنؤ ہوا خانے کے ساتھ کمرے میں کر رہی تھی۔ لہو دیکھ کر باگلی میں بھی لکھنؤ تھے۔ ہاتھ تھے اور ان کی لکھنؤ ہوتی تھیں۔ یہاں تو رنگ رنگ مدھنوں میں مدھن رہی تھی۔ باگلی میں میں نے ایک سو فیصد ٹھکری کو دلی ہوتی لہاں میں ایک عدالے سے دوسرے عدالے کی طرف چلے دیکھ کر اس کے ہاتھ کے لکھنؤ سے ہولے میں لکھنؤ ہوتی کی باگلی ہوئی تھی اور وہ سے ایسا گتا تھا جسے اس نے سر پر لکھ رکھا ہوا۔ باگلی میں چلے چلے اس نے ایک چھوٹے ٹھکری سے لڑکی سے لگی ہے اپنی ہی ٹھکری اور دوسرے عدالے کے پیچھے قہار ہو گیا۔

میں نے سر ہٹ کر اپنے حواس پر چھل دھڑ سے بھٹا رہا۔ اپنے کی کو حائل کی اپنی زبانیں کو چھل کیا اور ہاتھ کی بڑھیاں پر قدم رکھ کر بڑھیاں کے احاطہ پر ایک دیکھ کر ہاتھ پر آگے میں کھڑی ہو گیا۔ یہی طرف لپ کر آگے۔ ایک لے بھی باگلی لپے ہوئے۔ باغی اور قہار کے لیے میں مجھے طرہ لکھنے کے لیے ایک بھی سی ٹھکری سے کوئی طرہ مجھے لہاں پر لکھی۔ میں نے موٹی کی ٹھکری کی ایک با مجھے لگے میں دلی اور یہی ہوتی لپے کے لیے مجھے ہول کی طرف لپے۔ میں نے باگ لگے سے چل کر اس کے کمرے پر دلی دی اور ہاتھ پیچھے ہٹے۔ "کا۔" "ہا۔" "خلف د کہہ دلی لپے میں لڑا دیکھنے نہیں کا۔" "ہر تک قہاروں سے کے ہر بھی ہ توڑ لگی۔" طرہ مجھے بھی اٹھتی ہی حواس ہوئی۔

میں سانس ہل کے عدالے کی طرف چھوڑا۔ دائیں طرف ایک پھولے سے کمرے میں چار باگلی کم ختم کوئی ہائی کھینے ٹھکری۔ اس نے یہی طرف آگے اٹھا کر بھی نہیں دیکھ۔ ہل کے عدالے پر پہنچ کر یہی رنگ طرہ و حائل ہل میں پھولے بھی ہوئی تھی۔ طرہ ہول کے ساتھ کا کھینے لگے ہوئے تھے۔ ایک طرف صحن ہول پھولے ہاتھ دس ساتھیوں کے ساتھ ساتھی کے سر تک دھڑ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے ساتھ وہی ٹھکری تھی میں نے باگلی میں دیکھا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ہول دھڑ دیکھا۔ میں دھڑ ٹھکری کی طرف کی طرف کر رہی تھی۔ ہاتھ کے ساتھ دھڑ دھڑ ٹھکری ایک ہاتھ کھپ کھپے بھی تھیں اور ان میں ہاتھ کر رہی تھیں۔

ایک لکھنؤ صحن میں دھڑ اس کے ساتھ ہی ہاتھ کی بڑھیاں بھی ختم ہو گئی۔ ایک لکھنے کے لیے گیا لکھنؤ صحن ہو گیا۔ "کوئی ہول کی طرف کر رہی تھی" اٹھی اور لڑکی سلام کرتے ہوئے ہول۔ "خلف لپے سر کر۔"

میں جس لپٹ پر سول کا دل چلے گا اور ہر شاہ میں تلمیذی گھوڑا میں —
گھوڑا نہ دھول۔ ان میں بھی دھیت بھی تھی ہے جو تلمیذ نے بہت بھاری قدر
داری ہوگی — لیکن اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا — تب بھی گھے تم سے کوئی گھوڑا
— گا اہل بیت بھی مدح ہے لیکن وہ ہے کی — کہیں میں بھی گھوڑے کی — کہ
— یہ دل کا درد —

! لیکن کی گھٹن کی نہیں اور لڑا پہل بھی اور سانس کھاتے میں اگے کی۔ دوا
سنان کی تو — آگئیں کھیل کر کھیل سے لڑا میں شکر اکیں اور گھے لپٹ اور ہنگامہ
کر اور ان کو از میں لپٹیں — گھے ہیں انہیں سے نہ دیکھو — مجھے بتیے ہے ہر
رکھ — میں اب بہت شک کی ہیں — گھے صاف کر دیا تھا — میں نہیں چل
ہے نہیں پہچانگی۔

پیر اور ہی انداز میں "میں نے ان کے چنے ہے سر رکھ دیا۔ ان کا ہاتھ چنے سے ہٹ
کر مجھے سر پہ گھ گھ۔ ایک لے کے لئے میں سب تک پہل گیا۔ میری آنکھوں سے
آنکھیں کا رکا ہوا سلب اور پل دلت" کی کا جسم یک ہنگ ندر سے کھینچا اور مجھے
پہل میں رکھتا تھا ان کا عقل ہاتھ پھٹا اور ہر بات سنی سے بچے پہل گیا۔

میں بڑبڑا کر اٹھ کھڑا تھا — کی کی ہم را آگئیں ساکت ہو چکی تھیں — اور
— عقل ہے ایک مجموعہ شکر اہل تھم تھی۔ میں نے انہیں گھوڑا تو ان کی گھٹن ایک
طرف کو اٹھ گئی پھر میں نے ان کی دھڑکنے کی کو عقل کی دھڑکنے بھی سدوم تھی۔
یک لے کے لئے میں اس بچے کی طرح کھڑا نہ گیا تھے کوئی حق و دل صواب میں تھا پھر دیکھا
— کہے کی لڑکی بہت مجھے لے دھوپ کا ساتھ میں کی اور لپٹیں لے دیا ہوا لڑکی
رجو اور —

اس ایک ہی لئے میں گھے اس میں گنا کہ میں کے جوتے کے اور انسان دیا میں
کتا ہے لیکن نہ چاہا ہے لوگوں میں طوائف ہی کہیں نہ وہ۔ خواہ وہ پہلے میں صوب ایک ہی
ہر لئے کھیل نہ آئی ہے "پہ لے پہلے میں ہے سوچ کر کیا تھا کہ اگر میں کی عقل ہے اس ہزار
کا دل مجھے لے لپٹ بے داشت ہوا تو اسے گل کر دیا گا اور اب میرا ہی چاہا تھا کہ
ہاؤں اور نہ کر سکتا۔

دلت" پہ ایک ٹکے سے ایک طرف کر سنا اور حد اور سائنس کی طرح دھڑکتے
ہوئے ہر نیم و نیم انداز کہے میں کسی کسے ہے چاہا وہی تھے جنہیں میں نے پوچھا۔
ہے کمال کیلئے دیکھا تھا ان کے چوڑے چکے چوڑے آگ ہے دھکی کسے کی ہانسی کی طرح
نک رہے تھے اور آنکھوں میں طن اترا ہوا تھا ان میں سے ایک لپٹ کر ہی کے قریب

آؤ اس نے ان کی تپ دیکھی۔ یہ لے اٹ کر آنکھوں کی پائیاں دیکھیں "ناک ہے ہاتھ رکھ
کر سانس محسوس کرنے کی کو عقل کی" پھر بھی طرف حرا اور طین خواہ لے میں ہوا۔ ہم
نے ظلم کو کھیل مار دیا۔

میں نے کوئی جواب دیا میں دوا سے لگا کھڑا تھا اور دنا کی ہر چ گھے۔ یہ سنا رہ
ہے وقت محسوس ہو رہی تھی۔ ان چاہیں گا اور بھی لپٹ پیر اہم گھ دیا تھا سول
کرنے والے نے گھے پتے کر گھے گریبان سے پکڑ کر ہٹا دیا۔ مجھے بتیے کہیں نہیں —
کھیل دیا ہے تم نے ظلم کو — دیا اس کے سولے سولے سرخ ہونے تم کو تھے۔

میں نے اس کی مٹی کی کالی ہے صوفی ہے ہاتھ دھو اور گریبان سے اس کا ہاتھ
آگلی سے ہٹا دیا۔ میں حیران تھا کہ کیا اسے مجھے مجھے ہے ہاں کی بہت کا رنگہ آنکھوں
کی لی نظر نہیں آ رہی تھی جو — گھے کمال گھ دیا تھا شاید مجھے آنکھوں سے بچے تھے
اور چہا چہا کیا تھا۔

میں نے انہیں نہیں دیا۔ "مجھے جسم کے غلط سلا سے ہر غر تو لہ لگی۔ میں
انہیں مار بھی کہے سکتا ہوں — میں ان کا دیا ہوں۔"

"آؤ" اس نے دھڑا اور دنا پھر کی ہے عقلی اس کے لپٹے میں سمٹ گئی۔ میں
ہزار کی صورتوں میں چن کر ہم سب کا مایع نہیں کیا۔ جا کا ہاتھ تم کس کے تھی وہ
یک لپٹ "گھٹا تھا اور اس نے ساتھ ہی مجھے حد ہے لئے ہاتھ کا پیر رسید کیا ہے پیر
کی عام گئی کو پڑا ہوا تھا "چہ را کر گر چاک۔

مجھے لپٹے "وقت ہے حراست آہری کی پھوٹ چلی۔ میں نے ہر عقل ہے لوگوں
بھری تو طن کی تھیں کا اس میں ہوا۔ رہا ہر ہاتھ دیکھے دیکھے میں نے لپٹ گیا حراست
کی دنا میں لپٹ کر ان کا ہاتھ لپٹ۔ ان میں ایک دوا ہے ہے چاکڑا تھا ایک سنی کے
ترب تھا ایک نے کئی جگہ سہیل دھکی تھی۔ مجھے جسم کی کئی لپٹ تو ان سے چنگاریاں
کی پھوٹیں اور طن کے بنا کے ساتھ گیا کھینچ میں سج ہوئے گئیں — اور دوسرے
ہی لئے دھن میں چپے کوئی ہر دقت ہوت چلی۔ میں نے اپنی لپٹ سے لپٹ عقل کی عقلی
ہے کوئی رسید کیا کہ اس کی جگہ کوئی عام ہے کا کوئی ہوا تو دوسری سانس د لپٹ اس نے
ایک بار چپے کو ہٹا کھلا پھر کے ہوئے قہقہہ کی طرح اچھر ہو گیا۔

ہاں لیکن مجھ و لپٹ تو اس لپٹے تھے ہے چپے ان میں سے ایک کے ہاں طے
لپٹے تھے ان ہاں کو عقلی میں پکڑ کر میں نے اس کا سر دیا ہر سے کرا دیا۔ وہ گھ سے
ہی طرح لپٹ پڑے تھے۔ ان میں سے ایک بھی کر کے گد پھر دھن کر گھے گیا ملک
عقل کی طرح دھیمان سے دلنے کی کو عقل کر دیا تھا ان کے طن سے ہر لپٹ لڑا میں

اور یہ پرچہ کر میں دے رہی تھی کہ کہہ۔ اس سے آگے کوئی مکان میں قتل
سلنے کی آگئی تھی۔ میرے قہقہے میں درد نہیں دیکھ رہی تھی۔ میں کی موت دم
کی گواہی میں تک پہنچی رہی تھی ہم اس سے کہہ پر کوئی خاص گھبراہٹ نہیں تھی اور نہ
فی سانس بھلا ہوئی تھی۔ یہ کتاب وہ میرے لئے معمولی سی بات تھی۔

میں نے ہر چہ میں میں نے پست کا ہاتھ لیا۔ یہاں لہجے کے وہ ہنگ اور چہ
بھری سی کرپاں چلی تھیں۔ آگئی پر چہ کڑے لگے ہوتے تھے وہ دم سی ہوا میں سررا
رہے تھے۔ آگئی کے قہقہے میں سے پڑھیاں لگے ہا رہی تھیں۔ میں نے ایک گھر کے
بھانڈا اور پڑھیاں اتارنے لگے ایک حلقے کے اگر پڑھیاں اچانک ہی ختم ہو گئیں۔ اور
میں نے اپنے کپ کر ایک ایسے کمرے میں کھڑا ہوا جس میں کی کڑکیاں تھیں اور ان پر
پتھر لگی ہوئی تھیں۔ ایک کمرے میں ایک مسی پر ایک لڑکی کھڑی تھی۔ ایک لڑکے
کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ میری کھولت میں کر اس نے کتاب پڑھنے اطمینان سے چہ کے
سلنے سے ہٹائی۔ لگے جوت ہوئی کہ لگے ہوں اچانک کمرے میں پارک د تو اس کے ہاتھ
سے کتاب پھوٹ کر گری اور وہ اس کی آگئیں جوت سے پھٹیں۔ کتاب اس نے
لکھت سکون سے ایک طرف رکھ دی اور میرا پایا ہاتھ لیے لگی۔

وہ کھپ سی لڑکی تھی۔ اس کے حسن میں کچھ نہیں کا سا رہا ہے قتل۔ ہر اہراما
چہ۔ سلی سلی سیاہ چلی سی آگئیں۔ مسی سے لگے کھ لگی ہوئی چلیے سیاہ ہاتھ کی سلی
سی چلی لڑکی مالک جسم۔ لیکن اس لڑکی میں بھی کھپ لکھب کا کھب قتل۔ مسی پر لکھی
وہ خاص طویل انکسرت لگ رہی تھی لیکن وہ اب اللہ کر بھی تو گناہوں میں مبتلا لگی۔
میں کر کے گئے ہو۔ اس نے شراہت بھری سکرانٹ کے ساتھ پرچہ اس کے
تواڑ میں لگا کر لکھیں وہی کھک تھی۔

"کچھ نہیں۔" میں نے ایک لمبے کے وقف سے جواب دیا۔ سہلہ اگر وہ بھانڈا تو
شاہد دم ہے مگر میں نہیں چاہتا۔

"کھن تو لب بھی نکلتے ہو۔" میں جڑان تھا کہ وہ لب بھی سکر رہی تھی۔
"سلی اللہ لگے یہ امرجہ محسوس نہیں ہو رہا ہے۔" میں نے سہلہ کو سے کہا اور
میری یہ وہی والی لڑکی پر سلی نہیں تھی۔ لیکن تم نے لگے دیکھتے ہی یہ چہ کہہ لیا کہ میں
کہہ کر کے گیا ہوں؟ میرا خیال ہے میرا خیال کہہ لیا بکرا ہوا تو نہیں ہے۔

"پست ملنے کی میں انکسرت کی ہے۔" اس نے کہی کھڑے پر کھالی۔ کھپ تو لگے
ہوں محسوس ہونے لگا ہے چہ میں کسی کھالی کا کھولا ہوں۔ یہ تیرا موقع ہے کہ کوئی اس
طرح پڑھیں کے سامنے میرے کمرے میں کھڑا نہ۔ ایک مرجہ کھڑا کا ایک ہاتھ لگا تھا
جس نے ایک طواک کو کھ گھونٹ کر مارنے کی کوشش کی تھی اور اس کے قہقہے لگے۔

میں نے کھڑا ہوا تھا ایک مرجہ ایک۔ ایسا ہی سہلہ لگا تھا جس نے لگے میں کسی لڑکی سے
گل کر رہا تھا۔ طواک دیکھ کر اس کا سارا رنگ بدلتا ہوا تھا اور اس نے نہ ہلنے کیوں سے
بھاگنے کا راستہ اجھڑا لیا تھا لب تیرے تم کہتے ہو۔ کھپ انکسرت وہ انکسرت نہیں ہے کہ
اس میں سو قہقہے ہیں اس میں مسی پر سہلہ لگی؟ طواک کا نام خود پر میں دواؤں اس وقت
اس کمرے میں نہیں ہوئی۔ لگے لگا ہے کہ کھن میں وہی اس وقت میں لکھ لکھ
کی تو لگے انکسرت ہا کرے گا کہ بھی کوئی ہاتھ لکھنا پڑھوں کے سامنے آہلے کھ۔ پھر وہ
خود ہی کھن اس قصہ سے اس چلی۔

میں نے پلے آئے وہاں لکھا ایسا ہی ہوا تھا؟ میں نے وہاں ہاتھ باندھ کی کھن
میں ٹھونکنے ہوئے پرچہ۔

"کچھ لگے تھے۔" میں نے انہیں بکھڑا لیا تھا۔ اس نے اطمینان سے جواب دیا۔
"لیکن لگے بکھڑانے کی کوشش نہ کر۔" لب میں بھی سکر رہی تھی۔ "کیونکہ میں نے
کہہ نہیں کیا اور نہ میں ہاتھ لکھنا لکھنا اور لگے ایسے نوک ہاتھ پتہ نہیں ہو سکتے کے
ساتھ کھن کو بھی پہنے کی کوشش کریں۔" مگر میں نے موضوع بدلتے ہوئے کھن کو یہی کہی
دے دے تم کھن ہو۔"

میں ہاتھ میں سہلہ جوت لکھا ہو سکتی ہے؟ اس نے کھن بھی کم چلی پر اہم
کہتے ہوئے کھن۔

"اگر تم اس ہاتھ کی ہو تو اس وقت کمرے میں لیٹ کر رہو؟ میں تو اس
وقت کھن پر ہوا چاہیے تھا۔" میں نے اپنے حوال کا ہوا چلی کیا۔
"میں ابھی ابھی تھکتا ہوں اور سچے پر کھن میرے گرام کے ہوتے ہیں۔ کچھ؟
اور تم کھن ہو؟" اس نے ایک بار پھر کھن کھنوں سے میرا ہاتھ لیا۔

"طواک ڈان۔" میں نے لکھنا کھن بھی لہان لے ساتھ نہ ط۔ میرے حلق میں
کھن کھن کھن سی گھل گئی اور میرے حواس پر ایک بار پھر اس صدمے کی بج بنگلی چھا
گی جس سے میں گھڑ کر گیا تھا میں نے دم سی تواڑ میں کھن میں پتھروں کی دھڑکا
سارے لکھنا کھن میرے قدموں سے زمین کھینچ لی گئی ہے۔

"سہلہ انڈی ایک سی کھن ہے۔" وہ ہنسنے لگی رہی تھی۔ شاہد سکرانٹ
اس کے ہاتھ میں ایک کھن ہے۔

"لہو۔" لگے کھن قہقہے میں سے پتھروں کی دھڑکا کھن میں لگے پتھروں کی دھڑکا
میں انکسرت لگی کہ وہ وہی سے اپنے مطلب کوئی کو لکھنا کر دیتے تھے کہ وہ اپنی خفا
کا خیال کر لے۔

میں نے چاہے ہو۔ لڑکی نے پرچہ پھر دم۔ کا انکسرت کھن پھر رہی۔ سہلہ ہے کہ

کہا اسے کچھ اور چیزیں پر دھیان دینے کے لئے بھی دلیں نہیں لایا جا سکتا؟"۔
منکرانے۔

"نہیں میں نے پہچان لیا۔"
"نہ ایک چھوٹے مگر سکون اور آرام دہ کمرے میں کسی کی بیداری میں راحت
ملا رہا" دیا ہر کی پریشانوں سے نا آسویگی سے بے نیاز ہو جانا وغیرہ۔" اس نے ہر خود
منکرانے ہونے سرگوشی کی۔

"نہیں اور کیسے؟" میں نے دھڑکتے دل سے پہچان لیا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں
ایسا ایک خیال نے سر اٹھایا تھا۔ لڑکی ایک لخت کچھ بہت اہم محسوس ہونے لگی تھی۔

"میں اس سے کچھ ہی دور ایک کمرے میں۔" اس نے جواب دیا اور وہاں پہنچے
پہلے کو بھی کچھ مل سکتا ہے ہر طریقہ اس کی قیمت طبعاً سے ادا کر سکو۔"

"پہنچے پہلے کو پہنچو۔" میں نے قہر سے گل کر کہا۔ "مجھے حقد ہے۔"
"تو آؤ پھر چلیں۔" وہ اندھ کڑی ہوئی۔ اس کا رخ لگے دودھانے کی طرف تھا۔ میں

نے ایک قدم بڑھا کر اسے مدد کیا۔
"کچھ دودھانے سے ہی سے پہنچے ہیں۔ میں نے کہا۔

"نہیں لڑکے دیا ہے؟" اس نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا۔
"نہیں۔۔۔ دراصل۔۔۔" میں کچھ ہلکا ہوا۔

دراصل ایک جھگڑے میں میرا والد لڑی ہو گیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کی طرف کسی کی
توجہ مبذول ہو۔"

ایک لمحے کے لئے وہ ہنس مانت کڑی رہی گویا کسی سوچ میں پڑ گئی ہو۔ پھر اسے
ترشیدہ ہاتھوں کو خلیفہ سا ہلکا دے کر بولے۔ "خیر لیک ہے۔" لڑکی ہاتھ سے میرے

گالوں پر کوئی اثر نہیں دے گا۔"
میں کچھ دودھانے سے باہر آئے۔ گیت کچھ کہیں قہر ہو چکا تھا مجھے اگر سینا سے

لٹنے کے بعد ہم نہ ہاتھ پر چلے گئے۔ چند قدم آتے فٹ ہاتھ کے ساتھ کی کہیں لہجوں
اور سائیکل رکھا کڑے تھے۔ ایک عیس کی کڑی میں ہاتھ اٹھ کر لڑکی نے کوئی جھگڑے

ادراچہ کو بلایا۔ "مے۔۔۔ لیکن اس وقت چلے۔" اس نے حکیمانہ لہجے میں کہا اور میرا ہاتھ
بچھڑ کر پچھلا دودھانہ کھول کر خود بیٹھنے کے بعد مجھے بھی اندر کھینچ لیا۔

کچھ دیر بعد اس نے جس عمارت کے سامنے عجیبی رکوائی اس کی دودھ اور ہم دونوں
دونوں پر کہیں کہیں سیاہ کٹی جی ہوئی تھی۔ سامنے ہی بغیر دودھانے کے ایک خاصی کشادہ

لالی سی تھی جس کے ایک طرف سے پکڑدار چیل رہا اور جا رہا تھا۔ کھٹ کھٹ کرتے
کرتے اس دینے سے چھ کر ہم پہلی منزل کی راہ داری میں گئے جہاں دونوں طرف کھلی

کی تھیں۔ ہر کمرے کا دودھانہ سیاہ رنگ کا تھا جو کبھی سلیش دیا ہو گا۔ لڑکی نے
پائیں طرف کے آخری کمرے کا دودھانہ کھولا اور لائٹ کن کر کے یوں ایک طرف کھڑی ہو
گئی گویا مجھے کمرے کا معائنہ کر رہی ہو۔

عمارت چلی پہلی ختہ حال فکر آ رہی تھی۔ اس کی لہجہ کمرے اندر سے نکلتا تھا
سفر تھا۔ حتیٰ کے دونوں پر گاہ سلیش ہی نظر آ رہی تھی۔ فرش صاف صاف تھوڑے کاٹور کا
تھا۔ ایک گوشے میں مسی ہوئی تھی جس پر صاف سفر ہست تھا۔ اس کے قریب پھولی
سی تپائی اور ایک کرسی تھی۔ تپائی پر چند کتابیں رملے اور الموم کی ایک کیتھی اور کپ
رکھا ہوا تھا۔

ایک کونے میں کڑی کے قریب بیٹی سی کارلس تھی جس پر اسٹنڈ اور چھ برتن
پڑے تھے۔ کارلس کے قریب ہی وائل تھیں۔ ایک طرف لڑکی سی دیوار گیر الاری
تھی۔ جس کے ایک ہت پر خاصا بڑا آئینہ لگا ہوا تھا قریب ہی ایک پھولی سی سنگھار میز رکھی
ہوئی تھی۔

لڑکی نے دودھانہ بد کر کے کڑی چڑھا دی اور مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں
بٹھ چکا تھا تو اس نے پھولی پھولی سی لون والی جرسی اتار کر مسی پر پیچک دی اب میں

نے دیکھا کہ وہ اتنی جوان عیس تھی۔ چلی جرسی میں فکر آ رہی تھی۔
"اب بیٹو پہلے تمہارے لڑی والد کا معائنہ کیا جائے یا نا آسوی خواہشوں کا؟"

اس نے دونوں ہاتھ کر پر رکھ کر ایک لڑا سے ہاتھوں کو جھکا دے کر پہچان لیا۔ پھر اس نے تار
کے سرے میں لٹے ہوئے بلب کی روشنی میں اس کی متدل رنگت میں عجیب سی چمک پیدا
ہو گئی تھی۔

"لڑی والد کا علاج پہلے ہونا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "میرا کافی خون ضائع ہو چکا
ہے۔"

اس نے اٹھت میں سر ہلایا اور سنگھار میز کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی تینوں درازوں
میں ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھ اس نے پوڑی پٹی کا ایک پتلا سا رول اور پھر آؤڈین کی

ایک چھٹی نکالی اور بولے۔ "ہاتھ اتار کا وائل میں پر آج۔"
میں نے اس کی بداعت پر غل کیا۔ اس نے ٹیض کی آستین کو تہ در تہ لوہ کر

لٹنے کے بعد دم کا معائنہ کیا اور اس کے ہونٹ میں ہاتھ کے انداز میں سکڑ گئے۔ دم
واقعی میری توجہ سے بھی بڑھا تھا کہ یہ ایک عیس کی دم تھی۔ یہاں گتا تھا کہ کسی شانہ چاقو

سے والد کا حصہ چر دیا گیا ہو۔ اس نے پٹی کا کچھ حصہ بھاڑ کر پھر آؤڈین میں بھگوا اور
اسے دم پر چھپتے گئی۔ میری چٹ لٹنے لٹنے رہ گئی۔

"آہ۔۔۔ اس میں تو بیٹے کے دوسے بھی ہیں۔" وہ والد پر جھٹکتے ہوئے بولے۔

کسی سے بھڑا کر کے کیا ہے؟ اس نے کھڑی کولہ میں پھینک دیا اس پر بھی لگی میں سر ہلا کر۔

آج پھر وہ اندہ کسی شیر کے منہ میں سے طاق کیا؟ اس نے میرے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا جس کی پٹی اب طعن میں پڑی طرح ہلکے ہوئی تھی۔

میں نے ایک بار ہلکی سی سر ہلا کر دیکھ کر کہہ دیا۔

موت میں لوگوں میں سے کیا ہے وہی ہمارا سر ہلا کر دیکھتا ہے؟

میں نے کھنکھار کر ہنسا دیا۔ موت میں گھر سے ہمارے گھر پہنچنے والے ہوں وہ میرا کسی سے بھڑا ہوا ہے۔ میں نے دانت سے کھٹکے میں کسی کی تلاش میں لگا ہوا ہوں اور وہ والد ہے۔ انہیں یہ کام کرتے ہوئے دیکھ کر کیا ہوتا؟

میرے پہلے بھوت پرستے کا دھوکہ تو دیکھ لے ہر امتحان کے سامنے دیان چاہیے۔ وہ دلوں کے پردے پر گر بیٹھے ہوئے کھڑے اس کے سامنے نے ہم آہنگ ہو کر کھڑے لگا کر ان میں سے ہلکے وہ چہرے دکھایا۔ تو کچھ کہیں = کوئی ہم میں تو نہیں جس کی جگہ کھنکھاتا ہے؟ اس نے اپنے کھنکھاتے چہرے کو دیکھا۔

ہاتھوں نے بھی اس کی نگاہ کی۔ میں تھوڑی دیر ان کی اسے بے گھر ہمارے گھر میں تھی۔ انہوں نے ایک بار پھر ہم تک پہنچ کر کھنکھاتا اور گدگدیں بیدار کر لیں۔ ان کا کھنکھاتا دیر میں حالت میں اس طرح کوٹھا تھا جسے کسی کھنکھاتا میں بیٹھوں پر دیکھیں پھر اٹھیں۔ وہ دلوں نے اب اپنا رخ اور اٹھا لیا تھا اور اسے کھنکھاتے کی طرح بار بار ہاتھ میں اچھال رہا تھا۔

لوہی کی ہل دالے نے ایک چلے کپڑے سے دیکھی بکرا کر اٹھیں سے اتاری اور قہقہہ دیکھی انکوئی ہوا میں چلے اٹھی۔ "چلے چلے گا؟" اس نے دیکھی دائیں اٹھیں سے دیکھ کر کھنکھاتا سے پھر اور اب کھنکھاتا انہیں ہوا کہ موت دیر سے میرے منہ میں ہو گئی تھی وہی میں = دراصل بھوک کی قسم۔ میں نے سچ بھنک کیا تھا اور اس کے بعد سے اب تک کچھ نہیں کھلا تھا کہ کھنکھاتا کی منہ اتنی ابھی تک وہی تھی۔ بھوک کے احساس سے کھنکھاتا کھنکھاتا کی نگاہ سے ظہور ہو گئی۔ بھوک گل کر میں نے چننے کی ہوا کی طرف دیکھا اور اٹھتے میں سر ہلا کر۔

"جیت لیا کئی دے گی۔" لوہی کی ہل دالے نے کہا۔

میرے پاس قوت سے پہنچے ہیں۔ میں نے کہا "تیا جیت لو گے؟"

"میں جیسے ہی مرے گا کھنکھاتا سے ہم جیت دیں میں نہیں لیتے۔" ہلکے وہ چہرے دالے نے کہا اور ایک بار پھر انہوں نے کھنکھاتا اور اب میں نے غصے کیا کہ اتنی بھوک لکھوں سے میں چلنے کی ہوا کو نہیں دیکھ رہا تھا ابھی بھوک لکھوں سے = کھنکھاتا

میں نے کھنکھاتا کی طرف کی ایک لگی سی سر ہلا کر۔ میں نے دیکھا کہ اب میں نے ایک سے دیکھا کہ اسے ان کا ہاتھ لپٹا۔ لوہی کی سی ہل دالے میرے سب سے قہقہہ تھا اور میں کا سہارا تھا۔ سب سے سب سے لڑنے لڑنے پر تھا اور اس کے ہاتھ میں رخ اور تھا اور میں ایک چھوٹے سے سب سے لڑنے لڑنے تھا۔ "میرے" لپٹے وقت میں اب کہ میرے دیکھی ہاتھ "بھوک" کھنکھاتا اور اصحابی در پور نے میری کوس سے لڑا وہ ہنکھاتا دیکھی تھی۔

"میں نہیں ہو گیا؟" لے ہل دالے نے۔ "لوہی کی سی ہل دالے نے چلنے کی ہوا دیکھا کہ میری طرف بھولتی۔"

"میں نے کھنکھاتا نہیں چاہیے۔" میں نے کہا۔

"اور کیا ہے چار۔" ہلکے وہ چہرے دالے نے کہا۔

"میرے لڑنے لڑنے دیکھ۔" میں نے کہا۔ "لوہی لڑائی نے طعن کے میں کا اور ہوا میں میری طرف بھولتی۔ میں نے چال لے لی۔ ایک ہلکے چلے سے میرے کھنکھاتا = کھنکھاتا کہ تم ہوئے اور ہوا میں چلنا کہ ایک سی ساڑن میں یہ لڑتا ہوا ہوا میرے میں انہوں نے ہمارے جسم میں کچھ تو کھنکھاتا کی حالت = کھنکھاتا میں نے اپنے کپڑے کو اس خواہش کی عقل سے باز رکھا۔ یہ گرم ہوا میں وقت میرے لئے میرے اہم تھا۔

ہلکے لے کر میں نے سر اٹھا کر میں کی طرف دیکھا = سب حالت ہلکے میری سی طرف دیکھ رہے تھے کھنکھاتا کوئی دیکھ کر ہوا تھا۔

ہوا میں کھنکھاتا = کھنکھاتا کر میں نے کھنکھاتا چلنے کے لئے سر ہلکا دیکھی اس بار میں نے چننے چلنے کے ہلکے ہوا سوار کے حلقے کھنکھاتا۔

میں کھنکھاتا کھنکھاتا سے اٹھتے ہوئے میں نے اٹھیں کو لہو کر دیکھی۔ انہوں نے کھنکھاتا اور دیکھی کے اٹھنے کا حشر میں نے نہیں دیکھا اور دالے کی طرف چلنا کہ ہوا۔ دھنکھاتا کھنکھاتا اور دلوں کی ہوا میں نے اپنے عقب میں سنی تھیں میں دھنکھاتا بار کر چکا تھا۔

اور میرے میں تھری سے بڑھیں میرے کھنکھاتا ہم تھا۔ ہم میں نے کھنکھاتا ہاتھ رکھ لیا تھا۔ میں اتنی تھری پھر میں قہقہہ عقب میں سر ہلا کر دھنکھاتا کو انہیں کا شعاع = کھنکھاتا اور پھر ایک بار ہوا۔ دھنکھاتا کھنکھاتا کے قہقہہ ہی ہوا تھا ہم کھنکھاتا سے میں چلے گیا تھا میں تھری سے اس راستے کی طرف بھاگا جس سے اس ہم خواب میں داخل ہوا تھا۔

"کھنکھاتا کا نہیں دالے کہ۔" میں نے اب لائی لڑنے کے دلوں کی کھنکھاتا۔ دھنکھاتا سے گل کر میں تاک کی سید میں ہاتھ چا گیا۔ چھپے کھنکھاتا = ان کے قدموں

کیوں کے درمیان سلیہ پڑا ہوا تھا اور وہ اسے شک تھا۔ ہاتھ میں لب کئی تھیلی
کی نہیں تھی۔

نورین اپنی سلوم ہوتا تھا۔ اپنی دھن میں گھر کو بنا تھا۔ "پاکل ہونے کے
ساتھ ساتھ واکٹر کا بھی طرح، مگر مل بھی غصا ہے لب کیا دیکھ لو کہ رات کے وقت گھر
سے گئے کی نہیں تھیں مدہ سے کم نہیں لیکن مجھے ہاس کل انہیں مدہ ہے تھے وہی میر
فکر کر کے لے گیا۔ ایک مدہ سب کر گیا۔" اس نے دونوں ہاتھ پیچے، رک کر ایک
گہری سانس لی۔ تو یہ بھی بھائی کل کی کھلی لب تم ہوش میں آگے وہ بیٹا۔ مجھے بھی
وہ کے نور کہ کھلے کو بھی مانگوں۔ تو اس سلیہ میں عرض ہے وہی انہیں مدہ ہے اپنی
کل پر بھی تھی۔ مگر میں کھلے پالے کا سلیہ نہیں ہے اور ہوش والا بھاری اوجھ نہیں
کرے کم اور کم تھے تو نہیں کرتے۔

کیا اپنی رات تھے وہی کھلا ہو گا۔ میں نے یہ چھل کھلے کا ہم سن کر اچانک
مجھے حیرت میں ایک بار گھر نہیں لیکن گئی تھی۔

"رات تھے ۶۔" طبلہ ایک بار پھر خود استراحت کے لئے اس میں چلا۔ سہائی یہ دھیر کا
وقت ہے۔ کھلی میں چلے ہوئے باب یہ نہ تھا۔ یہ ٹھیک آدمی کا گھر ہے۔ یہاں سے
مدہ کی کا کہ تم ہی ہو۔

فحش کے سے عالم میں میں نے ذرا پہلو ہڈا اور جیسے نکل کر چلن کی جیب سے
بڑا نکل کر فرش پر پھینکے ہوئے کد۔ اس میں کچھ پیسے ہیں بھائی طبلہ۔ بھئی جلدی فتن ہو
لپٹے اور مجھے لے آئے سے لپٹے کھلے کا انتظام کر۔

یعنی۔ کیا۔ تمہاری طرف سے اجازت ہے؟ اس نے پچھتے ہوئے اس
کا۔

"بھئی ہاں کر رہے ہو یا نا تم نے مجھ پر اتنا بھروسہ کیا ہے کہ لب اگر تم مجھے
اٹھا کر مجھ ہی کو تو مجھے کئی شک نہیں ہو گا۔" میں نے مسکراتے کی کو خوش کر۔

"سیدہ ہاں۔" اس نے ہاتھ ہاتھ اٹھا کر لہو لگایا۔ "تم بھی اپنی طرح کھلے مل کے
کوی ہے۔" اس نے بڑا کھل کر اس میں سے نکاس کا ایک ٹوٹ لٹا اور اٹھ کر اس
دھالے سے باہر چلا گیا اور پل گھر میں گھل مدہ دن سلوم ہوتا تھا۔

اس کے چلنے کے بعد میں نے لپٹے لپٹے کردہ فتن پر ہر دوڑا۔ کھودی اور پھر
چتر کے سلیں لہو دیوانہ والی یہ کو فتنی میں اتنی ہی بھئی تھی کہ وہ پلگ اس میں جا
سکی۔ تو پھر کے طور پر اس میں صرف ہی جھٹکا ہی چار پائی تھی جس پر میں لپٹا ہوا تھا۔
پل دیوار کے ساتھ چٹائی چھٹی ہوئی تھی۔ ایک کونے میں سرای اور اس پر الموشم کا گلاس
لوہر کا رکھا ہوا تھا۔ ایک طرف سہنے کا وہ گل لوہا چھوڑا تھا جس پر پائی اور لوہا رکھا

تھا۔ یہ طبلہ۔ کھلے کی جگہ تھی۔ ایک طرف دیوار پر قہر کے مدہ میں ہر گزے ہوئے
تھی اور ان کے قہر کی کیلیں، چھ کپڑے لگے ہوئے تھے۔ لڑی پر چٹائی کے قہر میں
کا ایک سیدہ رنگ رکھا تھا۔ جس پر ایک نکل رضائی لپٹے سپتے سے تھ کر کے رکھی گئی
تھی۔

وہ صحت پر ہی طبلہ بھئی شہن سے ایک ہاتھ سے دھول کی لا سہلے کھلی میں
داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے گیا ہاں سال کا ایک منوک نکل لڑا دونوں ہاتھوں
پر کھلے کی لہو اٹھلے کھلا تھا۔ نہ لڑی پر دھولے کے بعد طبلہ نے اسے ہم دیا۔
"وہ صحت پر کڑک چائے کے مدہ گلاس میں لے آئے۔" لڑا اٹھت میں سر ہلا کر ایک اپنی
کی طرف پر ڈال کر باہر چلا گیا۔ مسیحیسی نوٹس 03036360959

میں نے لیکن کی کو خوش کی تو یہ پتہ فحش عروس ہوئی۔ طبلہ نے سارا سہ کر
مجھے چار پائی سے اٹھا اور ہم چٹائی پر بیٹھ کر کھانا کھلے گئے۔ پہلے وہ ایک لپٹے دیکھا مل
کو چھوئے ہوئے صحت میں آئے۔ اس کے بعد میں سر ہلا کی طرح کھلے کی لہو
کا۔ یہ بھی زندگی کا لپٹے ترین کھانا تھا اور کھلے کے بعد سرای کے لپٹے پل اور گرم
گرم کڑک چائے لے گیا اس کی یہ آکھیں کھلی دیں۔ ساری کھٹ اور فحش دور ہو
گئی۔ لب یہ توڑی صحت کھودی پائی تھی وہ طبلہ غل غل خانے کی دہ سے تھی۔

"واہ سہلا رنڈل مسیہ والا ہے کب تو ہے۔" طبلہ نے چائے کا گلاس ایک طرف
رک کر دونوں ہاتھ دھتے انداز میں اٹھا کر پتے سو فناد لیے میں کما اور دوا سے جگ
نکل۔ بھئی رگ وہ میں بھی پتے کے لئے بھئی کی مدہ کی تھی لیکن لب مجھ سا فناد
طاری ہو رہا تھا شاید یہ کد کا فناد تھا میں نے بھی دیوار سے ٹک لگائی۔

"اب کیا پد گرم ہے بھائی؟" طبلہ نے ہم کا آکھوں سے بھی طرف دیکھتے ہوئے
پہلا۔ میں تو استراحت چلنے کی صحت بنا تھا۔ ایک طرف اپنا لڑے بنا تھا۔ کئی کئی ہم مل
لے فحش دیکھی فتن کی چل رہی ہے۔

"لپٹے ہے تم ہو گا۔" میں نے کد۔ میں اتنی دیر گرم کر لیں گا اگر تم اجازت
دے گے تو پھر میں میرا کام نہیں رہے گا۔

اس کے لئے اجازت کی نہیں تھی کی ضرورت چہ کی مجھے بھائی اگر میری
بازی تھی رہی تھی تو گھر کی کئی بات نہیں۔ میں لڑا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بھئی
کب تو سہلا کا گرم بنا ہے کہ بھی کھلے کی لہو میں تکی لگیں اگر آجیلے تو حوصلہ سہ
آئے۔ اس نے اٹھ کر کھولی پر لپٹے ہوئے کھٹوں میں ہاتھ لپٹے ہوئے کد۔

کھلے کی لہو میں کد۔ میں نے دھن سے کد۔ "پھر میں کے گواہ
کد تو مجھے ہاس پیچے صحت میں اور اگر لڑا ہی کئی مسئلہ ہوا تو مجھے ہاس یہ بھی ہے۔"

مولا کا نام بھی تھا کہ وہ ایک دھیرہ اور مددگار سا لڑکا تھا۔
 ہر حال یہ کمال لڑکا اسی طرح تھا جس طرح کہ وہ معلوم تھا کہ یہ بڑی
 سبب ملک کی فکر سے گذری کی تو وہ بچہ ہرے میں ہر قسم کی مصلحت کو سام
 کرنے کی کوشش کرے گا۔ میرے لئے کی مثال میں وہ بڑا بڑا کرتا تھا۔

وہ دن اور میرے پاس پہنچے تھے۔ مولا اس وقت وہاں ساتھ میرے ساتھ تھا
 قاتلین میں سے اس پر ہر وہ بلا صاحب دیکھا اور اس کے ہاتھوں اپنی سونے کی انگلی
 ہاتھ بھرا کر بکرا لیا۔ اپنے بڑے ہاتھوں سے وہ کھیل کے ساتھ لڑکی کے مطابق کم تو
 کم ایک لڑکے کے ہم مددگار کو کھیلنے میں لے لیا۔ وہ لڑکے کچھ بھی نہیں
 تھے۔

مولا وہ چلتے اس طرح تھا کہ ہاتھ لگا کر دلت کے لڑکا تھا۔ میرا معلوم اس کی فکر
 اس کے ہاتھ کے بعد میں لیتا اور دلت کے چھوٹے ہاتھوں سے اس کی ہاتھ کی مرہم بنی
 بھی کیا تھا۔ وہیں وہ دم پر کھڑے تھے۔ وہاں ہاتھ لگا کر وہ بچہ کام کرنے لگا۔
 تھا چھوٹے ہاتھوں سے کھڑے بھی اتر گئے۔ اس عرصہ میں میں نے دلت خور پر غصہ نہیں
 کھلی تھا کہ اب میرے چہرے پر غصہ کی والی سوجھن کا اندازہ ہو چکا تھا۔ میرا لڑکا
 بھی میں نے ہاتھ لگا تھا۔

مولا اور میں اب کہہ سکتے ہیں بچے تھے۔ ایک دلچسپ بھائی تھا اور اس کی
 صحبت میں میرا وقت اچھا بھلا گزرتا تھا۔ کڑھ میں تھے جتنے دن گزر گئے تو دل
 لہجہ لگا پھر چلتے چلتے میری جان چھوٹی گئی تھی۔ گو کہ اب میں نے مدد نہیں کی
 شروع کر دیا تھی لیکن کھیل کی سبب سے فضا میں بہت سبب اب گئے اچھا دھیرہ ایک
 چکڑے سے طلب معلوم ہونے لگا تھا۔

اس طرح کب تک گزرتے گی؟ ایک دن میں نے مولا سے کہہ دیا کہ میں تو پھر
 چلتے چلتے مولا سے مل گیا ہوں۔

میرے ساتھ اس طرح چلا گیا۔ اس نے کھیل کے چہرے پر اپنی انگلی اسٹیک کی
 چھوٹے دھڑکتے ہوئے کہ۔ "خوفگ دیکھا ہیں تو کمال خاص دیکھی کام نہیں لیکن پھر چلتے
 رہتے سے میرے اور ہر وقت اس طرح میں تھیں لیکن کمال کم لڑکے تھے تو وہ لڑکا
 تھی کرتے دیکھا نہیں چلتے تھے۔ اس طرح کے عرصہ میں سب سے پہلے کھڑا کر دیا گیا۔
 میں لڑکا۔ میں میں لیکن کھلے کمرے کی لڑکی آتا تھا۔ ایک دن ایک قسم میں میری
 پر سے ایک حد کا اہم تھا۔ میں چلتے چلتے لڑکے میں "دھڑکتے کو اچھا کام دیکھنے
 سنا ہوں لے گیا۔ قسم میں ہو گئی مگر میری شکل کسی طرح کمال میں میں نے لڑکا
 سے جا کر پوچھا تو لہجہ لڑکی سے کہنے لگا۔ "میرے صدمہ میں لڑکے میں کمال داتا تھا۔"

میری لڑکی کا طویل قریب پڑت تھا۔ میرے تو ایک اور قسم میں بھی میں نے لڑکا۔ ایک
 حد کا مولا کا قاتلین اس میں میں لڑکوں کا ساجھی تھا اور میرے حد پر گھب تھا۔
 میں نے چلتے کو ہاتھ میں پکڑ کر ایک کو لیا۔ "میرا لڑکا ہے اسی لڑکی کا۔"
 "میرا لڑکا تو لڑکی اچھی ہے۔" میں نے چارواں پر اٹھ کر چلتے ہوئے کہ۔ "میرا
 لڑکا بھی ساتھ لے کر چلا۔"

میرا چار ہو کر اس کے ساتھ مولا ہوتے چلتے میں نے کچھ میں اپنا ہاتھ لگا۔
 میرے پر میری غصہ کی والی تھی لیکن سوجھن دھوپ کے قحطی اور ہاتھوں سے لڑ
 لڑا میں نے کم از کم میں لڑکی کے لئے تو میری شہادت لڑکا۔ لیکن ہادی میں جس نے
 پہلے گئے دیکھا تھا۔ لیکن ہر قسم میں مولا کے ساتھ ہوا تھا۔

میں میں چلتے کر ہم ایک ایک اس طرح چلتے۔ مولا نے دلت کے چھوٹے ہاتھوں سے
 لے کر میرے ہاتھوں سے لڑکے دلتے تھیں کو لڑکے خوشامد اور اس میں ہتک کر ملام کیا
 کہ گئے اس کے ساتھ چلتے چلتے طرح چھوٹے ہوئے گی۔

"میرا ایک ہاتھ کھینچا ہوا تو میں چلتے۔" میں نے لڑکا دلت سے۔
 "میرا اب ہم ایک دھیرے کی ہاتھ کا یا مولا کے اچھے سے گزرتے تھے۔ لڑکا
 اور تم نے آجی لڑکے کے ساتھ لڑکے کی تو میں خود یا مولا کا۔" اس نے کہہ
 "میں لڑکی کے ساتھ آجی خوشامد اور اس میں چلی د گیا کہ۔ میرے خیال میں
 لڑکی ہادی کی وجہ سے وہ تم ایک چرا کے ہاتھ لٹکے کھینچے میں تھکتے تھے۔"
 میں نے خیال کا ہر کھینچا۔ لڑکی مولا میں تو وہی ایک طرف۔ میرے خیال میں تو
 لڑکا کھینچے بچے کے لئے لڑکی سوجھن میں کھلی تھی۔ ہادی لڑکی میں کھینچے
 مولا حد پانے اور اپنی ہدی میں اچھل کود کرنے کے لئے کھڑا کر آیا تھا۔

"لیکن میرا لڑکا تو ایک ہاتھ کر کے لے لڑکا تو اس میں کھینچا کا غصہ
 آجی دلت خوشامد ہے۔" مولا نے سوجھ میں لڑکے لے کر میں کہہ۔

"اور تم اس (غصہ دہیا) راستے پر چھوٹے سے چل رہے ہو۔ کہاں تک پہنچے؟
 میں نے کہتے ہوئے لے کر میں کہہ خوشامد کسی کسی کو اس کئی ہے تم تولد سے لڑ
 ہست میں کر دیکھ۔"

میں ایک لڑکے سے کہہ کر میں ہاتا تھا۔ ایک سال پہلے تک وہ میرا تھا۔ کل اسے
 کئی لڑکے میں داخل کرانے کے لئے وہ چھوٹے کیا ہا تھا تھا۔ "مولا کے لڑکا چھوٹے
 اچھل چلتے تھا۔ کم لڑکا میں سے وہی ہاتھ ہاتھ لے کر میں کہہ۔

"میرا میں اس لئے چھوٹے دیکھا تھا۔ میں اشتغال ہے۔ میرا تھا۔" ہائی ہا اس کا حد
 ایک اہم۔ تو شاید اس کی وجہ اس کی اپنی ہے اور وہاں میں ہیں۔"

جس کو صلیب کی طرح دو تلوں بجالانے کے لئے ۶
 مجھ سے نہ مانگو مجھے قس دنا کے طور طریقوں و طبع کا تو مجھ کو لانا علم قس قہ میں
 یوحنا لا پہلی انداز میں آگے جا بیٹھا۔

سمجھو خیل میں تم کچھ طرح نہیں آنا سہ۔ میں نے قاری شدہ سے کہہ
 "تم کتنے ہیں؟" وہ پلٹ کر دھڑلے سمجھ گئی سے کہہ "مجھے طرح
 کہانے ۶"

میں قساری طرح لا کر دیکھی۔ میں تو وہ استاد طور پر مہربان رہا چاہتا تھا کہ اگر تم
 ایک اور طرح استعمال کر دو یہ باتیں اس سے بھی لانا کوئی چھانگ لگا کر کتاب کے پار
 کچھ لکھتے ہیں۔ میں نے اس سے کہہ

وہ بھی طرح کھینچا ہوا تھا اور ساری جہیز و ہمت تھا کہ وہ پکڑا چاہتا تھا۔ اس پر
 انداز میں اس نے سب کو مخاطب کیا۔ "ایک تو پر لولا لپانا استاد کا پیرا ہے۔" ہار
 انگلیوں سے ہرے لہری پھوٹے ہوئے خاص قس انداز میں بولا۔ میں چاہوں تو ایک
 لہر میں قس بھی کتاب کے پار پکڑا سکتا ہوں۔

اس نے جہیز و ہمت کے ساتھ لیکن جسے دایرہ انداز میں چمک چمکی میں نے
 قلم سے چمچ ہٹ کر اس بات سے بچ کر اسے کتاب کے پار اچھل دیا۔ وہ بچے کے بل
 دوسرے کتارے پر جا کر سر کے بل گرنا تو بھی دیر نہ لیا ایک بار تو اس کی ریشہ کی لہری
 کے قلم کے جھنڈا اٹھے ہوں گے۔ شاید وہ کہہ ہی قس سا تھا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا

۴
 چھ لے تک وہ چپ چپ آگئیں بھیجا۔ ہر کر رہا تھا کہ وہ لہر اور کتاب
 کے پل میں چپ چپ کر "لکھنا ہوا مجھے ملنے لگا ایک لے کے لئے تو وہ بھی
 آنکھوں میں آنکھیں لالے کڑا دیا کھینچ کر دیا کہ وہ بھی گتائی کی مجھے کیا سزا دے
 ہر اس نے کھلی کی سی پھل سے ہرے کھٹے پر کچھ رسید کرنے کے لئے ہاتھ کھینچا۔ یہ
 مہمان دار قاسم نے اپنی جگہ سے حرکت کے الجھنا دے یہ وار دنگ لیا۔

وہ کوئی اور وار کرنے کے لئے اچھا لگی ہی لے کر چلی گئی میں نے کہہ "ہر کہ
 کھانگلی۔" میں نے قاری شدہ کو بھال کر ہم نہیں آنا اور کوئی تا دیا ہو تو سیکھ لیتا
 چاہیے مگر تم چاہتے قاریوں کو اس وقت میں ہوں۔ چار دلا سیکھ کر میڈک کی طرح چپ
 ہلا کر کہاتے وہ استاد میں۔ اندر میں کتا دھل۔ یہاں کسی لہارے نے طرب
 میں بھی اکمالے کی قس دیکھی ہوئی۔ ہوا جا کر کرسی پر چھو اور چار چار کا ایک
 سگد۔ اتنی دیر میں میں اس بات کے کی حد سے تین طوت کرنا اور۔ ہوا۔

۵
 ٹال۔" میں نے قاری شدہ کو پہلے دیکھا۔

وہ قساری سے کرسیوں کی طرف بھاگ گیا تو کرسیوں میں طرف حجب ہوئے
 "ہاں تو یہی تم کوئی ٹیکس؟" وہ ۹ ذرا کھنکھاتا ہوا کہتا تھا۔ "میں نے ان باتیں
 کہ۔" میں نے ڈاکٹر کی طرف اشارہ کیا جو چھانگ لگا کر بے حال ہو چکے تھے۔

کرشالی کا انداز خطاب ایسا تھا کہ وہ بھی دیر سے مجھ سے ہم کام تھے اور میں
 اپنی کے مجھے لاکھوں دیکھتے تھے میں نے ڈاکٹر کو اس پر لہجہ کڑا کیا اور پہلے خود انہیں
 چھانگ لگا کر دیکھی جب میں کتاب کے دوسرے کتارے پر پہنچ کر سیدھا کڑا ہوا تو میں
 نے دیکھا رہا ایکسٹرا لڑکیوں کے حرم سے قس کر رہا وہی کی بیٹیوں پر کڑی جہ
 ی قسوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی گری کئی آنکھوں میں دیکھی کی چمک تھی۔ ایک
 لے کے لئے قاری قسوں میں۔ کھل کا سر دیکھتے وہی قس آنکھوں کے پھلے سے میں
 نے ہٹل اس پر آپ کو چھڑا اور اپنی چھانگ لگا کر کتاب کی دوسری طرف آگیا۔

میں نے قسوں کیا کہ کئی قس سات آنکھیں قس سچوں سے مجھے گھور رہی
 تھیں۔ میں نے آپ ڈاکٹر کو چھانگ لگنے کا دوسرا طرح۔ کھلا اور وہاں سے ہٹ گیا۔
 طرب سے خوش سے بھی طرف پکا اور میرا ہاتھ کھینچے ہوئے ہوا۔ "تم تو پیچو
 رستم لے پانا قس تو استاد میں جا کام لے سکتا ہے۔"

"مگر مجھے یہاں کام کرنے سے کوئی دیکھی نہیں۔"

میں نے کہہ "میرا حال دم گھٹ رہا ہے۔ کو چلیں۔"

"چلتے ہیں۔ اور اصرار۔" طرب نے مجھے مدد کر چلی نے ڈاکٹر کے لئے "معا
 کے پٹے چلانے اور اس کی سیٹیوں کے عزیمت سے کاسین قوت کر لیا اور قس ہوتے
 ی سیدھے بھی طرف آگے۔ مجھے کرسی چلی کی اور مجھے ساتھ چلتے ہوئے پورے
 سمجھوں تم کتنے ہو کیا کرتے ہو اور کس سے آگے ہو؟"

"کئی میں کئی ہی نہیں ہوں" کہہ ہی قس کرنا اور قس سے ہی نہیں لیا۔ میں
 نے ساری سے جواب دیا۔

"سمجھو طرب۔ ہمت طرب۔" ان کی قسوں خاصوں ہی کے ساتھ ان کی قس
 قسوں۔ "میں نہیں چاہتا۔ مگر کئی قس چمک۔ میں تو وہ استاد طور پر قس مہربان
 کا چاہتا تھا کہ تم قسوں کے لئے قاتل انسٹرکٹر کے طور پر کام کیوں نہیں شروع کر
 سکتے؟"

میں نے مجھے کمال چلے گا۔ میں نے با قس پر چلے

"تو کما میں جا سکتا اب قس کہیں میں حزم دیکھ کا مزاج تو تم ہو کیا ہے۔"

سب لوگ آزادانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے سارے قصبے والے مل کر نہیں
 تین ہزار روپے سیدھی نوکری دلا کر دے گا اور اسے نوکریوں کی ایسی فہم گئی ہے
 کہ کوئی دوسرا ہاتھ سے کانا ہے۔" کریم نے کہا۔

میں سڑک پر پہنچا اور اسے اسٹاپ کرنے میں کام کرنا بھی فہم ہے
 سڑک پر نہیں رکھتا۔ میں نے اسے روک کر کہا کہ میں نے یہاں تک طلب کر کے طلب کے
 ساتھ قلم سے باہر آگیا۔ میں نے وہاں پر کچھ نکل کر دیکھا کہ وہاں سے کچھ لوگ اس سڑک پر
 داخل ہو گئے تھے۔

میں نے اچھا نہیں کیا یا۔" طلب نے باہر سے سڑک پر چلے گئے۔ طلب کی
 مدد سے کام شروع کر دیا۔ کسی وجہ سے نہ گئے۔ ہر کوئی کہہ رہا ہے کہ چلے چلے
 لے لے گا ہے۔

میں نے گھر سے طلب لے لیا تھا کہ میں نے اسے لے کر اسے بیکار نہیں رہوں گا۔
 میں کسی اور قسم کا راستہ چاہتا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔

میں راستے میں ایک ٹرانس کے قریب روک کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ طلب نے
 ایک گاڑی میں شرف سے روک کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اس کی کامیابی
 دیکھی تھی اس کی گتوں پر سے۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر
 ایک گاڑی میں لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

کلی ہوا میں چہرہ گئی کسی سانس لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 سے کوئی دوسرا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

کندے اچھا ہے۔

اس کے کی رہائی میں ہم بھولے بھولے کہوں کی ایک قلم کے قریب پہنچے ایک
 کہنے کے وقت سے دیکھ کر اس کے لئے اتنی شہادت اور سب سے زیادہ سچے میں طلب
 سے کہ۔ "کپ باہر ہی قصبہ تک پہنچا۔ میں نے اس سے کوئی فہم نہ کیا تھا کہ اس
 ہے۔" اس کا مطلب یہی ہے کہ اس نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

میں نے اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے
 اسے لے کر اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے اسے لے کر اسے لے لیا تھا۔ میں نے

مکراہت صبح کی پہلی کرن کی طرح دھیرے دھیرے ظہور ہو رہی تھی۔ ثابت یہ ہے
 مضمون اس نے سرکاری کے پتے سے نکال لیا۔ مگر میں بھی مشہور ہوں۔ دولت مند
 نہیں نہایت کمزور عورت ہوں۔ وہ عورت بہت ہی کمزور ہوتی ہے جو دنیا میں تھا ہو۔
 میرے ارد گرد انسانوں کا گھوم ہے مگر میں نما ہوں اور کچھ لوگ میرے دشمن ہیں میری
 گھلت میں ہیں۔ میری جان کے دہپے ہیں۔ جب میں مرنا چاہتی تھی تو کوئی گھٹ نہیں ہارنا
 تھا اور اب مجھے زندگی سے کچھ انسیت ہو گئی ہے اور میں کسی ہوتی ہائی کی طرح زندگی کے
 دامن سے ہٹ چلی ہوں تو کچھ لوگ یہ فحش مجھ سے چھین لیتا چاہتے ہیں۔ اس نے ایک
 طویل سانس لی۔ میں چاہتی ہوں کہ کوئی مضبوط اور بے جگر مرد جو سائے کی طرح میرے
 ساتھ رہے اس وقت تک میری حفاظت کرے جب تک زندگی میرے لئے بقاء ہے
 وقت نہیں ہو جائے۔ لیکن وہ شخص جس نے مجھ کو چھڑا اور چھڑاؤں کی خاطر اس قریبے کو
 اس طرح نہ بھلے جس طرح چشمہ در چہ کیدار راتوں کو ڈھالے کر گلیوں میں گھومتے ہیں
 لیکن اپنے سے طاقتور چوروں کو دیکھ کر کئی کھڑا جاتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ کوئی میری
 اس طرح حفاظت کرے جس طرح اپنی جان کی کی جاتی ہے اور وہ اس کا نکل بھی ہو۔
 گزشتہ دو سال میں میں نے کچھ ایسے دیکھے ہیں چار آدمیوں کو خالوں کی طرح نہیں اپنا
 کی طرح رکھ رہی ہیں مارتے تھے بڑے بڑے لڑکے مشہور تھے ہائی بے جگری کی باتیں
 کرتے تھے بڑے بڑے چوڑے جوتے تھے لیکن جب میری خواہش تھی کہ وہاں توڑا گیا جب
 میری کار پر فٹ سڑک پر گولیاں چلائی گئیں جب مجھ پر حیراب کیجئے کی کوشش کی گئی تو
 میرے کسی ہاتھ سے اتار بھی نہ ہو سکا کہ حملہ آوروں میں سے ایک آہ کو ہی کھڑ کر
 سکا۔ تاکہ میں اپنے دشمن کے خلاف پولیس کو کوئی ثبوت تو دے سکتی۔ مجھے معلوم ہے میرا
 دشمن کون ہے مگر میں اس کا کچھ نہیں پتا نہ سکتی کیونکہ میرے پاس کوئی ثبوت نہیں
 ہے۔ وہ خاموش ہو گئی اور نیم دا آنکھوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ شاید وہ چاہتی تھی
 کہ میں کچھ بولوں۔

”اگر تم کمزور اور عجماء تو شادی کیوں نہیں کر لیتی؟ کوئی مضبوط سارا احوال کر۔“
 میں نے پہلی بار ہی اسے تم کہہ کر قابض کیا۔

”وہ دھیرے سے انہی کی انہی جگہ سے مطالبہ تھی۔ شادی میں میرے لئے کوئی
 کوشش نہیں رہی۔ میں کسی دنیا میں گئے سے پہلے شادی کر چکی تھی۔ اب کچھ سواہ دانا
 ہیں جو مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کی وہ عین عین گاہی ہوں پہلے
 موجود ہیں۔ غیر قانونی دہریوں کی تعداد کا مجھے علم نہیں۔ میں کسی کا واقعہ بدلنے کی خاطر اس
 کی خواہش کی نہت بنانا نہیں چاہتی۔ کچھ شخص ہیں مگر وہ کمزور ہیں اور ایک کمزور

دوسرے کمزور کا سہارا اور بھی پہلے بنا رہا ہے۔ اور سنو میں نے تمہیں مشورہ دیا ہے
 لئے نہیں بلایا۔ دنا چاہتے ہو تو مجھے اپنی بے جگری دے دو۔ شدہ لڑکی دے دو۔ پناہ دو۔ فحش
 وہ میں ان کی قیمت تو نہیں دے سکتی۔ مگر دنیاوی ضروریات کے لئے دس ہزار ملانہ دے سکتی
 ہوں۔ کھانا میرے ساتھ دسٹر طوفان پر کھانا کے رہائش میرے بچکے کی اچھی میں ہو گی جس
 میں اس فرض سے لیا فون بھی موجود ہے۔ کہ کسی بھی وقت ضرورت پڑنے پر تمہیں بلایا
 جا سکے۔ اگر تم ویسے ہی فحش ہوئے جیسا میں تمہیں دیکھتا چاہتی ہوں تو پھر میرے اور
 تمہارے درمیان کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔ میری بہانہ میں ہو گا تمہارے لئے کر دیا گی۔
 فونوں میں آنا چاہو گے تو میں تمہاری سطرش کر دیا گی اور فی الحال کسی دکان میں میری
 سطرش پائی ہے اور نہ بھی چلے تو میں تمہارے لئے ذاتی فلم ایڈولٹس کر دیا گی اور تمہارا
 کوئی مسئلہ ہو گا تو داسے دے لے اس میں مجھے اپنے ساتھ پڑا کے بولو کیا کہتے ہو؟“



"میں نے اسے کچھ کوئی حق نہیں۔" میں نے کہا۔ "تمہارے اہواز سے یہ چتا ہے کہ بہت ملازمت کی ہیں وہ انہوں کے درمیان ایک بے ہم رفاقت کے رشتے استوار کرنے کی ہو رہی ہے۔"

"ہاں" اس نے بے تاہل کمالہ اس کی آنکھیں گھبراہٹ سے بھر گئی تھیں۔

"یہ بات گھٹ پندہ کلی ہے۔ لیکن تم نے کیا سوچ کر اتنی وضاحت اور تعین و استوار کے ساتھ مجھ سے بات کی ہے؟ جب کہ تم نے مجھ پر ہل دیا دیکھا ہے۔ تمہیں مجھ سے حلقہ کچھ بھی معلوم نہیں ہو کہ تم نے پرچھا ہی نہیں۔"

"تمہاری میں ان گنت ٹوکریں کھا کر ایک ہی ٹوٹ گیا ہے۔" اس کے ہونٹوں پر لوجوری سی مسکراہٹ ابھری۔ "ذات کی پہیلیاں پونے کا لہ۔ میں نے تمہیں غور پر دیکھا تھا اور اب جیسی رہے تم سے بات کر رہی ہوں۔ اس تمام وقت میں تمہیں یہ بھی پتا تھا کہ میں تو انسان کی ذات کا مارا صاحب کتاب اس کے غیور پر لکھا ہوتا ہے۔ آنکھیں تو خصوصاً ذات کا سدالہ ہے۔ میں نے تمہارے غیور پر لکھی ہوئی کتابی اس کے ساتھ چڑھی ہے اور آنکھوں کے سدالہ سے اسے اس کے تھوڑی ذات کی بھول جلیں۔ خودی کی سرچھی کی ہے۔ کو تو پھر کچھ پڑھا؟"

"نہیں" میں نے قہر سے دیکھی۔

"تمہاری دیکھ میں شاعری غلام دار ہا ہے۔" اس نے کہا۔ "لوگ لوگوں سے ذات کی گریں کو لا شروع کریں۔"

"پڑھتے تھے۔ کچھ کل کسی مسئلے سے ہار ہو۔ تمہارا کچھ کو کیا ہے شاید کوئی جی جی کوئی حیرت از ہوا ہوتی۔ لیکن میں سب باتوں میں کئی نواہ دیکھی نہیں۔ مجھ سے نواہ جس چیز نے حائر کیا ہے کہ تمہاری ذات کی بھول جلیں میں کسی کسی غلام کا ہم دیکھ نہیں ہے۔ تم ایک بے غلام انسان ہو اور یہ انسانوں کی ایک غلام ہے۔ ہر انسان کے قصور و لاشعور میں کسی دیکھ کسی غلام کا پہلو ہوتا ہے۔ یہ ہے۔ پڑھو کیا مجھ میں چہ عورت کا یہ مسئلہ درست ہے؟" اس نے کرسی کے پٹے سے

سر ہٹا لیا۔

"خطرناک ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تو پھر میری دیکھ کے جواب میں کیا کہتے ہو؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھنے سوچنے کے لئے کچھ وقت چاہیے۔" میں نے جواب دیا۔

"میری قہر مظاہر تو بتاتی ہے کہ لیڈر تم نے کر لیا ہے۔ لیکن میں۔ اگر مختلف پورے کرنے چاہئے ہو تو تمہاری مرضی۔" اس نے شال کندھوں پر کھینچ لی۔

"میں اس اسلوب میں چہ بچے تک غریبوں میں مصروف ہوں۔ تم اس سدھوں کو موہو ہو سوچنے کو کچھ بات ہے تو سوچو۔ کسی سے خود کما ہے تو کر لو۔ میں چہ سے ساتھ بیٹے تک اسی ایک اپ دم میں انتظار کریں گی۔ اگر لیڈر ہل نہ لو تو آہا۔"

"میں اٹھا اور باہر آگیا۔ ظہر برکھ میں ایک شخص کے قہر بیٹا لے جانے لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے کسی خاص شخص یا اشتیاق کا انتظار نہیں کیا۔ خاموشی سے اٹھ کر میرے ساتھ چل دیا۔ نوادے کے قہر پتلی کریم لٹن پر بیٹے گئے۔

"کیا بات تھی؟" اب اس نے دم لے کر میں پرچھل میں نے بے جا کم و کسر اسے سب کچھ بتا دیا اور آخر میں پرچھا "تم کیا خود دیتے ہو؟"

"تم نے کیا سوچا ہے؟" اس نے اٹھا سوال کیا۔

"میں نے سوچا ہے کہ اس بات میں کچھ کو لکھ کر لوں۔"

"میں نے ایک لمحے کے وقف سے کلمہ میں چل کر میں ہ تمام چیزیں کہاں ہیں ان کی لی اٹھانے ضرورت ہے۔ میں نے معطل کے ہارے میں کچھ اہم پدگرم ہا رکھے ہیں جن کے لئے ایک اچھا آغاز چاہیے۔"

"ایک بار پھر سوچ لو۔" ظہر نے دم لے کر میں کلمہ دیا میں پڑھے تھے لوگوں میں "میں" اور ان چھوں میں خطرناک صورت کے ہم سے خود ہے۔ اس کے ساتھ رہے میں ایک قصان ہے کہ لوگ ہر پر تو تمہاری ہی عزت کریں گے لیکن مجھے پچھ ہی حقیر کریں گے۔" اس نے کہا۔

"مجھے پچھ تو لوگ بادشاہوں کو بھی گالیاں دیتے آتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" میں نے کہا۔ "مجھے تو یہ دیکھا ہے کہ اس کام میں مجھے بھی ضرورت کی ہر چیز مل رہی ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" اس نے کدھی اچھلے۔ "مجھے کر کے دیکھ لو۔ اب تک تم مجھے کچھ پڑم اور مجھ سے لوگوں کو کچھ نہ کسی بدلے لازم رکھ چکی ہے مگر نواہ ظن نہ کی کسی سے نہیں ملے۔ ہر حال۔" اس نے ایک لمحے کے وقف سے کلمہ میں کئی شک نہیں کہ یہ اپنی بات منوانا چاہتی ہے۔"

اس نے قدم پچھے کو ہٹ کر سسی سسی کی ٹھوکیاں سے مجھے دیکھا پھر بچکا ہوا
 آئینہ انداز سے لہکتی میں سر ہلایا۔ "مجھے وہ دیکھنا چاہیے اور اس رات میں تمہارے کمرے
 میں بھول گیا تھا۔" میں نے کہا۔ "اس ڈائری سمیت جو اس میں موجود تھی۔"
 "میں بولوں چٹوں کے حلق اس سے پہچان۔ مجھے کئی علم نہیں۔" شرماتا اپنے
 ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

تم وہی ہو جس نے اس رات کپڑوں کی الماری سے مجھے گھون مارا تھا؟
 سر ہر ہلایا۔

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔" میں نے گھبرے گھبرے لیے میں کہا۔ "اور اگر تم نے وہ
 ڈائری مجھے دلپس نہ کی تو میں تمہیں ایک اور گھون مارا دوں گا اور وہ تمہاری زندگی کی آخری
 چوٹ ہو گی۔"

"خبردار ہونے کی ضرورت نہیں پڑتی؟" سر ہر نے خوشگوارانہ لہجے میں کہا۔
 "آپ سچے بڑے دوست ہیں تو ہمارے بھی دوست ہیں۔ وہ ڈائری اس وقت بھی میرے
 پاس موجود ہے۔ اس میں ذخیرہ سارے ردقوں پر تو امد میں لکھا ہوا تھا۔ اور مجھے چھنا
 نہیں آتی لیکن میں نے ڈائری کو اس لئے لپیٹا پس رکھا ہوا ہے کہ اس میں کئی دہائی
 تھے۔ کن پر میں اپنا اور شرماتا کا غریب پالی کا حساب کتاب لکھتا ہوں۔ ہر حال ڈائری تمہاری
 امانت ہے۔ ابھی سے نو گھنٹہ میرے گھر پڑا ہے۔ کو تو ابھی لا دوں اور کو تو کل نہیں پہنچا
 سکتا۔" اس نے اپنی واسکت کی اندھلی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

ٹھوٹ کو گیلی مارا۔ ڈائری نکلا۔ "میں نے چھپی ہے کہ"

جس وقت میں نے ڈائری اس کے ہاتھ سے لی میرا دل اس شدت سے دھڑک رہا
 تھا جیسے ابھی سچے سے باہر آجائے گا۔ ڈائری جیب میں رکھ کر میں وجہ کی طرف مڑا اور دم
 بخور بیٹھا تھا۔

"سچہ! اس فکی کے لئے میری بھرپور سفارش ہے۔" میں نے شرماتا کی طرف اشارہ
 کیا۔ "میرے قاتل سے کہہ دو کہ جانے کی کوشش ضرور کرے۔ یہ وقت جانے کے علاوہ"
 "سچہ کہ کہہ کیلئے کا موقع دینے بغیر میں اس کے دفتر سے نکل گیا۔ دیکھا مجھے پرکھنے
 میں لی۔ وہ لہاس تبدیل کرنے جا رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ اگلے صبح کی شرماتا کی شرماتا
 مگی ہے کہ کہہ کیلئے کا صاحب ابھی تک نہیں پہنچا۔

گھر پہنچے پہنچے میں تو بچ مجھے راستے میں دیکھا کو میں تعلیم کاروں کی دفتروں سے
 اپنے سلیوٹ کی تسلیوں کے چیک لینے تھے۔ کن دفتروں میں لوہر لوہر کی باتوں میں خاص
 وہ لگ گئی۔ گھر پہنچے ہی ہم کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ دوسری ڈیکٹریوں کے پرکھنے دیکھا سلیوٹ
 پر پھٹے سلیوٹ کی طرف سے منگایا گیا کھانا نہیں کھائی تھی خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ ہو جس سے

میں نے منگوا ہوا تھا۔

کچل سے کام کم کرنا پڑا تھا اس لئے خاصی تازہ دم نظر آ رہی تھی۔ کھانے کے بعد
 ی پٹنے پٹنے کا دل دہر تک ہاتھیں کرتی رہی۔ آج میرا اس کی باتوں میں دھیان بہت کم تھا۔
 مجھے بار بار جیب میں رکھی ڈائری کا خیال آ رہا تھا۔ میں جلد از جلد اپنے بچے دم میں جا کر
 اس کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔ تقریباً گیارہ بجے ہوئے حلق کی اور بطور میری طرف دیکھتے
 ہوئے بولے۔ "آپ سنا چاہیے۔ تم بھی کہہ کہ تم صبح سے نظر آ رہے ہو۔"

"دراصل میں۔۔۔" مجھ غلیظ لگتا چاہتا ہوں۔ دن میں تو وقت نہیں ملتا۔ میں نے
 بات کہی۔ "مخلوط پر یاد کیا کہ یہاں بھی وہ دن سے نہیں آ رہی۔ کافی جواب طلب مخلوط
 ہو گئے ہیں۔" وہ لہجے ہوئے بولے۔ یہاں اس کی نگرانی تھی۔ اگر وہ کل بھی نہ آئی تو کچھ
 ہم مخلوط کے جواب لکھ دینا پڑے گا۔

میں نے لہجے میں سر ہلایا اور گھونقا قید سے پھوٹ کر ایکسی کی طرف بھاگ بیٹہ دم
 میں پہنچ کر میں نے کپڑے بدلے۔ رخ الوہ سہانے رکھا اور بچے لیسپ بنا کر لیتا گیا۔ جس
 ڈائری کے کھو جانے کا مجھے اتنا قلق تھا اب اسے کھولتے ہوئے نہ جانے کیوں ڈول آیا
 تھا۔ کافی دیر تک میں اسے دونوں ہاتھوں میں قلم بے حس و حرکت لٹا رہا پھر آہستہ سے
 اسے کھولا۔

دلت۔ "ٹیلیفون کی گھنٹی سن کر میں یوں اچھل پڑا گویا میرے قریب ہی ہم پہنا ہو۔
 ایک لخت جھنجھٹا ہونے اصحاب پر کچھ پا کر میں نے ڈائری سواتے رکھی اور کھلی کے دل
 افکھ کر دیکھ رہا تھا۔

"منصور۔۔۔!" دیکھ کی سرگوشی نے مجھے چھوٹا دیا۔ "کوئی میرے بیٹہ دم کی کڑی
 ڈولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جلدی آف۔ جلدی۔" اور سلسلہ مشتعل ہو گیا۔

اشفاق خان یو کلاہٹ کے عالم میں بیڑمیاں بڑھتا آیا تھا اور اس نے اپنی راکٹل سے ہوائی فائر کیا تھا۔

"کیا ہوا کہ مر گیا۔ کون تھا صاحب بی؟" اس نے میرے قریب پہنچ کر پوچھتے ہوئے پوچھا اور جواب کا انتظار کئے بغیر دوسرا فائر کرنے لگا تھا کہ میں نے اسے روک دیا۔

"کچھ نہیں ہوا۔" میں نے دیوالہ جیب میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم گیت پر ہی رہو۔۔۔ اور پوچھ کس رہا۔"

وہ حوصلہ نہ کر کے دوسرا فائر دیکھتا ہوا واپس پھا گیا۔ میں نے خواب گاہ کے دیوارے پر دھک دی۔ "کون؟" فوراً ہی دیوارے کے عقب سے اس کی دھم اور لڑائی کی گواہ سنائی دی۔

"منصور۔" میں نے جواب دیا۔ "دیوانہ کھلو۔ غلو مل گیا ہے۔"

دیوارے نے ایک گہری سانس لی جس کا ہنگامہ مجھے باہر بھی سنائی دیا۔ پھر ملک کی گواہ کے ساتھ دیوارہ کل گیا۔ دیوارے سے جیت تھا میرے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ہلکے سے خوف کی پرچھائیاں تھیں۔ انہوں کی سب سے ترہیب شام رشادوں اور کندھوں پر سلیہ لگن تھی۔

باہل میں انکھوں سے ٹکھی کرتے ہوئے اس نے انہیں پشت پر پھینکا اور ہموار لیے میں بولی۔ "کتنے تھے وہ؟"

"دو۔" میں نے جواب دیا۔ "دونوں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے مگر ان کے ہتھیار ہمیں رہ گئے۔ وہ دیوارے کی چوکت سے باہر آئے۔ پھر اس نے چوکت میں عیاست بکھر اور بیڑمیاں پر پڑا شہین ہل دیا۔"

"بڑی عمدہ چیز ہے۔" میں نے شہین ہل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس پر سائیکل بھی لگا ہوا ہے۔"

"مگر ہمیں پتہ ہے تو رکھ لو۔" وہ یوں شفقت سے منکرائی گویا میں ایک بچہ تھا اور وہ مجھے کھلونے دلوانے بازار لائی تھی۔

پولیس کو اس کے حلقہ جاتا تو ضروری نہیں!۔ اس نے جبکہ کر شہین ہل اٹھایا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ٹوپیگ میں لے آئی۔

سگھار میری دراز کھول کر اس نے باہل دیکھا اور دیوارہ بند کرتے ہوئے بولی۔ "صبح مجھ سے ملے۔"

پھر اس نے پٹ کر اچانک مجھے ہستہ دھکا دیا اور میری ہانپوں میں آئی۔ "منصور! میرے پیارے۔۔۔ میرے دوست۔" وہ سب سے ترہیب مانتوں کے درمیان گھٹے گھٹے مجھے میں کہہ رہی تھی۔ "تم نہ ہوتے تو صبح نہ جالے کیا ہوتا۔۔۔ منصور مجھے کبھی چھوڑ کر نہ جاتا۔"

— کوئی تو ہو جو زندگی بھر میرا ساتھ بھائے۔ مجھے بیڑمیاں سے بچائے۔"

وہ "باہر بیڑمیاں پر جوتوں کی دھپ دھپ سنائی دی۔" دیوارے اسٹو وجود کے آتش لاشوں کو سمیٹ کر رہی۔ میں بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آگنے والا اشتعال خان قتل ٹھہرے پر دور ہی رہ کر ہاری ٹکھوں سے اوجھل رہتے ہوئے اس نے ہمارا "پلی پلی کی۔ پلی پلی کی۔"

"کیا بات ہے؟" وہ نے دیوارے کی طرف بڑھتے ہوئے یہ آواز بلند کہا۔ اس کے پیچھے پیچھے میں بھی دیوارے پر پہنچا۔

"وہ بی بی بی کی جیب آئی ہے۔" اشفاق نے بتایا۔ "گفت کے دوران انہوں نے قازنگ کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ پوچھ رہے ہیں۔" کیا پھر ہے؟"

"نہیں نہیں لے کر آؤ تاکہ پھر کے آثار وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔" دیوارے نے کہا۔

کچھ دیر بعد چار پولیس والے یوں بندھ گئے سمجھانے اور آگے گویا میدان جنگ میں انہیں لڑدیتی کسی سوچے سے باہر دھکیلا گیا ہو۔ ان میں ایک انسپٹر تھا جو تین کاشیہلوں سے پیچھے رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دیوالہ تھا۔ مجھے اور دیوارے کو اطمینان سے بیڑمیاں پر کھڑے دیکھ کر ان کی جان میں جان لگی۔ انہوں نے بندھ گئے ہتھیاروں اور انسپٹر صاحب سید قدرے تھکن کر منکراتے ہوئے آگے آئے۔

"جیتے دیوارے؟" اس نے دیوالہ ہولٹر میں رکھ کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "پوچھا پھر تھا۔۔۔ قازنگ دیکھو۔"

"ہوئی پر لٹا پھر ہے ہوا اس جی۔" دیوارے منکراتے ہوئے کہا۔ "ابت اب آپ کی رہبر جاتی میں ان کی ہمت اتنی بڑھ گئی ہے کہ کچھ گھر بھی چڑھائی کر دی۔"

پھر دیوارے نے انہیں بیڑمیاں کے ایک گوشے میں چڑی کر بیڑمیاں پر بٹھایا اور تھم دیا۔ "تایا جو تھمت غصہ تھا۔" پھر یہ میرے پیچھے صاحب آگے۔ "آخر میں دیوارے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور وہ دونوں کباب پوٹش بھاگ گئے۔ قازنگ انہوں نے ہی کئے تھے۔"

انسپٹر ایک آڑی میں سب کچھ لکھتا رہا۔ دیوارے کے خاموش ہونے کے بعد اس نے ہاتھ کر چلنے وادرات کا محاکمہ کیا۔ پھر ایک کاشیہلو کو نقشہ چار کرنے کو کہا جس نے کافی دیر تک شرفا قیام کی گردن کرنے کے بعد ہلاخا ایک کانڈ پر کچھ دائرے اور چند آڑی ترچھی گیری کھینچ لیں۔ پھر وہ لوگ میرے ساتھ لائن اور سڑک پر بھی آئے۔

جہاں جہاں میں نے غلاب پوشوں کو دوڑاتے دیکھا تھا وہیں سڑک پر ہمیں طوفان کے دھبے بھی دکھائی دیے اور ایک جگہ درختوں کے قریب کسی کار کے چٹروں کے آوازے ٹھان بھی نظر آئے۔ سوائے کے دور میں میں نے دیکھا کہ اندر گرد کی کٹی کو ٹھیلوں میں مدھنی ٹھکر لے

03036360959

گی جی کر کوئی شخص باہر آتا دیکھتی نہیں بلکہ لائیبیل نے ہم نکلتے دیکھو کی نصیحت
لوٹ کی اور ہم گھر پر آگئے۔ مگر اس دن میں کتاغ کی ایک بڑی بول اور چار گھاس
میں لڑ گئے تھے۔

"حق قریب ہے انکار صاحب۔" بولنے لگا۔

"مگر یہ بولتا ہے۔ لیکن کب کو تو تم ہے کہ میں جی نہیں ہوں۔" انکار ہوا
نے اپنی نظروں سے بول کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مگر اس وقت تو میں دیکھ ہی نہیں
ہے ہوں۔ مگر بھی بھی سون کہا نہیں تو ایک کب تک کا قتل ہو جاتا ہے۔"

"مگر میری طرف سے سناؤں کے لئے رکھ لیجئے۔ میں بھی سناؤں ہی کے لئے
رکھی ہوں۔" بولنے لگا۔ "مگر اگر کتاغ پر لفظ حق کو دیا کر کہ۔" "یہ بول انکار میں
لینے کر انکار صاحب کی گالی میں رکھ دے۔"

"کپ طوائف تکلیف کر رہی ہیں۔" انکار نے حواست سے ماری لپے میں کہا۔
"مگر آپ اسرار کرتی ہیں تو رکھ لیتا ہوں۔ کپ نہیں ہوتی ہے لی بولی چیز تو ویسے بھی نکالی
کے طور پر رکھی جاسکتی ہے۔" پھر لفظ حق کے چلنے ہی اس نے خود بھی اٹھتے ہوئے
کہا۔ "مگر حواست دے۔ تو اسے پھر صاحب کو بھی ساتھ پا لیں اسٹیشن بھیج دیجئے۔ یہ
اپنی کٹی کر پڑھ کر رہیں گے۔"

"ایک کٹی کر کی کٹی حواست میں نہیں رہیں گی۔" بولنے لگا۔ "اپنے اصرار کر لیتا ہوں
لپے میں کہ۔" "ہاں ایک کٹی کر تو دیکھ رہی ہیں۔ یہ کپ کے ٹکڑے ہیں اور لیون
ہر کسے طاقت میں اپنی کٹی کر تک کہ میں نے خواہ کتاغ دھڑکالے کرتے سے کیا کام
؟ میں آپ کو کٹی کر ایک کٹی کر دیکھ میں کر رہی گی۔"

"مگر آپ نے پہلے ہی کیوں نہ جج کر دیا؟ میں نے خواہ کتاغ ہی اتنی سرکھائی کی۔
انکار نے لپٹتے ہی غلب سے احتجاج کے ساتھ کہا۔

"میں سچ رہی جی کہ چار کپ تھیں کاشقی ہی پورا کر لیں۔" بولنے لگا۔ "مگر اسے
ہوئے کتاغ اور خواہ۔" انکار بھی لپٹتے سے ہی سے سکر کر نہ گیا۔ انہیں رخصت کرنے
میں اور بولتا ہوں تک گئے اور وہیں سے چلے گئے۔ میں نے گہری دیکھی۔ تو جی رہے
تھے۔

"سید آری ہے۔" میں نے ایک مسخری علی لپٹے ہوئے کہا۔ "سب میں ہوا
ہوئے۔" "مگر وہیں ہے ایک بار پھر لڑائی سوار تھی۔" جسے میں نیچے سے رکھ لیا تھا۔

"گھٹے اور گھٹے میں سہ نہیں سکھیں گی۔" اس نے میرا ہاتھ قلم لیا۔

اس نے لپٹے لپٹے بولنے فتن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اتر کام کا سبک تو کر کے
میں نے فوراً ہٹا دیا۔ جس سے کتاغ کے کمرے میں گئے ہوئے سید کی محنت بھٹی گئی۔ یہ

میں نے کے وقت کے بعد وہ بول "اٹا! جب بھاگے تو اس سے تمنا کہ لڑائی میں کٹی کی
فرمیں دیکھ کر انکار کو اطلاع دے دے کہ کٹی میں نہیں آسکتی گی۔" میں نہیں

میں نے فوجت طلب نہیں ہے۔ کہ میں فوجت تو رہتا ہوں کٹی کٹی ہوں
ہے۔ ہاں۔۔۔ ایک ہے؟ تو کہ۔"

دیکھو کہ کہہ کر کہہ لے کر میں طرف کتاغ نظروں سے دیکھتے ہوئے سکر رہی
اور کٹی رخصت کے جا کر آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ یہ کتاغ کے بعد وہ 4 سہ ہو گیا۔

اس کے کمرے کا دروازہ کھلے میں انجانی میں کتاغ پکڑے پکڑے کے بعد
اپنے لپٹے چاہتے تھے۔ میں نے لڑائی کتاغ وقت ایک بار پھر میں رکھ دے میں
مضطرب سا ہوا تھا۔ جی شب کی سرشاری اور غلام کتاغ ہو گیا۔ لڑائی کتاغ ہی میں نظر
پلے گئے، پڑی جس سے صرف ایک سکر کٹی تھی۔

"مگر یہ میں میں ہوا تو اس دستان زندگی کا ایک ایک کتاغ لپٹے ہوئے سے گھٹے۔"
میں نے دھل چلا۔ "میں نے کتاغ سے کتاغ کا ایک ہل سہے ساتے پہلے ہوا
تو۔ کتاغ۔"

کٹی میں اپنی نو نو زندگی کا کل احوال کتاغ کے حق سے جان کتاغ پر غفل کر رہا
چاہتی ہوں۔ کہ کتاغ دار دار لپٹے ہوئے ہیں جنہیں کتاغ چھ نہیں گتے۔ لیکن جب بھی
کٹی کو کٹی کی طاقت کا لپٹے سنا چلے تو اس کے لئے شہسوی ہوتا ہے کہ وہ دامن کے
ایک ایک چلو سے آگے ہو۔ اسے پتا چلیجیے کہ اس کے ہاتھ کے کس کس پہلے کو کس
کس نے اپنا "دور اور بھلا گیا۔"

اسے لپٹوں اور ان کے ظلم کی ایک ایک کٹی سے آگے ہوں چاہتے کہ
ہاتھ کو اٹھانے والے لپٹے لپٹے ظلم سے کٹی دار نہیں گتے۔ وہ لوٹ کر نہ ہی آئیں
تو میں نے ہاتھ کو اٹھانے کی دھن میں ہاتھ دھو رہے ہیں۔ انہیں طائل کتاغ اور تو
کے کس کی سرشاری انہیں کی زندگی کا محزون صوف ہے۔ میں نے نظر میں۔

جیے میں نے اپنی کٹی کتاغ ظلم میں لانے کے لئے کتاغ اور ظلم کا سامنا میں
نے لیا ہے کہ اسے لپٹے ساتے جان کرنے کا کتاغ میں حوصلہ نہیں۔ اس میں کٹی چلو۔
اسے فرماگ ہیں جنہیں کٹی میں لپٹے جیے کے بعد لپٹوں کا کتاغ میں سے کٹی۔
تو میں میں یہ کم گمان ہے اور میں یہ سب کہ اس لئے کتاغ ظلم میں لپٹا چاہتی ہوں کہ
میں لپٹے ہوئے ہوں ایک ایک لپٹے کا لپٹے کام دکتے کتاغ کے لپٹے اس لئے داری کی
کٹی کی لپٹے میں رکھ سکتی ہوں تم، دکتے کا لپٹا ہوں۔

تم تاخیر سے لپٹے والے دکتے لپٹوں سے ان کے لپٹے ایک ایک ظلم کا

ہاتھ لیا۔ اس کی سوتلی سہیلی لڑکی سو نہیں پڑھتا کر رہ گئی مگر وہ کچھ کہنے لگے اس نے جگر
لڑا ہوا بھی کر دیا ہے۔

بھوے ہاتھوں میں ہلی ہولی چٹکی سے گلاس اٹا کر انہوں نے ہاتھوں سے ٹکڑا کر
ایک ساڑس میں بٹل کر دیا۔ سو نہیں پڑھتا ہوا وہ صاف کر کے انہیں مل رہا ہے کہ ایک
دکان لے کر۔۔۔ وہ ہاتھ لہائی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"نہیں بچا ابھی بھوے ہی تم ہمارے لئے گھوڑا گاڑی کا بندوبست کر رہا۔ کھانا
پک کر ہم گھر کا بندوبست کر لیں گے۔ کوئی ان گھوڑا گاڑی دہلیں لے گئے تھے اب تم جا کر
پھر گئے اترم کر رہ گئے۔ پھر ایک لے کے وقف سے وہ بولے۔" اور وہ ہاتھوں میں لے
کھائی ہیں ان کا دھین رکتا ہے، اس عمل کا ہم نے تھوڑے ہی پلے کو یہ سب کچھ کا
ہے۔"

"اب ہاتھ لڑد کریں حضور آپ تو اب کی بڑی ہمدی ہے کہ آپ نے ہمیں
اس قابل سمجھا کہ حضور سے لڑیں۔" لہائی نے کہا ہم ان کے لیے میں اب پہلے کا
ما خوشنوا ہوں وہ قبول نہیں ہوا تھا۔

"تھیک ہے۔۔۔ میں اب چکا۔ میں اب سولے کی کو خوش کرنا ہوں۔" لڑا اب صاحب
نے کہا اب اسے لیت کر پڑھتی رکھو وہ اس کے چپے پہنچ گیا۔

میں اب لہائی اپنے کمرے میں آگئے۔ لہائی نے دوسری لڑکیوں کو مل کر کے ملنے میں
رکھ دی اور ہم دونوں اپنے اپنے استوا پر لیت گئے۔ میں نے لڑا اب صاحب کے ساتھ
ہوئے ٹوٹ لہائی کے گئے کے لڑا اب کی رکھ دیے تھے۔ لیکن انہوں نے ان کی طرف آکر
ٹھاکر دیکھا اور نہ ہی کوئی بات کی۔ میں اب بھی خاموش رہی۔

وہ دن وہ دن میں "میں نے انہیں رضائی سے سر ڈالنے" چپ لیتے چپے کی
گھومتے دیکھا اور کچھ دیر بعد کمرے چل گیا۔ رات رات میری رات وہ پہ کی باغ بگلی
ہو گیا۔ ہم میں اتنی ہونے پیر مٹی بل۔ دھوے دھوے پگلی کی اور ہونے حرامت لہائی
تھی۔ اس شخص سے لہائی گروت حرامت کی انور میں پڑھ کر گئے پیر آئی۔

انگل مچ غلاف مچل میری آنکھ میں چرے کل۔ لڑا اب صاحب دہ چلے کہ
رخصت ہو چکے تھے۔ لہائی گھر ہی تھے۔ اور لڑا اب صاحب دہ چلے کی چاروی کر رہے تھے۔
ملائے مچ کو تھامے ہاں ایک ملائے اور اس کا چھوڑ چلا سل کا لڑا اب صاحب دہ چلے
گھر کا کام کاج کرتی تھی۔ لہائی کو چھوڑ کر رہی تھی۔ اور دیم بیلوں کے لئے ہاتھ دینے
چار کر تھا انہیں ملا تھا۔

میں نے دیکھا کہ اس کی ہاں لڑا اب کے کام کاج میں صوف۔ حتیٰ ضمن دیم میں
میں ہوا تھا۔ کھیلوں کا چاہا میں چار نہیں ہوا تھا۔ چلے سے پہلے لہائی چار چلے

ہاتھ کے چلے دیے ہی کچھ پٹے لٹا کر بیلوں کے ساتھ ڈال دیے اور وہ پہ کی سے
ان کے چلے گئے۔ اب میں نے لہائی پر چلے۔ "لڑا اب صاحب میں لہائی کا کیا؟"

لہائی نے لہائی کر رہی تھیں سے میری طرف دیکھ کر "میں میں نے اسے سچ کر
دیا ہے۔" انہوں نے اپنے مخصوص رسم لیے میں کہ۔

"میں لہائی کا؟" میں نے گن میں چلی جا رہی ہے پٹے ہوتے پر چلے۔
"اب تو سہیلی ہو رہی ہے عزت!" انہوں نے میری طرف دیکھ کر ہیرا۔ اور میں
گھر میں لڑکی سہیلی "ہاں ہاں ہاں ہاں لڑکے کا کا پٹا تھیک نہیں ہو گا۔"

"میں بہت تپ کر لڑا اب صاحب نے چلے ہے کیا؟" ہے اختیار میرے چلے سے لہائی
لہائی نے میں طرف چوک کر پلٹ کر میری طرف دیکھا گویا کسی پھولے چلے سے
میں ہونے بات سن لی ہے۔ "نہیں" کچھ لڑکی ہوا انہوں میں تھا کہ لا سہیل کچھ میرے چلے
سے یہ بات کیسے چل گئی۔ ایک لے کے لئے تو کچھ ہی محسوس ہوا تھا گویا میرے چلے میں
نہی اور کی نہیں پڑا اب اچھی ہے۔

"کسی نے بھی بتائی ہے۔" لہائی نے فک لے لیے میں کہ۔ "بہت ہے کام کی۔ اس
لے میں بنے پٹے چھوڑ لی ہے۔"

اور لہائی کا کام کاج کہہ کر "میں نے ہاتھوں کی چل پٹے کھاتے اور ہاتھوں
کے انگوٹھے سے کچھ گن کی سلی کہہ دئے ہوتے پر چلے۔

"میں بلا بندہ کو بھیج دیا گھ ہاں کیا کہہ گا لہائی نے ہوا اسے کی طرف قدم
پہناتے چھاتے رک کر کہہ اور اس کے ساتھ فک کے ہاں چلا کر گئی۔ وہی شخص
ہاں سے لے کر آیا کہہ گا۔"

"ہاں ہاں کل گئے۔ میں نے ہی انہوں کے لئے چیلوں میں پاؤں پھنسائے لیکن انہوں نے
نہیں۔ دہ چلے گئے احساس کے بوجھ سے چل چکی رہی۔ میرا انہیں اب تک ایک کورا کھڑ
تھا جس کی دیر غیر محاسن میں دھوے دھوے قوم چلتے چلنے کے رنگ بھی بھی تھا
اس کھڑ پر ابھرتے تھے۔ لیکن کچھ آج تک ان کا کچھ احساس نہیں ہوا تھا۔ سب کچھ
میرے لئے محسوس ایک سہیل تھان تھا۔ لیکن آج ہی سہیل تھان ہاں کے کمرے کھڑ
میں لڑا اب صاحب صوم جنس کی لڑا اب دھوے دھوے اقل چلے "ہاں میں تھی۔"

کچھ لہائی چلا سا اتر اتر کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے کچھ
گھر دیات کسی اور کی۔ اس گھر میں رہتے ہوتے میرا انہیں چھین سے کچھ ایسے سہیلے میں
اصل کا تھا کہ اس میں کسی تھوڑے لڑکی ماحول کی گھاناں نہیں تھی۔ اگر ایک رات
پٹے لڑا اب صاحب کی لڑا اب طرف کا بھل میں گھر میں دہ ہوا تھا۔ اب کچھ لہائی کے چلے سے
کچھ ہوتے لڑا اب کچھ ہوں انہی انہی دہ گئے۔

جس رجم کو اپنی سہ جوان لڑکا کا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس میں ہولناکیوں والی کیا بات تھی۔ میرے خیال میں جرم تو کسی لیے ہو گا اور سوچوں والے کوئی کو کا جاسکتا تھا۔ رجم ہے چاہے تو ابھی لڑکا بچہ تھا۔ پتا ملا مہرہ گھست۔ اس کی تو ابھی کسی بھی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے بھی اس کے بعد پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی اور نہ ہی دوسرے درمیان بھی زیادہ دیر تک تنگ ہوئی تھی۔ میرا مدبہ اس کے ساتھ ایک طرح سے جاکمنا ہوتا تھا۔ ہر حال آج اپنی کی تنگ کو رجم کر رہا تھا مجھے کچھ پر اسرار سی محسوس ہوا۔ شاید اس کی سطح میں کوئی راز ہو تھا جس سے اہل طرف نہ تھے۔

سبیل سے جوان لڑکا۔ یہ کچھ اور سوالیہ نشان تھے جو میرے ذہن کے کورے کھنڈے پر ثبت ہو گئے تھے۔ ہر حال شب و روز کچھ سے صاحب سے گزرتے گئے۔

اور پھر ایک شام ایک کار ہمارے دروازے پر آکر رکی۔



غیر متوقع طور پر بلا رام اندر آیا۔ اس کے پیچھے دو چور چور قبیلے اٹھائے ہوئے تھے۔ رام نے بتایا کہ خلیوں میں تنگ میرے اور کچھ دیگر خفاک ہیں جو لوہا صاحب نے ہوائے ہیں۔ اپنی ہی کچھ حیرت نظر آ رہی ہے۔ ہر حال انہوں نے بلا رام کو تنگ میں

ان دنوں میں مہاروں کی واضح عام طور پر دودھ اور بھلوں و پیو سے کی جاتی تھی۔ جب یہ چیزیں منتری میں رکھ کر تنگ میں لگی تو بلا رام ابا سے کہہ رہا تھا۔ "تم لوگ بکھلا جا کر" جان دیا کرو۔ لوہا صاحب نے یہ چیزیں اسی لیے بھیجی ہیں۔"

پھر اس نے اپنی کئی دار تنگ اچھی طرح ناک پر بنا کر خیشوں کے اوپر سے میری دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس بچی کا تو بہت ہی خیال رکھا کرو۔ ایٹور عمر دراز کرے۔ بچی بچی ہے۔" نہ جانے اس پر میری ہونٹاری کا کب اور کیونکر انکشاف ہوا تھا کیونکہ سے پہلے تو اس نے بھی میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی بھی بات

اس کے بعد کچھ معمول سا بن گیا۔ ہر صبح وہ میرے بعد لوہا صاحب کی طرف سے نہ کچھ خفاک نہ معمول ہوتے۔ ان میں زیادہ تر تنگ یا کماب قہم کے پھل اور میوے ہوتے تھے یعنی ایسی چیزیں جو ہمارے علاقے میں مشکل ہی سے ملتی تھیں۔ ظاہر ہے یہ چیزیں گھر میں ہوتی تھیں تو والدین پر ہوس اور ہاستے والوں میں بھی ملتی تھیں۔ لہذا کی بھی بلیو مطلب کے بعد بھی تھی اور خلیوں میں بھی زیادہ خاصہ لئے کا تھا۔ میں اس کرتی کہ عیالات کے اس تسلسل نے اپنی کو کچھ پریشان سا کر دیا تھا لیکن وہ اس

اور اور سب متواں سی پریشانی کو دبا دے پھرتے تھے۔

میری حیرت چھ سال ہو گئی تھی۔ دیکھنے والوں کو کتنی تھی "بڑا مدبہ نکلا ہے لڑکی۔ تم عمر لڑکیوں میں شاید ہی کسی نے مجھ سا قد پایا ہو" شاید ہی کسی کی رنگت میرے خدوں کے گلابی رنگ سے میل کھاتی ہو" شاید ہی کسی کی داغوں نے یوں رجم کو ملت کھا ہو۔" حیرت اور جھلسوں میں کوئی عورت سر سے پاؤں تک ایک نظر ڈالتی اور ایک سبتہ آمیز رنگ سے کہتی۔ "جس گھر میں جائے گی" اجالا کر دے گی۔"

انے کمری کے دائیں ہے گویا لائقہ نہ طہریت گل کر بھی طرا۔ رنگ و سب نے اور ہر
طہریت کا چو لیسہ شریات سے مطلب تھا۔ ہر س پہلے دیکھا ہوا چو گے بھلا نہیں

کئی سو درگم چھینا قانون گزرتے لوگوں کی دکان میں اٹھیں بار کر کسی دکان چٹائی کو بچا دیتے تھے۔ کیا حد اور حریم ان کا نام والے دکان کی کئی دکانوں کو بچا دیتے تھے۔

”یہ دانت“ وہ فرعون نے لاکے اوتھنے کی تھوڑ سی۔ ”کیا میں اسے بھول گیا ہوں؟“

۱۔ اور کئی مرتبہ دیکھیں اور دیکھیں ہی نہ ہال۔ کسی سوئی گھر سے کا معلق ٹکڑا
 لٹکے ہی ہوتا تھا کہ اب بھرا گھر سے لٹکا تقریباً سورتی ہے۔ لٹکا ہوتا ہے تو سر سے پھر

”کیا اس سے پہلے میں نے بھی تم سے رفاق کیا ہے؟“ میں نے ہلا رام کی تیار ملی۔
”ہم چلتے ہیں۔ کچھ مٹھی کی رسم کیا ہے۔“ چاند کی چھو آریخ یاد رکھو۔“

تک تو کڑی چال میں بہت کر۔ اس نسلے میں کم از کم گلاں و ملات میں رہنے والے
 مہلوں کی نظروں اچھی ہوئی تھیں کہ جس سے سچے تو ملات پہلوں کو چھ کر جسم کے ہر

مہلی بہار دھبے دھبے لٹ لٹی۔ میں نے تیار رام احمد کو دیکھا کہ وہ اس کے دل
 لپٹ پڑا۔ مگر میں اس سے بچ کر گھر چلا گیا۔ اور اس کے گھر سے احمد

میں نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

میں نے اس کا سراپا لے کر اچھی جہیز کیا تھا۔ پہلے تمام قوم اچھا ہی رہا

مہتر اگر ملک احمد لہائی مددوائے ہی پہنچے تو جلا رام مہتر سے ان کے کہنے کے ساتھ احمد کو

”یہ سب سے اہم و فوری چیز ہے۔ ایک دفعہ اس پر غور فرمائیے۔“

گن میں رکھ دیا اور ہماری ہاتھی لے کر ایک طرف سوپ کھڑی ہو گئیں۔ فلا رام اپنے

ہستی قوی کر کے انسان میں لے رہے تھے۔ یہی قیاسی طور پر انسانی قیاسی طور پر۔
انہوں نے ان میں ہر قسم سے بہت رہے تھے۔ ان کے جسم میں بھی لڑائی تھی۔

پہلی کا ایک صفحہ اور ایک صفحہ الائی کے اچھے پر مکمل تھا۔
 جسے کیا ہے۔ اس واسطے الائی نے کہا کہ وہ کر پڑا۔ - حق کا صفحہ ہے۔ -

”موت ہے۔“ یہ غولہائی کو ادا کرنے کی کڑواہٹوں سے لبری۔ سمجھا سیں ہوگا
میں میں ہونے میں کہ نہ نئی رکھ سکے سوچے سے۔ ”نہ ہونے ہونے کے

یہ اس چادر کی چھوڑی کو دھرتی لے کر آگئی گئے۔ رسم بھی سہل سے ہوئی۔

میں اس وقت بھی ان کے چہرے گل گئی تھیں۔ اب سب سنی کی عورتوں کی ایک ٹولی

طوبیوں دوسروں کے گل میں پھنسنے کے اندر کی جانیں گی۔ ہر مل جہاں کہی انعام دینے والی ہے۔

سب ایسا ہی کیا وانداہی۔ اسی لیر گئے وہ۔ "وہ مری نے لڑکھو وا لود سب

ہم نے بھی مٹائی سے لڑائی کی ایک گزری لہائی ہاسٹ کی جیب میں ٹوکس دی
ہم نے سب کچھ اسی روٹی سے کھا تھا کھانے کو کھا کھانا حضرت پڑے ہوا تھا لہائی

کہ سب نامے گزرا اور کرکڑی بن گئیں۔ مجھے ان سے خوف تھا کہ ان
مکر سے کیا نہیں جسٹے مجھے گھر نکال دیا۔

پہلی پہلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے گویا اپنے عارفِ ناکسے گناہوں کی طرف
لوہِ جرم سے بہت دور۔ مگر یہاں کشتی سے نکل کر میں چلی پہلی چلی سی جا رہی تھی۔

محبہ بھی بنا کر نہیں کے ساتھ رشتہ بن گیا ہے مگر ابھی ہے اتنی لمبیت تو نہیں
 بن چاہیے تھی۔ ہم ی قلمبے دیکھ سکے کے سافھی ہیں۔ "کرسٹ کووارڈن ایک عورت

میں اور میری جاننے والے کے والدین میں کڑی محبت تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو مجھے یہ سب

ہر ایک اور صورت میں جو بھی ہو کر یا کے تہہ پہلی۔ "میں ہوں تو ہوں"۔

۵۳۔ میں نے چوکت کا سہارا لینے کی کوشش کی لیکن میرا ہاتھ اس سے رگڑا کھاتا ہوا تھا۔

نے ہیں۔

لہا نے مجھے کھانسی سے ایک طرف ہٹا دیا۔ مگر جوتوں کے نیچے کوڑا کر دیوہوں کی طرف جھٹک کی طرف ہٹتے چلے گئے۔ کہہ رہے تھے کہ میں کھس کر انہیں لے دوں گا۔ مگر ان کے چلتے ہی کی جوتوں نے ایک وقت گھٹ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ "اے دیکھو، یہی کیسے زندہ ہو رہی ہے۔ غوطی ہونے کے بجائے وہ نہ کر آگئیں جانی ہیں۔" کسی نے کہا۔

"کسی میں عقلی مادہ کے مروجہ ہر ماحول ہوتا ہے۔" کسی نے ہانک مارا۔

"اے یہ گودی کس میں ہے۔ نہ اس کو نہ گیت نہ شیریں نہ سکھار۔" کمال کر رہا۔ "سری ہاروئے بکھ گئے گئے کا بھلاست کر۔" ہلی گائی پرچا۔

کافا کس سے دہی اچھا کر گئی میں چھا مل گئی۔ جوتوں نے مجھے جگ میں بٹھا لیا۔ وہ پچھلے میرا کھوکھلا لالہ اور لکھن کی لے پر ہے سری کو انہوں میں چلے گیا۔ گئے گئے۔ پھر کسی نے چچ کر کہا۔ "اے اہل اسوگ ۱۱۱ یوں مڑا نہیں آتا۔"

وہ تین جوتوں میں اٹھ کر باہر کو ہانگیں۔ گئے ان کی عقلیں دھندلی دھندلی دھندلی رہی تھیں اور کواڑیں یوں نکل رہی تھیں گھنا گھنا دھندلی میں ڈھانڈھ چڑھیں حق ہو کر آج دیکھ کر رہی ہیں۔

پھر اسوگ آگئی۔ جھوم بکھ اور بھگ گیا۔ مجھے قریب پتوں کی بیٹھنا ہوت جاری تھی۔ سوئی کے قریب کھل گئے مگر ایک ہاتھ ہی تھا ہے۔

"اے کیا؟" دہری لے لے گئی سے پرچا۔

"اے ہے لولپ صاحبہ نہیں تھیں پتوں کو تو اب تک حلق سے بچے ہیں۔ دس چھ لپ ہی گل میں سمجھ رہی تھیں دلیو اس کے طاق ہیں۔" غور سے کہہ۔

"اے اٹھ۔ ان پتوں کا وہ کیا کرتے ہوں گے؟" ایک جیت بھری توڑا ابھری۔

موسل پر نہیں۔ سوچنے کی ہمت تو ہے کہ ان ساری پتوں کا کیا کرتا ہوں گی اور ایک جوت لے کر اور بے سانس کی قوتیں باہر ہوئے۔

جیسے ہلی سے کھل پڑی کی ہمت نہیں۔ تو پتوں کے ہاں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ جوت بھی کسی جوت لے گیا ہوا ہے گھٹ تھل دی۔

پھر اسوگ پر قریب چلے گی اور سب جوتوں میں شریک ہو گئیں۔ جوتوں نے ہا ہا کہتے وقت سے مجھے ملنے کی نہیں پھٹ جائیں گی۔ میں نے گتے گتے گتے پر ہاتھ رکھ لے اور قریب لگا کر میں سمجھتی کی تمام توجہات کے ساتھ چلا گیا۔

کہ ایک کھٹکے سے جھٹک کا دھواں نکلا۔

سہولے ہاں یہ تھا آخر احلا رہے۔ "جیت کا ہل یک وقت سکوت میں تھا۔"

کہا۔ لہا نے لیے ڈاک بھرتے میں ہی کہہ۔ اس کے ہاتھ میں لٹھی تھی۔ جسم کی کچھ پھٹک دھڑکے ہی دھندلی رہے ہی تھی۔

"مجھے کہو یہ کواں؟" وہ جانتے۔ "اکی کھل کھل دھنکی نہیں بھل" صوف بچم لہا ہے اور تم لوگوں نے یہاں اچھل اچھل شروع کر دیے۔ دھنچا ہوا لپٹے گھوڑوں کہ۔" جسے کی جیت سے اس کی گوارا پھٹ گئی۔ انہوں نے لٹھی ہوا میں لرزائی۔ جوتوں میں ہنسنے لگے۔ سب اٹھ کر باہر کوڑا لپٹے۔

"قریب قریب۔" ایک جوت مجھے قریب سے اٹھ کر ہٹتے ہوئے چلا۔ "اسی ہے ہمت قریب دیکھو نہ سنی۔" گتوں میں دھنکے ہوئے قتل انت پتے دھنکے اور لپٹوں جوتوں کو مڑا کر گتے۔ یہاں سے کھل گئی۔

لہا مجھے قریب آئے۔ "میں نے تم پر سب بکھ دھن سے قتل دھن۔ ہاں قتل دھن۔" انہوں نے منہ سے لپٹے میں کہہ۔ قریب قریب قتل کی لٹھی کی تھی۔ تم اٹھ کر آرام سے کھلا کھلا اور سو چلا سب بکھ گتے پر چھوڑ دے۔ میں سب قریب کر لیا کہ میں اپنی بھول سی لپٹ کو اس جیت کی جیت میں چڑھتی تھی۔ چلو کھانا اٹھو۔"

ان کے لیے کے اچھلے گئے جھٹک گیا ہاں سے قتل کر گتوں پر لٹھلا۔ میں نے اٹھ کر دھنچا اور پھر دھنچا سے کھلا کھلا دھنچا اور پھر دھنچا دھنچا کہہ گئی تھی۔ توڑا ہمت کھٹا دھنچا کہہ کے ہم مرشام ہی سونے کے لے لپٹے۔ اب میں آگ کہہ میں لپٹ ہی تھی اس لیے مجھے نہیں معلوم کہ لہا سونے میں کھانا ہے گتے گتے ہا میں "میں" پھر مجھے رات گتے تک پھر نہ گئی۔ لہا کی پتوں سے گور کر کھلی دھنچا رہے تھی حتیٰ گرد چلے کھل مل قریب قریب جانا تھا۔

آگلی صبح حہ ابرجیہ ہی لہا نے گتے چکلا۔ دھنچا اور کھنکھن کی کھنکھن دھنچا اچھی طرح لگا کر دھنچا کی پڑھت کی اور قوت لپٹے کھنکھن جلی دھنچا۔ صوف لٹا کہہ گتے۔ میں دھنچا گتوں گتے۔ کھنچا دھنچا۔

میں چڑھے تک لٹا دھنچا لپٹ لپٹ اور سارا کام کھنچ میں لے لپٹ کر لپٹا۔ میں بکھ دھنچا کے لیے دھنچا ہٹ گیا۔ کھنچ اب ہمارے ہاں ایک ہی تھی۔ گیارہ بجے کے قریب چھوڑا اگر اسے لے جانا تھا۔ اس بے زبان کی سمجھتی سے ہی احساس غلطی بکھ گتے ہو جانا تھا۔ اس کے چلنے کے پھر گتے گتے کوڑا ہٹا تھا۔

ایک ہی گتے انتہا کے پھر لہا دھنچا دھنچا گتے۔ ان کے چہرے پر گتے گتے اور دھنچا گتے۔ دھنچا سے دھنچا لپٹ ہی تھی۔ آگتوں میں دھنچا گتے۔ صوف سمجھتی رہے گتے ہی حہ ہاتھ میں دھنچا۔ کھنچے کو بھی صبح کر دیا اور پھر کہہ میں جالپے۔ میں ان کے پاس جا بھی۔

وہ تک اصحاب میں سکوت طاری ہوا۔ ہر ایک کو فطرت خود کافی کے سے لیے ہیں۔
 پہل لگے۔ سمجھتی تھیں کہ اس سے بے جا ہو چکا ہے۔ میں ساری باتوں کو
 اپنے جان رکھ کر سب کے گھر آیا۔ سب کہیں پر ہاتھ دیکھتے ہیں۔ انہیں کو یہاں تک
 معلوم ہو چکا ہے کہ اس پر فتنہ لڑا ہے۔ اس سے پہلے کا حال معلوم بھی ہو چکا ہے۔
 اس سب کا ایک ہی جواب تھا کہ حضور و ملا کے احباب پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ والدین
 تو والدین خود انہوں میں بھی کوئی ایسا ہی نہیں تھا۔ جو میری طرح دیکھ لیتا۔ حتیٰ کہ
 میں اس کو کڑی تنبیہ کے گھر بھی گیا۔ مگر ہم کے لیے۔۔۔۔۔ میں نے گھر میں گئے
 سے صبح کر دیا تھا۔۔۔۔۔ مگر وہ بھی وہاں سے نہیں ہوا۔۔۔۔۔ اسکا میں الجھ کر ان کی
 توبہ دیکھ گئی۔ کئی تم سے شکری کے لیے تیار نہیں ہوا۔

میں ہلکے کی پٹی پر سائت اپنی لڑکی کو گھر دیا تھی۔ میں یہ سب دیکھتا تھا۔
 کافی تھی۔ اچھ کر ہاتھ ہلا چھتی تھی لیکن کئی چائیں تھی۔ ایک بار ہر سکوت چھا گیا۔
 ایسا سکوت جس کا ایک ایک لڑکے صبروں پر چڑھتا تھا۔

سب ہاتھ ملاتے ایک ہی راستہ ہے۔ "وہاں" اپنی اور میرے لیے وہاں نے
 میرے کھڑے ہاتھ رکھ دیا۔ انہوں میں گھوم سولے لیے میں نے ان کی طرف دیکھا
 کہ سے بکے نہ ہیں۔

میں یہاں سے ہٹا چکے ہیں۔ کس دور۔۔۔۔۔ ان کی توبہ سرگرمی میں داخل کی۔ میرے
 ہم صاف میں اس کی ان کرتا تھا۔ اس سے ابھی توبہ کیا ہو سکتی تھی۔ خدا کی قسم
 وہ دیکھ تھی۔ انہوں کے سامنے لے تو میں کئی تک نہیں جتا تھا لیکن انہوں کے
 جان ہادی طرف لپکے گئے تھے۔ اب یہاں سے گل چھائی ہو رہا تھا۔

گل کافی دور سے پاس ہے۔ "اے اے کہ" کھڑی پہنچ کر کسی لڑکے میں سوار ہو
 جائی گے۔ کھڑی کھڑی آواز مل گئی تھی۔ تم صرف نقدی "توبہ توبہ"
 ایک خاص خاص کپڑے ڈھک میں ہر لڑکے ہم تو میری دلت کو خاموشی سے گل جائی گے۔
 لپک ہے۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں میں سر ہٹاتے ہوئے ان کے پیچھے سے لگ کر
 دی۔ "جی کھا یا بوجھ ہوتی ہے لڑکی" میں نے ان کے انہوں کو جن سے یہ میرے اس
 پہنچے رہے تھے "جے جے" ہوئے کہ۔

میں نے جہاں جہاں وہ آئے ہیں پھر "انہوں نے میرا سر چپے سے لگا لیا۔
 جسمانی مروجہ میں نے لکھ سے وہ لایا تھا کہ میں نہیں حسب رشتہ چھٹاں گھسیٹا
 اور جسمانی شادی کرنے ملت جسمانی ہند اور پھر اپنی شادی کو چلی نظر رکھیں گا۔
 میرا تو ہم دونوں ہی کی مرضی کا نتیجہ ہے۔ جی جی دیکھیں کہ میرے سوچنے کی نہیں

یہی میں دیکھ ہوں۔ جہاں تم کہتے کہ لڑکی کہ "چلے سے پہلے کہ تمام کرنے کی یہی
 پر عمل کریں گے۔"

تو میری دلت کو ہم اپنے ہی گھر سے چھوڑنے کی طرح لگے۔ لانے والے صحت کر گادی
 تیار کئی کر دیکھی تھی۔ میں نے ڈھک گاڑی پر رکھا اور اس میں ہم چھٹاں گھسیٹا
 جس کی دیکھیں میں "میں اپنے ان گھر سے صوم لڑ لہوئے خواہیں گا توبہ کر دیا
 تھی۔ اس مکان کے وہ دو خانہ بہا میرے ساتھ چلے گئے اور بہا میرے ساتھ رہنے لگے۔
 یہ بہا وہ دو خانہ بہا میں میرا بچپن کا تھا۔ اس کے چچے چچے میں میرے ہم کا کس رہا
 یا تھا اس کی مٹی میں میرے دلت کی مٹک تھی۔

یہاں میں نے انہوں کے ساتھ گزیرنے کے وہ رہائے تھے۔ اس کے طرف و عریض
 میں ایک طرف فتنہ اور پاس کے وہ گئے وہ فتنہ کھڑے تھے "ان کی کھیں میں
 نے اپنے انہوں سے لکھی تھیں۔ میرے چچے سے ہر ک سی اچھی اور انہیں انہوں سے
 جتنا کھیں۔ میں نے اپنی طرف دیکھا۔ وہ بہا وہ ساری طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ
 رہنے ان کی کیا کیلیت تھی۔ ان لسانی فتنوں "تم وار چھٹاں گھسیٹا" اس دلت اور اس مکان
 سے ان کا رشتہ ان کی وابستگی دیکھ سے کس پر اہلی تھی۔

میں چلتی سے دور سے میں صحت کر چکے تھی۔ انہوں میں نے انہوں کو لایا تھا کہ
 اتنے دور۔۔۔۔۔ لانے والوں کو لایا جا تو کا توبہ وہ بہا لہوئے میں ہمارا بوجھ انہوں گھسیٹا
 ہٹکے خاموشی سے چل چکے۔ مکان کے سامنے سے گھوم کر ایک چھوٹے سے گھر کی
 لان سے گزر کر ہم مکان کے عقب میں بکے گھر لے گئے کے پھر کچے گھر ہوا۔ راستے
 لگے جس کے ایک طرف چل "وہ ساری طرف ہٹا اور اس سے لگے گھر لگے تھیں
 کہ۔

میرا وہی وہاں پہلے کھلے گھر میں چھوٹا گھر، حشرپ تھا۔ اس صحت میں انہوں
 کھیت تو خلی تھی لیکن اس حشرپ کی زمین بکے کہ چھب تھی۔ لکھ ایک ایک ما
 پاس کا رہا تھا۔ چھہ پاسوں طرف سے بکے گھر میں انہیں طاری چاہت گھری ہوئی۔
 انہوں کی بے لگہ ہم سی مدفن میں پاسوں طرف کوئی لکھ صحت گھر میں تھا تھا۔
 انہوں کے وہ چار کتے بھی پہلے کھل صحت ہوئے تھے۔ کچھ بھی انہوں والے بھگڑوں
 لکھ بھگڑوں کی گھر کی تواریز لکھی کا احساس دلتی تھیں وہ وہ پاسوں طرف صحت کا سا
 کھت تھا۔

انہوں چل کی طرف سے وہ کوئی لکھ لکھ۔ وہ چل تھی کے سے انہوں میں
 انہوں کے قریب کتے اور ساتھ ساتھ چلے گئے۔ لکھ انہوں کا تھا کہ وہ ان کے لیے
 انہوں لکھ۔ وہ طوطہ ہو چکے تھے۔ میری دلت میں بھی طوطے تھے۔ میں نے انہوں

میں چپے کو کھٹ کر پھیل رہا تھا۔ "اٹھو" وہ تھوڑی گاڑی کے پیچھے پیچھے بھی گھس رہا تھا۔ اس کی فطرتی صفات فکر نہیں کرتی تھیں لیکن اس میں سے ایک کے ہاتھ میں بھول لودہ وہ سب کے کھسے پر گاڑی کی جھٹک ضرور دیکھ لی۔ میں گھبرا کر لپا کی طرف مڑ رہا تھا۔

گاڑی کے ساتھ چلتے ہوئے وہ لپا کو پیچ میں سے ایک لے لیجے میں ہاتھ اٹل کر ایک چوبیس ماہی پھل لٹا لودہ اسے ہاتھوں میں اچھالتے ہوئے بڑے سرسری سے لپکے بھی رہا۔ "کیس ہا سب وہ خدا دار خان؟"

۳۱ رات گئے کہیں پہلا اچھا نہیں ہوگا۔" ریحانہ دالے نے ریحانہ کا گھروڑا سمجھ کر ہلے گا۔ ادا لے لپ بھی کئی جواب دے گا۔ اس شخص نے خلیوں کی دس اتنی طاقت ہے کہ یہ پہلا کر ایک قدم اٹھا کر رک گئے۔

میں کھانا نہیں کھاتا۔" = غصہ کرنا اور ہوا کی طرف رخ کرنا۔
 کیا۔ ہوائے طبع اور غوسہ طبع سے ہاتھ پیچھے لاکر گاڑی میں چپے ہوئے گھسٹے کے
 چپے سے کھائی ٹکالی اور گاڑی کے کنبے پر کر اس غصہ پر وار کرنے کے لیے کھائی کو
 تھری سے ہوا میں کھینچا۔ = غصہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

مسو خولوس۔ "خوفاک کے جی غلڑا۔ تیں آغری وار کہ ہا یوں کہ گھر
وہیں۔"

لہا نے اس کی بات محل ہونے سے پہلے ہی چلا نک نکا دیا اور ایک بار پھر گلابی گھمکی۔ اس شخص نے وار قتل کا اور اس لئے ایک بھیاں دکھا کر۔ صوبے میں یہ محل گلابی کا چل گیا۔ لہا جہاد قائم کر غیب میں لوٹ گئے تھے۔ گلابی بچے سے کہیں راجہ اور والے نے ہاتھ نہیں کیا تھا۔ بچے سے ان کے دونوں ساتھی بھی ملے تھے۔ ان کے لہب آچھے میں دھت سے من بھی دیکھ رہی تھی کہ غیب میں لہا چلا گیا۔ جیت پڑے تھے۔ ان کے جہر میں زندگی کی کوئی علامت نہیں رہی تھی۔

[illegible]

گائی تم نے کس گائی کی تم نے دوسرے نے گل گائی ہے پڑھتے ہو۔

ماضی سے پرچہ۔ اس کے لیے میں خدا ہی کو بہت بڑا خطرہ کی جھلک میں تھی۔

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو اپنے آپ پر لایا۔“

”پہلو ہڈی کو۔ یہ مرلہ قل چہ لیس لکھی رہ رہیں میں تک پہنچا گیا ہے۔“ ایک
 ”۔۔۔ چاہیں قل گاڑی پر چڑھ چکے تھے۔ ایک نے ری تھالی نور بیلوں کو روک دیا تھا۔“
 (نکاح شہر) کہ۔

میں ہی طرح پہنچے گی۔ میں کہتا ہوں کہ حق۔ "خالد" مجھے ہپ کی ہل سے ساتھ لے گا۔ "لیکن مجھے ہر قسم کے خطرے سے محفوظ ہے۔ ہم اپنے کام کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں لوگوں کو دیکھ سکتا ہوں۔" خالد نے دیکھ کر ہنس کر ہنس کر کہا اور مجھے حواس کی غفلت سے آگاہ کیا۔ آگاہوں کے ساتھ اپنے اپنے وقتوں کو گھر گھر کی تاریکی چھا گیا۔

دب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے میری نظر ایک بہت بڑے فانس پر چلی جو میرے
 بھولا کی سیدہ میں لڑکی سی ہمد میں بھول رہا تھا اس کے ہن گت ہاتھوں میں رنگ
 برگی مدھنیاں آسنل جھسل کر رہی تھیں۔ پھر مجھے اپنا ہمت سی عورتوں کی سحرنگی کا
 احساس ہوا جو میرے چاندنا طرف بھیجی تھیں۔ اپنا میں سے ایک۔ میرا سر دھانی ٹھی اسے
 کچھ نہیں ہے کہہ سکتی رہی تھی۔

۱۰۔ جہڑی بھوے کھوے ۱۱۔ جہڑی پھیلیاں سٹا دی قیں۔ ۱۲۔ جہڑی بھوے
 ۱۳۔ جہڑی بھوے کھوے کس پال کی پال کر دی قیں۔ ۱۴۔ اپنا جہڑا لکھ پتا عروس ۱۵۔
 ۱۶۔ جہڑا ۱۷۔ جہڑی بھوے کھوے کس پال کی پال کر دی قیں۔ ۱۸۔ اپنا جہڑا لکھ پتا عروس ۱۹۔
 ۲۰۔ جہڑی بھوے کھوے کس پال کی پال کر دی قیں۔ ۲۱۔ اپنا جہڑا لکھ پتا عروس ۲۲۔

تسلی کہاں ہوگی؟ میں شام کو گھر پر پہنچا پااتی تھی لیکن میرے ہر قافلے پر یہ سوال آیا۔ سب عورتوں نے ایک دوسری کی طرف دیکھا تو گویا لپٹ کر رہی ہوں کہ کون جواب دے گی۔ وہ سب ہی ہر وقت اصرار تھیں اور تھیں کہ تک ضرورت بھی لیکن ان کے چہروں پر محبت سا پیکا بہت تھا۔ صرف ایک عورت جو میرے پہلو میں دائیں طرف بیٹھی تھی، اندر سے جلی کر رہی تھی۔ میرے میرے سے سب کی سب شریعت علی اور ہنوز تھی۔

”اپنی طوابع گھر میں لود کیں۔“ قندے ہائی عمر کی عورت نے کہا۔

میری۔ میری تو کب ملے گی۔ یہ کہہ کر وہ میری طرف سے ہاتھ ہٹا کر دھاڑا۔

حواصیب صاحب کی نفاذ گل سرہ۔ "اس صورت نے طاقت سے کہہ۔" ہمیں تمہارے
دور پہنچان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ ہر آرام لے

”مجھے میرے گریہ چاہیے۔ میرے ابا۔“ میں نے دونوں ہاتھ ملے رکھ کر سنا چلا ۛ

تیلیسی سلطانہ واپس لے مجھے ہاتھ دے پھولے
 سب کی تہہ راگ ہے لڑکی سب کچھ بھل جاتے۔ چہرہ میں تھکنا ہوا طرب دل
 لگے گا۔ "عورتوں نے جھاد لے کر لے لیا۔

"مجھے چاہئے۔" میں چہرہ اٹھی اور ساتھ ہی میں نے ایک لفظ اٹھ کر ہانگے کی
 کوشش کی۔ مجھے سر کے نیچے دے دئے گئے تھے اسے خاتم تھے جیسے جوالے دھم کا روپ
 دھار لو "اتر گئی ایما ہی ذمہ اور گھوٹا لہ۔ عورتوں سے لپٹ کر کپ کو چڑانے کی میری
 جھاد میں یہ سب کچھ اٹھل پھل ہو گیا۔ مجھے ساتھ ساتھ لہ کے چہرے پر بھی پٹے کی
 پوندی اٹھ گئی۔

"بیگم میں اپنی جان بھن مت کر۔" بڑی مری عورت نے اپنی مانتوں پر چڑھ چاہئے
 کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں آگے سے گزار مانتے ہیں مگر جانے کا کوئی راستہ
 نہیں۔" جس کو کراہ کر سارے لڑکیوں نے دیکھا اور ان کے گم ہونے لگا۔
 ایک لڑکی کے وقت کے بعد اس نے مجھے چلو میں لگی ہوئی عورت کی طرف اشارہ
 کرتے ہوئے کہا۔ جس کا ہم قدیم ہے۔ یہ بھی کم دیکھیں جسے وہ جیسے حالات میں
 میں آئی تھی۔ اس نے بھی بڑا وارنہ کہہ لیا۔ بعد میں چپک ہو گئی تھی۔ صرف چار مری
 لوہا صاحب نے اسے قرب طوت لہا اور ہی اسے میں اس سے دل اٹھ گیا تو اسے
 انعام کے طور پر ایک کاروبار کو مل گیا۔ "تاج پھوٹا کر لے گیا۔ دس لاکھ گریں رکھا
 پھر کسی بات پر اس سے ناراض ہوا۔ صرف غمی مری لڑکی کو آواز میں طلاق "طلاق" طلاق کا
 اور دھکا دے کر گھر سے باہر کیا۔ پھر طرہ بھی چاکیر سے باہر تیس بھاگ گیا۔ اسے باہر کس
 اور چہرہ دل "طرح ہی نہیں بہت کل۔"

میں نے اس عورت کی طرف دیکھا وہ ہاتھوں کی نہت کم مری تھی۔ اس کی پکیں بھی
 اور ناگ ستوں تھی۔ رخصت دھتے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھوں اب بھی خوش شکل تھی۔
 اس کے ہاتھ نہت ہی غریب عورت اور گداز تھے جن سے وہ میری بات کر رہی تھی لیکن
 ان باتوں میں حرامت نہیں تھی۔ مجھے جسم کی حرمت بھی ان میں غفل نہیں ہو رہی
 تھی۔ شاید ان میں اب حرامت جذب کرنے کی صلاحیت بھی نہیں رہی تھی۔ وہ بہ طور اپنی
 طرہ عورت لکھا پکیں بھانگے ہوں اپنے کام میں مصروف رہا گویا بات کسی اور کی ہو رہی
 تھی۔

"اور یہ دونوں بیٹیاں ہیں۔" بڑی مری عورت نے میری بھتیجی بھی وہ عورتوں کی
 طرف اشارہ کیا۔ "مذرا اور بھتیجی۔" میں نے بھی نہیں بولی گزیر رہی تھی "اب یہ
 بھی گزیر رہی ہیں مگر ہوں کچھ کہ گزار چکی ہیں اور یہ وہ تھک رہے ہوئے بیٹیاں ہیں۔" اس
 کا ہم سواری ہے۔ یہ اپنی مرضی سے یہاں آئی تھی۔ پہلے ہی حکم کے پاس ہوئی تھی۔

ایک دن پانی کا گویا سچے میں لوہا منسوب کے کہ خاص میں آئی "پھر وہیں میں جا
 لگی۔ پانی وہاں میں۔" تو میں ذرا وقف مانتے سے ہوئی ہوئی یہاں آئی تھی۔ مجھے میرے
 سوتیلے باپ نے چہرہ بدھوں کے عوض ۱۵ لاکھ۔ میرا ہم نورجیاں ہے۔ تمہیں معلوم ہے
 ایک نورجیاں کچھ بھی ہوئی تھی۔

"میں سب کچھ ہوں۔" میں نے دھت لہ کر پوچھا۔
 "میں نہیں۔" اس نے مانتی سے جواب دیا۔
 "میں نکالتے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"پار تو اسی گل کے غفلت صحت میں رہتی ہیں۔ بڑی نیم تہہ ہی طبع عری میں
 رہتی ہیں" ہاتھوں کا چہرہ نہیں۔ بہت عرصہ ہو گیا ہے یہاں سے باہر گئے۔ "نورجیاں نے
 غلبہ دیا۔ "میں نے لے لیا کہ میں کا یہ طبع حد کمزور کیا گیا ہے۔"
 احساس ہے کسی سے میری تواتر گفت کر رہی تھی۔ میں نے کچھ بولنا چاہا مگر نہ بول سکی۔
 آنکھوں سے آنسو اٹھ کر رخصتوں پر دھتے سے پہلے کپٹیاں سے جوتے ہوئے گئے میں
 جذب ہو گئے۔ نورجیاں نے ایک خاتم اور دھت مانت سے میری آنکھیں پر لپٹیں اور جمالی
 مسی سے اترتے ہوئے ہوئی۔ سب اٹھ کر غسل کر لو اور لباس تبدیل کرو۔ طبیعت
 تبدیل چاہئے گی۔"

میں اٹھ بیٹھی۔ لپٹ کر لپٹ کر چلی تو مجھے لپٹے تپ سے بھی چپ آگیا۔ عورتوں
 میں سے کسی نے میرا ہاتھ لٹکا کر لے کر میں ہاتھ دیا۔ میں لپٹے ہی ہوں، ہل رہی تھی
 لیکن انہوں نے مجھے قتل گداز میں مجھے گرد گھرا ڈال رکھا تھا۔ طویل و عریں کمرے
 کے وسط میں رہتی ہوئے بھول رہے تھے۔ انہیں ایک طرف کو صہ کر رہی طرف
 لے چلا گیا۔

ساتھ دیوار میں ودالہ تھا۔ دائیں طرف دیوار کے ساتھ سیاہ گلابی کی ایک جیم
 اٹھان سکھار بھر گئی ہوئی تھی جس کا آئینہ دیوار کے تقریباً اس پورے حصے پر لپٹا ہوا تھا
 جو پورے کی وہ قافل سے بچے تھا اور یہ اتنا چہرہ ہاتھ ہے ہر لہ تھا۔ سکھار کے مانت
 سے بڑھتی پڑی تھی۔

نورجیاں نے آگے بڑھ کر میدان کھو۔ غسل خانہ بھی طویل و عریں تھا کمرے سے
 کچھ ہی کم تھا۔ فرار اور دیواریں چھدار ٹانگوں سے مریں تھیں۔ ساتھی کی دیوار پر نو لپٹائی
 پر تنگی تھی ہوئی تھی جس کے پہلے حصے میں نو لپٹائی اور ڈارے لپٹ تھے۔ دیوار کے ساتھ
 ہی سلیپ چکر کی پڑھناں تھیں کے پہلے تک جا رہی تھیں۔ ایک طرف لپٹ ہی کر رہی تھیں
 رات کے طلاق صحت رکھے ہوئے تھے۔ کوششیں پر پھولے جوتے سلیپ بران تو لے گئے
 تھے۔

مجھے پیچھے ہٹنا پڑا۔ میں نے اب دوسرے دروازے کا رخ کیا۔ یہاں بھی میرا سامنا اسی قسم کے ایک لڑکان سے ہوا۔ اس کا لباس بھی ویسا ہی تھا البتہ جسمانی لحاظ سے یہ ابھرا تھا۔

میں کمرے میں لوٹ آئی اور بنگہ پر ڈھیر ہو گئی۔ پھر میری آنکھوں میں اپنی کا سرخا ابھر آیا اور بے اختیار میرے آنسو بہنے لگے۔ روتے روتے میری ہانگی بندھ گئی لیکن پلاندھ والا سنگھار دیواروں والے اس طبقے میں میری سسکیاں ملنے والا اور میرے زخمی دل پر پھلنا رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ روتے روتے تھلنے کب میری آنکھ لگ گئی۔ کسی نے میرا کندھا ہلاتا تھا جس سے میری آنکھ کھلی۔ میں کمرے کے کونے پر بیٹھ گئی تو دیکھا لڑکا وہاں تھا۔

”رے تو نے تو دودھ کر سارا کاہل خراب کر لیا ہے۔“ وہ بولی۔

”بھائی میں کیا تمہارا کاہل۔ لڑکا بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ میں چلا اٹھی۔ اس نے گویا میری بات سنی ہی نہیں۔ ایک دیوار کا کونہ گیلیا کر کے لائی اور میرے پیچھے پونچھ بیٹھ۔ ”کھانا کھا لو۔“ اس نے علامت سے کہا اور میز کی طرف اشارہ کیا۔ میں کھانا کھا کر اٹھ بیٹھی۔ میز پر کسی قسم کے کھانے رکھے ہوئے تھے۔ ”اور کسی خاص چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیتا۔“

میں نے زخمی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے خاموشی سے گردن ہٹا لی۔ پھر لمبے خاموشی رہی، ”دعنا“ میں نے گلوگیر توار میں کہا۔ ”تم کسی طرح مجھے یہاں سے نہیں نکل سکتیں۔“

اس نے سر اٹھا کر سپاٹ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ ”میں نے کہا میں کہ یہاں آنے کے تو ہزاروں راستے ہیں“ چانے کا کوئی راستہ نہیں۔“ پھر ایک لمبے خاموشی رہ کر بولی۔ ”ایک مرتبہ ایک کتیر نے ایک لڑکی کو فرار ہونے میں مدد دی تھی۔“ ”پھر۔“ میں نے اس سے پوچھا۔

”اس کے سارے خاٹن زہرہ سے سمجھ لے لے گئے تھے۔ جنہوں نے کھل اور زہری گئی تھی۔ پھر اس کے کمرے کے دروازے پر موبوں کی قطار لگا دی گئی تھی۔ وہ لڑکان تھی“ پھر بھی یہ لڑکیاں بدداشت نہ کر سکی۔ کچھ دنوں بعد طوفان تو کھسکی مر گئی۔ میری تو اب ایسی عمر بھی نہیں رہی۔“

یہ سب کچھ اس نے سپاٹ اور ہر ہڈی سے عاری لمبے میں کہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں دھواں ہی دھواں پھیل گیا تھا۔ میں نے ہنر چھپی لی تو وہ بولی۔ ”اور سب سے تکلیف دہ بات تو یہ ہے کہ جس لڑکی کو اس نے بھگایا تھا“ اسے کوئی سمجھنے سے بھی کم وقت میں دھواں کر گئی میں حاضر کر دیا گیا تھا۔ تو اب صاحب کے ملاکوں کے پاس شکایت کرتے ہیں اور ملوث ملاکوں کی ناکیں ان کھن سے بھی لڑنا تیز ہیں۔ وہاں لڑکی کی خوشبو تھی

انہیں دور ہی سے کہانی ہے۔“

اس نے کھٹار کر گلا صاف کیا اور قدرے بلند گوار میں بولی۔ ”چلو کھانا کھا لو۔“ میں نے کھٹار چھ لپٹے لپٹے لپٹے اور دائیں مسی پر آکر لیٹ آئی۔ میرا اب بولنے کا تھوڑا سا ہونے کا تھا۔ میں نے سوچتے تک کوئی نہیں چلا رہا تھا۔ میرے حواس کھل رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ کتیریں آئیں اور برتن طشچروں میں رکھ کر لے گئیں۔ لڑکا وہاں بھی ان کے ساتھ چلا گیا۔

مجھے وقت کا احساس نہیں رہا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر میں تھریک ٹھوڑوں میں معلق رہی۔ جب میں نے ہاتھ پاؤں ہلانے اور سولی ہوئی سیات کو چنگلے کی کوشش کی تو احساس ہوا کہ کمرے میں تھریک ٹھوڑوں میں تھی۔ میں نے اٹھ کر حق جاننے کا ارادہ کیا مگر دیر تک نہ اٹھ سکی۔ اندھیرا اور گہرا ہو گیا۔ لڑکا وہاں ایک پار پھر کمرے میں آئی۔ وہ کچھ جھلک میں تھی۔ اس نے ہتھیاں روشن کیں اور کمرہ جھکا اٹھا۔

”تو اب صاحب تشریف لارہے ہیں۔“ اس نے اعلان کیا۔

کے کی طرح ہونے لگے۔ یہ لکھ سوچا کہ اور میں نے دلیں ہوں وہ ذکر ان کے
کا دل حالت سے غریب تھا کہ "موسیٰ" پر چھ ہو گئے۔

میں اس نے میرا ہاتھ لہو و سرور کی ہوتی ہوں کی ایک غصی سے کر
تھی اسی نے لکھ اپنے ہاتھ کی پٹی کی کمرے کے کس کا احساس ہوا۔ ایک
سے میرا دل اچھل کر نکلا میں آیا۔ یہ کھل گئے دلی چہی تھی۔

لوہ صاحب اللہ کر ایک بار کمرے پر پہنچے تو میں نے اپنی پٹی میں دھیل تھیں
پہی سے من کے پہلو پر وار کیا لیکن پہلو پر کو خوش چم رہی۔

لوہ صاحب اکھٹے لٹھ ویر کپڑے کا قلم اور پھی کا چل دھار میں تھا
سے کل تھا۔ ہم لوہ صاحب کو اپنی خلیفہ طور پٹی کہ من کے من سے کھل کر
کل گئی۔ ادا بھی ہوتے کہ اس نے میری کھلی پر ہاتھ ڈالا اور بھڑا اور میں اسے
ہا۔ پھی میرے ہاتھ سے بھٹ کر قریب پر جا گری۔ میں نے قہر کر دیا تھا کہ
تک میرے دم میں دم ہے "گھسٹ" نہیں ہوں گی۔ خود ایک تھوہرہ صحت کی کھل
لوہ صاحب بہ دم ہو گئے۔

آتم ہوں نہیں ہوں گی۔ "انہوں نے اپنا کھ لکھ پورا ہاتھ قہر کی دھار
ساتھ کھ دلی اور کھ لکھا۔ میں نے موسیٰ سے اترنے کی کوشش کی تو انہوں نے
لکھ ہوں سے بکھ لیا وہ لب ہی طرح کھرچے گئے۔ چہ لکے میرے سدائے پر دھک
سواروں کو بھیجے۔ "لوہ صاحب نے پہنچے ہوئے یہ کواڑ لکھ گیا۔ میری چہ
لب کھ چلی تھی۔ چہ لکے میرے ہی آگے سے سدائے کھا اور کل اور آگے۔ وہ
اس کے حب میں رہ رہ گیا۔ لوہ صاحب نے لب خود ہی لکھ لڑی پر دھیل
قد سے گئے گئے اور میں سر اٹھا کر میں نے سدائے کی طرف دیکھا اور میرے
جسم میں ایک سے طرف کی سواروں کی۔ یہاں طرف لکھ لوہ صاحب کو دیکھ کر
موسے نہیں ہوا تھا۔

لکے دلے کھ تو میرے لیکن میں قصور تک نہیں کر سکتی تھی کہ کل میرے
کھ "کن ہے۔ اس کا فہم کم از کم چہ لکھ تھا۔ اپنا ہم جسم نہیں تھی کہ اس
موسے کی طرح چہ لکھ تھا۔ رگت کھی سالی اور رگتوں کی ہڈیاں میرے آگے
تھیں۔ پتے پتے سٹاک ہوتے ہیں جن سے ایک "سورے" پر لکھ لکھتے تھے کہ ہلے
تک کل ایک گہری فکر نہیں تھی۔

اس کی حرکات ان کا شکل تھا ہم ہل سیدھی تھے انہیں اس نے جن سے ہوا
کھل کر سر کے چہ میں ہوا ہا رکھا تھا کہ اس کی پٹی پٹی جھڑی کھل کر رہ گئی تھی۔
"کسی سوار کو کپڑے کپڑے کا موش جیسا کرنا پہلے پتے ہوئے تھی۔ آگے

لی تھی کہ اس کی چوڑی چوڑی کاتھوں پر ہل لکھ رہے تھے۔ اس کے سزا میں
ہٹا۔ "تھیں جن میں اس کی آنکھیں تھیں۔ میرے جسم میں دلے دلی سوزی لکھ رہے
تھیں ہی تھیں۔ ان میں ایک ایک کھپ سی پاس تھی۔ جن کی پاس سے کھی لکھ فریاد
رہے آنکھیں تھیں جھکنا تو چاہی ہی نہیں تھی۔

سواروں "میرے حب سے لوہ صاحب کی کواڑ کل رہی۔ "میں میرے ایک
نہی کھل گئی ہے۔" "میں نے فون 03036360959

"انہوں نے میرے "حیرت کے پتے پتے ہر حال میں جن میں ہل اور لکھ ایک
سڈی کی طرح رہا کہ وہ۔ اس کی نظریں ہر طرف لکھ رہی تھیں۔ "لوہ صاحب۔"
کی ایک دھار کواڑ کل دلی اور حب میں نے دیکھا کہ حیرت کے ہاتھ میں ہر طرف
کل ہم میں نے اپنی لڑائی دیکھی ہے اسے ہم کا پورا اٹھایا اور کھی ہو گئے۔

دھار "لکھ خیال کیا کہ اگر میں دھار کر قس لکھنے تک پہنچے میں کھپ رہا ہوں تو
اور کھ کر کھی بد کر سکتی ہوں۔ لکھ نہیں معلوم تھا کہ اس اقدام سے لکھ کیا لکھی
پے کا لیکن میرے ہاتھ میں ایک ہی سوار کھی رہی تھی۔ "وامت" "وامت"

ابھی میں قس لکھنے کی طرف دھارے کھی دھلی تھی کہ کھپ کی کواڑ کے ساتھ ہر
میں کھ میں لکھا اور اس سے پہلے کہ اس کا کھیرا کل پاتا سواروں نے اپنی کھ کھ
کھ ایک لکھ سے ہوں لکھ اپنی طرف کھل لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
کھ ہلی کھلی کو کھل پاتا ہے۔

میں سیدھی اس کے چہ سے جا کر کھ لکھ اس نے میرا کھان بکھ کر لکھ لکھ سے
چہ لکھ کے قسٹے پر دھک لکھ۔ ہر کو پھوڑ کر اس نے میرے کل پر لکھ کا پھوڑ دھ
پہ۔ میری آنکھوں کے سامنے اور میرا سا چھا گیا۔ سواروں کا ہاتھ کھا لکھ کا ایک دلی
پہ تھا۔ ہر اس نے کھپوں کو لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
قہر ہو گیا۔

سواروں نے لکھ سے میرے ہاتھ پر ضرب لکھ اور دھلی میں کھائی ہی لکھ کر آگے
رہی "اس کی کھی میری کھلی پر چلی۔ اس نے ہاتھ سے بکھ کر لکھ لکھ اور دھ پھٹک
رہ۔ لوہاب کی کواڑ ایک بار پھر کھی۔ ہر شاہ میرے ہی جسم پر چہ لکھ میری صحت
پہ لوہاب سے لکھ تھیں۔ اچھا ہی تھا کہ کھپوں کھپوں میں لوہاب گیا۔ لب کی ایک
کوہ حالت کا میرے لیے۔

لکھ نہیں معلوم کہ یہ کھی کا پورا کھ کھ لکھ۔ جب آگے کل تو ہم پھولے کی
فرع دھ دھ لکھ۔ ہل تک لکھ لکھ "میں نے لکھ کھ کہ کھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
رہا تھا کہ میں لکھ کی ایک دھل سے کھی ہوں جس میں پڑا ہوا سٹاپ "کھوں لکھ

گئے اس لیے کہ وہ ان گنت ہو گئیں نے میرا لورچا ہے۔

لورچاں اور سوئی ہوئی سوئی و دائیں بائیں سوئے ہیں اور ایک بار بار
 ڈھکیا دھکیا سے جہاں سے جہاں کر رہی تھیں۔ میں نے کچھ دیکھا کہ ان دونوں
 طرف دیکھا۔ دونوں نے گھری ہنسا لیں اور اپنی سیمائی میں سہول رہیں۔ مجھے دل
 ایک بے ہم سا چاہتا تھا۔ کہہ سکتے تھے کہ جلتے کی طواغیل مرگی تھی بلکہ جس
 جگہ میں طواغیل مرگی تھیں۔ کاشگل سے میں نے کہتے تھے۔ لورچی چادر ہلا رہی
 تھی۔ میں نے ایک دھڑکا کر چوہا چھو لیا اور آگسٹیں سو رہیں۔ مجھے ملنے سے
 سکی نہ تھی 'جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔ اس خاموشی سے آگسٹوں سے آگسٹوں سے
 میں جذب ہونے لگے 'تھی کہ مجھے رعبہ کے کچے گئے ہنگامہ گیا۔ شبہ میرا وہاں ہی
 ہو گیا تھا۔ کشت اور کشت کا آگسٹ

دونوں جہازیں خاموشی سے میری جھڑپوں میں سہول رہیں۔ کچے سے پہلے
 جہازیں ہوا میں تھیں۔ نہ جلتے تھی وہ جہازیں نے لورچاں کی کواڑ بنی۔ مگر جس
 لورچا میں طواغیل کرنا چاہتا تھا 'ان دونوں کا سارا لے کر لورچا تھیں۔ جس
 تک چلے میں بھی گئے ان کے سارے کی شہوت محسوس ہوئی۔

جس کشتے اور سے کچڑے پینے کے بعد ہی کی دستاویزی تھی 'میں کا ہاتھ
 ہوا کا ہی تھا۔ ایک کچر کھالے کر تھی تھی۔ لورچوں نے تقریباً انداز میں چر لورچا
 مجھے ملنے میں لہلہ 'نہایت بھانسا اور کالا سا کوئی شہوت گئے پانا اور کرام کرنے
 تھیں کشتے کی تھی۔

تیسرے دن پائل رکن و اپنی جگہ کا بھڑا گالنے لاپ صاحب ہر گشت۔ رکن کو
 لاپ صاحب سلیم ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کی کوک سے کھل ڈرل نہ ہو۔ لاپ صاحب
 سب حوصلہ کے کوئی اہل نہ دیکھ کر اس دھڑکی و ان کے چمکتے قدم کچر
 گئے۔ مقرر کی لاش و جگہ کا جیش رات بھر جاری تھا۔

اس کے بعد تھکی اس صاحب و تھی۔ لاکھوں کی طبل میں ہاتھ پاؤں مارنے کی
 میں کشت نہ رہی۔ لاپ صاحب پنے پنے ڈر دھڑکے تیسرے دن آگے تھے۔ لاپ صاحب
 طویل ہو آگیا۔ لاپ صاحب ہاتھ لپکا لپکا کر میں نے ہوسے ایک چپے ہوا ان کی
 ہنسی۔

مجھے نہیں سلیم تھا کہ ملاقات کی طرف میں میں کئی گزائی تک جا چکی تھی لیکن طبل
 میں لہرت کی چنگاری اب بھی مدھن تھی۔ اس شخص سے مجھے کچھ بھی مدد نہیں تھی
 لہرت تھی لیکن یہ ایک مجھ لہرت تھی کہ لپٹے مدھن کے اندر کا سورج میں دھاوا
 ہی اندر رہی گھول رہی تھی۔ طبل کے اصحاب کو رچہ رچہ کرنا رہتی ہے مگر کئی رات

نہیں ہوئی۔

تقریباً پانچ ماہ بعد میں نے کشتے میں ہوا اپنی شکل دیکھی۔ میری آنکھوں کے گرد بڑے
 لوردار ہو چکے تھے۔ سرخ و سفید رنگت بڑھات میں بدل چکی تھی اور ہاتھ پاؤں ہر وقت
 جوتے سے بچتے تھے۔ حالانکہ انہی لورچی دھڑکیوں سے اس شہادت کہ غلطے میں مجھے
 لیے آگسٹوں اور خدمت گاہوں کی کھلی کی نہیں تھی۔ مجھے لیے الزام و الزام کے
 کمانے پکڑتے تھے اور میں سب انہیں کھل بھی تھی۔

مجھے کمرے کی لٹریاں ایک سے ایک الگ الگ اور تھیں لٹریاں سے میری ہوئی
 تھیں۔ میری کھڑا ہوا ہے مجھے سوچیں کے زہرات کے کی لپٹے سہول تھے۔ مجھے سب
 مل کے اس مخصوص جگہ میں دھڑکتے اور ہلنے میں ہلنے کی بھی آہل تھی لیکن لپٹے
 سوچوں و کسب و کسب سے کئی نہ کئی کی آگسٹیں میری طرف گھری رہتی تھیں۔ کئی نہ
 کئی طواغیل سراسیمہ و کئی کچر مجھے ہیں پاس سہول رہتی تھی۔

میں چاہتی تھی اس سہولت کو اپنی کشت کا حل آکر کچر کر سب کچر سہول
 رہتی۔ جسم کے پائل کھڑے کہ اس کے ملے ہوئے رہتے مگر مجھے پیٹے میں کئی دم تھا
 اندر سے مجھے مرنے نہیں دیتا تھا اور اس اندکی سے مجھے کئی کھڑا بھی نہیں کرنے
 تھا۔ میں سستی رہتی تھی تھی کہ کچر کچر تھا اور لٹریوں کی ہل چلیں میں بچتے
 بچتے آگسٹوں کے ساتھ اور چھوٹا چھوٹا تھا۔

کبھی کبھی میں نہیں کرنے کی کوشش کرتی کہ میں کیا سستی ہوں؟ کیا میں اس و فیصل
 کہ غلطے سے لاپ چاہتی ہوں؟ لیکن لورچہ کر میں کس کے پاس چلوں گی؟ بے سارا
 حرکت کے لیے تو ہمارے کچر کچر ہیں۔ لاپ چاہتی ہوئی ہے۔ ایک بھڑپے سے بھاگ
 کر میں نہیں تھیں تھیں۔ لیکن ان کے لڑنے میں تو میں کچر کچر کی؟ لیکن ان تمام ایسی
 کے پھوٹ ہر حال میں اس فیصلے و تھی کہ میں لورچہ چاہتی ہوں اور صرف لورچہ چاہتی
 نہیں چاہتی بلکہ اس بھڑپے کا سر بھی کھانا چاہتی ہوں جس نے مجھے ہماری پہلی دھڑکا سے
 تھکی سے اٹھا کر اپنی خواہشوں کے کھڑے سے ہوسے دھڑکا اور کسی نے اس کی طرف
 اٹھی تھی۔ میں اٹھتی تھی۔ کیا میں کسی بھڑپے کی دھڑکا بھی نہیں دیکھتی تھی؟ آکر میرا
 کیا جرم تھا؟

اپنی طواغیل انہیں کبھی کبھی مجھے ایک ہوئی تھی کہ میں سہول کرنا کہ سب
 جہازیں ہوا میں شہوت کھڑے میں لپٹے رہتی ہیں 'ان سب نے ان سب میں سے بچنے
 بھی شہوت شہوت میں میری ہی طرح سہول ہوگے۔ جس کی دھڑکیوں سے ہوسے سر گر لیا ہوگا
 لیکن رات رات ہی دھڑکا لگے ہوں گے۔ طواغیل ہوا مرگی ہوئی اور انہیں داس لپٹے ہوں
 کی لیکن میں۔ میں لڑ کر سوتی۔ میں تو اس و کچر کچر کی تمام ہوسے میں دیکھ سکتی۔

۱۰۔ اور جب اکی ٹولب صوبہ کے لیے ایک طویل سڑک بنانا اور اسے ہمارے ہمارے

عقلی خلق میں کھانے کے کمرے میں بیٹی اور اس سے گزر کر بھووالے میں داخل
 پھرنی لگنے میں داخل ہوئی۔ شہر پہلی سڑک پھرنی لگنے میں لگی تھی۔ یہی گلی
 پھر تھیں اگلے سے راستہ کے کھانے کی دکانوں میں مصروف تھیں۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکراتے
 اور اڑ میں اٹھ کھڑی ہو گئیں۔

”یقینی مدعا یہی رہا۔“ میں نے مدد لے کر میں کہہ دیا۔ میں تو بس ویسے ہی ہاتھ
گزارا کی خاطر دیکھنے لگا۔ حق کہ راست کے حصے میں تم کیا کہہ جاؤ کہ رہا ہو۔“ میں
میں کے کہہ ہی سننے لگی۔ ”مجھے ان کے اہل کے ہاں گزارنے گئیں جن کی مدد چاہی کر
رہا تھا۔“

[illegible]

تینوں عورتیں ایک سہارے اپنے سامنے کی قتل دیکھے بیٹھی تھیں۔ لیکن میں نے ایک اچھا
 چھوڑا اس دکان کی طرف تھا جس پر میرا گورنر ملو گئے تھے۔ ظاہر ہے تینوں ہی عورتیں اس
 ہمارے اپنے کام میں مصروف تھیں لیکن مجھے احساس تھا کہ قتل کے قتل کے وقت
 میری دکان اچھیلی سے میری طرف فوراً دیکھ لیتی تھی۔

میں پہلے پہلے ڈر کر تک جاتی تو میری آن کی طرف پھٹتے ہو جاتی، ان کی طرف پھٹے
 کیے ہوئے ڈر کر سے چھٹی اٹھنے کا اظہار مل نہیں سکتی تھی۔ مجھے حسرت تھا کہ اس
 لئے ان میں سے کوئی ادا شاہ مجھ کی بھول سی میری طرف دیکھ رہی ہوں۔ کسی حد تک
 دوسرے لوگوں پہلے کے ہر لمحے پر ایسی طاری ہونے لگی۔ ویسے بھی میری سہولگی سب سے
 ہوا ہی گئے تھے۔ میں دواؤں کا مختلف چھوٹا سا مجموعہ رکھتی تھی تاکہ ہر قسم کے وقت کو
 دیا جاسکے۔

و لہذا میرے لیے اس وقت کی گزرتی ہوئی حالت میں میری طبیعت اور اس کی طرف سے کرتے بھی تھے 'چلوں' کا حق لے کر اسی دور کو لے کر اسے بھیجے گا اس لیے چاہیے

آگے آگے اندر دھکیلنے کے بعد اندر کی طرف تھانگ لیا اور مڑ کر میری طرف دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ یہ دم سم سی سترابھٹ اتنی طوفانک تھی کہ میرے جسم کی لرزش کچھ اور بڑھ گئی۔ یہ ایک طویل و عریض تہہ خانہ تھا۔ فرش دیواریں اور پست پتھر کی سلوں کی تھیں۔ اس کے پانچ دروازے تھے۔

پست کے وسط میں تار کے سرے پر بلب بھول رہا تھا۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ کوفیوں کی قطار تھی۔ کوفیاں کیا بڑے بڑے بلب تھے۔ ہر ایک چار فٹ اونچے دروازے لوہے کی سلاخوں والے تھے۔ پنجو تھاپے تمام کوفیاں خالی تھیں لیکن انہیں دیکھ کر وحشت آتی تھی شاید اس تصور سے کہ ان میں انسانوں کو بند رکھا جاتا رہا ہوگا کیونکہ ہر بلب کے نیچے ایک ایک مڑا اور ایک ایک ٹیٹ کا وہ موجود تھا۔ شاید حفاظت کے لیے۔

سواراں نے ہاتھوں کو جھٹکا دے کر مجھے دور دھکیل دیا۔ میں پھر پلے فرش پر جا گری۔ "ہڑاہ" ہلکی آواز گونجی لیکن یہ میرے جسم پر نہیں پڑا تھا۔ سواراں نے ہوا ہی میں گھمایا تھا۔ جیہیں لٹکے فرش پر جا کر میں نے اپنے کپکپاتے جسم کو سنبھالا دینے کی کوشش کی اور اٹھنے ہی لگی تھی کہ ہڑاہ کی آواز کے ساتھ ہلکے ہلکے پڑا۔ میں ہلکا کر فرش پر لوٹ گئی۔ اب محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے کند چھری سے پشت کا گوشت کھینچ دیا۔

"بھدا کے لیے سواراں! مجھے صاف کر دے۔ مجھے یہ دم کدے میں گندے پاؤں پڑی ہوئے۔" میں نے بھٹک کر اٹھا کر آسروں سے دھندلائی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ بڑی ابھٹکی سے وہ ایک ایک قدم اٹھاتی میری طرف بڑھی۔ میرے قریب پہنچ کر ہاتھوں کی ٹھک ٹھک رک گئی۔ میں اونہی پڑی تھی۔ ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ بھٹک میں نے گردن کچھ اوپر اٹھ کر دیکھا۔ سواراں میرے سر پر ٹانگیں چڑی کیے تھی کھڑی تھی۔ دھندلا وہ ہلکے میں لٹکا کر بھٹی اور میرے ہاتھ کھولنے لگی۔ شاید اسے مجھ پر دم آگیا تھا لیکن نہیں۔ یہ میری خوش فہمی تھی۔

ہاتھ کھول کر اس نے ایک بار پھر ہاتھوں سے پکڑ لیا اور ایک ٹکٹے سے مجھے سیدھا کٹا کر دیا۔ میری لرزتی ہوئی ٹانگیں جسم کا بوجھ اٹھانے سے قاصر تھیں لیکن سواراں کی طرف سے دم کی توقع نے کچھ سارا دیا۔ اس نے میری آنکھوں میں جھانکا اور وہ سرے سے اٹھنے لگے ہاتھ کا ٹھیکر میرے منہ پر دھند کر دیا۔ میں ایک بار پھر فرش پر جا گری۔

لگت کی تپش میرے سینے میں تمام تر قوت کے ساتھ جاگ اٹھی۔ سواراں سے دم کی توقع مٹ گئی۔ مجھے اپنے دفاع کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھایا۔ میرے ہاتھ اب کھلے تھے اور سواراں بے شک کھلی بھی غیر معمولی تھی لیکن بہر حال ایک عورت تھی۔ میں نے اپنی پچی پچی لڑائی کو بھج کیا اور اس بار جیسے توا۔

سواراں نے ہاتھوں سے پکڑ کر مجھے اٹھایا۔ میں نے پوری قوت سے اس کے پیٹ میں لات دھند کر دی۔ میرا پاؤں جیسے لوہے کے کسی ستون سے ٹکرایا اور جھجھکا کر رہ گیا۔ فوراً ہی میں نے اس کے سینے پر دونوں ہاتھوں سے گھونٹے دھند کیے مگر اس نے اپنی جگہ سے ہنہنہ نہ کی اور نہ ہی اس کے حلق سے کوئی آواز خارج ہوئی۔

میں نے سسی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں شعلے بج رہے تھے۔ میرا جسم ایک بار پھر لرز اٹھا۔ وہ غیر معمولی نہیں شاید مافوق الفطرت عورت تھی۔

"تمہاری حملہ کرنے کی عادت کئی نہیں۔" وہ زخمی شیرنی کی طرح فرخرائی۔ "بہر حال گروہ کرو۔ میں بڑے بڑے سواراں میں سے یہ حالت نکال دینے میں مشغور ہوں۔" ایک لمحت اس نے میرے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور پھر کی تواز کے ساتھ میری قبض ہو اس وقت میرا کل لہس تھی۔ میرے جسم سے علیحدہ ہو گئی۔

ایک جگہ سے اس نے مجھے بے گرا دیا اور مجھے پریشان چلی۔ اب وہ مجھے بیت نہیں رہی تھی بلکہ وہاں سے مجھے ہم کے قلعہ صوبہ کو چلا رہی تھی۔ میں اس کہنے کی طرح لڑش پر توجہ کی تھی ہاتھ سے بغیر رخ کیا جا رہا ہو۔ غریب غریب میں نہ جانے کہاں سے کہاں جا چکی تھیں سواروں پر مشورہ آجیب کی طرح مجھ سے چلی ہوئی تھی۔

میں نے اسے غیب کر لیتے کی کو خوش کی تھیں اس کی کڑی میرے ملنے پر ملنے سے آج۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مجھے لگا جیسا جانا چاہتی تھی لیکن نہیں۔ خدا جسم کے ہر حصے کو دیکھنے کے قورزا سا کمال کر پھولا رہی تھی اور ہر کسی اور مجھے پریشان کر دیتی۔

پلا فرانت ہماری بدانت سے باہر ہو گئی اور پچھتے پچھتے میں بے ہوش ہو گئی۔ اللہ کا رحم نہ مہر ما احساس اب بھی ہتی تھا لیکن ہر رفتہ رفتہ انہی پر چھائی ہوئی لڑکی گئی ہوئی تھی۔ "فری احساس مجھے یہی ہوا کہ شاید میں موت کی آغوش میں اتر رہی ہوں۔

پھر لیٹنے لگی دو پہر صلیت پہاڑ ہو گیا لیکن گا مروجہ آنکھیں ہچکچتے کے پادشاہ مگر کہہ دیا۔ ہاں محسوس ہو رہا تھا کہ میں کسی عجیب سے سمندر کی قہر میں چلی ہوں۔ جسم میں قیام تھا لیکن طرف لڑکی کی لڑکی۔ احساس اور ہر ہر ہوا تو یہ لڑکی دھیرے دھیرے پھٹنے لگی اور اس کے ساتھ ہی گویا جسم میں ہزاروں پھولوں کی دھنیں اٹھ اٹھ۔ جسم کا ہر ریشہ گود دہم کا ہوا تھا۔

دھیرے دھیرے ہوئی آنکھیں اس اور مدھنی کو محسوس کرنے کے قابل ہو گئیں اور میں نے وہ سلاخیں مگر آہیں ہر حصے وہاں کے کہہ سے چار فٹ اونچی چھت تک پہنچی رہی تھیں۔ ہوئی آنکھیں سکڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ایسی حرکت دینے کی کو خوش کی تو اللہ ہلکے لیسوں کے ساتھ ہر احساس ہوا کہ میں اسی جگہ لگا کو غریبوں میں سے ایک میں بند ہوں جنہیں میں کہہ دو گئی تھی۔ اس کو غریب کی سادہ ایسی تھی کہ انہوں نے تو سیدھا لیت سکا اور وہی سیدھا کرتا ہو سکا تھا۔

میں نے اس کی چھت کے ہر حصے میں اتر کر بیٹھنے میں کامیاب ہوئی اور اس عمل سے دوران پھر اسی طور پر میرے ملنے سے نہ جانے کتنی کتنی چلیں گئیں۔ سانس نہ محسوس ہوا تو میں نے اپنا ہاتھ دیا۔ مجھے جسم پر اب بوسہ کی طرح ہونے لگا۔

کچھ گزرتے کا مولا اور اصلا اصلا لہو تھا۔ اسے اٹ پڑ کر میں نے اسے کہہ کر مٹا دیا۔ یہی حالت اس کو کوئی سے ملنے تھی جسے کی غریب کے منہ لہو کے ہر گل اس کے پھول کر کے جھٹکے ہوئے تھے کہ وہ پہلے ہی سے کھم ہر تھے۔ جسم پر جا رہا تھے۔ اسے دھنوں کے لہو نے چ پچھے تھے اور ان سے ملنے دس دس کر کھڑکی طرح پر کیا تھا۔

میں دھا پہنچی تھی لیکن آنکھوں کے سوتے شاہ ملک وہ تھے تھے۔ ملنے سے مراد نہیں تھی بلکہ وہاں کی حالت ہماری سلاخیوں تھی تھیں۔ لہو کی غریب کی ایک ٹہنہ چلی تھی جس میں وہ محسوس مدھنوں پر محسوس دیکھنے سے ہی غریب کی طرح اٹھی ہوئی تھی لیکن اور وہاں کا ایک پالہ رکھا تھا۔ نہ جانے میں کتنی دور بے ہوش رہی تھی اور یہ لہو کہ مجھے پاس رہی تھی اور مجھے کہہ کہاتے ہوئے میں نہ جانے کتنی وقت قور پچھا تھا لیکن موت کا کمال احساس نہیں تھا۔ بے پناہ سہلی اور مدھنی مدھنی سے اجلی ہوئی تھیں ہر دھن پر مدھنی تھیں۔

جانے کتنی دور تک میں سادہ تھیں سلاخیوں کو کھولتی رہی۔ ایک مہموم میں لہو کے سوسے کہ یہ سب مجھے شاید ایک ہی ایک طرف ہے اور ابھی مٹا رہا ہے گا لیکن کہہ لے نہ پڑا۔ سلاخیوں پر حضور الیہا رہی۔ سلاخیوں پھیلا ہوا غریب و غریب ہاں اور اس کا ہر ریشہ لڑش اور دھاریں ہوں گی کہیں رہیں۔ چھت کے وسط میں لگا ہوا وحشا دھلا سا ہوا بھی دھن دھن رہا۔

اب مجھے تھیں ہو گیا کہ یہ مٹا رہے وہاں میں تو میں سلاخیوں کو قیام کر رہا تھا تو کڑی ہوئی۔ جسم پر گویا ہزاروں گند دھنوں کے مدھن کے گل کے گلاب ہر حصے میں جسم آئی ایک حصہ بھی گئی تھی۔ میں نے سلاخیوں پر محسوس دھانے کو جانے کی کو خوش کی لیکن وہ صوبہ اور سا کڑکڑا کر رہا تھا۔ تب میں نے دیکھا کہ باہر ملنے کی کڑی میں ایک جگہ کچھ لگا ہوا تھا۔ مجھے ہاتھ پہ ہاں سے ہر کر سلاخیوں پر مجھے کو گھٹنے پہلے لے اور میں ایک بار مگر دھن سے ہی فرل پڑا۔

اب مجھے ہر جسم پہ ہوش کی طاری تھی۔ ایک وحشا سا احساس تھا کہ شاید کہہ ہی نہ لے کہیں لہو کے دھانے کی کڑکڑاہٹ سن تھی مگر جیسے کسی نے میرا سر قوروا سا ہوا کر اٹھا کر کسی گولا چھڑکا دیا۔ میں نے آنکھیں کھلی کر دیکھا۔ ایک اجنبی صورت لہو پر چلی ہوئی تھی اور میرا سر اس کے زانو پر تھا۔

میں نے غامضاً بھی گویا کہ رہی ہو۔ "اس نے سرگوشی کی اور لہو کا تھل سے میرا کہنا دیا۔ میں نے ہونے سے لہو میں سر پہنے کی کو خوش کی تو سر پھرنے کی طرح مجھے لگا۔ اس صورت نے ہاتھ میں ہاتھ ہونے ملنے کے پالے سے قوروا سا پانی میرے

محل میں چلا۔ محل کچھ تر ہوا تو میں نے اشارے سے اور پٹی مالک اس نے عیالہ میرا ہوش سے لگا تو اس سے ہوا کہ میرے ہوش بھی کچھ چلے اور مجھے ہوسے تھے۔ ہر گھونٹ پینے کے بعد میری نگاہوں کی وضاحت کچھ کم ہوئی اور جسم میں زندگی کی روش محسوس ہوئی۔

میں لیوان دیر پہلے نہیں رک سکے۔ "حوریت نے سرگوشی کی۔" پہلے بھی میں کلا لے کر آئی تھی تو تمہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر میں کی ایک گول لیا نکلی۔

"یہ لورجیاں لے چکی ہے۔" اس نے لپکا میرے پاس رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک خاص مرہم ہے۔ لورجیاں لے کسی بیلے سے چھنے حکیم سے حاصل کیا ہے۔ اسے لپکا زخموں پر طہود لگانا تھا۔ لورجیاں کہہ رہی تھی کہ انسانی دماغ کے دھڑکتے زہریلے حصے ہوتے ہیں۔"

"کیا لورجیاں یہاں تک تھی؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ اسے تو یہاں آنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے کیونکہ سواراں کیا سمجھتی ہے کہ وہ تم پر کچھ نہ کچھ سوار ہے۔" حوریت نے جواب دیا۔

"تو پھر اسے میرا محل کیسے معلوم ہوا؟" میں نے لیف آواز میں پوچھا۔
"اسے خوب اچھی طرح اندازہ تھا کہ سواراں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہوا اور کچھ میں دیکھ کر گئی تھی۔ میں نے اسے قتل کیا تھا۔" حوریت بولی۔

"اور تم کتنے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"میں؟ میں بھی کثیر ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ آپ سے میرا سامنا صرف ایک مرتبہ ہی ہوا ہے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔ اس نے میرا سر دائرے سے ہٹا کر پیٹی احتیاط سے چھریلے فرش پر رکھا۔

"میں سوچتا ہوں۔" حوریت نے کہا۔ "کیا وہ زندہ بچ گیا؟" میں نے اپنی چھوٹی مائیں پر توجہ پالنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے سہانے لہجے میں جواب دیا۔ "خون کٹا ہوا ہے لیکن نواب صاحب کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ چھ حکیم صاحب کا کہنا ہے کہ وہ چھ دنوں تک باقی ٹھیک ہو جائیگا۔"

ٹھیک کو غصی میں بہتکل سٹ سٹا کر وہ اٹھی اور جلی جلی میں آہلی دوداد کھول کر اٹھ گئی۔ بتا کر اس نے سڑکوں کے درمیان سے جھانکتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو کچھ کہنے کی کوشش کرنا۔ مجھے الحسوس ہے کہ فی الحال میں تمہیں اس سے بھر کھانا فراہم نہیں کر سکتی، مگر اپنی بہت کوشش ہے۔" مگر وہ جلی اور جلی سے ہال کے چھ گیمے کی طرف نکلتی

وئی ہر چھوٹے سے بلب کی کنویرسی روشنی کی تود سے دور تھا۔
اس صبح خانے میں زندگی کی رفتار کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ وقت گھٹا اپنی جگہ تھا رہتا تھا۔ دن یا رات کا کوئی پتا نہ چلتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کئی دیر بعد مجھے میں اٹھنے والی نہیں تھی مجھے محسوس کا احساس ہوا۔ میں نے سوچی مدنی کو وال میں بٹھو کر کھانے کی کوشش کی۔ پھر مجھے تو بہت میں چلے ہی گئے جس سے مجھے اپنی قیامت میں کچھ کی محسوس ہوئی۔

لب میں نے مرہم کی لپکا کھولی۔ یہ سنہری مائل ہے رنگ کی چھ تھی۔ میں نے زخموں کا جائزہ لیا تو ان کا گھبراہٹ کوئی شری نہ تھا۔ پورا جسم ہی زخموں سے بھرا ہوا تھا اور مرہم ان کے لیے کافی تھا۔ ہر حال میں نے ہر دم سے تھوڑا تھوڑا لگانا شروع کیا۔ اگلے کے پس سے ہر دم میں اتھک کی ایک ہی لہر دوڑ جاتی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر مجھے ایک گوندہ سکون کا احساس ہوا۔ مرہم واقعی جلد اثر تھا کہ زخموں کی آہستہ آہستہ ہی معدوم ہو گئی تھی۔ میں دیوار سے ٹک لگا کر بیٹھ گئی۔ سوچتے کھٹے کی صلاحیتیں گھبراہٹ ہو گئی تھیں۔ شاید یہ کھٹ کی خدمت تھی۔ جب تک میری مدد لے اختیار نہیں ڈالے تھے میں کچھ نہ کچھ سوچتی رہتی تھی۔ بہت کامیابی طریقہ "بھگوت کا کوئی اندازہ" چھٹا کے کی کوئی قدر تھی لیکن اب میں محسوس ایک ہے کام بنانا جاری تھا۔ اندیشے "نہیں ہیں" خواہش اور حرات سب کچھ ہی ختم ہو چکا تھا۔

دھنسا اس خلی انسانی کے عالم میں پہلی مرتبہ میں نے محسوس کیا کہ وہ خانے کی کسی دور اللہ اور فکر نہ کرنے والے مجھ سے ملنے والے سے کچھ گواہی سنائی دیتی تھی۔ کبھی یہ آوازیں درجوں کی فراہم سے ملتی جلتی محسوس ہوتی تھیں اور کبھی انسانی کی جھڑپ سے۔ کبھی کبھی کراہ سنائی دیتی تھی اور کبھی کبھی مکمل مکمل اور بھڑکی دھم کی پٹائی۔

احساس تنہائی نے اتنا طویل نہیں کیا تھا جتنا ان آوازوں نے۔ میں نے اپنی جگہ سے حرکت کیے بغیر اس سے دیکھا ہر صبح سے آوازیں آتی تھیں۔ بائیں طرف جہاں کہ خدا ہر قسم ہوتا دکھائی دیتا تھا وہاں دیوار میں لوسے کا ایک بڑا سا چھلی دار دوداد تھا۔ اس دوداد کے عقب میں اندھیرا تھا لیکن دیکھنے پر احساس ہوتا تھا کہ شاید وہ خانے کا ایسا ہی ایک حصہ اس طرف بھی ہے جو مجھے اپنی جگہ سے نظر نہیں آتا تھا۔

اگلے مرتبہ کثیر دلی دلی پر مشتمل کھانا لے کر آئی تو میری حالت پہلے سے بہت بہتر تھی۔ میرے پوچھنے پر اس نے چھٹکتے ہوئے بتایا کہ دودادے دلی دیوار کے پٹی طرف واقعی وہ خانے کا دوسرا حصہ ہے اور اس طرف آمد و رفت کا راستہ دوسرا ہے وہاں سو

و رات پوری تھی وہ سبھی اقدار سے شہ میں مریگی تھی۔

محبت انھوں کی کیوں میں میل اس طرح جم چکی تھی کہ اب یہ علاوہ
ہوئے انھوں سے بھی نہیں لگتی تھی۔ اگر گلیوں سے نظریہ آدھنی کوئی قطع ہوتا ہے تو
چھینا اس میل میں دلچسپی ہو چکا تھا۔ میری جلدی اصل رنگت کی میل کے بچے چھپ چکی
تھی اب وہ بات یہ تھی کہ مجھے اب اس پر کب سے کبھی بھی نہیں لگتی تھی۔ میں نے کہ
ہے تاکہ محبتی اظہار سے شہ میں مر چکی تھی۔ کھانا لےنے والی کھیر لے آئے۔ ہار ہلا کر
مجھے اس لمحہ میں اتنے دو سال گزرنے لگے ہیں اب بھی مجھے کوئی خاص حیرت نہ آتی۔

[illegible]

سچے انھیں چاہی ہے یا برکت۔ " اس نے میدان کھول کر گھبراہٹ ہوئی سی کو آواز دی کہ ایک لے کے لیے ڈکھا مجھے ہادی نہ کیا۔ صبح بھرا ہی ہم ہے۔ پھر میں مسجد سے انداز میں اٹھ چلی۔

فلانہ صوفی انکسوں میں داخل کی تک و کچ کر رہی تھی۔ اور اہل اور کھوں کے
 بل محبت لہجہ کر کے ہاتھ سے پکڑ کر چمکھڑے ہوئے ہوتے۔ آپ نے مجھے پتا
 نہیں۔ اور اس معاملہ کے ساتھ میرا پرکھا ہوا ہے۔ آپ نے مجھے پتا نہیں۔

”میں نے گویا تواریخ میں کما اور جب سے کچھ پہلے پہلی کا
 پہچانیں جو کہ تین میں رہیں وہ تئیں‘ اہل سنت کا پہلی نم کہ جس سے جٹ آیا۔

”راج کھلے کی بیڑی لوٹا ہر چاہ لوہاں کے چنے چنے کے درمیان جھڑا ہر مہلہ۔
 اور جہاں لے لپچتے ہوئے تازہ۔“ چنے نے باپ پر گھل پھا دی۔ گل میں لٹکے لپچی ہوئی
 ہے۔ الزامی میں سواریاں سے چاہنا کا کچھا کر گئے۔ ہرے دل میں پتلا خیال کی لہر کا
 شاد توں نے لٹکے لٹکے ہر گھنے کا سوچ فراہم ہے۔ اس سے پتے کہ سواریوں کا
 چاہوں کے چنے کی ہر سواریوں کا احساس ہو، میں کھسک گل سے نکلا چاہتی ہوں لیکن تم
 گل کچھ ہمت کہ۔ چوں ہمت میں کر رہا ہوں۔“

اس نے اپنے سے بڑھ کر اچھے اعلیٰ اور صالح لے کر وہ خانے کے پاس روانہ کی
 طرف مدد کی لیکن میں خانے کے پاس اس کے ساتھ تقریباً گھنٹہ رہی تھی۔ مجھے
 ہاتھ چٹا بھل چکے تھے اور میں یوں فریادیں کرتی تھی تو ہمارے فرقہ کے پاس چھوٹی کے
 اچھے خانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ کوٹری سے کل ۳۰ گھنٹے کے بعد میری کمرکھانہ کا
 طرح اٹھ رہی تھی۔ مدد میں نے اس کو فریق میں گزارا ہے جسے جہاں سے ہونے کی

منہاں ہی میں جس اور سر ہمارے پہلے پہلے کر ہی رہے کی ہڈی میں مشکل فم چ گیا تھا۔
 لہذا میں چاہتا ہوں گی کہ۔

لورین نے کہہ دیا ہے۔ مجھے وقت کو فری ایئر ہے۔ وہاں سے کانٹا ہار لگا رہا تھا۔ بیڑیوں کے ہوائے سے لکڑی کریم طویل راہداری میں گسٹا جاتا تھا۔ میرا بھائی
 "اقتلہ" لورین ایسا واحد ہوا رہی تھی۔ کئی دہائی تک اس کے ساتھ ٹھیکے کے بعد
 میرے قدم بہت سے چمکے گئے تھے لیکن کرکٹ اب بھی بہت چمکے کی کوشش کرتی تو رچھ
 ن ہڈی میں وہ محسوس ہوتا تھا۔ اب ہم ہاٹ میں ہوا رہے تھے جو طبع ہونے میں نہیں لیا
 تھا۔ میں بھی طرح بہت ہی تھی لیکن لورین مجھے سانس دے دے کرنے کا موقع نہیں
 دے رہی تھی۔

ہذا خدا کے ہم ایک راہ تک پہنچے۔ اور جس نے ایک کڑی کڑی سانس لیں
اور اپنا جی سادہ بنا کر رکھے سچے سچے ہیں۔ " یہ رکھ لو تو اچانک کے کام آئے گا۔
یہ اللہ کی قسم : ان کے ساتھ پاگل کل ہے۔ "

میرے لئے راستہ کھاتے ہوئے ہیں۔" وہ دروازہ کھول کر تم میں سے ایک کے پاس پہنچ گیا۔
وہ دروازے کے میدان میں بھاگی ہوا۔ آگے بڑھنے لگا۔ اس کا ہاتھ صدمہ کے جھل صدمہ
پر چلتا تھا۔ ہل کی جگہ میں جگہ کو صدمہ کرتا۔ آگے چلے گا۔ ایک ہستی ہے۔ کسی
صدمہ وہیں تک پہنچ رہا۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟ ہمیں کیا کرنا ہو گا؟ میں کہہ نہیں سکتی۔
اب ہاتھ خدا مانو!

بھر = ہاروں ہاتھ دیوں ۽ ہنک گئی۔ "بھئی کر ۽ چنہ کر دے اور ہلاک نہ جلدی
کہو۔" اس نے گھبرائے اور نے انداز میں کہا۔

میں اس کی بات سمجھنے کے بعد سوچا کہ تک تو قتل کرنے سے گھبرایا۔ اس نے
میری پہلی خدمت سے گھبرا کر کہا کہ اس عیب سے چوک اٹھی اور اس کی
کمر بچھ کر۔ دوا سے پہلے طرف دین کا سے گھیب میں نظر کر رہی تھی۔ تب میں نے
قالی لڑائی کے سے عالم میں نہ جھبے میں چھٹاک لگا دی۔

[illegible]

کے درمیان ایک نیم پلہ مکان کی چار دیواری نظر آ رہی تھی۔
 ودانے پر پہنچ کر شوکت حسن نے دستک دی۔ تیسری دستک کے بعد اندر گھسٹ سٹل
 دی اور خود کی سے پوجل حوائثہ حوالہ میں پڑھا کیا۔ "کون ہے؟"
 "میرے والد بزرگوار؟" شوکت نے جب آواز بلند کیا۔ "بھلادی سے ودانہ کھول۔"
 کٹڑی گرنے کی آواز آئی۔ ودانہ کھولتے والا واسکٹ اور دھوئی میں بیوس گئے ہوئے
 جسم کا ایک اوجیز سر کا سرفولا سا آدی تھا۔ کھڑی سی دائی چاندھی چاندھی آنکھیں اور
 موٹے موٹے ہونٹ مگر اس کے چہرے پر مصوویت کا پتہ تھا وہ ایک ہاتھ میں لائین اور
 دوسرے میں لاٹھی اٹھائے ہوئے تھا۔
 "خیرینی ہارل صاحب؟" ودانہ کھولتے ہی اس نے پوچھا اور اسی لمحے اس کی نظر بھڑک
 پڑی۔ وہ ہڑکا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔



"خیرینی مدح کیوں تھا ہو گئی نندو؟ یہ خیرینی تو نہیں ہے۔" شوکت نے اسے ایک طرف
 ہٹایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا۔ خرد سر جھکائے پیچھے آ رہا تھا۔
 "میں عبور کر کے ہم ایک دستک کرے میں داخل ہوئے جہاں طاق میں آیا اونچا سا
 نیو سین لیپ روشن تھا۔ دیوار کے ساتھ ایک لمبے چوڑے دیوار پر ہسٹریک ہوا تھا۔ وسط
 میں ایک گول پتائی کے گرد موٹے موٹے تختوں سے بنی ہوئی چھ کرسیاں پڑی تھیں۔
 "بزرگا" شوکت نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کیا۔ "بھلادی سے
 کنویں سے پانی لال کر پانیوں بھر اور اس دیکھادی لڑکی کے نسلے دھولے کا بندھنا کر۔
 پینے کے لیے اسے میرے شب خوال کے کپڑے دے دے اور پھر اس کے لیے کھانے اور
 چائے کا بندھنا کر۔" خرد سخوت مندی سے سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔
 تقریباً ایک گھنٹے بعد جب میں حسن خانے سے نکل تو دھولے ڈھال مگر صاف ستھری بیل
 ٹرٹ اور پاجامے میں مجھے اپنا دھو روٹی کے گالے کی طرح سبک لگ رہا تھا۔ کنویں کا پانی
 نہایت فرحت بخش تھا اور خوشبودار صابن کے ڈھیروں جھاگ کے ساتھ میرے جسم سے
 ہٹتی ہوئی روٹی کی ملا تھیں۔ خرد نے مجھے ایک دوسرے کمرے میں پھانسیا
 جس کا فرش کچا گرام تھا۔ ایک طرف بیوی سی چاہیال تھی جس پر سلیپے سے ہسٹریک
 ہوا تھا۔

"آپ کھنسی دیکھ کر لیں بی بی جی! میں اتنی دیر میں کھانا لاتا ہوں۔" خرد نے ایک
 دیوار کی طرف اشارہ کیا جس پر ایک لمبا سا آئینہ آویزاں تھا اور قہقہے ہی ایک طاق میں
 کھنکھن رہا ہوا تھا۔ درجن بعد میں نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ
 کچھ دیر پہلے تک میں کیسی لگ رہی تھی۔ پھر اگلے اپنے آپ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی
 صورت نے اپنی بھولی بھری "کٹی پٹی" گرد تھوڑے تھوڑے کو بھانپ کر چھ کرے رنگوں سے اس
 کے خدخال اسرنا بھارے ہوں۔

"کھنسی کر کے میں ہاتھ کا جوڑا بنا کر پٹی تو شوکت کو ودانے میں کھڑا کیا۔ وہ کپڑے
 بدل چکا تھا اور کتے پاجامے میں پہلے سے قلع لگ رہا تھا پلٹے اور جہاں وہ رہا۔ جیسے
 اس کی عمر میں چند برس کا اضافہ ہو گیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں محنت بھی تھی اور بے

جیسی تھی۔
 "تم ہی ہو۔" گناہم بتایا کہ خیر نے اپنا؟ اس نے غزنی سے نکلیں بھپکتے ہوئے کہ۔

"مزید؟" میں نے سر جھٹکا کہ آہنگی سے جواب دیا۔
 "ہاں۔ مزید؟ تمہاری تو جان ہی ہل گئی۔" اس نے پوچھا، ہاتھ دیکھتے ہوئے کہ میں خاموش رہی۔ دلنا؟ اس کے پیچھے خدہ لہزار ہوا۔
 میں نے جیسے کہہ میں کھانا لگا دیا ہے لی لی؟ اس نے اطلاع دی۔ شوکت کے پیچھے کالی ہوئی میں وہاں اس کہہ میں نیکی میں کرباں ولیہ پڑی تھی۔ تہی پر ایک گلاب میں پتا ہوا گوشت اور پتھر میں پڑی روٹیوں دنگ تھی۔ میں نے حتی الامکان میرا اور شائستگی سے کھانے کی کوشش کی لیکن اپنے منہ سے پانی کا قطرہ نہ نکلی۔ شوکت باہر جانے سے پہلے کھانا کھا چکا تھا۔ اب صرف چائے کی چکیاں لیتے ہوئے مجھے دیکھی سے کھاتے دیکھ رہا تھا۔

"کھانے اور چائے سے فارغ ہوتے ہی مجھ پر ایک عجیب سوراخ آمیز لٹو کی جاری ہونے لگی۔ جیسے ایک مدت تک مراکز میں کھانا طر کرنے کے بعد کوئی مسافر یک وقت آسمان کے گھٹان میں پہنچ کر لوٹنے لگے۔
 شوکت کی تواد نے مجھے چوکا دیا۔ سب تم اسی چوٹے کہہ میں جا کر سو جانا پانی ہاتھیں گل ہوں گی۔" وہ کہہ رہا تھا۔

چوٹ میں شوکت کی دھکیلی داخلی چیلوں کا گھٹتی میں چوٹے کہہ میں اپنی اور کٹری لگا کر اس پر دھیر ہو گئی۔ عام سا ہنر اس وقت مجھے پھولوں کی بیج سے زیادہ آرام دہ اور گھل کے گھول سے لونا دیر محسوس ہو رہا تھا۔ سب سے زیادہ فرحت مجھے اس بات میں محسوس ہو رہی تھی کہ اس پر میں فائیں پوری طرح چار کر لیٹ سکتی تھی۔ اس قدر دلچسپ کا انداز وہی پھیمپ کر سکتا ہے جو وہ سب تک سو چھوٹے لڑلے پر چار لٹ سے بھی کم جگہ میں سکر سٹ کر سوتا رہا ہو۔ چہ لے بھر میں دنیا دہنیا سے بے خبر ہو گئی۔

اگلے روز میں کہہ سے اگلے تو دس گھن میں تیر چٹیل دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ چہ لے تک تو اس دھوپ میں بھی آنکھیں فانی نہ کھلیں۔ پھر جب تک آنکھیں باز ہوئیں تو میں نے دیکھا خدہ ایک گھٹے میں پھرتے بیٹھا چہ لے پر صاف گرم کر رہا تھا۔ یہ کوٹ تانہ مکان کا پورہی خانہ تھا۔ خدہ نے تانہ کہ صاحب چہ تو میں کے ساتھ جگل کی طرف مجھے ہی الجھتا ہے اسے ایک کام کہہ مجھے تھے جو اس نے کر دیا ہے۔

"گناہم خدہ؟" میں نے پوچھا۔

"صاحب کہہ مجھے تھے کہ میں تپ کے لئے ایک بولے کپڑوں کا بھلاست کر ہوں۔"

اس نے جیسی چپکے سے اترتے ہوئے جواب دیا۔ "مکہ میں گاؤں سے لے آیا ہوں۔" وہ اندر تر پڑے کہہ کی طرف گیا اور چند لمحوں بعد کھد کا قبیلا اٹھنے لگا۔
 "اس میں طوفان ہو رہے ہیں۔" اس نے قبیلا بھی طرف بھٹاتے ہوئے کہ۔ میں زخموں سے استہل تھا لیکن ایسے ہی اور میرا خیال ہے کہ کپ کو پڑے بھی آئیں گے۔

میں نے کپڑے قہلے سے ٹٹل کر دیکھے، پھر بار دہشتی فلوار اور قبض تھی۔ ایک دہلہ اور ہی ڈانک چٹیل ہی تھی۔ لاسو کر میں نے من میں سے ایک ہوا پٹا۔ اس میں ہر کوئی غای تھی میں تو کم از کم اس وقت مجھے محسوس نہیں ہوئی۔ میں نے تو کھیا ایک نہ جنم لیا تھا اور ہر جگہ میرے لیے فحش سے کم نہیں تھی۔ ناشتہ کر کے وہ دراصل دھیر کا کھانا تھا، میں ایک بار پھر سنا۔ نہ ہانے کھانا مجھے بے حواف خیر لے کر رہا تھی۔
 وہاں جب بھی "گھٹ کھل" تو شام کے سلسلے کہہ ہو رہے تھے۔ من میں مجھے کوئی فکر نہ تھی۔ جیسے کہہ میں پٹی گئی اور دیکھا شوکت من یوں کو رہنے دے "جام" سنبھال بیٹھا تھا۔ وہ بہت خوش نظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی ہر فلپہ انداز میں اندر کھڑا ہوا۔
 "مہلے قدم بہت مبارک ہیں۔" وہ تقریباً چلا تھا۔ "آج میں نے شینی مار لی۔" چہ بگاڑ رہا تھا۔ قصہ میری کہیں "گاؤں میں ہا کھانا میرا ہوس والا" بتا رہا پٹانے گئے۔
 یہاں بھی لوگ مبارکباد دیتے آ رہے ہیں۔ جہوار بھی میرے ساتھ ہی آیا تھا، ابھی کہا ہے۔

"حواش کہاں ہے؟ میں نے کہا۔

"مکمل میں نے اندر کر رکھ دیا ہے۔ رات نام بنگلہ کو بھیج دی گئی۔ وہاں سے باقاعدہ رپورٹ تیار ہو کر کلر صاحب کو مے گی۔" اس نے جیسے مسودہ اور محوہ لے کر میں بتایا۔ پھر مجھے ہونے پڑا۔ "مے تم کوئی کہیں ہو؟ تو چھوٹا۔ کن میں بہت خوش ہوں۔"

اس نے گلاس میں پی ہوئی شراب ایک ہی گھونٹ میں طلق میں اڑھائی اور دھرا چہ چار کر کے گاؤں میں بیٹھ گئی تو اس نے سر تپا میرا جانتا لیا اور جب اس کا ہوش و حواس ورا "تم ہوا تو ذرا کھوے کھوے لے میں ہا۔" قہلہ اکیا پوچھا کہ ہے؟ میں تو شہ پر سب تک یہاں سے روانہ ہو چلاؤں۔"

میرا دل ادب سا گیا۔ "میں جا رہے ہو؟" میں نے ہنسل پوچھا۔ "یہاں سے تو کر ہوں گے۔ چہ دن گرام کہہ کے آکھ کا پوچھا گاؤں گا۔" اس نے جواب دیا۔ میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ میں اسے کہتا تھا کہ میرا پوچھا کیا تھا۔ ابھی تو میرا کڑوی کے احساس سے بھی پوری طرف لطف اٹھانے میں ہو چکی تھی۔

"تمارا کوئی ایسا عزیز" رشتے دار نہیں جس کے پاس تم جانا جاؤ۔" چند لمحوں
پھر نے گھونٹ بھر کے بعد اس نے پہچا
میں نے خاموشی سے لگی میں سر ہلایا۔

"سورین!" دلفتہ اس نے سرگوشی کی۔ "تمہارے بھائی ہیں۔" میں نے
میں میں جوتہ میں تم سے شادی کرنا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میں شادی نہیں کر سکتا۔
تین سہ پہر میں جن میں سے وہ سونے ہو چکے ہیں اور میری بیوی بڑی پہنے خان کی بیٹی ہے۔
"یہ تو بدداشت کر سکتی ہے کہ مجھے کوئی کرم خود شیر کھا جائے لیکن یہ بدداشت نہیں کر
سکتی کہ میں دوسری شادی کر لوں۔"

"اگر تم شادی نہ کرو تو حالات خراب کئے دیں گے" میں بھی تم سے شادی نہ
کر لی۔" میں نے دم پیچے میں کہا اور جانے کے لیے اٹھنے لگی تو اس نے بے تابی سے
ہاتھ ہل کر مجھے پھینکے کا اشارہ کیا۔

"نہو! نہو! مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو شاہ میرے ذہن میں کوئی خیر آجائے۔"

میں بند ہو گئی۔ "ہم ہر کام کر رہے ہیں اور ایک لمحہ دیکھنا ہم اس کی تسلی کی
ی رگت کچھ اور میری ہو گئی تھی اور آنکھوں میں سرخی پڑ چکی تھی۔ میں غصے
ظہور سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ مدت وقت گزر گیا۔ ہفت روزہ کوئی سے زیادہ خالی ہو گئی
تھی لیکن اس کا سکوت نہ توڑا۔

اس کی آنکھوں میں پچھلے سینے ملتے تھے کہ اس کے اندر وہ چلنے کوں کوں
ہڈیوں کا کھار گرم ہے۔ ٹھک کر میں بے چینی سے پہلو ہلنے لگی تو وہ گوس رو کر اٹھا
مجھے اٹھانے کی جیلے پہنچ گیا۔ غیر حوازاں سے قدموں سے دھڑکے تھک چکا کہ اس
نے کڑی پڑھا دی۔ میری دھڑکنیں ایک لمحہ خیر ہو گئیں اور گلیوں میں دھڑکے سے
ہونے لگی۔

وہ اب اس آرمی ٹری کے عقب میں کھڑا ہو گیا اور اٹھانے اس نے دونوں ہاتھ
منہ کی طرف سے میرے کندھوں پہ رکھ دیے۔ "سورین!" اس نے میرے کان کے قریب سرگوشی
کی۔ اس کی زبان کھڑا رہی تھی اور آواز کی تہ میں کوئی درد نہ تھا بلکہ ہاتھ ایک ہی
اس میں کوئی تبدیلی آئی تھی۔

"یہ پیٹنے نہیں کیا ہو گیا ہے۔" میں نے سخت لمحے میں کہا اور اس کے ہاتھ
کندھوں سے ہٹانے کی کوشش کی مگر ان کی گرفت مضبوط تھی۔

"تم نے مجھے ہلکا کر دیا ہے سورین۔" اب مجھے دوسرا۔ "کچھ لمحہ اس نے نہ چلنے
میں طرح مجھے اٹھا اور دیوانہ پے لے چکا۔ پھر وہ عتاب کی طرح مجھ پہ بھجنا۔

"شوکت۔" میں ہلکا اٹھی۔ "مجھے صاف کر دو۔" مجھ میں اب کسی کی ہوس کا نشان
بچے کی نکتہ نہیں تھا۔ شوکت۔ "پھر میری آواز گھٹ کر رہ گئی۔ اس کے جوتے
ایک ہونے شراب کے کپکپے میرے حواس کو غلبہ کر رہے تھے۔ میں نے صحت مزاحمت کی۔
اس کی دست درازیاں کا سیلاب دیکھنے کی ہمت کو شعل کی تین ہمت طاقتور تھا۔ دلفتہ
میرے کھینچنے کی طرح اس کے پیٹ سے گرائے اور وہ دیوانہ سے لپکے جا کر۔ میں اٹھی تو
میری پشت دیوار سے جا کرانی اور کھلی بھاری ہی چیز دیوار سے مجھ پر گر کر میرے کندھے
سے گرانی ہوئی جہاں کے قریب آئی۔ میں نے ٹپک کر اسے اٹھا لیا۔ یہ شوکت کی
راکت تھی۔

میں نے راکٹل سیدھی ہی کی تھی کہ شوکت دیوار پہ چڑھ کر دیوانہ وار مجھ پہ بھجنا۔
اب جبکہ سے ابلیسی ہو گئی۔ دل ہلانے والے دھماکے کے ساتھ ہی مجھے زبردست دھچکا لگا
اور میں دیوار کے ساتھ ٹکرا کر دیوانہ پڑ گئی۔ میرا کندھا کھانا جسم سے ٹکرا کر گیا تھا۔
میں بھاگتی تھی کہ گھل جھکے لگ گئی ہے لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھوں کے سامنے
نوریزا سا پھٹا تو میں نے دیکھا شوکت فرش پہ چاٹنے شائے پت پڑا تھا اور اس کی کوس
کوچہ کی "ایہ آنکھ اور ناک کا کچھ حصہ غائب تھا۔ بال بال پتے خون اور ہیرا تک زخم کے
مجموعہ اس کا اوچھرا چہرہ صحت خوفناک لگ رہا تھا۔

راکتل اب بھی میرے ہاتھ میں تھی اور مجھ میں گھبراہٹ کی سکت ہی نہیں رہی تھی۔
پھر جیسے میں کسی اداکار کے لباس سے چکی اور اٹھ کر دیوالے کی طرف بھاگی۔ کٹری گھبرا
کر شائے گھن میں قدم رکھا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے رک جانا پڑا۔ درد میرا راستہ
روکے کھڑا تھا۔ اس کے پیرے کی مصیبت کس جانب ہو چکی تھی اور وہ ہونٹ کھینچنے اپنی
پہلوں میں چننے کی آنکھوں سے ایک لمحہ مجھے غور رہا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو ہم آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے سانس کھڑے رہے۔ پھر وہ مجھ پہ
بھجنا۔ دلفتہ میری آنکھوں کے سامنے نوریزا سا چھانک گیا اور درد کی اس گل گویا میرے
سامنے سے غائب ہو گئی۔ وہ مجھے دوسرا شوکت نظر آیا۔ اسی لمحے مجھے احساس ہوا کہ راکٹل
میرے ہاتھ میں ہے۔

میرے بازو پوری قوت سے میرے اور راکٹل کا کھڑا درد کی کھلی اور رعبہ پہ چڑا۔
وہ اب ہاتھ کھینچ رہا کہ کر بری طرح لڑکھایا۔ اب مجھ میں لپٹے دھار کی صر اور اٹھ
دیوار ہو چکا تھا۔ اب تک میں نے غیر ارادی سے انداز میں ہاتھ پاؤں چلانے تھے۔ اب
میں نے ہاتھ ہٹا دیے۔ حواس سے کام لیتے ہوئے راکٹل کو بال کی طرف سے پکڑا اور اس
کے کندھے سے کھانسی کی طرح درد کے سر پہ وار کیا۔ اس مرتبہ اس کے حلق سے گھل
گھل کر لہری گئی۔ سر قہقہے کے لیے اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے لیکن یہ ہاتھ سر تک

وہ بھی تھے اور وہ لوگ کڑا کر چب رہے تھے۔ خون کی ایک کیر اس کے دامن کی جڑوں سے ہول
ہول لٹن کی لڑکتی ہوئی تھی۔ میں نے راکٹل وہیں کھینچ لی اور اس کا سہا منہ حرکت
جسم بھانگ کر وہاں کھنک کر رہا تھی۔

مکان سے کئی دور گھر آئے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ ارد گرد تو دور تک سناٹا طاری
تھا۔ میں چاہتی تو مکان میں ہی رہ سکتی تھی اور دن لگنے کے بعد تھیں کا سراغ کر سکتی تھی
تھیں پر مجھے حرکت کی لاش کا خیال آیا۔ اور وہ دور بھانگ چرے دلی اس لاش کی
مچھلی میں تھے اس مکان میں رات گزارنے کا تصور بھی ناگوار محسوس ہوا اور پھر غم
کے بارے میں مجھے کچھ طور پر معلوم نہیں تھا کہ وہ کیسے ہو گا۔ وہ صرف یہ حال ہوا
ہے۔ رات کو اس کی جگہ پر کھلی مکان کی طرف نکلتا تو میرے لیے کئی رات قرار دے
داتی اس لیے میں نے مکان کی طرف واپس چلے گا خیال ہی نہ سے نکل آیا اور سیدھی
پہنچی رہی۔ کہہ دو یہ میرے سڑک پر پہنچی تھی۔ آگاہی اندازہ تھا کہ حرکت کے ساتھ میں
میں سڑک سے آتی تھی۔ میں نے اس سے غائب سمت میں چھٹا شروع کر دیا۔

کہہ دو یہ اپنے عقب میں ٹھونڈ کے پھپھ کی گواہ بنی رہی۔ فوری طور پر میں
سم کر پیچھے حرکت کر کے آگے سڑک سے سڑک میں اتر کر قریب میں کھائے ہی دلی تھی کہ غیر
اردوئی طور پر حرکت کر کے لیا۔ وحشل پھیل میں میں نے دیکھ کر ایک گھوڑا بھی چال سے
آگاہی تھا اس کے کوڑے کو کھنکھاس گھٹ نہیں تھی۔ یہ دیکھ کر مجھے اندازہ ہی ہوئی
کہ گاڑی پر کوڑے ہیں ایسا ہی تھا۔

میں نے پہلے گاڑی اٹھائی کر دیا اور لپٹ کر کہہ کو جی الامکان ہر سون کا پر کرنے کی
کو عقل کہتے ہوئے سڑک کے کنارے ٹوڑے پہنچے گی۔ گھوڑا گاڑی پھل قریب آ پہنچی تو
میں رک گئی اور اس کی طرف حرکت کر گئی ہو گی۔ کوڑے میں ایک وہ پتلا لوبہ عروسی تھا۔
محولہ جہ اور کرتے میں ایسا تھا کہ سر پر ٹھکری لگائی تھی۔ اس کی سونجھیں سلیدی بالکل
اور رنگت گہری ساہوکی تھی۔ قریب پہنچے ہی اس نے گھوڑا گاڑی کی رفتار تھک اور کم کر دی
اور پہلے پر حرکت کر کے تھک گئی اس کی نظروں سے میری طرف دیکھتے تھے۔

تھیں ہا رہے ہو چاہا۔ میں نے ہی کڑا کر کے جی الامکان سرسری لیے میں کہ۔

”برجم کہہ نہیں۔“ کوڑے ان نے ٹوڑے کی لٹکیں کھینچ لی تھیں۔

”تھیں نے سنا ہے۔“ میں نے پوچھا اور لڑائی مجھے اپنی طاقت کا احساس ہوا
کہ یہ سوال کے اس مسئلے میں نفس طور پر انہیں ثابت کر دیا تھا۔ ہر حال لب و لہجہ
میں سے گل بکے تھے۔

”اے تو کسی۔“ گاڑی والے نے الجھن لدا سے لیے میں بول رہا تھا۔ ”تھیں میں
پہنچیں نہیں۔“ تھیں نے ہا ہا۔ ”تھیں کے وہ میں کئی فصل ہے۔“

بڑا غم مجھے ملیں پورا تو تھیں بہت سہولت ہوئی تھی چاہا۔ میں نے سنجوادی سے
بچے میں کہ۔

اس نے ایک لمحے کے لیے کہہ سوجھا۔ ”میں سر کے اشارے سے گاڑی پر چڑھ کر
بولت رہی۔ میں گاڑی پر چڑھ کر وہیں کے قریب سکر سٹ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی ایک
دور پہنچ گئی رات کے پہلے میں صرف گھوڑوں کے پھپھ کی گواہی دے رہی تھی۔

”میں سے بھاگ کر آئی ہو۔“ چہ لے کے وہ گاڑی والے نے حرکت کر کے دیکھ کر
اتنی جھپکی سے پوچھا۔ اس نے کہہ میں اب تک یہ سوال نہ تھا کہ میں ابھی رہی۔

”نہیں تو۔“ میں نے جلدی سے بول دیا۔ ”میں۔ میں داخل ایک سمیت نہ
رہی ہوں اور اب تک کہ اس مسئلے میں آگاہی ہوں۔ میری کئی بہت ہی ہے۔“

”اگر تو سمیت نہ ہو تو میرے ساتھ چلو۔ مجھ سے ہو گا۔ میں تھیں مدد کھن
کہ میری تھیں میں اس کی بہت اچھی ہے۔“ وہ بڑا غم گئی سا تھیں تو تھیں اس کی تھیں
تھیں پار رہی تھی۔

”نہیں۔ نہیں۔“ اظہاری طور پر میں تقریباً پچھلے اور اب گاڑی والے نے حرکت
بیب کی نظروں سے میری طرف دیکھا تو میں نے تھیں سے تھیں سے نظروں جھکائے ہوئے
کہا میں کسی کے گھر نہیں جا سکتی۔ میں اب اس اپنے گھر چلا چاہتی ہوں۔“

تھیں مر رہی۔ اس نے لاپرواہی سے کہا اور تھیں کو تھیں سے کہ اس کی رفتار
بیکر کر دی۔ وحشل چنل میں وہیں رہتے ہی سڑکاری تھا۔ اس دور میں سڑک سے کئی
بہت کر تھیں میں گھرے ہوئے وہ ایک کوئی بھی گھر آئے۔ گاڑی وہاں اب گواہ میرے
دور سے دھنک رہی تھیں اصل پھولے ایک دوری سے تھک گئے تھیں تھا۔ کہہ دو
میں اس نے یہ گواہ ہند پھل میں رہتے ہی ایک گیت گاتا شروع کر دیا۔ ایک آواز پھل کا
کری تھا اپنی گواہ کے یہ میرے پتلا ڈھنگ گیت کی ہوندیت کو محسوس کرتے ہوئے
وہ چپ ہو گیا۔

میں تقریباً ایک گھنٹہ دوری ہا ہا گا اور ساتھ ساتھ کئی کئی گھنٹے ہوا ہوا اب ہم
تھیں تھیں میں داخل ہوئے۔ یہ ایک اچھا تھا۔ سڑکات پتلا اور سڑکیں چوڑی
تھیں۔ میں بھی پاروں طرف نکلتا تھا۔ رات تھیں بہت تھیں تھی۔ میں نے پہچتے ہوئے
گاڑی والے سے پوچھا۔ ”تھیں تھیں تو اس وقت تک ہو چکی تھیں۔“ تو کسی کے پاس سے چلا
گئے تھے۔“

”میں داخل گھر میں ہے۔ میں تو بہت صبح سے ایک گاڑی سے لگا رہا ہوں۔ یہ
میں اتنی تھیں ہے۔ میں تھیں رجم تھیں گا رہے وہ ہوں۔“ اس نے بھی میری طرف
دیکھ کر تھیں کہ۔

کہہ دو اور اس نے ایک ہلی سی جگہ دار عمارت کے سامنے گاڑی روک دی اور ہانک کر
 ان سیدہ میں دیکھتے ہوئے چلا۔ "سو شیٹ اپ۔"

ایک بار پھر گھر پر تھیں اس کی طرف سے اس کی طرف سے اس کا گھر لیا
 اور بھی بھول ہوئی۔ گاڑی سے اتر کر میں جگہ کے کچے سے گزر کر گیت کی طرف ہوئی۔
 تین بار پھر چڑھنے کے بعد میں نے حذر نہ کیا۔ گاڑی دھڑکی ٹھہری سے میری
 طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے حیرت دیکھ کر اس نے گاڑی "گے جو وہی اور اسے گھرا کر رہ
 گاڑی سے واپس چل گیا۔

گیت پر قہقہے میں تھا۔ گیت سے ادا پہلے آئیں ہاتھ پر گھٹیلوں کی کڑی تھی۔ اس کے
 عقب میں ایک کمرہ گرک کر رہی، یہ لمبا دروازہ سٹیل پر پاؤں رکھے کوئی کتب چڑھ رہا تھا۔
 آگے بڑھ کر میں نے چند لہروں پر گھر دوڑا لیا۔ دائیں طرف تین کمرے کا سٹوڈیو تھا جس
 کے کچے تھیں، چار افراد سکرے سے چڑھ رہے تھے یا نیم غنوں کی میں تھے۔ دائیں
 طرف چھ لہروں کا طویل حصہ وہاں پڑا تھا۔ کافی دور ایک ٹیبلو کھڑا تھا جس پر
 بلیو کس بسپ روشن تھا۔

جانے ایک ٹرین کڑی تھی جس کا بیشتر حصہ اندر میں تھا ہوا تھا۔ چار ایک
 کڑیوں میں داخل و داخل کی مدد تھی گھر آئی تھی۔ ان دونوں میں مسافر کڑی کے گھٹیلوں
 دلی سٹیل یا فرش پر بستر چھلے رہے تھے۔ ایک کڑی میں ایک عورت اپنے بچے کو
 کڑی سے لٹکے بیٹھ کر لڑنے کی کوشش کر رہی تھی گاڑی کی پری طرف دھڑک
 اور میرا پھیلا ہوا تھا۔ داخل ہوا۔ اس قدر سخت طاری تھا کہ سب احتیاطی چہرے لاکر کھلی
 چڑھ کر کہہ "قہقہے گواڑی ہے۔" ٹرین کی پری سامت اور غاصش کڑی تھی گواڑی اس
 نے بڑی سے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی ہو۔

گی لہروں کے قریب سے گزرتے ہوئے میں پھرتے سے لہے کے ایک سدا سے
 پہلی وہ کھلا تھا اور اندر وہ بھی گھرے دار لہروں کی کمرے میں تھیں گھر کر رہی تھیں۔
 سب سے کچے میں نے اس نظر سے اسے میں تھیں کہ سدا سے گھر کر رہا اور اندر سے کڑی
 کی گاڑی۔ کافی دور تک تو میں بلی لشت پر اڑی اڑی سی تھیں میں کہ ابھی کوئی درمیان
 سدا سے آگے گا اور گھر گاڑی سے بڑھ کر آدرا رہے گا۔ گھر سے لے کر سدا سے
 گھر سدا سے کہہ گا۔ جب میں کوئی تلی تلی ہوا لب دہے پاؤں کی تھیں پریس دلی
 کے حوالے کر رہے گا۔ گھر گھر گھر گھر سے جانیں گے۔ قہقہے دیکھ کر کسی تپہ خلتے میں
 جہاں سے میں گزار ہوئی تھی تین دور تک نہ تو درمیان سدا سے کوئی گواڑی نہ تھا
 کوئی درمیان سے کسی نے دھک دی۔

میرے جسم کا کھانکا ڈھک آہم ہو گیا لیکن ابھی چھٹے کی کہ آخر میں جہاں تھیں ابھی

میں اور یہ ٹرین ابھی چلے گی ابھی یا نہیں؟ پھر گھر یہ احساس ہوا کہ ان کے کسی اندر میرے
 کرتے میں یہ طراش ہو کر رہی ہے کہ میں اس طے سے بہت دور نہیں لگ رہا تھا۔ کسی
 ایسی جگہ جہاں کوئی نہ نہ جان سکے کہ میں لوہے فرانت کے بندے خلتے میں تپہ تھی یا
 طاری حرکت اور اس کا عازم میرے ہاتھوں میں تھیں۔

مجھے پہلے جب بھی قسمت بدداشت جواب اسے گی اور میں اترنے کا ارادہ کر رہی
 تھی کہ میں کی توازن سے گھر چو کا۔ میں تجویز کے عالم میں ہوا۔ جیت پر تپہ گی۔
 میں کے جواب میں انہی نے دسل دی۔ میں ایک بار پھر گی اور تھوڑے سے دھکے سے
 انہی کی دسل میں گر گئی اور پھر ٹرین نے مٹنا شروع کر دیا۔

ٹرین نے رفتار بکلی تو گھر قہقہے امیٹن سا محسوس ہونے لگا۔ گھر اس سے فرش
 میں تھیں کہ یہ امیٹن دیکھا ثابت ہوگا یا نہیں۔ اب کڑیوں سے تپہ ہوا لے گی تھی۔
 میں نے ان کے کھتے گراے اور لشت پر تپہ رہا ہو گی۔ میں تپہ سوتا جاتی تھی لیکن
 اب اس طور ہوا تھا کہ گھر میں سہ چھٹے کی صلاحیت میں تھیں۔ کھڑی میں مارے کی جگہ
 میں ایک قلعہ بنا گیا ہے۔ اس میں تپہ تپہ ہے۔

میں اس وقت جگہ میرے حواس پر تھی ہوئی ہوا دھیرے دھیرے تپہ چھٹے کی تھی۔
 میرے سامنے ہاتھ دم کا سدا آگے سے کھلا اور دھیرے ہی لے لے میری پیچ لگ گیا۔
 جب میں نے ایک لہروں کو لہے سامنے کھڑا پایا۔

"مٹل۔" اس نے ہوشوں پر اگلی روک کر مطلب لے میں کلا۔ "پچ و پھر جانے کی
 ضرورت نہیں سدا دونوں ہی مارے چھٹے۔ میں تھیں کوئی فصلیں نہیں پہناؤں گا۔"
 اس کے الفاظ پر گھر کرتے ہوئے میں سٹیل کر لشت پر سدا میں کر رہی تھی۔
 کڑی جسم اور لہے قہ کا ایک دھیر لہروں تھا۔ یہ تپہ سے کھیرے ہوئے لہے
 کھیرا لے ہاں "ایک تپہ ہوئی ہوگی تپہ پڑا ہی آگے میں جن کی گواڑی میں اس وقت
 کی شہر میں سکر اہٹ لگ رہی تھی۔ اس کی رنگت سرلی آگے تھی "دلیا میں پڑے
 ہوئے تپہ کی لٹکات سے سلجھ کرتے اپنا سچ و سچ لڑیہ کھت پنے ہوئے تھا جس کے
 میں اس وقت کھلے ہوئے تھے۔ جہاں میں تپہ تھیں۔

اس کے پاس، کی جگہ میں سے دھک تھیں۔ لٹکات اس نے پاؤں میں آدھ پھیرا اور
 میں نے دیکھا اس کے ہاتھ کی پشت پر لڑا میں تھیں۔ ہر حال اس ایک کھہر سلوک میں
 تپہ سے قلع نظر۔ کسی بھی انداز سے کوئی چور لٹکا ڈاکو نظر میں آتا تھا۔ میری تپہ
 بہت بڑھی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس وقت گھر اپنے آپ کو پڑا کھہر کرنے کی
 قہقہہ ہے۔

"دونوں ہی مارے چھٹے کی سے لہروں کا مارا ہے۔" میں نے قہقہہ طے لے

میں کہہ "کے یوں اپنے ساتھ شامل کر لیا تم نے۔"

میں نے کہ تم بھی میری ہی طرح ہیں چاکر بھائی نظر تیری وہ۔" میں نے سر ہلایا میرا چاہیہ لا اور آگے بڑھ کر نشست کے ایک کونے پر بیٹھ گیا۔ میں اپنی جگہ ہلکا اور سکو سلا کی ملاکہ اس کے اوپر میرے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ لیکن تم کل سے اچھلی ہوئی فکر آ رہی ہو، جو اس سلسلے میں مدد نہیں سے کہہ رہی ہے۔ اس طرح تم جلد ہی بکلی جانتی ہو اور اگر میرا ہاتھ دے گی تو خود کو بچاؤ کی اور مجھے بھی کام پیلے گا۔"

تو رہی طور پر میں کوئی جواب نہ دے سکی۔ "وہ ہے اطمینان سے نشست سے کہہ کر اپنی ناک کی سیدھ میں دیکھ رہا تھا۔ میں نے دلدیہ گھڑوں سے اپنا ہاتھ لیا۔ میرا نگاہی چلے لڑکا رہا نہیں تھا اس میں وہ دے نکالیں تھے۔ ایک تو اس وقت میرے پاؤں میں سرک ایک ہی ٹپل تھی اور پاؤں ہی طرح گرد گود تھے۔ دوسرے میرے سر پر وہ پتہ تھی کہ ملاکہ پانی لباس کی حالت سے میں ایک گھڑی کی فکر رہی تھی۔"

"تم فراتو اس لیے ساتھ مجھے لپٹے جا رہے ہو۔" میں نے معنوی خلق کاہر کرنے کی کوشش کی۔ "میں بھلا کیوں بکلی جاؤں گی؟ کون بکوسے گا مجھے؟ میں تو ایک کار کے سطلے میں جا رہی ہوں۔"

"بھلا؟" اس نے اور اچھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا اور میں گھڑی کی۔

تو واقعی مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں جا رہی تھی یا جانا چاہتی تھی۔

میری طرف سے کوئی جواب نہ دیا کر اس نے ایک لمبی سانس لی اور دوبارہ آگ کی سیدھ میں دیکھتے ہوئے بولا۔ "مردی نہیں کہ خصوصیت لوگ جھوٹ بھی خصوصیت ہوں سکر۔" فرنگھے اس سے کہہ میں تمہیں بچاؤ کے لیے پوچھ رہا ہوں نہیں کہیں گا۔ بس تمہیں اتنی تکلیف ضرور ملے گا کہ پھر تمہیں کے لیے مجھے اپنا ہم سفر کر کے کرینڈاٹ کر رہا ہے۔ مجھ سے تمہیں اتنی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ میں تمہارا ہی چاہے" اور پتا اور میں میں صاحب کہیں کا اور چاہوں گا۔" ایک نشست اس کے لیے میں اتنی سنجیدگی سے کہی کہ مجھے حیرت سی ہونے لگی۔

نئی سے تک کہنے میں ہم دونوں اپنی اپنی جگہ قلمروں پہنچے رہے۔ انہوں کی چمک چمک اور ہلکی چمکی کی گڑبابت کے بارے میں مجھے اس لیے اندر گرد گواہت محسوس ہو رہا تھا۔

دونوں بھگت ہوں لا تعلق ہو کر اس لیے خیالوں میں کود گیا تھا جیسے میری سوجھ بوجھ سے باطل ہے غریب۔ اس کے اس انداز سے مجھے یقین سا ہونے لگا کہ مجھے کھیلنا پہنچانے لا کہی اور میں رکتا اور اس کا ساتھ میرے لیے سہا سہی ہو سکتا تھا۔ صورتحال پر غور کرتے ہوئے مجھے یہ انداز بھی ہو چکا تھا کہ اس لیے غور، شاید مجھ میں چار قدم پہنچنے کی بھی صلاحیت نہیں تھی۔

دنا میرے لیے ایک کارنگ کی طرح تھی جس میں قدم قدم پر پھرتے گئے ہوتے۔ مجھے کسی کے مٹیوں لیکن خاص سوسے کی ضرورت تھی۔ کوئی ایسا شخص جو مجھے اپنی تر حرکت چھوٹ نہ ہو۔ تبم اس انہی کے سلسلے حقیقت کو تسلیم کرنے سے پہلے میں نے اسے کہہ دیا ہر کچھ۔ یہ اکی ٹیمت تھا کہ اس وقت میری اصل اور بدل و اس میرا رہ رہ رہے تھے۔

"تم کس سے ہانی چاکر بھائی رہے ہو؟" پتا تو میں نے چھپتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے مجھ پر اچھو کرنے کا لیلہ کر ہی لیا۔" سکرایا اور میری طرف رخ کر کے بڑھ گیا۔

"تو میں نے کب کہا؟ میں نے تو تم سے ایک سوال کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں ہے۔" اس نے لیلیٹ ملنے سے کہا۔ "یہ تو تھا تمہارے سوال کا جواب اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے پوچھنے سے لڑ خوف نہیں۔ میرا اصل وطن کئی اور ہے جو پوچھنے سے ہی لڑاؤ طاقتور ہے دم' غرناک اور کچھ انسان ہے۔"

"کون ہے؟" میں اپنے لیے کی دیکھی نہ چاہا تھی۔

اس نے ایک بار بار میرا سر ہلایا تھا "مگر غرناک کی کے سے انداز میں بیویا۔" میرا ہاتھ ہے جس میں ہاتھ میں کوئی طرح نہیں ہے۔" مگر قوسہ ہاتھ تو اس میں ہوا۔ جواب فراٹ علی۔"

مجھے یقین دہکا سا لگا۔ شاید میرے ہرے پر ایسا ظہیر کیا تھا کہ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھتے پر مجبور ہو گیا۔ ہر وہ سنیں کر چنہ گیا اور پھر پامد سے مجھ میں پہلے۔ حکما تم اسے ہائی ہو؟ لیکن اس لیے کے عقب میں جڑاویں ٹھوک کے سلسلے رنگ رہے تھے۔

"ہاں۔" میرے حق سے سرسراہی ہوئی تو اس نے۔ "میری بہادریوں کا زور دہر بھی وہی خاص ہے۔" اب میرے لیے حق صحت کوئی سے ہم لینا نہیں میں ہا تھا۔ لفظ کوئی میرے ہوشوں سے گھٹنے چلے گئے۔ "اس نے میرے ہپ کو کل کر لیا" مجھے بے اہم کیا حیرت ہے مگر یہاں میرے اطمینان مدینے کی وجہ سے وہ سال تک مجھے اس لیے ڈال بندی بنانے میں والے رکھا۔ گڑبڑ رات ہی میں وہاں سے فرار ہوئی ہوں۔"

"تو بکس بھلائے اور میری طرف دیکھا۔" اس کا چہرہ یقین پات کھڑا نے کہ وہ لیکن آنکھوں میں شے سے جل جھ رہے تھے جیسے کسی حد اللہ کھڑا ہوں میں آگ کی۔

"تماری کئی ایک ہی ہے۔" پتا تو اس کے ہوشوں نے حرکت کی۔ تو اس سرگوشی سے فواد پھر نہیں تھی۔ شاید میں بھی ایک ہو۔"

"حکما ہے تمہاری کئی؟" میں نے لڑکی کو اس میں پوچھا اور فوراً ہی مجھے احساس ہوا کہ

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" میں نے کہا۔ "میں تم سے حق یہ ایک تو زندگی کے کسی روز پر مجھے بتا دے گا کہ سب کچھ اسی کے کسی واقع کا حصہ نہ رہے۔"

"لو کہ ان کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے ان کے لیے میں نے کہا۔ "مجھے تم بھی ان کی ضرورت ہے،" لہذا میں نے حالات میں۔ اسی شریک حیات جس کی مدد پر مجھے خود غم کے پر کے ٹکے تھے میں نے ان کے انتظام کے راستے میں صحت زندگی سے مجھ کو دے سکے۔ صحتوں سے گھبرا کر مدد دے رہا تھا۔ جس کے اندر کلن ہوئی زندگی کی پتھاری کی وقت اسی بڑبڑ کر رہا تھا۔ لے رہا تھا۔ ایک عام سی عورت ہوئی ایک زندگی میں مجھ کو مدد دے سکے گی۔ لیکن میں ایک عام عورت نہیں آتی ہوں مگر میں جس بھی قسمیں ہوں دیکھتا ہوں کہ کئی بھی فوت میرے گل میں سرگوشیاں کرتی ہے کہ تم ایک عام عورت نہیں ہو۔"

"جیسا کہ تم نے کہا کہ اور ہم کی بات کہ۔" میں نے کہا۔ "جہاں تم تیار ہو جلا ہم گلن چھوٹے چلے ہیں۔" اس نے اپنے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جہاں آتے آہام سے کہ رہے ہو جیسے ہم ہمارے سے دیکھنے کی حمایت کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اور کیا دھوم دھڑکے سے نہیں آگے ہو چکی اس لیے ہو جائیگا کہ میں پہلے ہی مل رہی تھی مجھے ہیں اور وہ ایک مکان بھی تھا جس نے میں لپکتا ہوا کچھ کر سکی کرانے پر وہ قحط اور وہی الجھی سے میرے ہی گھر کی طرف تھن لگاتے بیٹھا ہے کہ کب ہمارے ہاں سے کسی چہرہ کی ناں ناں سنائی دیتی ہے۔" ادیب بھی طرف دیکھتے ہوئے فریاد سے مگر آیا۔ "اگر میں سب کو ملوم ہو گیا کہ ابھی ہمارا نکاح ہی نہیں ہوا تو ہمارے فریاد اور صبر کا حصہ ہی کئی بچپن میں کہے گا اور سب لوگ ہمارے ہمارا ہر گھر لٹل دیں گے۔ چنانچہ لی لٹل میری دھڑکے ساتھ چپ چپاتی ہی کراہ لیتا ہے۔ چاہے چار ہو یا نہ۔"

میں کو اپنے گھر سے آگے دیکھیں گے پھر کر ہم نے ایک سہہ طاق کی جس کے ساتھ ہی ایک گھر ہے، کراہ رہا ہمارا ماہر اور ہیں۔ گھر کے گرد ان سہہ کے اندر ہی تھا۔ گھر کے اندر کر ہم نے گھر کے گردانے پر دھک دی۔ لہذا وہ کے ایک بزرگ نے ہمارے کھار والی کے ساتھ ساتھ ان کی بہنوں تک کے ہاں سے رہ چکے تھے۔ گھر میں سے نوانہ دھن اور انکھوں میں زندگی کی چمک تھی۔

"میں کراہ چھوٹا چاہتے ہیں۔" ادیب نے نہایت سادگی اور پھر کسی قہید کے طور پر جملہ لیا تھا کہ مولوی صاحب ہمارا ہمارے گھر۔

"بڑی طوطی کی بات ہے، بطور بار۔" ہمارے انہوں نے سلجھ کر کہا۔ "میں ہمارے کئی ہیں گھر کو کون ہوں گے اور کسارے والدین کئی ہیں۔"

"سب لوگ تو میرے نہیں ہیں مولوی صاحب۔" ادیب کے چہرے پر ہر طور سے افسوس پھیلی ہوئی تھی اور اس کا لہجہ بھی اچھا ہی ہو رہا تھا۔ "میں اگر تو کراہ لڑکی ہوں اور شادی کے لیے کراہ ہوں تو کیا کراہ نہیں ہو سکتا۔"

میں نے کہا ہے بطور بار۔ مولوی صاحب نے قہر سے انکھوں سے لے کر میں نے کہا۔ "میں میں اختیار اس قسم کے کراہ نہیں چھوٹا کیا ملوم کیا پھر ہو۔" وہی درجہ کر رہا تھا کہ وہی کی ہو۔ "مجھے صبر دے دے۔"

مولوی صاحب نے قہر سے کہا۔ "ادیب نے گھر کی ساری لے کر کہا۔" ہم دونوں دیکھ رہے تھے کہ ان کی والدین ہیں اور ایک تیسرے زمیندار سے دھن میں ہمارے ہر ایک بچے ہیں۔ والدین مر چکے ہیں۔ ہم بھٹل جائیں چاہے کھائے ہیں وہ ہم بھی خود گھر کی دولت بازی میں ہاں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہم کی دن سے ساتھ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ "سب سے کی رضا و رغبت سے گھر کی زندگی بھی گزار سکتے تھے لیکن ہمارے طہیر نے یہ گوارا نہیں کیا اور ہم آپ کے پاس آئے۔ ہم اس الجھی شری میں اس وقت کے ساتھ ایک ہی زندگی کا گھبراہٹ چاہتے ہیں لیکن آپ اگر عالم ہوتے ہوتے ہی طرف کا کھار ہیں اور ہمارے لیے ہی زندگی کے دوا سے کھاتے ہیں ہمارے ہیں تو ہم کئی اور راستہ دیکھ رہے ہیں۔"

مولوی صاحب نے چہرے پر غور کیا۔ ہاری ہاری ہم دونوں کا سر ہاتھ لیا۔ میں نے گھر میں چکا لیں البتہ ادیب پر اسے نظروں سے مولوی صاحب کی طرف دیکھا تھا۔

"میں صبر سے گھر ہوں۔" ہمارے مولوی صاحب نے آہستہ سے کہا۔

"لہذا ہے۔" ادیب نے چہرے سے لے کر میں نے کہا۔ "میں چاہے ایک چکر اور کو طاق کر لیتے ہیں وہ ہمارے گھر تک ہیں سے اہل بیت ہمارے کر کہا میں گے۔"

اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور دایاں ہاتھ کے لیے حرکت میں لے کر میں نے گھر کی مولوی صاحب صاحب کے عالم میں چہرے پر کھڑے تھے۔ ہم ابھی سہہ کے چہرے دوا سے تک لے چکے تھے کہ انہوں نے صبر سے گوارا دی۔ "میں صبر سے گھر۔"

میں دایاں چپے تو انہوں نے قہر سے لے کر میں نے کہا۔ "میں نے خیاں میں ایک مسئلہ غلام کو شادی کے لیے اگرچہ مام سے اہل بیت ہمارے لیے کی ضرورت نہیں۔" گھر کے ساتھ صاحب ہوئے۔ "میں نے کیا تم طہیر اور گھر کی جان سے مکتی ہو کہ تم اپنے والدین کو دیکھ کر مکتی کی مرضی کے خلاف اس لڑکے کے ساتھ فرار ہو کر نہیں آتی ہو۔"

دنوں کی وہ رات بھی پہلی کامل وہی صبح کی رات تھی جب میں نے صبح کے
دو تھیں صبح سے گھر نہ آئے کھنڈر کے کچھ کو صبح کے ساحل پر پایا۔ میں نے جیوں
بچوں کو ہم سے لیا۔

وہی دن بھی وہی تھا کہ ہر ایک کو اپنا کچھ سب سے سمجھ گیا ہے
وہی بھی ہر ایک میں کو "پارہ سے بچے" تھی "کی لہجہ سنائی ہے مگر میرے بچوں کو تو جس نے
میں دیکھا کسی تیسرے کا پہل گیا اور صحت ہو کر رہ گیا۔

اس چوں کی آواز کا حروف و کا طبعہ ہاں کا پتا تھا۔ ان میں سے ایک میرے
کی غور کی کے بعد صرف اتنا کہ سکی۔ کلمے ٹھہرے سے چلتے۔ بچوں کے بعد نے کہا
پورے گھر میں جانتی تھی وہی ہے۔"

ایک نے دیکھا تو کہاں اس کی زبان ٹھک ہو کر رہ گئی۔ پھر اس کی آنکھوں میں
لوہی کے آواز پر تھک۔ "میں سلوم ہے۔" اس نے میرے قریب بیٹھ کر نوروزوں
کی طرح کہنے "مجھے اور اچھے سے کہہ سکیں۔" میں نے سہجے سے سوچ دیکھا تھا کہ
طبعہ جیوں بچوں میں ایک دکان اور لڑکی ہوئی تو ان کے نام حضور اور مریم رکھی
گئیں۔ میں نے ایک علی کتب میں یہ نام دے دیے تھے اور بچے میرے اچھے لگے تھے۔
جس پر پتہ ہے۔"

میں نے لڑکی آگلی سے لہت میں صرف دیا۔ میرا ہاتھ ایسا بے ہوش میں تھا۔
وہاں بچے میرے پہلو میں تھے اور اس وقت لگے دکان کی ہرجا اچھا سمجھ لگ رہی تھی۔
وہی خود ہے میں اپنی کے تمام دھنوں کی لہت اور زمین کی تمام ناگواروں بھول گئی۔

ایسا ہی طواہل کے مطابق قریب کے کام حضور اور لڑکی کا نام مریم رکھ دیا گیا۔ ہاں
حضور اب وہاں ہے تم اور لڑکی۔ میں مریم تھی۔

میں کی دکان میں جب بچے کی ہلچل چلی ہے تو کہا اس کی زندگی کے ایک عجیب حسی
فرق کا آثار ہو جاتا ہے۔ ہر طرف پہلے سے لہجہ عجیب اور کامل طرح ہوتا ہے۔ پہلے
ایک لہجہ اس کی طرح کہ وہ بچے حوس کرے۔ اپنی دھڑکیوں کے ساتھ اس کی
دھڑکیاں سننے۔ پھر یہ لہجہ سے اسے طبع میں کتے دیکھ لہجہ پہلو میں اس لہجہ کی
ہاں کا کس حوس کرے۔ اس کے بعد کی ہلچل اس کی دھڑکیاں سننا اور پھر ایک لہجے
سے اس کی ہلچل میں ٹھیک ہو جاتا ہے۔ سب ایسے حوسل تھا جن کی حسیل
میں اتنا حوس کے اس میں ہو تو نہ ہونے لگی حوس کتاہیں حسیل ہو جائیگا۔ یہ سارا
فل اور اس کے تھوڑے تھوڑے طبع کے عجیب تھوڑے حوس تھے۔

پھر جب چہرہ کا ہوتا ہے تو دھنوں کے لیے لہجہ اور انکار کا ایک نیا حوس

ہوتا ہے۔ پہلے انہیں انکار ہوتا ہے کہ کچھ نہ ہونے کب کھوں کے بل چنا شروع
کرتے گا۔ پھر لہجہ لہجہ پہلے پہلے دیکھنے کے لیے ایک ایک دکان کو گزرتے ہیں۔
پھر وہی زبان میں اپنی شروع کرتا ہے تو اس کا ہر لہجہ میں کر دھنوں میں خوشی سے
لہجہ ہونے لگا اس نے کمال کی دنیا صداقت کر لی ہے۔

فرش ہے کہ حوس "صوبہ" انکار اور ہاں کی آنکھوں طواہل دیکھنے کا ایک وہ شروع
ہوتا ہے۔ جس میں طواہل دیکھنے کا کمال شش نہیں رہتا۔ ہر ہتھ گھوم پھر کسی دکان کی طرح
ہاں پر ہی اگر فتح ہوتی ہے۔ میں بھی اس فل میں گئی تھی اور پھر میری تہہ ہتھ
تھلے کے لیے ایک میں وہ وہی ہتھیاں صحت تھیں۔ دیکھنے دیکھنے تم اور مریم ایچہ
فل کے ہو گئے۔

تم وہاں اب کتے کتا کی طرح گھر کے صحرے گھر میں دولہے بھرتے تھے۔ تم
دھنوں کی حسیں میں صحت تھی تھیں۔ ہوسے "پہلے ہاں" ہنسی دکان دھنوں آنکھیں "کھلی
رہت" تھی اور ہاں کتے کتے ہوتے ہوتے "لڑکی" ہاں یہ کتا کہ مریم کے غور میں ایک
ہوس زیادہ تھی کہ وہی ہی چاہیے تھی۔ آخر کار وہی تھی۔

تم وہاں کی حوس میں صحت تھی تھیں۔ جیوں میں ہتھیاں میں حوس پھر حوس ہی
میں ہوتا ہے لیکن تم وہاں تو اس حوس میں کتا لہجہ ہی پھر حوس تھے۔ تم اچھے کچھ
ایک ہی وقت پر سوتے "ایک ہی وقت پر ہاتھ" ایک حسی جس کتے اور ایک دوسرے
سے شاد ہونے کی حوس۔ اس لہجہ تو تم وہاں کھنڈر کے کسی کتے کتے میں
ہاں نہ ہونے سے کچھ رہے کہ حوس حوس کی کتا کتا کتا دھوکہ ایسا بے ہوش سے
ج تھوڑے کتا کتا کہ دوسرے بچوں کی طرح تم وہاں کو گئی میں کچھ کتے کے لے دے
لاہت لیکن تم وہاں لے خود ہی گئی اور ہاتھ کی طبع نہیں کی۔ اور سے کمال پر اگر گھر
میں بھی ہوتا تو تم وہاں شاد ہونے میں اس کے قریب پہنچتے۔

میں تم وہاں کی لہت میں گئی شاد تھی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میرے حوس
نے اور پھر گئے تھے۔ لہت تم شاد ہو گئی تھی "تم نہیں ہوتی تھی۔ اور ایک بار سارا
میں کتا ہاتھ "فلن کا حوس میں ہاتھ تو پھر اسے ایک کتا حوس میں رہتا۔ حوس کی ہلچل
کا پھر بھی حوس لہجہ میں فلن "تھ" میں فراہوں کتا چاہتی تھی تو نہیں کر سکتی
تھی۔ یہی بھی حوس کو جب میرے ایک طرف تم اور مریم اور ایک طرف ایسا بے
سہ ہو جاتے تو میں کھنڈر چھ لہجہ اپنی بے طواہل آنکھوں سے "وہی حوس حوس
نہ ہوتے کہ حوس رہتی جس پر مجھے نہیں گھٹے، چاہتاں لڑکی دکان دھنوں۔ ان پر چاہتاں
اکھم اکھم کہ ہاں حوس میں حوس چاہتی تھیں پھر بھی آگے سے کتا کتا

رہتی۔

بچوں کے بارے میں ارباب کے محسوسات بھی مجھ سے زیادہ مختلف نہیں تھے لیکن اس کا وہاں نہ جنسے کئی سہولتوں میں جتا رہتا۔ اس نے اپنا پیشہ ورانہ اور ذریعہ زمین دونوں ہی کام بہت پیچھا لگے تھے۔ وہ بہت مصروف رہتا تھا۔ اتنا مصروف تھے کہ کسی تک کو حج کرنے کی تیاری کر رہا ہو۔

اوپر کا سب بھی دیتا تھا۔ اسے ترقی بھی مل گئی تھی اور فی طور پر بھی معیاری کام ملے لگا تھا۔ دکان میں ماہی صرف ہوا کو ہوئی تھی لیکن ارباب وہ دن کاٹتی کرتا اور ان دنوں میں گھر سے تقریباً غائب ہی رہتا۔ کبھی کبھار گھر میں چار گھنٹے سونے کے لیے آتا۔ نہ چلے اب اس کے وہاں ایلیس کی تعداد کیا تھی اور وہ کس حد تک تھی؟ عرصے سے ان لوگوں نے گھر کے قریب خالی میں اجلاس کرنا ترک کر دیا تھا۔ معلوم نہیں اب ان کا ٹھکانہ کہاں تھا۔ میں نے ارباب سے اس موضوع پر کچھ کہنا سننا چھوڑ دیا تھا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس معاملے میں ہمارے درمیان ہم آہنگی پیدا ہونا تقریباً ناممکن ہی ہے لیکن میں بہر حال اس کی رشتہ تھی۔ مسخیل کے پردے میں جو کچھ پنہاں تھا اس کا سامنا کرنے کے لیے میں نے اسے تھا نہیں بھولا تھا۔ اب جو بھی ہوتا تھا میں بہر حال اس کے ساتھ تھی۔

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ رفاقت مجھے کہاں لے جا رہی تھی۔ لیکن غیب کا حال تو کسی کو معلوم نہیں ہوتا تھا۔

مہ خالے میں اب اجلاس تو نہیں ہوتے تھے لیکن وہاں کڑی کی کڑی سیاہ منیہ خلیج دہائی ملکوں کا اضافہ ہو چکا تھا۔ یہ بنیادیں منسل تھیں۔ اس پر کسی قسم کا کٹاؤ نہ تھا۔ اب اس ارباب نے مجھے ان کے حلقہ کچھ بتایا تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ ان:

بھی کبھی مجھے حیرت بھی ہوتی تھی کہ ارباب یہ سب کچھ کس طرح کر رہا ہے۔ بے اب ہم پر خوش حال آگئی تھی۔ ارباب کی آمدنی میں خاصا اضافہ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے لیے لی تھی جو کچھ جس محلے میں ہم رہتے تھے اس میں کار رکھتا تو درکنار ان دنوں نے قریب سے دیکھنے کا اتفاق بھی بہت کر لوگوں کو ہی ہوتا ہو گا مگر پھر بھی جو کچھ تھا تر رہا تھا وہ اس کی آمدنی میں ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی آمدنی تو گریباور اور ذاتی دکانوں میں لٹکانے تک ہوتی تھی۔ باقی سرگرمیاں کس طرح جاری تھیں؟

اس کے ساتھیوں میں بھی مجھے کوئی صاحب ثروت نظر نہیں آتا تھا۔ عظیم کا تو شاید بنیادی چند بھی مقرر نہیں کیا تھا کیونکہ چھنے ارکان کو میں نے دیکھا تھا وہ تو مجھے نے یہ چند ہوا کرنے کے قابل بھی نظر نہیں آتے تھے۔ ان میں صرف خیریت ہی کچھ حال معلوم ہوتا تھا۔ باقی سب تو شاید فریٹ والا اس کے بارے میں جھپٹے ہوئے اور ارباب کے ذمہ طور پر لوگ تھے۔

خیریت اب بھی گھر آتا تھا اور اس کے آنے کا کوئی خاص دن یا وقت مقرر تھا۔ وہ اور ارباب ایک ہی کپڑے میں ملازم تھے بلکہ دفتر میں حد سے خیریت ارباب کا اصرار تھا لیکن عظیم میں میرے اندازے کے مطابق اس کی حیثیت خالوی۔ ذہنا ارباب کے نائب کی حیثیت تھی اس کی۔ وہ جب بھی آتا ارباب اور انک دوم کے ساتھ موجود کر دیتے جاتا یا پھر وہ قریب خالے میں چلے جاتے۔

خرشالی کے باوجود ارباب نے ممکن نہیں بدلا تھا حالانکہ زمین سن کے اعتبار سے یہ علاقے شایان شان نہیں تھا۔ شاید اس کی ایک وجہ تو قریب خالے تھا۔ بہت کم مکانات سڑک پر قریب خالے ہوتے ہیں۔ دوسرے اس مکان کا محل وقوع کچھ ایسا تھا کہ خواہ کتنے ہی لوگوں کی آمد و رفت رہتی اور گرد و رہنے والوں کو ہنسل ہی اس کا احساس ہو سکتا

اس وقت تارلی جو حالت تھی شاہد ایسی ہی حالت ان سچے گھوڑے چاہیوں کی تھی
وہ گھوڑے کے فکر و اندویش شب و دن ہمارا گھبراہٹ کر رہے تھے اور ان کے
بلے کسی طرح جان بچا کر بھاگ گئے ہوں۔ اب عہد اللہ کے حال یہ تھا کہ ایک گھوڑا
میں تھا اور مریم کو اس نے یوں کہلی سے صوبہ ایک ہاتھ کی مدد سے بیٹے سے لگا کر رکھا
تھی اس کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔ لیسر الیٹ ہمیں اٹھنے دے رہے تھے کہ وہ میں نے
مگر اس کی مدد سے لینا بھی وہاں تک اس نے یہ کہہ کر صبح کر دیا کہ اس طرح میں میر
کہاں سکوں گی۔

فہم کو اسیاب کے گمراہیں کہنے کا کوئی وقت خصوص میں تھا۔ مگر اسیاب گمراہی سے پہلے وہ مرحلہ آچکا تھا۔ اس مغل گمراہ گمراہی پر اس کی جگہ تصویر نگار کا دور اس کا اختتامی سا چہرہ دھو دھو ہو رہا تھا۔ تاریک کمالی کی نیچ کے عقب سے آنکھیں کھلائی پڑ رہی تھیں۔ ایک اور شخص بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس کا ہم قاتل عبداللہ

کھنوا لیتے۔" نواب نے طرف قریب اپنے خادم پر ہر قرار رکھ دیا۔ "لیکن اب ہماری طرف سے
 مل گیا ہے۔ ہم یہ لکھتے ہیں کہ سوچتے اور عمل کرنے کے بعد یہ سچ ہے۔ یہ
 بہت ہی بڑی عرصہ کا قضا ہے" و ہر وہ مرحلہ صحت کو ناپنے کے لیے لیتے کا تجربہ
 ہے۔ اب یہی دیکھ لو کہ نواب اور خیرا سرخ لٹے کے بعد یہ چاہتے تو تھے لہذا ہی
 گومیل سے تم دونوں کو انوا لیتے۔ جس طرح ہے واقف کی اس تنظیم کی سب سے پہلی
 کثیر کو فراہم کی جا چکی تھی اس کے ساتھ ساتھ ہم تم دونوں میں بیوی کو گرفتار ہونے
 دیتے لیکن اس طرح مسئلہ سے لیا ہو جاتا۔ حذر چن اور عارضہ دفعوں کو نہ جانے کیا
 ہوا تھی۔ اس کے ہم نے لکھتے ہوئے سے وہ طریقہ اختیار کیا کہ سب سے پہلی مرحلے اور
 دھمکی بھی نہ لے۔ اب ہم خود کوئی اصول میں لیتے اور اپنی کارروائیوں کا کوئی ٹھوس
 نہیں پھرتے۔ کیونکہ آج کل اگرچہ مرکز کو انصاف ہندو کھانے کا بہت شوق پیدا ہو گیا
 ہے اور وہ دلی خود ہے وہ کسی لیکن ہر حال شدتوں اور مظہر کی کارروائیوں پر ہی کرنے
 کے بعد ہی ہو گئی ہے۔ اب ہم لاکھ لکھتے ہمارے کے سنی لیکن اپنے دفعوں کو انہماک کو
 پہلے دیکھنے کیلئے اتنا طویل انتظار بھی نہیں کر سکتے تھے خصوصاً جب ہمیں ان کا سرخ بھی مل
 چکا تھا۔"

"پہلے جہاں تک ہمیں یاد چتا ہے۔" نواب کے ہاتھ پر فٹنیں گھری ہو گئیں۔
 "ہم نے ہمیں قہ قہانے میں ادا کیا تھا وہاں سے فرار ہونے میں تم کیسے کامیاب ہو گئی اور
 نواب سے کیسے چا گرا تم؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہر طور سے اپنی جگہ کڑی گھڑی دی۔ میرا ہاتھ
 ہلنے کوئی ہی نہیں چاہا تھا۔ باجی و گھٹل کی ساری حیل ہو یا تم دفعے کی اجازت۔ عیا
 دونوں صورتوں میں انسان کی قوت گواہی سب سے بڑی ہوتی ہے لیکن میں نہیں کہ سنی
 تھی کہ میں باجی و گھٹل کی آخری حیل ہے جس نے تم دفعے کی اجازت۔ شاید اس گھر سے
 وقت میں ہے جبکہ اسے عدلوں سے مجھے جاس کو ہو دیکھنے پہلے تھے انہوں نے مجھے
 سوچنے کے قابل نہیں سمجھا تھا۔

نواب نے چہ کے تک میری طرف گھر نکالوں سے دیکھا لیکن جب میں نے کوئی
 جواب دیا تو کہنے سے اپکا کر رکھا۔ "نہیں۔" میں ہوا چاہیں تو دہری۔ میں بھی گوری
 باتوں سے اب کوئی خاص ملکہی نہیں رہی۔"

باتوں کی گورو تھاری پھر میں گئی ہو رہی تھی اور تم نے مجھے ہاتھ چکھتا
 شروع کر دیا تھا۔ جس کے اگلے دیکھ بھی میرا ہاتھ مل ہونے لگا تھا۔ رشتہ جو ہے
 آنکھیں کھل کر اور صمیم سی جہاں کے ساتھ ہاتھوں طرف دیکھتے۔ اپنی ہاتھوں اور
 اپنی صورتیں دیکھ کر تم رہنے لگے۔ میں نے ہمیں فٹنیں پر کھڑا کر دیا اور گھٹوں کے بل

قندے قہہ دیکھ کر ہمیں چپ کرنے کی کوٹھل کرنے لگی۔ اس نے ایک بار پھر میری
 لہر نصیرت پر چلی۔

"معداؤ بھی قندے ساتھ ہی تک گیا تھا کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں اس سے پہلے کہ کچھ بھی نہیں مطلوب۔" نصیرت نے مسکرا کر جواب دیا
 کہا میں نے اس کا مزاج پوچھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اگر وہ کچھ بھی کیا تو میری ہائی کو لے کر یہاں نہیں بھیجے گئے
 تھے۔" مجھے گھبراہٹ میں ایک اور نصیرت تھی۔

"نہیں! اسے اس جگہ کا قصہ" تم نہیں۔ اسے تو میں نے اصل گھڑی سے مد
 کیسے ساتھ لے لیا تھا۔ رشتہ ہی میں اسے میں نے بڑا دیا تھا۔" نصیرت نے اچانک
 سے جواب دیا۔

اس کے چہرے پر شرمیلی لڑکتی ہنس کی بھی سی رشتہ میں تھی۔ نواب
 سے ایک مدت کی مدتی اور انتظار میں رہ رہی سے اس کی زبان کچھ پر ہیٹ چڑھنے
 ہونے اسے شاید لدا بھی لگا ہوا تھا۔ حسوس میں ہوئی تھی۔ نواب کا لہا اس دن میں نہیں تھا
 اور مرے ہونے کے بارے میں اچھا ہی سوچا تھا۔ خصوصاً جبکہ وہ سب کی زندگی کا
 حاصل رہے ہوں۔ لیکن مجھے نواب پر غصہ نہ آیا تھا۔ اس شخص نصیرت سے اس کا
 دن رات کا ساتھ تھا۔ کہ اسے بھی قہہ نہیں ہوا تھا کہ اس شخص میں نصیرت کی کوئی
 چیز مد نہیں ہے؟ اگر نواب کا ہی موم کا لباس تھا تو پھر اس کا انہماک ہی ہو سکتا تھا۔

"تم نے مجھے یہاں کیوں بلوایا تھا؟" میں نے نواب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
 پوچھا۔ تم نے اب ہاتھ بڑا شروع کر دیا تھا اور میری تمام تر کوشش کے باوجود تم چپ
 نہیں ہو رہے تھے۔

"کہا دیں گے۔۔۔" میں نے۔ پہلے اس مدلی صحبت کو تو چپ کرنا۔" نواب
 نے تھوڑی طرف اشارہ کیا۔

وہ لہجہ لہاؤ کا یہ کام نہ ہوتا آگے کیا اور تھوڑی طرف دونوں ہاتھ کھینچنے سے
 ہوا۔ "کہا اسے میں بار پوچھا تھا۔"

تم اس کی ادا کوئی صورت دیکھ کر اور بھی تندر سے مدنے لگے۔ ساتھ ہی تم نے
 لہجہ نئے سے ہاتھ سے اس کے چہرے ہاتھ پر سے ہٹانے کی کوشش کی اور مجھ سے
 ہمت لگے۔ جات نے لہجہ ہماری ہونے سے تھوڑی معمولی معمولی ناگہانی پر بھی سی طرف
 گئی۔ غریب تو بھی تھی مگر تم ایک نئے سے بچے کیلئے تو ناگہانی بدلتی تھی۔ تم بلایا
 انہوں نے ہی طرح مجھ سے ہمت لگے۔

اب تک مجھ پر ہر ہمسالی اور روحانی لذتیں گزر چکی تھیں۔ میں کا دل میں کچھ ہی

نکل میں تھیں بھی تکلیف تھی تو سہی اس پٹلی سے غریب کے ہونے اور غریب سے ملنا کر
دینے سے پہلی تھی اتنی اب تک کسی بھی قسم اور تھک سے نہیں پہنچی تھی۔

میرے بچے میں پٹلی اتنی اٹھان گیا ہوتا تھا۔ میں نے جسیں ایک طرف دھاوا
اور اس سب سے دھمکے پر بھیڑ چلی نہ چلتے تھے میں انکی ہمت نہیں سے آگئی تھی کہ
دونوں ہاتھ ہر دو کھرب میں نے اس کے چہرے پر غریب لکھی تھیں وہ دھماکا کر چپے کو ڈکھائی۔
ماتھ ہی میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چاڑھا۔ اس کے منہ سے خرابی نہ بچ سکی تھی۔
دوسرے ہی کے اس نے سنبھل کر میرے منہ میں گھونسا رسید کیا۔ مجھے بھی غصوں ہوا
مجھے لپکے کا بڑا سا پھوڑا میرے منہ پر چڑھا۔ آہنی پک لٹک گیا ایک ہی لٹکے پر سے
کر نہ گئی اور میں پکرا کر نکلتی، اچھڑ ہو گئی۔ میری آنکھوں کے سامنے پھینکا اور میرا
دوسرے ہی کے قاتل ہو گیا تھا۔ لیکن اس خٹل کے بعد میں اتھ کر نہیں بیٹھ سکی۔

میرے ہر ہاتھ پر "میں نے غریب کی کوڑاؤں کر اس کی طرف دھکا دیا اور اس نے
میں سمجھنے سے اٹھنے کے سے ہوا میں ہٹ کر غریب کیا لیکن اس کے ہوشوں کے
کوٹھ سے منکر ہوتے پہلی چ رہی تھی۔ میرے منہ کو مت مار گئے معلوم نہیں پتے
میں ایک ہمت بھی نہیں ہٹاؤں غریب کے سر پر کے صاحب اٹھتے ہیں۔۔۔ اور یہ تو
مردم سر پر کی ہوتی ہے۔ تاکہ تو ان کا احترام کرے۔"

اس کے لیے میں چپے ہونے ہوئی گئی، میں چپے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتی
تھی۔ تم دینے ہونے میرے قریب آئیے تھے۔ بھٹل نام میں ایک کئی کے بل اٹھی اور
جس سے سے پٹلی کی کوٹھل کرنے لگی۔

دلچسپی میں نے اس صورت کو اپنی طرف دھکتے دیکھا اور اب تک لپکتے لپکتے
ایک طرف کو نکلتی تھی۔ قریب ہر اس نے جسیں گود میں اٹھایا اور والدین اور ادا میں
چھوٹے اور پکھلے گئی، پھر اس نے ہٹ کر میری طرف دھکا اس کا چوہا اب بھی تقریباً
ہاٹ ہی تھا لیکن اس کی آنکھوں میں ہڈیوں کی نہایت اور آنسوؤں کا طہار سا ادا تھا
تھا۔

جس سے ایک "سب سے میرے ہر ہاتھ پر۔" اس نے نصیحت ہی نرم
اور نرم کواؤں۔ "تو نے شہ میں ہی تن سگی تھی۔" سلطانیت دینا۔ اسے کوئی تکلیف
نہیں ہو گئی۔ اس کے لیے میں صبر و تحمل کی خوشہ تھی۔ میرے دل کو قندہ الطین سا
غصوں ہوا۔ "جس سے ہائی" پکھلی کرے سے لے گی اور چہ کھوں پھر پکھلی کرے
دینے کی کواؤں صدم ہو گئی۔

میرے ہر ہاتھ پر "میں نے غریب کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتی
تھی۔ تم دینے ہونے میرے قریب آئیے تھے۔ بھٹل نام میں ایک کئی کے بل اٹھی اور
جس سے سے پٹلی کی کوٹھل کرنے لگی۔

دوب دیکھ کر منکرا کر غریب نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میرے ابروؤں و
مردم سر پر کی ہوتی کو کر سکتی تھی۔ "کوئی ہڈیوں کا طریقہ نہ نہیں۔"

اس صبر و تحمل سے اس نے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں دے کر مجھے اٹھایا اور ایک کڑی پر
نہیں نکالا۔ میری نظر تصویر تک، چلی ہو کر کے وسط میں آ پکھلی تھی۔ غریب صاحبہ
اس نے غریب کے لیے میں کہا۔ "سب میرا بلی صاحب کی صاف کر دیتے تھے ملک سے ہار
دینے کا نظام بھی کرتا تھا۔"

"میں نہیں جانتی۔" غریب نے اپنی شفقت سے کہا۔ "میں نے اپنا کام لپیٹ کر
سے کیا اور غریب مردم سر پر کی ہوتی کو کہہ کر تک میں ہونے مارا کہ اسے کئی لے ہلا
ہا تھا۔" میں نے غریب کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرا لاک۔" خیر نے ہٹ کر لپکتے غریب سے منکرا دینے غریب ہوا۔
"تم کوئی چلتے۔" غریب نے کئی کے سوا کچھ کو اشارہ کیا۔ "احزاب ہٹا اور
دوسرے کی طرف دھکا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی ہڈیوں سے گھبرا اور تصویر تک کی کھلی پر چڑھ
ہا پہل کر ہار پکڑا۔ اس کی ہٹ کر دینے کئی صاحب ہو گئی۔ میرے ابروؤں کے
موتی میں غریب سے اس کو کئی ہٹ کر کے لے لے ہوش ہو پکھلی تھی۔ مگر اس وقت
میں خیرت کی آواز نہ دیا جب وہ اٹھتے ہوئے گئے ہی ہٹ کر کھینچ لگتی سے اٹھ کر ہوا
اور جب وہ پکھلی اس کے ہاتھ میں دھاری پکھلی گھر تھا۔ اس نے نوک کی طرف
سے اٹھتے اور اٹھنے کے درمیان سے پکھلی ہوا تھا۔

"میں غریب سے ہوتا۔" یہ چپے ہونے اور ایک تک کئی کے کوٹھوں
ہونے صاحب کی طرح پکھلی۔

دلچسپی تصویر تک کے ہاتھوں نے غریب و قریب اور ادا میں ہٹا کھینچ اور اس کے
ماتھ ہی میں نے غریب اس وقت سے اس کے ہاتھ سے گل کر کئی کے کی طرف دھکتے
ہونے دیکھا کہ ایک لپکے کیلئے میں ہی کی ہٹ کر کی طرح دھکتے ہوا۔ کئی کے نے ایک
ہر ایک پکھلی پکھلی۔ "میرا صبر و تحمل سا تم کو کر گھر کی پکھلی سے اور ہٹ کر
ماتھ ایک طرف کو ہوا اور غریب اس کے قریب سے گزر کر چپے ہوا۔ ہا گھرا۔ اس
کی نوک سے پکھلی ہوا سے پکھلی۔ تصویر تک اب ایک کئی کے میں ہٹ کر چکا تھا۔ ایک کے
پھر اس کی آنکھیں کھلی ہوئی اور ابھی ہٹ کر ہی گئی تھی۔

"اسے دو کو غریب شرافت ملی۔" تصویر تک چلا۔ اس کی نظریں دھکتے کئی کے پر
گھڑی تھیں۔ مگر کہ غریب اس نے غریب کو کیا تھا۔

"میں ابھی صبر و تحمل کو ہٹا رہے تھے۔" غریب نے لپکتے پر سکون کواؤں ابھی میں نے
اس کی طرف دھکا۔ "اب بھی اس طرح کر سکتی، غریب دھکا تھا۔ مگر اب ہم ہر کام لپیٹ

لٹے مل سے سوچ بچ کر کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اور اب ہم اپنی کارروائیاں کو کوئی ثبوت نہیں پہنچاتے۔ تو جہاں شرارت! ہم جنہیں یقینی ایک چلتے پھرتے ثبوت کو کر طرح پہنچا سکتے ہیں۔ خود ہی انصاف کرو اور دیکھو۔ اسی؟ تم نے اپنے اس دوست کو بھی نہیں بلٹا جس کے گھر کا تم نے تک کھلیا تھا اور جس نے تم پر احمق کرتے ہوئے گویا اپنے دے دگ تمہارے ہاتھ میں وہ رکھی تھی تو ہم کونسا تمہارے دل جلے ہیں جو کل کو تمہیں بخش دے گا۔

یہی اسی لئے نصیر بیگ نے ہوا میں قلہ بازی کا کرکٹ کے سنے پر بلا ٹک مار دی مگر یہ بلا ٹک ٹک کر ایک سیہ چلنے پر پڑی تھی۔ جو دھیرے دھیرے آگے کو کھینک رہی تھی۔ نصیر بیگ ہب سنبھل کر اٹھ تو اسے سیدھا ہونے کی سہلت نہیں لی۔ کہنے کے لئے اس کی کھوپڑی پر ٹکونا دسید کیا تو نصیر کی ٹانگیں سفیدی انداز میں مڑ گئیں اور دوسرے ہی لمحے وہ ٹکٹوں کے بل کڑا اور اوپر کو بھولنے لگا۔

اس سے پہلے کہ وہ قلعین پر ڈھیر ہوتا کن کے لئے نہایت پھرتی سے اپنے لباس کے کسی حصے سے ریشم کی اتھلی پٹی مگر اتھنی مٹیوں ڈوری کا ایک ٹکڑا نکالا اور نصیر بیگ کی گردن میں پھندا ڈال کر اسے ایک جھٹکے سے دوبارہ اپنے سامنے کھڑا کر لیا۔ چہرہ یوں ابھڑا اور ڈوری کا پھندا اتنا سخت ہو گیا کہ وہ گردن کی کھال اور عضلات میں دھنسن کر تقریباً قاتل ہو گئی۔

○

نصیر بیگ کی نہ صرف گردن کی رگیں طرف ٹاک مد تک پھیل گئیں بلکہ اس کی جوشانی پر بھی رگیں ابھر آئیں۔ آنکھیں اٹل چڑیں۔ وہ صرف ایک لمحے کیلئے لڑھی پر غصے کی طرح پھڑکا پھر اس کے بالو اچھلے ہو کر اس کے ہاتھوں میں جھول گئے اور سر بھی ایک طرف کو اٹھک گیا۔

کہنے کے لئے نہایت آہستگی سے اسے قلعین پر لٹا دیا اور ڈوری اس کی گردن ہی میں بوسہ چھوڑ کر دوبارہ انداز میں لوہے کی کڑی کے قریب چوں آکھڑا ہوا گویا بوسہ دہرے سے یوں ہی کھڑا تھا اور اس نے اپنی جگہ سے جھٹش تک نہیں کی تھی۔

”مرکت بیگ کو یاد۔“ لوہے نے اسے حکم دیا۔ وہ دروازے تک گیا اور ایک پٹ خوردا سا کھول کر باہر جھانک کر دھبی آواز میں کچھ کہا اور واپس آگیا۔ اس کے پیچھے پیچھے دھن دھانہ کھول کر اندر آیا جسے میں نے دروازے کے قریب سٹول پر بیٹھے دیکھا تھا۔ راکفل لب اس نے کندھے سے نظارہ کی تھی۔

”مرکت! یہ بال پارسل کرنا ہے۔“ لوہے نے نصیر بیگ کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے اپنے ہی گھر کے اندر نہیں ہے۔ آثار ایسے ہی نظر آتے جاتے ہیں جیسے عظیم کے کسی رکن کو ملے ہو گیا تھا کہ جبری اس نے کی ہے اور اسی رکن نے اسے لٹکائے ڈال دیا۔ سمجھ گئے؟“

مرکت بیگ نے انتہت میں سر ہلایا اور لاش کندھے پر اٹھا کر لیے لیے ڈگ بھرتا کرے سے باہر چلا گیا۔

”کام چل جوتے ہیں۔“ لوہے بھی طرف حوج ہو کر سمجھانے والے انداز میں بولا۔ صبر و سکون اور صفائی سے۔ ارہاب جیسے ہڈیوں اور جاتنی آنکھوں سے خواب دیکھنے والوں کا اجماع بھی اچھا نہیں ہوتا۔ خصوصاً جبکہ وہ بڑے بڑے معاملوں میں ہاتھ ڈالنے نہیں۔“

اپنی دانست میں وہ صبر و صبر کو چر کے لٹکائے کیسے ایسی باتیں کر رہا تھا، لیکن یہ اس کی آخری بات تھی یا کل گج محسوس ہوئی۔ جو کلمہ ارہاب تھیں گوہیوں کا گردہ بنا کر نہیں رہا تھا اسے وہ اکیلا کر سکتا تھا بشرطیکہ وہ صبر و سکون سے کلمہ اپنا اور جتنی توانائی اس نے نہیں آدمیوں کی تربیت دینے میں صرف کی تھی اتنی توانائی صرف اپنے آپ کو تربیت دینے

عن صول کرتے

لشکر کے اہم ترین مقامات میں کاسپائی اسی کو ملتی ہے۔ ہر فن حکمت میں صرف اپنی ہی دولت کو خیر اپنا شریک کر اور اپنا محافظ بناتے ہیں۔ انسانی ہر چہ والے مقام پر تمام صرف اسی کو بھروسہ کرتے ہیں۔ ہر لوہے شرافت کی طرح ہشت ہر ہشت کھڑی کرتے آتے ہیں اور لشکر کے سچے میں جن کی جڑیں بہت گہری ہوں۔ جن کے پاس ہر طرح کے انسانی کو چھوٹے کیلئے ہے۔ ابراہام دولت ہے۔ یہ انیس گج طور، گھٹے کو شہر ایک آگے کیلئے ہی میں کچھ تلی تھیں۔

تسلی ہے ہانا چاہتی ہوں کہ تم مجھ پر لب کھن سانا علم اعلیٰ چاہتے ہو؟ میں نے
اس لیے لکھے ہیں کہ تم پر چلے۔

[illegible]

میں نے ہمیں اپنی ذات کی تہلیل پر تبصرہ کرنے کیلئے نہیں کہا تھا۔ پوچھنا میں نے غلط ہے کہ۔ میں نے یہ کہہ پوچھا تھا۔"

"پہلے پہلے" - لواب نے مستطرد انداز میں سر ہلایا۔ "تمہارے والدین نے تم
 میں کتنی کثرت برداشت پیدا کر دی ہے۔ پہلے تم ایسے انداز خطاب پر لوگوں کی لڑائیں
 کھیلتا تھا کہ تم نے۔۔۔ چہ چہ۔۔۔ دیکھو تم اگر ہمیں صرف دیکھو کہ تو تو زیادہ صاحب
 ہو گے۔ پورے ہم ابھی نہیں ہوئے۔ دیکھو کے دیکھو ہیں۔ جیسا تم دیکھ چکی ہو" بانی چنانچہ
 تک قہارے سون کا تعلق ہے تو یہ اگر وہ "تم" پر کوئی حکم و تم نہیں کہنے لگے۔ پہلے بھی
 ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ ہر کچھ ہوا کہ تمہاری سرکشی اور ناگہانے پہن کی وجہ
 سے ہوا اور اب ہر کچھ ہوا کہ اصل ابواب کی وجہ سے ہوا ہے۔ تم تو صرف اس کی تادیب
 کرنے کی وجہ سے لیوٹ میں آئی ہو اگر کسی اور علت سے لی ہو تھی تو شاید ہم بھی اس کی
 تمام تر نگہداشت کے بغیر تمہیں صاف کر دیتے۔ اب بھی ہم تمہارے ساتھ کوئی حکم نہیں
 کریں گے۔ بس تمہاری ہمارے ہم نے ایک ہمارا سا سنا کرنے کی کوشش کی ہے۔
 ہر سرے آواز نے کتب دلت کا تھا، مگر کچھ دیر پہلے اس کا پیچ تو تھا کہ اب نہیں آ
 سکے گا، صبح آئے گا۔" - لیکن ظالم ہمارے ہی ہائے کا تاج ہے۔"

”نہیک ہے لوہے شرافت ملی“ میں نے طوقی طے میں گد۔ یہ کہارا جنت ہے
 جو ہی چاہے کہ لودہ ہی چاہے کہو، اگر کچھ تم چاہاں مجھے لکھیں، پہلی میں کردہ لکھ
 ہوئے، شاہ میں ہی جیسے سبک کر دی۔ راتہ راتہ وہ لکھتیں لڑاوش کر دی، جو تم نے

جس کے بچپن میں۔ میں اپنا لود سارا سلاخ لدا، پھولا دیا، لیکن سب میں تمہیں
 بھی سب تمہیں کھانے کی، کیونکہ اس وقت شاہ تم نے مجھے اس طرح بھلا نہیں کیا تھا
 جس طرح سب بھلا ہے۔ تمہاری یہ کھدہ سکرابٹ ایک کھدہ کی طرح مجھے ملے، یہ عقل
 ہے، لود آج میں صدمہ کر رہا ہوں کہ اگر زندگی نے مجھے سلاخ دی تو تم دیکھو گے لود ہے
 دیا ہی کہ حیرت اگر اللہ لپٹے ہے از آسے تو ایسی مثالیں بھولا جاتی ہے جنہیں بھولا
 نہ دھرایا جاتا ہے۔"

حضرت ابراہیمؑ کہہ رہے تھے کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے کہ تم آج روزے کھانا کھاؤ اور پانی پیو۔

”میں اچھی لڑکتہ۔۔۔ دیکھ کر واقعی حیران نہیں؟ مگر یہ کہ تم وہی
زہرا فریاد علی ہو۔“ میں نے استغراب سے لہجے میں کہا۔

ہاں! اس طرح جیسے ہمیں یکن میں آنا ہے کہ تم وہی صبح ہو۔" اس نے
 روزِ کلد سے حاصل وقت کے ساتھ ساتھ ہر انسان میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ کسی میں نیکی
 سے اور کسی میں کجی سے۔ ہم نے موشیخ میں صل سے دوسرے نیکو کے ساتھ ایک
 نیکو سے بھی حاصل کیا ہے کہ انسان جس جگہ کو دولت کے لیے حاصل نہ کر سکے، سکارتی
 سے نہ ہیبت سکے اور طاقت سے بھی حاصل نہ کر سکے اس کا خیال مل سے نکال دیا
 ہے۔ اس سے ہاں! "فصل" ہو چکا ہے۔ وہ انسان کیلئے بے شمار حقائق اور کئی
 دلائل ہیں۔"

و تمپہ جسیں بہت بغیر سے ہوا ہے کالے لکھڑا میں نے دل ہی دل میں سوچا
کہ تم نے اپنے لئے من گھڑت سچوں کے جھوٹے ہیں۔ آج نہ کسی گل نہ کسی پری
میرا دل ۱۱ وقت نمود آئے گا نہ چہرہ ہرے ہونے لگیں گے میرے لئے صاحب کا ایک
بلک اب آئے گا اور تو اس شہک بھک کر جھوٹ کی موت مر جائے گی۔

”ہاں۔۔۔ آپ کوٹنے کے کمرے میں جا کر کچھ کھائی لو۔ اس کے بعد ظہر ہمیں
نہرا کھ دیکھا دے گی اور خدا برا دیو آگاہی ہائی سہمی دیکھ کر نے کی کو عشق نہ کرے۔
بھابھی کا عملہ کچھ ڈھانچہ ہے۔ توی کی گھٹن پہلے توڑنا ہے۔“ لہازت بھر میں
قہہ کرتا ہے۔ ”لو آپ نے جسے سرری لہجے میں کہا اور کن کے کو اشارہ کیا۔ وہ بھی
مٹلی کیلئے آگے بڑھا۔

میرا پھر کلمہ ہے جس نے فتح ہوئے پہنچا۔

اسے بھی تسلیم ہے اس کا پورا ہونا چاہئے کہ: "لوہے نے لوہے کو۔"

مگر تم اچھی ہی نرم غلطی کا اعتراف کرنے پر تکتے ہوئے ہو تو میں تمہیں یہ بھی کہ
 سکتی ہوں کہ اسے جس لمحہ سے گھڑ گئی ہے۔۔۔ میں نے اسے سارا دانا کھلا اور آخر میں

لیکن ہر گھنٹہ یاد کیا کہ لوب نے بھی گھنٹہ "مہ" کے نام سے طلب کیا تھا کہ کم
 اور کم آج لوب گھنٹہ محبت کے معاملے میں نہیں اکٹیل سے ملتا تھا لیکن یہ بھی تو محبت کا ذکر
 اسے بھی ملا ہی افکار لی ۔۔۔ اس احساس سے گھنٹہ گھنٹہ دھاروں کی بات گئی دھیرے
 دھیرے مجھے آلودہ غم کے اور پانا گھنٹہ لینے بھی آئی۔
 کچھ لاشے کی میری میرا لوب سے ملتا ہوا۔ اس وقت اس کے برابر والی گریں
 ایک اور صورت برآپان گئی۔ پہلی ہی نظر میں وہ نہ جانے کیوں گھنٹہ لوب کی گئی۔ ۔۔۔
 کی اس حال پر غمی ہوا عالی سے افکار کہنے ہی والی غمی گریں گھنٹہ کا کہ ۔۔۔ گھنٹہ
 ہوائی کا چھپا کر پاتی ہے۔ اس نے لوبیت گھنٹہ آگھوں کو چھینے دیا کہ ایک اپ کیا
 تھا۔ ہوائی کے ہونے پر حق سوچوں کی غمی لوبیت رکھی تھی۔ شروع رنگوں کی جلدی
 ساوہی نے اس کے لوبی جسم کو لوبیت جگہ سے سنبھل رکھا تھا۔ اس کے کانوں میں
 جیسے کے آگھنٹہ گھنٹہ ۔۔۔ کر کے پٹے سے گھنٹہ لاشے ایک لپے سے سلجھ ہوائی
 شریعت پھیلنے دھیرے دھیرے گھنٹہ لے رہی تھی۔ ۔۔۔ ہم ہوا آگھوں سے ہیں ایک سے
 ۔۔۔ مری جی کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے دہا اس کی گھنٹوں میں پڑنے لگا تھا ۔۔۔
 ایک لپے کیلئے گھنٹہ ڈیل کیا کہ گھنٹہ لوب کی "کچھ لاشے" ۔۔۔ ۔۔۔
 لوب کے آگھنٹہ سے ہیں کے اسی گھنٹوں کے بارے میں کئی ایمان لگنے کی کو شل کا
 لیکن لوب کے چہرے پر سرے سے کئی لاشے نہیں تھا۔ ۔۔۔ سر جھکا لے دہا ہوا سے لاشے
 کے ساتھ جھڑ کرنے میں سہول تھا۔ میں نے غموں کیا کہ میں جب ڈانگ ہل گیا
 داخل ہوئی تو اس نے سر کی میرا ہاتھ لیا تھا لوب اب میں نے جھڑ شروع کیا جب بھی
 بہ طور گھنٹہ گھنٹوں سے بھی ہی طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف گھر اٹھائی تو
 تو اس کی لوب جی کو دیکھنے لگی۔
 میں جیسے ۔۔۔ چکر لائی غمی لیکن لاشے کی ہوا میں نے لپٹ کر کے سہا
 کے مطابق جیسے گھنٹہ جھڑ کے پھر پھولے پھولے لوبوں اور پھولوں کی کہ لاشے
 کھانے کی کو شل کرنے لگی۔ جودت میرے اس عمل کو بھی پھر دیکھ رہی تھی۔
 لوب نے جھڑ میں غم کیا گیا دہا کا سب سے غموں کام ہی تھا پھر اس نے
 ایک طرف اٹھ لے کر پٹے کے پھول سے سلجھ لیکن سے اٹھنے لپے جیسے پھول
 پھولنے ہوئے کسی کے پٹے سے لپٹ لاکر بھی طرف دیکھا پھر لیکن ایک طرف دیکھ کر
 غلوں کو لوب دھت لگاتے ۔۔۔ لپے پڑے۔ "جیسے میں کوئی تکلیف تو میں ہوئی تو دلت
 ابھی تھی۔"
 واقعی اس احوال پر تو جیسے جتنی غصہ بھی بھی گھنٹوں میں پڑا ہوتا ہے تو شریعت
 "میں نے مل ہی میں سوچا" تو ایک جودت کا ساگ لپٹا کر اس کی لوب کی دلت کو ہر

سے لپٹ کر کے پڑتے ہیں کہ دلت کو پھر تو ابھی آئی۔ میں اسے دھن میں پاتی غمی کر
 میرے غموں کے کسی گھنٹے میں لپٹ کی کتنی دلت ہے کہ لوب اب بھی موا میں لوب اس لپٹ
 سے سامنے میں گزرتا دلت ہو گئی تھی۔
 میں نے غارش سے اس کی طرف دیکھا لوب پھر اس ڈیل سے کہ نہیں پھر اروری
 لوب میں پھٹ اٹھا کہ اس کے حہ پر نہ کچھ ہوا میں نے نظریں جھکا لیں۔ حلقہ کو
 لپٹا تو میں ۔۔۔ دہا دہا لے لاکر لاشے میں لپٹ۔
 "جیسے یہ گوئی تو میں" لپٹا جودت سے لوب سے پڑھا اس کے لپے میں
 نہیں پہلی گھنٹوں پر گھنٹہ پٹی جودت ہوا۔ اس نے یہ سہا اس طرح غلوں لوب میں
 لپٹا تھا کہ میرا کر گئی ہوا اس کیلئے کسی گھنٹوں کا جودت میں لپٹا تھا۔
 جودت میں گھنٹوں پھر جان "لوب نے یہ ہم گھنٹہ لگا اس کے حہ میں تو پوری
 ہوا کر کی نہیں ہے لیکن شاید یہ گھنٹوں کی کھیت غلوں کر رہی ہے۔ حلقہ ہی کہ
 ایسے ہیں۔ "جیسے تو میں نے سب گھنٹوں کا دہا ہے۔" پھر اس نے ایک لپے کیلئے غموں
 ہو کر جودت کو گھنٹا۔ "لیکن جیسے یہ سہا پڑنے کی جودت میں لپٹا تھا۔ آئی؟ کیا جیسے
 دلتی نہیں؟" لپٹا جودت میں۔
 جودت ہے۔ "جیسے تو کئی ہوا دلت مرل لاشوں کا پیغام گھنٹا رہی۔" جودت نے
 کا لوب سرگھنٹہ اٹھ لپٹ سے میں سہا کر لوب کی طرف دیکھا۔ دلتی نے آگھوں ہی
 "گھنٹوں میں ایک ۔۔۔ سرے سے گھنٹہ کا لوب اٹھ کر لپٹ ہوئے۔ پھر ۔۔۔ بھی طرف دیکھ لپٹ
 ہیں کہ سے دھت ۔۔۔ گھنٹہ میں اب دلت سہا ہی میں تھی۔ ۔۔۔ میں گھنٹوں
 لپٹ تھی۔
 دلتی جس نے گھنٹہ پٹتہ دہا تھا میرے لپٹ تلی لوب سہا لوب میں پھل۔
 لپٹ کر کہ کو حہ کسی جی کی جودت ہو تو دلت۔
 میں نے گل میں سر لپٹا لوب "دلت لپے میں پڑھا۔" یہ جودت کتنی غمی؟
 لپٹ لے غلوں گھنٹوں سے گھنٹہ دیکھا لوب پھر سطحت طواہت لوب میں سرگھنٹہ ہوئے
 کلا۔ "جیسے کیا تا کئی ہوا مہم لپٹا لوب ساتوں کے لوب لوب حہم کا ڈیل رکھا ہے
 اتا کے بارے میں سطحت رکھا نہیں۔"
 "جیسے لپٹ بارے میں ہی معلوم ہے یا نہیں؟" میں نے ہل کر پڑھا۔ سطحت
 کہ "مکن ہو" کسی کی لپٹ ہو" انسان ہی کی۔ یا کسی لوب کی؟
 "جیسے لپٹ بارے میں کو اس دلت دیکھا تھا جب بھی میرا ہی سہا تھی۔"
 لپٹ لے اٹھ لی جودت سے غمی پھر ہوا لپٹ لپے میں کلا۔ "میں لوب کے لپے میں بھی
 لپٹ کو پڑنے دھتے والی سرگھنٹوں سے جودت دہا تھا۔ اس کا چہرہ گھنٹہ کی لوب پر نہیں

لکھن بھرا خیال ہے کہ وہ ہمارے ملک کی فلاح کے لئے اس کی ہر طاقتیں دے گا اور ایک سر
قلم ہاکل ہمارے سینہ لگا دے گا اور اس کی اور طاقتوں کی اور طاقتیں دے گا۔

اس کے بعد تم اپنے آپ سے بگڑ کر چلے۔ اس بار میں نے سمجھ لی ہے
پہلے اس کو نے پھر چاہا ہونے کی انتہا کر دی تھی۔ پہل سے ہر اس کی گفتگو میں اس
کے لیے میں کئی اکر چھلا گیا۔

میں سمجھ لیں۔ اس نے وہ سہرا پہنچے لیے میں گیا۔ یہی کہ اس رات میں
میں نے اسے سوتے میں گل کر دیا تھا۔ لکھنیاں چھوٹے والی گھائی سے میری میں نے اس
کی کھوپڑی دھو کر صحت میں تھیر کر دی تھی۔ ہاں برس تک اس نے اگل بار کھائی تھی کہ
میرے خیال میں اس کے جسم کی تھیرا ہر ہڈی ایک بار لوٹ کر جڑ چکی تھی۔ اگر کہ پہلے
تم کر چکی ہیں تو اپنے کہہ میں غور سے لے چکے۔ آخری جملہ میں اس نے اپنی ہائی
گتھو کے ساتھ اس رات سے کہا تھا کہ ایک لے کیلئے تو مجھے احساس ہی نہیں ہوا کہ اس
نے مجھے اپنے کیلئے کہا تھا۔ یہ وہی وہ اس نے یہی وہ خواست کی تو میں اٹھی۔

کہے میں اگر میری کھ میں نہ گیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کس طرح وقت گزارا
چاہیے لکھن میری ہر شکل تم نے حل کر دیا۔ تم نے میری اگل پھوڑی اور دوڑ کر کہہ
کے ایک گھٹے میں کڑی پے گاڑی سے کھولے لٹانے گئے۔ تمہارے ساتھ میں بھی
کھولوں سے کھینچے گئے۔ نہیں ہلانے گئے۔

تکڑیا دھکیلنے کی اچھل کہ اور توئی رہا میں گتھ کے چہرہ اور دھرتی ہر عزم
تھک کر سو گئے۔ جس میں مسی پے لاکر میں بھی ہی تھی کہ وہاں سے پے بھی سی دھک ہوئی
اور ساتھ ہی اس کو نے اور بھاگا۔

غور سے لے چنے میڈ ہا گاڑی تیار ہے۔ اس نے کہا۔

لکھن میں نے جوت سے پہلے۔

مجھے تو معلوم نہیں میڈم اس نے اپنے مخصوص سطحت خواہش انداز میں کہا۔
مجھے صرف اتنا کا گیا ہے کہ میں کہہ کہ صدر وہاں سے تک پہنچا ہوں۔

میں جواب سے ہٹ کر پانی ہوں۔ میں نے کہا۔

کہ تو چند منٹ پہلے ہی کسی کام کے سٹے میں ہوا ہو چکے ہیں۔ تو نے جواب
دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ مجھے جواب کے ساتھ میں ہلا تھا۔ چہ لے تک میں اپنی جگہ
ساکت کڑی سبھی دہی ہر میں نے جس اٹھا کر کہنے سے لکھا اور کہے سے ہار آ
گئی۔

کوئی کی رہائی میں چلے ہوئے میں نے اپنے عقب میں بھی سی تھرت سن حور
دکھا تو دھن چپے آ دھکائی دھ لے میں جواب کہ کے وہاں سے پے چلے دیکھ بھی گئی۔

وہ اب بھی اپنی لافظی سے سر جھکے کوا اپنی رول جال ہا تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ
ان دنوں اس کی جیب میں رچ اور کا روت جھانک دکھائی دینے کا مطلب یہی تھا کہ میں ہم
ہر کو خوش نہ کروں۔

ہر آگے کی پڑھوں کے قریب پہنچ میں ایک سیاہ کار کڑی تھی۔ تو نے اپنے
ہم سے ہٹ کر مجھے کار کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ میں پڑھوں اتر کر چپے چلی تو
پھر نے کار سے اتر کر میرے لئے پہلے دوواں کھولا اور تب میں نے دیکھا کہ پہلی
رات ہی وہی صورت گورہن سوجھ تھی۔ جسے میں ہشتے کی پورے دیکھ چکی تھی۔

میں کار کے قریب چلی تو گورہن نے اچھ پٹے ہی پٹے ہالہ کھولا۔ صلا نے
اپنی گد میں دے دے۔ اس میں نے محسوس کیا کہ اس کی کوڑا پھر معمولی طور پر حورم
ہم گئی۔

تم اب بھی سو رہے تھے جس گورہن کی گد میں کار میں اس کے برابر بیٹھ گئی
اور اچھ اپنی سیٹ پر آ بیٹھ۔ ذرا تیر کے قریب ہی ایک اور شخص ہٹ کی طرح سانس
تھا۔ اس کی گتھ لٹکت کوٹہ اور سینے کی طرح سولی تھی۔ میں نے ہر آگے کی
دیکھا تو کوئی اور میرے پیچے آتے دھ کوئی وہاں سے پکڑے تھے۔ گاڑی صدر
پڑے کی طرف بڑھی تو کوئی نے ہوا والی انداز میں ہاتھ ہلا اور چوڑی سے گوم کر وہاں
کر رہند چلی گئی۔

لوہے کا ٹین کلا تھا۔ گاڑی سوک پر آ کر دائیں طرف گھولی اور پتہ لے کر
لے بھرتے گئی۔ یہ سوک لٹکت پڑی تھی مگر اس پے ٹینک پر اسے ہم تھی۔ ہٹ
لکھن کا سٹل کھنک ہوتے دیکھ کر انداز دھ تھا کہ ہر خطاقت سے اندازن ضروری
لے جا رہے تھے۔

۱۔ "پتہ یہ صدر۔ ہٹ ہی یاد رکھ رہے۔ گورہن نے کسی اپنی گد میں جگہ چکے لے
سے بچے ہوئے تھا۔ ہاکل میں کی طرح غور سے تھا۔"

۲۔ "میں کا آپ بھی کم غور سے نہیں ہے۔" میں نے کالیے لیے میں کہا۔ "رہا میں
بہا تو نہیں اس سے حور لوٹاں گی۔"

۳۔ "میرے ہوا سے ہا ٹینک ہوتا تو اس دیکھ دیکھ کر کہے دھ ہٹ۔" اسما کھ اور
فری سانس لیکر کہا۔

۴۔ میں نے اسے گھورا لیکن وہ میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ گوا اسے میرے ایک لے
رہے معلوم تھا لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ درحقیقت کون تھی؟ اس

۵۔ پہلے ہوئے ایک تو مجھے احساس کھئی ما ہو ہا تھا دھ سے مجھے انداز تھا کہ میں ہاں
۶۔ کوئی کی طرح قلم گد دھ شروع نہ کرے۔

فروخت کرنے لگے۔ اس نے تو پے سے ایک لاکھ روپے بھی دیا ہے۔
 میں ایک تک اسے ٹھوکر دی تھی۔ دھڑلے کے مرچوں میں اس کا مسخ و سپرد ہوا
 مجھے وحشتلا وحشتلا سا لگ رہا تھا۔ نیم وا آنکھوں سے ہوا میں کسی غیر ملکی چیز کو دیکھتے ہوئے
 وہ دیر سے دیر سے کھلے رہی تھی۔ اس کی حیرانی چٹائی پر ٹکائیں ابھر آئی تھیں گویا وہ
 الجھن میں ہو کہ بات کس سے شروع کرے۔
 میں اس کے لب بٹنے کی منتظر تھی۔

○

”یہ تقریباً“ میں سال پہلے کی بات ہے۔ ”ہا خر گوہر جان نے کہا۔“ یعنی اس وقت
 کی جب نواب شرافت علی جوہر تھا اور اس کو شے پر ہاتھ لگی سے آتا تھا۔ میں بھی میں
 ان کی شہساز تھی اور اس کی طرف سے اس زمانے میں مجھے پانچ ہزار روپے مہینہ ملتا تھا۔
 پانچ ہزار روپے تو اس زمانے میں بھی بڑی چیز ہے۔ اس زمانے کی تو بات ہی مست پوچھو۔
 نے مٹھی ساں لے کر سگریٹ کا ایک کش لیا۔ میں ایک کھ اس کی صورت دیکھ
 رہی تھی۔

”وہ جب بھی بھی آتا اور پٹنے دن بھی ٹھہرتا۔ مجھے اس کے ساتھ اس کی کوٹھی میں
 چڑتا تھا۔“ ایک لمحے کے توقف سے گوہر جان نے بات جاری رکھی۔ اس تعلق کے
 میں تمام تر احوال کو عشقوں کے پادشہ میرے ہاں ایک بچی پڑا ہو گئی۔ بچی خاص
 اور تھی یا دوسرے لفظوں میں تم کہہ سکتی ہو کہ بالکل باپ کی تھی۔ ”نواب اور
 ہے مہاراجہ تھا۔“ ہم بھی عورتوں کے ہاں اپنی لڑکیاں رہتے نہیں دیتے۔ نواب نے
 لی کئی مرتبہ بچی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے مجھ سے مانگا مگر میں بل مٹول کرتی
 تھی۔ چنانچہ مجھے یاد چتا ہے۔ اس کی بددعائیاں تھیں۔ ایک تو یہ کہ اس وقت بچی
 نے میرے دل میں ماحول کر دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ میرے ذہن کے کسی
 گوشے میں نواب کے خلاف کہنہ سوچ تھا اور وہ اس لئے کہ اس نے ابتداء میں مجھے
 ملوئی کا بھانسا دیا تھا اور میں اپنی تمام تر چالاکی کے باوجود اس کے بھانسنے میں آگئی تھی۔
 حکم بننے کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ کللی عرصے کے انتظار کے بعد جب میں نے اس کا وعدہ
 زور دیا تو وہ عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔ کہنے لگا وہ چار لوہوں نے جوش جذبات میں اگر
 بازار عورتوں سے شادیوں کر لی ہیں۔ اب ایسی ہر خوش حال عورت رانی سارانی اور پیچہ
 بننے کے خواب دیکھنے لگی ہے۔ لیکن ہم چو کہ بہت دور کی سوچتے ہیں اس لئے کسی بازاری
 عورت کو کل سرا میں لے جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ اس کے بعد نواب نے میرا پانچ
 ہزار روپے مہینہ نامہ دیا۔ میرے دل کو چھیں سی گئی۔ مگر سرخان میں خاندانی قسم کی
 بازاری عورت تھی، مصلحت کوئی اور عدم جذباتیت ہماری گھنٹی میں پڑی ہوئی ہے اس لئے
 خاموشی سے اس چوٹ کو سہہ گئی۔

”نکار ہے کہ بلی کی یہ اٹل تک میں اس چٹ کو پہلی نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے
لوہاب کو سچے کے سلیٹ میں ڈال رکھا ہے کہ تم اپنی رہی۔ حتیٰ کہ مجھے میرے بعد لوہاب
چلنے لگیں چکھن میں اپنی جاکھوں پر ہی اٹھ کر نہ گیا اور ایک طرف صحت تک پہنچ
گیا۔“

”میں سب سے پہلے اس کی بہت ہی تعریف شروع کرتا تھا کہ اس نے کسی نہ
کوئی سیڑھی لڑکی سے قتل استوار کر لیا۔ مجھے بھی لب اس کی کوئی خاص پہچان نہیں تھی۔ میں
اس جیسے میں نہ پہنے تھیں سے کہیں تک پہنچ چکا تھا۔ میں جیسے حضورؐ پر قہر
شکستہ رہی تھیں۔ اسی حالت میں وہاں میرے تھیں سے اٹھنے والی لوہاب کی ایک
ہونٹ ہو گئی۔“

”میں نے اس کی ہمدردی اور تربیت اسی طرح کی تھی جس طرح ابھی ایک بلی کی
ہو سکتی ہے۔ اس کے ہونٹوں سے ہی میں نے اس سے پورا کرنا شروع کیا۔ لڑکی کی اس
دھڑکتی ہوئی کے رنگ روپ کے پورے کوئی خاص نہیں تھی اور کوئی نہ چاہے پاس کے
میں چلنے کا کام تھا۔ اس لئے وہ میری لڑکیوں کے حلقے میں اسے کوئی خاص نہ
تھیں مگر تھی۔ لیکن جب میں چنانچہ کر رہا تھا تو میں انہیں قاتل تھی کہ یہ لوہاب
شرافیت مل کی جی ہے تو تلاش چھٹا کو اس سے کہہ دیکھی محسوس ہونے لگی تھی۔“

”میرا دل میں لوہاب کے ہم صبر میں ہونے لگے اس کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا
اس سے حد دیکھنے والا بھی ہوتا تھا۔ یہ بات لوہاب کے کہیں تک پہنچنے لگی کہ پہل
لوہاب اس کے نزدیک پر بات بھلا ہوا کر سکتے ہیں۔ اچھا وہی لوہاب شرافت مل تھیں جس
کی ایک لڑکی لڑیں سچے کے ایک کھٹے پر پہنچی ہے۔“ جو امرانہ کر سکتی ہو کہ لوہاب کا کیا حال
ہو گا ہو گا۔ لیکن فرصت میں میرے پاس دلا گیا۔“

”جوئی لینے کے لئے اس نے شرافت دھونس دھنکی۔ لڑکی سارے ہی ہوش
آندے کر میں بھی نہ پہنے کہیں کہ لوہاب ہی خود ہی اڑی رہی۔ میں نے لڑکی اس کے
حوالے نہیں کی۔ ہذا میں نے وہی جائیداد وہ بہ احتمال کیا لیکن آٹھ دس سو گنا
کیچہ اور لڑکی کو اٹھوا لیا۔ اگرچہ میں اس کے بہت ہی گہرے تعلقات ہیں لیکن میں نے
تعلقات نامیہ ہی نہ دے دیں اور پھر اگرچہ میں جہاں بہت سی برائیاں ہیں وہاں بہت
سی خوبیوں بھی ہیں۔ یہ میرا ذاتی عقائد ہے۔ میری کوئی خاص شرافت نہ تھی مگر میں نے
دیکھا ہے کہ اگرچہ اس طرح کی کلم کلم لڑکی کو پھر نہیں کرتا۔ طرہ اس کا مطالعہ
اس کے دوستوں اور بھروسہ کے خاندانوں کی طرف سے ہی ہو۔ میں تو پھر ہم نے بھی کہ
اور میں نہ تھی۔ پہلے وہ لڑکی لوہاب کی جائیداد سے بہت ہو گئی اور وہاں میں پہنچ گئی۔
میں کے بعد لوہاب کوئی عرصے کے لئے لڑا چکا لیکن کل ابھی تک لوہاب کا عظیم

کہ وہ لڑکی کے سلیٹ میں تھے سے ایک لڑکی میں سوار کرنا چاہتا ہے۔ اور میں کم سے کم
اس سے پہلے ٹھہر۔ اسے چھین ہے کہ میرے حذر میں اپنی کہانے کہ مجھے انہیں ہوا کہ
تم اگر کم لی کر تو دیکھ ہی لیں۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ اس دوران میں اس لڑکی
سے خاص بڑا ہو چکی تھی۔ کیونکہ ایک تو اس کی وجہ سے مجھے کوئی خاص مل لایا نہیں
ہو۔ دوسرے وہ خود میں آکڑی سی رہنے لگی تھی۔ جب سے وہ باب کی جائیداد کر
تلی تھی۔ خود کو ہی اس کی دوسرا نام کہنے لگی تھی۔“

”میں نے اسے سمجھا کہ لوہاب اور جائیدادوں کی ہم بھی حروفوں سے وہ لڑکیوں
ہوئی ہیں انہیں وہ اصل اپنی آپ رکھنے کے لئے اپنی حریفوں میں لے چلے ہیں۔ لیکن
جیسے انہیں اس اعتبار سے کوئی خاص دیکھی نہیں ہوئی اور وہ انہیں اپنی حالت و
پہچان میں سے کوئی حد دیتے ہیں۔ یہ سچے ان کی کل سرائوں میں لڑکیوں کی طرح ہوش
پاتے ہیں۔ لیکن میرے اس کہانے بچانے کا لڑکی پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح ہم
دونوں کے درمیان کچھ سی مائل ہو چکی تھی۔ چنانچہ میں لوہاب سے ملنے پہنچی۔“

”میرے کی میرے لوہاب نے مجھے لڑکی صورت دیکھتی ہوئی میں لڑکی کی شکل
اور دھونس کی کہ اگر میں جیسے لڑکی کھٹے کے لئے اس کی جی کے پہل کے طور پر لڑکی
کر رہی تو وہ بہت سے اصرار سے ہو گا اور ساتھ ایک لاکھ روپے بھی دے گا۔ شاید یہ میری
کا بھلا تھا یا پھر لوہاب کی جی سے بڑا ہی کامیاب تھا کہ میں اس دھونس کے بارے میں
چھوڑنے سے پہلے پر گھڑ ہو گئی۔ اور میری بات تو یہ ہے کہ میرے حسن نے میری
آنکھیں کھینچ کر کے رکھ دیں تھیں۔ اس کو ہر جان کی آنکھیں جس نے خود اپنے لہانے میں
نہ پہنے تھی آنکھوں کو پھر کیا تھا۔ کئے وہیں کو دھڑکا ہوا تھا کئی حکمرانوں کو اپنی
دلیر پہنچا تھا۔ اس کو ہر جان کی آنکھیں ہو رہیں اس بازار کی سب کچھ دیکھ رہی تھیں
ہم سے بھروسہ سے ہمیں لڑنے ہوئے جیسے کسی نہ کسی طریقے سے لا کر جمع کئے چلے
جئے۔ اس کو ہر جان کی آنکھیں جیسے دیکھ کر چلے کے لئے بھینکا ہوا لگی تھیں۔“

”میرا میں تو سے پڑی یہ لڑکی بہت دلی تھی لیکن لب میں لڑکے ملتے ہیں
اور ان کے لئے میں کوئی مار محسوس نہیں کرتی کہ اس وقت وہ حقیقت میری دھڑکتی ایک
لڑکی ہو گئی تھی۔ جنم تصور میں میں نے دیکھا کہ یہ میرے سب تریش لڑائی کے پھر
میرے ہاں غلنے کی لڑکتی ہے گا تو یہ کیا قیاس میں ہا ہوں گی۔ لوہاب نے پوری دولت داروں
سے ہا ہوا تھا کہ تم وہ بچوں کی ماں ہو لیکن اب بھی تم اس بازار کی تمام لڑکیوں سے پھر
اب کو ہر جان کی جھگڑی ہے کہ تم اس بازار کی تاریخ کا ایک اہم باب رقم کرد گی۔ اسے
بے لب تم سب کہہ گئی ہوگی تو مجھے پچھنے کی ضرورت ہوتی ہے؟
میں اب تک گویا صحت کا سحر دلی چلی تھی۔ جس میں گویا پہن کی صحت ۲۔

لے لے کر ضم ہوتا جا رہا تھا اور جیسے میں یہ لخت ایشی کاب میں آگئی۔ اس کے پادروں کی لے تک میں کہہ نہ سکتی تھی۔ میری طبیعت کتنی بھی "پچا ہو" وہاں کے دیا ہوا تھا اور جسم کا تمام طبع کو کھلیوں میں بیچ ہو گیا تھا۔

مگر وہاں "پچا" تو میرے دل سے گواہی دے رہا تھا اس کے کسی آدمی و عورت کی فراہم کامیابیوں سے "تم" انسانوں کے پہلے کا ذکر یوں کر رہی ہو جسے طبیعت سے تم کوئی غائب ہوتی ہو۔ لہذا میں نے یہ تم کو دیکھ کر کہہ دیا کہ اس کے اچھے ہونے کی وجہ سے وہ اب کی لڑکی ہے۔ اب وہ اس کے جسم کو جسمانی کوکھ سے باقی لے کر اس کے پاس کر رہا ہے۔ جس شخص کی طرح وہ اب کے حوالے کرتے وقت حیرت انگیز لڑکی نہیں دکھائی دیتی۔

مگر ہم بھی خود ہی اس قسم کے دکھ سے میں پالتے تھے تو ہم اور عام عورتوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ جس نے جس نے "گور" ہونے سے پہلے میں کہا اور ہونے میں دوسرا سرگرم لگنے لگی۔ سرگرمی سے اس نے صوفے پر پلو پڑا اور ایک کراٹل لے کر بولی۔ "جہاں تک ہماری سب سے بڑی دشمن ہے۔"

وہ ساری بات پر میں نے پہلے سے ہی کہے میں کہا کہ تم نے کیسے فرض کر لیا کہ میں وہی کہہ رہی ہوں گی کہ تم لگے جانا چاہو گی۔

"میں جانا چاہے گا بھی ہوں" اس نے قہر سے اضطراب سے پلو ہل کر کہہ کر سرگرمی ہونے سے اس نے وہ تین مرتبہ کہہ دے وہ اپنے میں غلغلہ کیا۔ پھر اپنے مخصوص انداز میں پہنچ کر بیٹھے ہوئے بولے۔ "اس لئے کہ تمہارے سامنے کوئی دوسرا راستہ تو کیا دیکھ جانے کی بھی کوئی راہ نہیں ہے۔" اس نے ہم کو آگے سے پرہیز راستہ بھی آگے میں جھانک میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ ہچکچاتے پھر اسے گھورتی رہی۔

"میں بہت صبر سے صبر کرتی ہوں" چہ لے کے کے وقت کے بعد اس نے دھک سے لے لے میں کہا۔ "مگر یہ لہجہ ہی کی میں کا کہی نہیں" میں صبر سے انہماک سے کوئی ایسا کام سولہ دن کے ساتھ کوئی لیتی ہوں جن کے لئے اس لوگ ظلمت استیصال کرتے ہیں، خود بخود کہتے ہیں اور پھر ہم سب سے پہلے ہر حال۔"

"اب تک اللہ کبھی ہوئی۔ اس موضوع پر بات کرنے کی گھٹ کوئی جلدی نہیں" کوئی بے مہربانی نہیں۔ اور تو بھی ابھی سے اسے وہاں کو صحت چھوڑا۔ اصل پر جو وہ اسے "آرام سے رہو" صحت سے "اپنی مرضی سے صحت" اپنی مرضی سے چاہو "اس سے دماغ کی فراہمی سے وہ" ہر مسئلے کے بارے میں سوچنے کا ایک وقت ہے۔ یہ وہ میرے خیال میں اس "دماغ" پر سرکھانے کا ابھی وقت نہیں تھا۔ لہذا صحت۔ "وہ سب سے پہلے سے کہہ سے چھٹی تم، صحت اس کے ذہن سے۔ یہ کوئی خوشی کا لمحہ تھا اور پھر اس کے سرگرمی

کے دماغ کے ہر لمحہ کہہ میں پکارتے رہے۔

میں اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی رہی۔ تقدیر کی اس مسلسل حتم قراری پر ہر اپنے کو بھی لے پھانسا کہ کڑے سے لگتی تھی۔ تو کھائی میں چاکری تھی اور کھائی سے میں توں کر کے اپنی تھی تو طبیعت بھی خطرہ ہوتی تھی۔ میں یہ کہنے سے کام لیتی تھی کہ "اگر میں کسی لمحہ کی بات میں مسلسل قہر کی باتوں کر لیت میں تھی۔

گھٹے اب جس "ان صحت" میں کا سامنا تھا اس کے بارے میں بتانا لیا۔ سوچتی تھی کہ وہ دل لگتا تھا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو سمجھا کہ یہاں کوئی بھی دماغ اس کے جانے تو میں نے اسے کہہ دیا تھا۔ میں نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے لیے کہہ دیا ہے۔ "میرا لہجہ ہی زبان کی مدد سے کیا ہے تو پھر اپنے آپ کو بدعنوان کرنے لگا۔ یہ باتوں پھر لے کر کیا لگتا تھا؟ کہ کوئی راہ قرار حوالہ کرنا ہوگی۔ میں سوچتی رہی۔ رات بے تک سوچتی رہی۔

کوئی رات کے قہر بہت کہہ دے صحت کا سکوت طاری تھا اور بیچا۔ ہر کی دنیا بھی اسی طرح سننے میں اپنی ہوتی تھی "میں ہنگ سے اٹھی اور اس دھولے پر اپنی جس پر دھک دینے سے پورا ہی صبر کن صبر ہوتی تھی۔ میں نے صبر سے پہلے کہ اب اٹھی سے اللہ آگے سے کہہ گئی۔ گھٹے اپنے نہیں تھی کہ رات کے اس پر ہر گز ہم ہی دھک دے پھیلا میں نے کی لگتی اس سے تیار ہونے دھک دینے کا غلو میں لے لے سکتی تھی۔

پھیلا کے ہم میں تھا۔ کوئی شیطانی مدد ہوتی تھی ہر وقت ہر راہ تھی۔ اسی وقت ہی دھک کے پادروں نے ہمیں کا سامنا نہیں کرنا چاہا۔ وہ سب سے پہلے کہہ میں لہجوں کی کسر کسر کی آواز سنائی دی اور میں سنیں کر دھولے کی لہجہ میں گھڑی ہوئی۔ میرے ہاتھوں میں دھک تھا جسے میں نے پھرنے کی فکر سے رکھی تھی۔

دوران کھانا اور پھیلا اپنی جھوک میں تھری سے اتر کر آئی۔ ہر کام میں کرنے کا رہی کہ اس قسم کے کام کا مجھے کوئی گھٹ نہیں تھا۔ لیکن اس وقت میرے بیٹے میں اس لہجہ کی دھک لگتا رہی تھی ہر جہل کو اپنے سرے اٹھا کر اڑا دیا جاتا تھا۔ اسی صبح کا کھانا تھا کہ اب میں نے پھیلا کی طرف پھرا اچھا تو وہ یہ حال اس کی گردن میں چھوڑا۔ وہ سب سے پہلے کہہ لڑنے پر چٹ ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے بیٹے پر لگے دھک کر سب سے پہلے اس دھک کا کہہ صبر اس کے حلق میں ٹھوسا اور اسے گدے کر پھلے جس سے اس کے ہاتھ ہاتھ پر پھیلا دینے۔ پھیلا پھر سوچی سوچی لگتی تھی تخت چلتا۔ وہی طرح لڑنے پر کہنے اور کھانے کے پادروں کی طرح لڑنے پڑ رہی تھی۔

پھر وہ میں نے اس کی سولی پر رہی تاکہ پھیلا کی "میں بھی ہاتھ دینے۔ اب میں

پہلے مجھے مل گئی ہوئی تو اب تک تھوڑی تراش غراش کا عمل مکمل ہو چکا ہوتا اور تم
دنائے فن کا ایک اہم ترین بین بھی ہوتی۔ ہر حال اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ استاد محترم
جس کسی پر مہمان ہوتے ہیں تو دیکھتے ہی دیکھتے اس کی کاپی لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں۔
میں اس کے ساتھ اٹھ کر چاندنی تک پہنچ بھی گئی جہاں استاد محترم خاموشی سے
لب ہلاتے ہوئے ایک ہاتھ ہوا میں بند کر کے شاید کسی سر کی دل ہی دل میں مٹھ کر
ہوئے انگلیوں کو شہ دے رہے تھے۔

مجھے قریب آتے دیکھ کر وہ آنکھیں پوری طرح کھول کر سنبھل کر چند لمحوں اور
بار موشم کو اپنے کچھ اور قریب پہنچ لیا۔ چاندنی کے قریب پہنچ کر میں رکت گئی۔ گوہر جان جو
اب خاصی مطمئن نظر آ رہی تھی جلدی سے ہاتھ کا اشارہ دیتے ہوئے بنگارنے کے سے
اعزاز میں بل۔ "ہاں۔ ہاں۔" شاہنشاہ چلو دو! وہ ہو کر مستند محترم کے سامنے بیٹھو تاکہ
شاگردی کی رسم نوا کی جاسکے۔" ہاتھ میں کئی تھوڑی دنیا لیا اور چہلے میں مجھے تھامے
استاد محترم۔ "میں اچانک اس بری طرح چاندنی کہ گوہر جان ہڑبکا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔
میں نے لنگھان کے قہار کو ایک لمحہ کر رسید کی۔ کچھ بندہ اچھل کر استاد محترم کے منہ پر
پڑے اور ہاتھی ان کے عقب میں دیوار سے ٹکرا کر چاندنی پر ابھر ہو گئے۔



"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" استاد نے بار بار ہمارے درمیان سے ہٹا دیا۔ پھر وہ بھری
مٹاس اپنے لیے میں سمیٹے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "کوئی بات نہیں۔ اگر اس وقت تمہارا
ی نہیں چاہ رہا تو پھر کسی دن سہی۔" اس نے اپنی لپٹی دوست کی ہنوا اٹھا کر ہانڈ پر لٹکایا
اور اپنی مخصوص چمک۔ ملک کے ساتھ دردانہ کی طرف چل دیا۔ گوہر جان بھی سر جھکائے
اس کے ساتھ ہی چلی گئی۔

میں بڑے کی طرف پٹ آئی۔ تم بڑے کا سارا لئے کھڑے تھے اور حیرانی سے میری
طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے قمیص اٹھ کر سینے سے چٹایا اور کمرے میں ٹھٹھکی گئی۔ ان
حالات میں میرا ذہن تقریباً "آؤٹ ہو چکا تھا۔ میں نے کچھ بھی کرنا نہیں۔ اچانک ہی فیصلہ
کر کے کرتی تھی۔ میں اپنے حواس کو حتیٰ اندازہ مستحکم رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ لیکن
پھر بھی کچھ مجھ میں نہیں آتا تھا۔ کوئی راستہ بھائی نہیں دیتا تھا اور نہ ہی یہ اندازہ ہو پاتا
تھا کہ میرا مستقبل کیا ہے۔

میرے لئے امید کی ایک سوہوم سی کرن بس تھی۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں
آتا تھا کہ یہ کرن کب تک اور کتنا کتنا میری زندگی میں اچھا کرے گی۔ میں میں لاشعوری
طور پر ایک کوشش شروع کر کے جا رہی تھی کہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ دن بے مقصد اعزاز
میں گزرتے چلے جائیں تاکہ میں یہ سمجھنے سے قاصر نہ رہوں کہ مجھے اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا
تھا؟ کب تک یہ سلسلہ میں سکتا تھا؟ اور یہ بے مقصد دن گزارنا بھی کوئی آسان کام نہیں
تھا۔ سارا دن بطور کسی معمولیت کے گزرتے میں پڑے رہتا۔ وقت پر اپنی پنہ کا کھانا کھا پینا یا
بھی بھی بوجھ کی معیشت میں بالکل کا چکر لگا آتا اور یوں کچھ دیر کے لئے دھوپ یا قدرتی
مددنی سے محروم ہو لیتا۔ قمیص الپت پڑھتا دن میں دو تین مرتبہ میرے کمرے اور کھانے پینے
یا کھینے کی چیزیں دھو لے لے جاتی تھی اس لئے تم بھلے رہتے تھے۔

چند دن اور اسی طرح گزر گئے۔ حالات پر ایک پراسرار سی یکسانیت طاری تھی۔
"خیر ایک شام گوہر جان پھر میرے کمرے میں آئی۔ آج اس کا چھوٹا سا شگوار سے بے نیاز
تھا۔ ہل بھی سکتے تھے اور نہایت خوشبودی سے کمر پر چھلے ہوئے تھے۔ اس نے انگریز
مورتوں والا ایک لمبا سا ڈھیلا ڈھانچا بھاردار لڑاکا پہن رکھا تھا۔ اس سادگی کے عالم میں
وہ معمول سے زیادہ تر و تازہ کم عمر اور حسین لگ رہی تھی۔ اس کی مانگ میں سفید اور سیاہ
بنا یوں ایک دوسرے میں مرقم تھے جیسے اعلیٰ شب کی سیاہی اور اجمرتی صبح کا اجلا گئے مل
رہا ہو۔

"آخر تم بھی اپنے موقف پر قائم نہ رہو۔" اس نے اپنی پسندیدہ آرام دہ کرسی پر بیٹھے
ہوئے کہا۔ میں اب اس کی حالت سمجھ گئی تھی۔ وہ اسی طرح یا تمہید اچانک منگوا شروع کر

کہ تو صبح ہی نہیں نکلتی۔ باغرض کانٹے لے جسیں ہل بھی نہ تو تھری صحت اور
 گورے صاحبوں کی کھوپڑی بھی ایک سے اڑانے کے لئے کافی ہے۔ اس طرح دھر پار
 جیسے وہ حالات ہیں آئیں گے ان سے جو تکلیف کا کچھ معلوم نہ ہوں کہ میں تہنہ کہ
 فرض کہ تو کسی طرح اٹھ کر آئے تک پہنچ بھی نہیں دے اس بات کی کیا حقیقت ہے کہ کسی
 عداوت کی غیر معمولی میں صاحب کی بہت توجہ فرما رہی ہیں؟

ہاں ہم تو فرض کر لیتے ہیں کہ تو جس گھرانے میں توجہ کی وہاں کے سب الزام
 لیتے ہیں۔ "فریب انگیز اور بھارتی ہیں گے لیکن جس معلوم ہے کہ اس قسم کے
 "صوفیوں میں چور کی ہماری" چلنے دیکھا ہوتا ہے؟ اگرچہ نے بعد میں کی پالیسی کو کھیل
 کا ایک حیران کن دیکھا ہے جس پر وہ انھیں بھروسہ کر کے عمل پیرا ہیں اور وہ اصول یہ
 ہے کہ اگر کسی طرح گھرانے میں چوری ہو جائے تو سب سے پہلے اس کے نوکریوں کو پکڑ
 کے اٹھا کر "ان کی پائی لڑاؤ۔"

اب تم خود ہی سوچو۔ اگر ایسے ہی کسی مقام کے تحت تم جیسے لوگ بھر حرقہ
 بھرتے اور تہ سے بڑے "بعد میں" پالیسی والوں کے ہتھے چڑھ گئی تو اس کا کیا مشورہ؟
 اور اس پر۔ "مگر قصور سے کب لینے کی دھمکی کہ جو تکلیف کے کچھ معلوم نہ ہوں کہ
 میں آئیں۔" اس نے خاموشی ہو کر تیزی سے سرگرمی کے "نہیں کل لئے اور اس پر
 نظروں سے بھی طرف دیکھتے ہوئے ہیں۔ "آزاری ملانا ایک تکلیف سی لیکن اس کے بعد
 حیرت سے حیرتوں سے بچ جاتی ہے۔"

"تم بتا کر رہی ہو کہ گورہ ہیں!" میں نے اٹکے ہوئے لیے میں کھڑے ہو کر یہ
 "فری لہلہ ہے کہ میں ہر روز ایک سے شیطانی کی ہوس آکاٹھ بٹنے کے لئے یہاں نہیں
 رہوں گی۔"

"اے۔۔۔" وہ "اے۔۔۔" کل لینے ہوئے رک گئی۔ "اب میں گئی۔۔۔" حاصل
 کر رہے تھیں میں بازار میں کا اور "سوسا" میرے ہاتھ لٹکے کا پتلا قصور ہے۔ گورہ ہیں
 کا ہاتھ کسی سستی قسم کی جبر لوٹ بھیجی یا اس کی ایک ہر کیا نہیں۔ یہاں ہر ایک انجیر
 اور سوا بھائی جیپ میں چھ گئے وال کر چلا آئے اور میں ان کی طرح اپنا مطلب ظاہر
 کر چکا ہے۔

یہاں ایک نہیں کی ہاتھ ملنے چلے ہیں۔ ایک کہ تو میری بی بی ہوتی ہے۔ میں
 صرف گھڑی ہوتا ہے۔ بازار میں کے بھی کہ تو میری اصل اور انسانی خصلت ہوتے ہیں
 جن کا کھیل ہم جیسے رات رات ہاتھ مل رہے ہیں۔ تم کہہ رہی ہو کہ ہرگز میں ہو کہ
 بعد لیا ضرور ہوتا ہے کہ تم جیسے میرے کسی "میرا دل" کا دل تہنہ "اسے لازم
 رکھ لے ہے اس کا مطلب نہیں کہ اسے گھر لے جاتا ہے اور اس سے بھالہ برقی

کرتا ہے۔ قصور یہ کہ ایسی صورت اپنے کھلے ہاں والی ہے۔ "اور گھڑا نہ کرنے کا
 چھوڑ کر ہے۔ لیکن وہ حقیقت گھڑا کرتی رہتی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ اب نہ کہہ۔
 میرا دل آتا ہے تو اس کی خدمت میں حاضر رہتی ہے۔ اب تک وہ چاہے۔"

میں میں جیسے اس پابندی سے بھی آزاد رکھنے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ میں تہنہ لے
 تھی کی ملازمہ ملا دیا تو تھری اپنی مرضی پر قصور ہو گیا۔ میں جیسے صرف گھر کا پلہ
 کھانے کی اور اس کے مرض دیکھ کر ہر تھنل سہا کھانے گی۔ اب جیسے میں لیتے چاہتے کہ
 میں تہنہ صحت اور نرم دل صورت میں وہ تہنہ صحت جیسے حالات میں ہر تھنل میں
 پہنچ جی اور تہنہ بٹنے اڑیں پن کا مٹا ہوا کرتی ہیں۔ انھیں تہنہ بچنے جاتے ہیں
 پیدا کر رہی ہے اور ایسے کارکر کے میرے پاس ہر تھنل سے زیادہ ضرور ہے۔ لیکن وہ
 ہلے نہیں ہیں انھیں اشتعال کا نہیں چاہتی۔ "سوسا تم؟"

"کری پر ہم دراز ہو گئی ہے بولنے لگے تھک گئی ہے۔ گھڑا نہیں ہاتھ کی انجیر
 سے اپنے کھلے ہاتھ میں نکھیں کرنے گی۔ اس کی سرگرمی ہم ہو رہی ہیں۔ اس نے ہتھ
 میں "میری سرگرمی پھان کر رکھی اور وہ بھی کل لینے کے بعد وہاں طلب نظروں سے
 میری طرف دیکھتے گئے۔"

میں اب بھی بہت ہی بیگم تھی۔ اس کی باتوں نے میرے دل کی گھڑا لیکن نرم کر
 دی تھی لیکن میں اب بھی نہ صرف ظاہری طور پر بلکہ باطنی طور پر بھی حیرت کی پوری
 کو کھش کر رہی تھی۔ اپنے احساس سے بھی گواہ رہی تھی۔ میں اپنی رہنمائی سے کسی بھی
 تھنل راستے پر قدم رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ ایک میں خاموش ہوا تھا۔ میرے دامن
 میں تھنل بھی جیسے بن تھنل کو پہلے میں میری اپنی روتا تو کبھی بھی شام نہیں رہی
 تھی۔

میرا جواب بھی ہاں نہیں ہو گا کہ گورہ ہیں! تم یاد رہتے وقت خانہ کر رہی ہو۔ میں
 نے بے لگے لیے میں کہ "اب ہم دیکھ کے ہاتھ لٹکے کا پتلا نہ کہے کہ
 نہ لٹکے کسی مقام پر میری توجہ بدانتہا رہا وہ چلے۔"

گورہ ہیں کا چوا ایک لے کے لئے پہن ہو کر نہ گید جیسے طاق پر رکھا چا رہا ہے
 کہ وہ اور پہلی دھاری تھری کا حصہ ٹھکانے گی ہو۔ ہم اس کے طے عمل میں کئی
 تھنل نہ گئے۔ اس میں بد سکتا سے ابھی سرگرمی کے کل لیتی رہی اب اس کی
 تھنل میرے ہاتھ کے جانے کرے کی ایک دیوار پر مڑا ہو گئی۔ سرگرمی ہم کر کے
 اس نے لڑا ہتھ سے لٹک کر تھنل سے ہٹنے سے سلا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرا انکار الزام میں چل چلے گا میری ہیں!" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں
 اٹھ کر سرگرمی۔ "میرے بہت چلے۔" اس نے چلے ہوئے ہوئے سے میرا گھر چھوڑا۔ اور

لہذا اگر ایک حیوان، جسے ایک

ہر بار "ایک" یا "دو" شمار کر چوبے اصراف میں ٹپل سی پا کر چروٹ کے لئے
 صاحب "ہال" میں۔ صوفے کی لمبی رکھائی تھی۔ اس پر کئی "تین دن" تپ رہا۔
 چھٹے دن "آل" دہس کے ساتھ نکلے ہوئے جمر کا ایک پتہ لہ لہام میں تھا۔ جسے عزیز
 ایک مرتبہ پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔ گوہر جان آج خوب ہی فطی تھی اور اس کی حرکت و
 سہولت سے ایک "پا" سا ہوش بھٹک رہا تھا جسے کئی "کسی خاص" میں بھی ہو۔

”کوئی قسمیں ایک لڑائی دکھائیں۔“ یہ ہوا تو پکار کر گئے اگلے سال پہلے
 میں اس وقت قسمیں سب کی سب ملنی ملنی کاٹیں کٹ کر بیٹی کی قبر۔ تم کو گئے آ
 گونا گئے اس پر چمے پٹھے گئے اور خوب اچھل کود کر رہے تھے۔
 ”کیا لڑائی؟“ میں نے شکوک کی نگاہوں سے اسے گھورا۔

”کو تو سنا تھا! ابھی تمہارے دلی کیا ہوا ہے۔“ اس نے چہرے کی طرح گھٹکھٹکایا۔
 ”کتنی ادا کیجئے تک جاں سے ہے۔“ ہمیں کچھ سیر کرنا ملا۔ شاید جیسے میری
 راجہ ملتی ہند تھیں۔ اُسے تو میں اس کی ایک شہزادی بنا پڑ کر رہ۔“ اس نے مسکایا کر کے
 اٹھنا۔

تو بھی تو کہیں ہے کہ مجھے تمہاری راہ چھوٹ کر تم سے دور بھی لوانا نصیب ہو
 چلتا۔ "مجھے ارادہ ہے کہ میں بھی انہیں چھوٹا ہوا کہیں۔" میں نے ہر حالت کے لیے میں کہہ
 میں اس کے لیے محتاط کڑی تھی۔ پہلی مرتبہ میں نے غور سے کیا کہ وہ قدر کاٹھ میں
 مجھے ہی پرانی تھی بلکہ اس کے کھڑے مجھے لوانا چاہتے تھے اور کسی حد تک موافق
 مخالفت کے تھے مگر نصیب طور سے دیکھنے کی ہی اس امر کا احساس ہونا تھا ورنہ جسم سے
 ورنہ مجھے دیر سے پہچانی لڑی اور اعلیٰ مرتبہ کے بعد اس صورت کا جسم سر سے ہٹاؤں تک
 مناسب اور قیمت غیر قابل اہمیاپ نے ایک مرتبہ مجھے بتایا تھا کہ جیسا کہ ماضی پہلی دیکھ
 والا دیکھنے کے ہم سدا بہار ہوتے ہیں۔

۳۴ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو مجھ کا نام لے کر ایک اٹلی سے میری تصویر چھپنے
 دے رہی آگے میں تمہیں لان کر سکرانے۔ اس سکرانے کو میں کوئی معنی نہ دے
 گی۔ کیا معنی کہ مجھ کا نام لے کر وہاں سے آتی تھ کسی نے ہی نفرت نہیں کی۔
 میں نے سرگوشی کی کہ میرا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے کی طرف بڑھی۔

لازم ہے کہ میں غلطی کی کو غلطی تو تم نے اپنے لئے کی ہے۔
اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی ہٹ کر کہہ دے کہ میں حد تک اس سے کام
لیا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سے بھی اس سے ہٹ کر کہہ دے کہ
اس نے اس سے ہٹ کر کہہ دے کہ اس نے اس سے ہٹ کر کہہ دے کہ

وہ لکھتے جیت سے کہارے پھولے پھولے سرخ و پیچہ ریشم پر پیرے جا لود ہوں
 نہیں گور میں اٹھا لیا گھبراہٹیں لود ہازک پھولوں کے دھیر کو سمیٹا ہوں۔ اس کی گور میں
 ہوتے تو نے کئی حواصت د کی۔ اور اما کہنے کے پھر گھ پچھے گئے دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔
 کہوں لود یہ کہوں سے کہتے ہوں ہم گورانی میں کھلی ہوئی ہانگولی میں پہنچے تو میں
 نے دیکھا کہ اس جلی کے قریب تمام کہوں کے دروازے مٹھل تھے۔ گو ہر چنان کہتے
 کہتے کہتے تھے وہ لود کے پھولے پھولے جا رہی تھی۔

وہاں تک پہنچے جہاں سے ان کے گھر کی طرف لوٹنے کی ضرورت تھی۔ ان کے پاس ایک گھوڑا تھا جس پر وہ سوار ہو کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے گھر کے دروازے پر ایک کتا بٹھکا ہوا تھا۔ جب وہ گھر کے دروازے پر پہنچے تو کتا ان کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو کتا ان کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو کتا ان کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

[illegible]

”کیا ہے رنگ۔“ میں پٹائی لیکن ہلکے سے ہر طرف سے اور حیران رہ گیا۔ میری طرف
گورہاں کی جی جی سے پتے پتے رک جی جی۔ میری طرف رخ کر کے اس نے اچانک
میں سے ہٹا اور لنگے کی ہلکے سے جھپٹیں جھپٹیں دینے لگی۔ ”میرا نکاح
میرا آپ بہت سے عورتوں سے مل گیا ہے۔ لیکن میں نے آپ کی طرف سے کوئی
نکاح نہیں کیا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے آپ کی طرف سے کوئی نکاح نہیں کیا۔“
میں نے کہا۔ ”میں نے آپ کی طرف سے کوئی نکاح نہیں کیا۔“

تمہیں طرف لہ سے امداد میں ملے گی اس میں چاہئے دیکھ کر امداد
 ترسے ملے کی امداد میں کر چسے میرے مل کی دھڑکیں ملے گئیں۔ میرے تیار کر دیں
 گوہر جان ۶۶ میں رہتے نہ ہی امداد میں چاہئے۔

میں نے بچک دلی سے کہا۔ "اس کی سہرا دم کوڑا میرے کانوں سے ٹکر لے گا۔"
 اس کی آواز میں کسی بھی جذبہ کا شعور نہ تھا۔ صرف موت کی کاغذی بگلی تھی۔
 تو میں نے اپنے منہ میں ہر دھچکی کی جی آر کا لپ بھی تم نے قبول نہیں کی تو میں
 شعور کو بچک دلی سے کہا۔

قہرمانوں کے لئے کی گواہی کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس میں شک و شبہ کا عنصر نہیں ہے۔

۱۔ تھا۔ نہانے کے قہضے مجھ پر بہت جڑ چکے تھے اور مجھے یہ سب چکانے تھے۔ یہ جو اتنا
 لود ہو گیا تھا کہ اسے ساتھ لے کر مجھے خدا کے حضور میں پیش ہوتے ہوئے بھی شرم
 نہ کیونکہ اس نے مجھے اشرف المخلوقات بنا کر زمین پر بھیجا تھا۔
 جو کچھ میں سوچ رہی تھی اس کا سارا دار و مدار اب صرف تم پر تھا اس لئے میری
 آنکھیں تمہاری جانب بڑھ زیادہ ہی مگراں تھیں۔



کہ رفتہ رفتہ میں نے اس وحیل سے سمجھو کر لیا تھا۔ میرے لئے اس کے سوا کوئی چار
 نہیں رہا تھا۔ میں نے سرور کی طویل اور سولی راتوں میں یاد اپنے بند پر لپٹے لپٹے چھو
 ۲۔ فکریں بھائے اپنی مرتبہ کی کئی کھینے کے لئے صورت حال کے بارے میں سوچا تھا کہ
 میری کہنیاں دیکھنے لگ جاتی تھیں۔ مگر مجھے کوئی تہلہ راستہ نہ ملا۔ نہانے کی ٹھوکر لائی
 رہنے والا تجربہ کرنے کی اب مجھ میں واقعی سکت نہیں تھی اور پھر میرے ذہن میں جو ایک
 وحید اور دھندلا سا منصوبہ چل رہا تھا اس لئے بھی میں نے بالادری صورت بنانا نہیں کر سکا
 تھا۔ مجھے اب کچھ طاقت اور مضبوطی درکار تھی۔ محض ہڈیوں اور دھندلاؤں پر تکیہ کر کے
 میں نے دیکھ لیا تھا۔

مستقبل کے لئے اب میں ایک نئے نامیہ سے اپنے وجود کو بچھڑا رہا تھی۔
 مجھے یاد تھا کہ عقلی مرتبہ کس کس انداز میں مجھے اجازت دیا تھا اور مجھے یہ بھی یاد تھا کہ
 ادب کے قتل کے بعد نواب شرافت میں کا سامنا ہونے پر میں نے سوچا تھا۔ ”ناب ہے
 نواب! یہ تمہارا وقت ہے۔ وہ جی چاہے کہ اور جی چاہے کہ۔ اگر ترجیح تم وہاں میرے
 دشمن پر رکھ لی بن کر نہ ہونے ہوتے تو شاید میں تمہیں سبک کر دیتی رفتہ رفتہ وہ لائق
 فراموش کر دیتی جو تم نے مجھے پہچانی تھیں۔ میں اپنا اور تمہارا مسئلہ خدا پر چھوڑ دیتی۔
 لیکن اب میں تمہیں بھی معاف نہیں کروں گی کیونکہ پہلے تم نے مجھے اس طرح بھروسہ نہیں
 کیا تھا جس طرح اب اجازت ہے۔ تمہاری یہ سکر اسکر ایٹ ایک گھاؤ کی طرح میرے دل پر
 نقش ہے۔ اور ترجیح میں عہد کر رہی ہوں کہ اگر زندگی نے مجھے مسرت دی تو تم بھی دیکھو
 گے اور یہ دنیا بھی۔ کہ عورت اگر ایک بار انتقام لینے پر اتر آئے تو ایسی مثالیں چھوڑ
 جاتی ہے۔ جنہیں صدیوں تک دہرایا جاتا ہے۔

مجھے اپنے یہ عہد یاد تھا۔ کیونکہ میرے ذہن میں اپنے بے غلط ہاپ کی بے گورہ
 کنش و ش کی یاد بھی نقش تھی۔ مجھے اپنے کنوارے خواہوں کی دنیا اجڑنے کا سہل بھی یاد
 تھا۔ مجھے سوادوں کی ذہریہ دانتوں کی اکت بھی نہیں بھولی تھی۔ مجھے نواب کے بڑی
 خانے کا داغ بہت پھرنا فرش بھی نہیں بھولا تھا۔ جس پر مجھے اسی طرح وحشی قہریوں کے
 سامنے پھینک دیا گیا تھا جس طرح دامن و دشمن اپنے مستحب کو بھوکے شیروں کے آگے
 پھکوا دیتے تھے۔

ادب کو قتل ہوتے ہوئے میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا لیکن جب بھی
 میں اس کے حقیقی سہیلی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے لو کی ایک چادر سی پھیل جاتی
 تھی۔ مجھے اپنی بیٹی کا چھڑنا بھی یاد تھا۔ مجھے وہ ٹھوکر بھی یاد تھی جو نواب کے بلائی گاڑ اس
 سیاہ قام جات نے تمہاری ٹانگ کی پٹیل پر رسید کی تھی۔ مجھے گوہر چمن کے ہاتھ میں ایک
 بے وقعت چادر کی طرح تین حیل کی بلندی پر تمہارا جھولنا اور دھشت لود ہو کر رونا بھی

روہ پر ہوتا قدم رکھتا ہے۔ اور مجھے یاد آتا کہ اس نے کتنے مسودہ انداز میں مجھے ہلکے میں ہانپیں وان کر رکھا تھا۔ میرے اہم ایک ہی زندگی شروع کرنے کا وہی ہوں۔ یہ گزشتہ تمام ہی کی توجہ تھی۔ ابھی تو ان افلاک کی ہڈیوں میں مجھے لگن میں مغموم تھی چلی تھی۔

میری زندگی کی لہر مجھے طے والی ہے۔ ہمارے ملت لڑکی خاک و طین میں تھری لہجہ سلی ہوئی گلی کی طرح مجھے قدموں میں چڑی تھی۔ جسے اس نے جیسے چلا اور لہجہ سے اپنے ہم سفر چنا تھا کہ وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ اسے اپنی سٹیڈ ہانپوں کے چلتے ہی سمیٹ کر ہر صحت مند طوفان کے ان دیکھے اور اہلے دس میں لے چلے گا۔ اس کی توجہ اور اپنی ہی حفاظت میں کرنا اور ایک بار پھر مجھے نہ چلے کیوں وہی احساس ہوا کہ اسباب کی سہ سے ہوا تھا۔ ان دونوں نے بھی کچھ قدم اٹھایا تھا۔ السانوی راسد اختیار کیا تھا۔

ایک بار پھر اس لہجہ پر ہوا تھیں پتہ ہو گیا۔ کسی چیز کی طلب ہے تو پہلے لہجہ احمد سے اسے پیچنے کی حالت ہے ایک۔ چوتھی کی طرح چسپ پہنچا کر بدلہ دینے والوں کو حوصلہ نہیں دے کر تھی۔

پھر میں نے انگریزوں کی دلی نظر ڈالی۔ اس کی ٹیک سچ سالم لیکن اس سے کافی دور چڑی تھی۔ اس کے جسم پر وہی لباس تھا جو میں شام کو دیکھ چکی تھی۔ جینڈ کی بنی بنی جینوں میں وہ کتابیں بھی اس طرح منسپ ہوئی تھیں۔ انہماک دیا کی گواہ ایک بار پھر مجھے وہیں میں گھبراہٹ تھی۔ میں کیوں کے ایک چھوٹے سے قہقہے میں صرف زور اور لہجہ لہجہ رکھ کر چار دھوں گی۔

اٹھلے کے اس پاس تھیں بھی اس قسم کا کوئی قبیلہ نظر نہیں آیا تھا۔ مجھے مل میں اٹھوگی کی ایک اور لہجہ بھی اٹھی۔ وہاں اور انگریزوں کی مددوں کی طرح قبیلہ بھی چھپا ہوا ہے جس سے وہ چھپ چکا تھا۔ میری مجبوری ہے جس کی مجھے لہجہ آپ کو حالات سے بالکل ناظر نہ کرنا تھا۔ اس لئے میں قہقہے کے حلق میں ایک تھپ تھپ سے پوچھ سکتی تھی۔

”خوب“ ہلا کر میں نے اپنے قدم تو چھلکے کے پادھار پہ گواہ بنے سب کو طلب کیا۔ میں گھبرا رہی ہوں۔ پاس آئے تو جس کو دیکھ بھی سلوم “ہاں نہ کہتے تھے۔ مجھے مجھے لگتا تھا کہ میں سے میں گھبراہٹ لگتی۔

جیسا کہ مجھے توقع تھی کہ ایک اگر بڑے قتل سے خاص سہلی ہے گی۔ تو ایسا نہ ہوا۔ اگلی صبح میں ہاتھ اور ہار کرنے قدر غصہ ہی ہوئی تھی کہ خاور نے جیسے جو حل اور اس طرح دی کہ ریجنٹ صاحب ہندو خیریت کالے ہیں اور مجھ سے بات کرنا چاہتے

”میں نے ملکہ اور اس کا پتہ نہ چھوڑا۔ خوب دیکھو توں کہ۔ میں بھی آتی ہوں۔“
مجھے اندر تک ایک ایک بلا کا انداز اور سکھن آتا تھا۔

ریجنٹ صاحب ہندو چاہتے تھے کہ لہجہ دھڑ میں بھی طلب کر سکتے تھے لیکن اگر یہ غصہ مل جل کر تھا تو اس کا مطلب تھا کہ اسے انہی طرح سلوم تھا کہ میں چار ہاتھ ہزار الزام کی تلاش کی کرتی ہوں۔ طویل یہ الزام ہزاری حور میں “مطلوب اور پتہ کیا بھی ہے نہیں۔ ساقیوں کے دھارے سے ہوتے۔ پتہ پتہ ہے عزت و سہرے عیت ہے ہوسوں لوگ۔

اس کا ہم گہرے تھا۔ ہاں لہجہ مر کا تھا۔ یہ اندام “مہاد قہ اور نرم طرز آدمی تھا اور خاص اچھی اور ہل لیتا تھا۔ جہاں انک قداماں اگر بڑی کا لہجہ ڈانک لیتا تھا۔ دونوں انھوں میں چھری گھماتے ہوئے بات کرتے تھا اور کیس کیس اطراف و محنت ہر حال تک لیتی تھی۔

”ہاں سب باتیں تو سلوم ہو ہی جائیں گی۔ مزید غلط!“ اپنی منگھو کی طرح اس نے یہ افلاک بھی گھماتے ہوئے خط کے ساتھ ہی کہے تھے کہ ہم میں دوسرے لہجہ کے ساتھ گھر رہی ہوں۔ “اور قاتل بھی پکڑا جائے گا۔ لی اٹھل مجھے صرف یہ چلنے سے دلچسپی ہے کہ ایک انگریز لہجہ ان رات کے اس ہر مٹا جان کے مکان کے پچھلے حصے میں کیا کر رہا تھا۔ کیا آپ کو کوئی ایسی بات سلوم ہے جو اس گھر کو سمجھانے میں پڑیں گی مدد کرے؟ میں نے سوچا کہ میں لی صاحب سے پہلے کہ میں سے میں خود ہوں۔“

”میں ریجنٹ صاحب“ میں نے جی لامکان پر دھار لے میں کیا۔ کہ آپ وہاں سے آ کر اس طرح کر رہے ہیں گھبراہٹ صرف اس انگریز لہجہ کا ہوا ہے۔ مت بھولنے کہ یہ نعران لڑکی دیا جان بھی مل جاتی ہے۔ ہاں رہے آپ کے سوا لہجہ تو ان کے ہوا ہے۔ مجھے خود بھی دھار ہیں اور میں آپ کی انگلی سے ان کے ہوا ہے کی توقع کر رہی ہوں۔ میں اس ہزار اور ان سے حلقہ الزام کی انجمن کی صدر حضور ہوں لیکن میں کا ہر لہجہ اپنا ہر دہانہ مجھ کا کہ ہر قدم میں لگتا۔ اس کی اپنی ایک ہی زندگی بھی ہوتی ہے۔“

”صوبہ خوب!“ اس نے بدکاری سے سہلا کر اس نے اس کا مطلب ہوا ہے “ہاں“ ملا کہ پھر ہے ایسا ہرگز نہیں تھا۔ پھر اس نے اپنا صوبہ انداز پر ہوا ہی پکائی دیکھ دیا۔ جس پر تھپ تھپ اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ گلاس ہلکے رنگ اور مختلف گھر آ رہے تھے۔

”آپ نے شوق نہیں لیا؟“ میں نے تپالی کی طرف اشارہ کیا۔
”آپ کہہ دیجئے کہ آجی تو شاید میں ایک تھپ لے لیتا لیکن آپ میں جلد

اور جلد بات فتم کر کے چلا چلاں گا۔"

اس نے چھری اپنی گود میں رکھ لی اور سر پر نمودار ہوتے ہوئے مختصر سے منج پر ہاتھ پھیرا۔ جس پر پیسے کی اکاؤنٹ پر چمک رہی تھی۔ "میں آپ سے ضرور ایک رائے لینا چاہوں گا۔ آپ کے خیال میں پولیس کو اپنی تحقیقات کا آغاز کہاں سے کرنا چاہیے؟"

"ان چار سہولتوں کی گرفتاری سے جو مکان کے پچیسے کمروں میں رہتے ہیں۔ ان میں سے دو کے کمروں کا رخ میں مگن کی سمت ہے۔ انہیں چھینا۔ کچھ نہ کچھ معلوم ہونا چاہئے۔" میں نے تھوڑے بہتے لیے میں جواب دیا۔

"تپ کو یہ سن کر خوش ہوئی۔" ریزیڈنٹ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مگر ہم نے ان چاندیوں کو گرفتار کر لیا ہے اور ہم میں سے آئیڈل ڈیوٹیز کے قتل کا اعتراف بھی کر چکا ہے۔ اس کی ضمانت پر کچھ قتل بھی تلاش کر لیا گیا ہے۔ یہ وہی وہی اس نے چار گولیاں چلانے کے بعد مگن میں سہولتوں میں پھینک دیا تھا جس میں سے چند پمپ کے ذریعے پورے مکان کو پانی پھانکی ہوتا ہے۔ اس کو میں پر فرش کے رنگ سے ملتا ہوں ایسا آگلی ڈمکن سہولت ہے جو مگن فطرت میں دھنکی بھی نہیں دیتا۔"

"قائل ان چاندیوں میں کون ہے؟" میں نے سرسراہٹ ہوئی سی توار میں پوچھا اور

توئی کی کیفیت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ ریزیڈنٹ نے ہلکا سا حیرت لہ کر دیا تھا۔ "مگر کمال نام ہے ان کا۔ وہی جو ان میں سب سے کم عمر ہے۔" ریزیڈنٹ نے چھری تھماتے ہوئے جواب دیا۔

قتل کی کوئی وجہ تھی اس نے؟ میں نے پوچھا۔ اپنے لیے ہر میں اب قابو پائی تھی۔

"ہاں۔۔۔ وہ کتاب کا نام اس کی بھیجہ تھی اور الیکٹریٹر اسے لے کر بھگتے والا تھا۔" ریزیڈنٹ دوا کے کی طرف مڑ گیا۔ "اور یہ بات اس لئے گج معلوم ہوئی ہے کہ الیکٹریٹر کی بیب سے۔۔۔ انجن روانہ ہونے والے ایک بھری جلا کی وینکس کے درمیان کی کلٹ سی ہے۔ جس پر سزاوار سزا الیکٹریٹر کے ناموں کا اندراج ہے۔ اب صرف ایک چھوٹی سی ایجنس آئی ہے کہ بکا کی تمام پونجی اور دیورات قاتل ہیں جن کی مالیت ایک فلاور کے انداز سے کے مویشی کم از کم تین لاکھ ہے۔ تین لاکھ بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔"

ریزیڈنٹ میری طرف دیکھ رہا تھا کہ میری رائے طلب کر رہا ہو۔

"ہاں! کم از کم اتنی ہی ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی دوا المراد کو قتل کر سکتا ہے۔"

مگر قتل کا الزام اس کے سر سے کیا ہے؟ میں نے آہستگی سے کہا۔

ریزیڈنٹ نے ہلکا سا ہنسنے سے کہا۔ "ہاں۔۔۔ ہم اس پہلو پر بھی سمجھ رہے ہیں۔" اس نے

پہ ذیل نظروں سے دیکھا کہ ایک اور کمرے سے دھڑکھٹا گیا۔

اس کے کچھ عرصے بعد ایک اور اہم واقعہ پیش آیا۔ میں اپنے ہلا خالے کی بالکونی میں کھڑی تھی۔ میں بالکونی میں کبھی سماری کھڑی ہوتی تھی اور وہ بھی اس وقت جب کبھی دل اداں ہوتا تھا تو دھیان پانے کے لئے کسی ستون دھیوا کی اوٹ میں آتے جاتے چوں پر نکلی مختلف تقریریں پڑھنے کی کوشش کرتی تھی۔

میرے ہلا خالے کے سامنے والے پتہ ہلا خالے پھوڑا کر دائیں طرف دودھ 'بہی' مشروبات 'کھیر' اور 'دہ' لے کر کن کن چوروں کی بہت بڑی دکان تھی۔ اسے پانچ بھائی چلاتے تھے۔ پانچوں پہلوان تھے۔ لیکن سب اکھاڑے کو ادا کر کے چکے تھے حالانکہ پورے ان پانچوں میں سے کوئی نہیں تھا مگر میرے اس دور میں سارے ہی بھائی پہنچ چکے تھے۔ جب کسی لڑکا بس کی بات نہیں رہتی۔ بازار میں اب بھی لہن کا پورا رعب تھا۔

اسی دکان کی طرف سے گھرار کی اونچی لہو لہو آوازیں سن کر میں بری طرح ہلکتا

اٹھتی۔

دراز میں میں صبح عالم کے پڑھنے کے بعد پلوں کی دکان میں ایک ایسی جگہ
جی جہاں کسی کسی کو کوئی گواہ نہیں ہونے کی ضمانت نہیں ہوتی تھی۔ لے کر وہ دکان
میں پہنچ کر اپنے پرانے حواس کو جمع کر لیتے تھے وہ کسی قسم کی ہڈی ہو شہر کے
سے پہلے ہی اٹھا کر دکان سے خاصی دور پہنچ جاتے تھے۔ اور اس کارروائی میں یہ
انتہائی صبر رکھنا پڑتا تھا کہ دکان میں کون کون سے چیزیں ہیں؟ کس قیمت کا مالک ہے؟ یہ سب
شریفہ لہت چمکتے سے پہلے دکان کے نوکر چاکر اس شخص کی جیب سے اس چیز کے پتے
نور لٹ لیتے تھے۔ اس نے کھلی ہوئی کسی گھنٹہ سے نفاذ آیت دیکھا بھی نہیں
لا جاتا تھا۔

اور وہ کہہ میں اس وقت اس دکان پر دیکھ رہی تھی اور جو آدمی اس دکان میں
بکھیرا کر سب کے لئے آئی تھی۔ دکان میں دھڑکی طرہ ایک بڑا سا سفید چھڑا تھا۔
اس کی سطح انہی دوری سے چمکی نظر آتی تھی۔ اس پر سب سے بڑے پلوں صاحب
ایک سوئے سے گھسٹے پر اپنی ہاتھی لمبی ٹیٹھے ہوتے تھے۔ ان کے دائیں ہاتھ پر کھال
خوکھری ہوتا تھا جس میں پتھر ایک خاص خاص مٹائی کے قتل گناہت خریدی سے ہے
ہوتے تھے۔ دائیں ہاتھ پر ہل کی سل ہوئی تھی جس پر کھیر کی ٹھوسیاں رکھی ہوئی تھیں۔
سلنے میں کھال ہوتا تھا اور ان کے کپڑے بڑا سا اہل کش بکس ہوتا تھا جسے گلا کا
جاتا ہے۔

بڑے پلوں صاحب اپنے جیسے اپنی جیسے بڑی بڑی اور لکڑی سے بنی مٹی کی برار اور
تاکہ موم سے اڑائی کی موٹھوں کی وجہ سے ان تمام چیزوں کے درمیان نہایت لپٹاں لکڑ
کرتے تھے۔

اس وقت ایک شخص بڑے سمیت اس سطح چھوڑے پر پاؤں رکھے کھڑا تھا جسے بڑے
پلوں صاحب کسی ایسے شخص کی اگلی گتے دیکھا بھی گوارا نہیں کرتے تھے وہ ابھی طرہ
صاف سمجھتا نظر نہ تھا۔ سب کہہ تو دیا۔ لب بڑا بڑا کھول گیا کہ چندن ہلانے آگے
تک کسی دکان پر کھلے پتے کے بعد وہی نہیں دیکھا۔ لیکن تو صبر۔ یہ میرا ہے۔
چندن ہلانے میرا ہے۔ پتے تے گا اور کوئی یہ نہیں دے گا۔ کہے وہ میرا ہے۔

اپنی کے ازم۔ کہہ رہا تھا۔

اس نے ہاتھ اپنا تلے لیا ہاتھ چھو کر ایک اگلی سے حسیانہ انداز میں بڑے پلوں
صاحب کا ہاتھ پھولا گل پھولا۔ اس کی ہات دار گواہ میں پڑھا ہے کی بجائے جی نہ اپنے
نہ کو ہلا کہہ رہا تھا کہ اس کی حسیانہ تیس تیس سے لڑا نہیں رہی ہو گی۔ اس کا ہوا
تو کہ بکھے نظر میں تھا تھا کہ اس کی ہاتھ میں طرف جی تمام اس کی طرف
تھربہ ہوں میں بکھے نہیں ملدی صاحب نظر میں آئی۔

نئے لاکڑا پاجامہ اور لہا سا کہہ پتے ہوتے تھا جس کی اسٹین جی ہوئی تھیں
وہ بیٹھے تھے واسطے سے بھی اس کے ہاتھ کی ہر چمکی نظر آتی تھی۔ اس کے
تھبے بے حسیانہ پڑے اور گھٹن ملاؤ کی طرح کھلی ہوئی تھی۔ تو اتنا تو ہوتا تھا کہ اگر وہ
اپنے ہاتھ کرنا تو اپنے سر پر گھڑتے جہت میں لگے ہوتے اس چمکے کو پھر سستا تھا جس کا
درمیان حسیانہ سے حسیانہ تھا۔

کی رنگت کا یہ باطلوم شخص دھڑکی تھا کہ اس کا ہاتھ بڑا گھٹ کا انداز
سلوم نہیں ہوتا تھا حسیانہ ہوتا تھا کہ یہ شخص ایک وقت چمکی طرح حسیانہ میں ہے اور
بڑی طرح چمکنا بھی۔ اس کے جسم سے چمکنا بڑا ہوتا ہے یہ شخص بڑا گھٹ کا انداز
بیادشت کی تھی۔

اس نے اگلی سے بڑے پلوں صاحب کا گل پھولا تو ان کی موٹھیں ہی طرح پڑنے
نہیں تھیں پڑنے پڑنے تھے لیکن وہ اس شخص چندن ہلانے کے چمکے کی طرف نہیں دیکھتے
بہ نظر آتا ہے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھ رہے تھے وہ سطح چھوڑے پر کھڑا تھا اس
نہایت میں پلوں صاحب کے حلق سے اچانک ہوا تو وہ بڑا گھٹ کا انداز چمکے کی تھی۔

تھبے ٹھوسے کہہ دیکھ کا رہے ہیں۔ وہ حوالے۔ میں اس کے گلے میں دلچ
نار کر اسے کہے کی جگہ پڑ جاتا تھا۔

دائیں انہی سے دکان کے کی ٹھوسے ٹھوسے سے طرز اس شخص پر لٹ چمکے جس
نے اپنے آپ کو چندن ہلانے میں سے ایک کے ہاتھ میں لے لیا تھا کہ وہ لہا سا
خبردار کہتا بھی دیکھا جس کی ایک طرف چندن ہلانے کے تیز دھڑکا سر کے وہ ٹھوسے میں کر
نہ تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں اور ہاتھ پر ہتے ٹھوسوں اور لکڑی کی لکڑی ہوتا نہیں کی
سب سے پہلے ہاتھ سے اس طرح کہتے گا دار دلا کہ وہ سرے ہی لے کر چندا اس کے ہاتھ
میں تھا۔

صاف سلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص گھر سے ہی لڑائی کا تر کر کے آیا تھا اور اس سرے
سے بڑا گھٹ کا انداز اس کی گواہت پر بھی آگیاں تھیں۔ اس نے کہتا ہوں بکھلا

کہ کسی کو ضرب لگائے تو چال کی طرف سے نہ لگے صرف سڑاغ کی طرف سے لگے۔
 سڑاغ اس نے ایک ہی دہری میں یہاں گھائی کہ کسکی جھوں واسلے تین طائر تو ایک سڑاغ
 ہی دھری ہو کر لڑل ہے اخیر ہو گئے لہو یوں تہیچ لگے گویا ان کی کمریں ٹوٹ گئی ہیں
 ملا کہ چھٹا ہا نے اس دار میں شاید تو مٹی ملتی بھی استقل فیض کی تھی۔ اس کا اخیر
 ایسا ہی تو جیسے مصلحت کے کسی اسکل میجر نے لوگوں کو سرزنش کرنے کے لئے یہ حکم کیا
 ہو۔ آخر یہ دہری ملتی استقل کرتا تو شاید سڑاغ ان کے جھوں سے کسی دھار دار چڑی کی
 طرح گزر جاتی۔

”میرے وار میں ہلے ہو جن میں میں نے اپنے لیے چھ لے لیے ہیں سب نے اپنی اپنی جگہ سمجھ کر اپنے اپنے حقدار کو دیا۔ چھ لے لیے میرے تمام اہمیان کے لیے تھے۔“

میں ہاتھوں کو نہیں اس لہجہ میں ہڈی نیچے کا کوئی رنگ گوانا گئے میرے نیچے
 تنگ۔ چھان لے ایک بار پھر یہی ہی کی طرح اٹلی سے جوے پہلوان کے گل کو پھیر
 جوے پہلوان لبہ برادہ راستہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پھنکار رہے تھے۔ بلاشبہ
 ہاتھوں کی آنکھوں میں مرعوبہ کا کوئی نکل نہیں تھا ہاتھ کی وجہ شاید یہ تھی کہ یہ چھوٹی
 طرح اپنے آپ کو اشتعال میں لانے کی کوشش کر رہے تھے ابھی شاید کچھ کسرتی تھی۔

لیکن میرا یہ خیال قلم طبیعت اور دماغِ فن سے پہلے ان کے چاندوں پہنچنے
ہائیکل کی داری میں کودنا ہے ان کے آواز سے کا اصول تھا ہے وہ یہاں بھی توڑنا نہیں
چاہتے تھے۔ یہ چاندوں پہنچنے میں ہی ہوتی تھیں ہر جگہ تھے مگر اس وقت جب میں نے
انہیں دیکھ کر انہیں پہنچنے سے لگتے دیکھا تو ان کے صراخ پر ہنسی نہیں تھیں اور
آہستہ چرخ میں پہنچنے سے آگے تھے اور ایک طرح سے انہیں نے چھان پایا کہ
دھڑکے سے پکڑا تھا۔

حق میں سے وہ نے چھٹن کی مرگھٹن ہے ہاتھ ڈالا اور وہ نے جبک کر اس کی فاقمیں
پکھنے کی کو کھٹن کی حق انداز میں تھا کہ وہ ایک بھاری بہ تن کی طرح چھٹن ہلایا کو اٹھائیں
گے اور لڑن ہے ہار کر چھڑ کر دیں گے مگر کیا نہیں ہو سکتا چھٹن غرپ کر حق کی مرگھٹن
سے لگا وہ کے سر کہیں میں مگر اسے لود ایک کو اٹھا کر پتی تیجوں ہے میں سے ہار کہ چارمٹا
ہٹا ہے ریزوں کی طرح اور ہے نیچے اسیر ہو گئے ہم وہ ہار ہی اٹھے لود پہلے سے زیبا خوش و
لورن لود کو غلامی سے چھٹن ہلایا ہے

توڑے توڑے ہوئے آگے تھے اور لوگ جن جوتے لگے تمام میں پلیدی پر ہلنے کی وجہ سے ہر اسٹرکٹ خود پر رکھ رہی تھی اور میری رگڑوں میں طوفان کی گردش ایسی تھی کہ ہلکی تھی کہ مجھے سانس لینے میں بھی دشواری پیش آ رہی تھی۔ مجھے چہرہ ایک کستوریا

پہلے کا انتقال ہوا تھا کیونکہ وہ دونوں شخصی عمل طور پر چند مستقل تنظیم کا ایک حصہ تھے مگر
جسے وہ بھی پہلوانوں میں سے لے لیں پہلے طائفہ اور ان کا ایک وقت ایسا عجیب
مناہجہ تھیں دیکھا تو ہر شخص چھٹا ہوا کی سڑک پر ایک مخصوص جگہ میں چار کمرہ طعم
پہلوانوں سے ملنے جاتے تھے کچھ کر دیا تھا بے شک یہ پہلوان سابقہ ہی میں مگر انہیں اچھا
چھوڑے ہوئے نیا دھڑ تھیں ہوئی تھی اور وقت اور وقت پہلی میں سرماں دھڑ سے
وقت در افسانوں سے کسے رہتے تھے

[illegible]

چھان دلا لے پلٹ کر جو وہ پہلوئوں کی طرف دیکھا وہ لب بھی چوتھے ہی ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ چوڑھے ہوئے گتے کی طرح سرخ ہو چکا تھا۔ یہ ایک حیرت انگیز بات تھی کہ وہ لب بھی سراسر نفسی ہوا تھا پھر اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز طور پر میں نے اسے ہوا اٹھ کر ہوا میں پھٹاؤں لگا کر چھان دلا کی طرف "اے دیکھا ہے؟" کہی سمجھ جیسے اور حالت دور اسپرنگ نے اسے اس کی تہہ سے اچھال دیا تھا۔ اس کے بے تھک چلنے پر وہ نہ روٹھی اور بھاری بھر پور تھک نہ رہا۔ "تجھے ہوئے میں کا پور مطلب کی سی اڑان کے ساتھ بچھنا بلاشبہ ایک فلسفی سا کارہ تھا۔"

پھر صنف کی اس معرکہ کرائی میں پہلی مرتبہ شہ نے جیت لیا اور گرتے دکھایا۔ چار
ہفتوں میں اس نے سوار خانہ کو دھڑے سے دھمکے دیے کہ وہ اس طرح ہوا میں کی لٹ
اچھا اور دھپ سے سوک ہے اگر اچھے نہ چھوڑیں اس کے بچے سے نکل چکا تو اب چھوڑیں کو۔
تو نہ لیا تھا کہ میں نے اس کے انداز میں دھمکائی تھی۔

[illegible]

اس کے چہرے سے بھی خون پھوٹ پڑا تھا اور سوچیں! صبح بھی جس چدن بنا ہے اسے مارنا بند کر دیا تھا اور کھڑا اپنے کپڑے بھڑا رہا تھا۔ دلہن "بھیل کو جیتے ہوئے سو پتی آگے آئے۔ پیسے انہوں نے حیرت سے بے ہوش اور شہ ہے ہوش پتلوانوں کی طرف دیکھا پھر سمجھتے ہوئے یوں چدن ہلا کی طرف دیکھا جیسے ہونے لگتا تھا کہ دیکھ رہے ہوں۔ ایک نے تو باقاعدہ عورتوں کی طرح داغوں میں انگلی دے لی۔

"تم نے ان کو مارا ہے؟" ایک نے اپنی ہنسی سے پتلوانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چدن سے پوچھا۔

"ان کو ہوش میں لا کر انہی سے پوچھ لو۔" چدن یالا نے اپنی آستین درست کرتے ہوئے کارروائی سے جواب دیا۔

"لوہ کرے ہو بد مویشی دکھاتے ہو؟" ایک سپاہی نے اپنا کواڑ میں ٹوک پیدا کرنے کی کوشش کی مگر انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی بچہ گھب لگا کر باپ کو ڈرانے کی کوشش کر رہا ہو۔ دلوں سپاہیوں نے چدن ہاں کا ایک ایک ہاتھ پکڑ لیا ان کے سر چدن ہلا کے کہہ سونے بھی لگے تھے۔

"پتلوانے!" دوسرے نے بھی ہمت کر کے کہا۔

اس اثناء میں پتا پتلوان سمجھل کر اٹھ کھڑا ہوا مناسب سے پہلے اس نے پکڑی تلاش کر کے سر پہ رکھی۔ پکڑی کا ایک سرا اس کے چپے پر ڈھلک آیا جس سے اس نے اپنا چہرہ پونچھا اور چدن کے سامنے آکر بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگا وہ دیکھ رہا تھا چدن کو مگر غائب سپاہیوں کو نہیں۔ "اے چھوڑ دیجئے سنتری جی لٹھی ہو رہی ہے۔" "ہری۔" اس کی پاٹ دار آواز بھرا گئی۔

"آپ کی؟" سپاہی بھرپور کہہ گئے۔ "آپ کی کیا لٹھی تھی۔۔۔ پتلوان جی؟" ایک نے پوچھا۔

"ہیں کہہ دو دیکھ لٹھی ہماری تھی۔" بڑے پتلوان کی آواز کچھ اور بلند ہوئی مگر پہلے سے زیادہ بھرا گئی وہ سر جھکا کر پکڑی کے بل سے آنکھیں پونچھنے لگا۔

"آخر کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے کہ لٹھی کیا تھی؟" ایک سپاہی نے کہا اس کے غصے سے اندازہ ہو۔ "تو کہ وہ بلند ہے۔" آخر ہمیں پوچھنا پڑا ہے۔"

"کئی پچھ درچہ میں کسے گا سنتری جی!" پتا پتلوان یلخت ہی بدلی سی کواڑ میں غریلا مگر فوراً ہی پکڑی سے بل سے دوبارہ آنکھیں پونچھنے لگا اور پیسے جیسے ہی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لٹھی ہماری تھی کہ ہم پتلوانی چھوڑ کر تجارت میں پڑ گئے۔" یہ جیسے اس نے نود کوئی کے سے سنے میں ادا کیے تھے۔ پھر وہ قدرے بلند آواز میں بولا۔ "اس جوان نے کہا تھا کہ وہ اچھا نہیں ہے۔" اس کی بات پر دھیان دیتے کی بجائے اس سے جھگڑا

شروع کر دیا۔ اسے جانے دو سنتری پوٹا پوٹا شیر آدمی ہے اسے چھوڑ دو چھوڑ دو اسے۔" ہوں ہاں ہوں سے منہ چھپا کر دکان کی طرف دوڑ گیا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ سامان ہوں کا ہی پڑا تھا۔

"تم کو تم اس شخص کے خلاف کوئی شکایت درج کرنا نہیں چاہیے؟" ایک سپاہی نے اپنا خدیش کی خاطر اس کے قریب جا کر پوچھا۔

"نہیں۔ نہیں۔" پتا پتلوان بدستور بخوشی اپنے لیے بولا۔ "شکایت درج کر لی ہے تو ہمارے خلاف کر لو۔"

"اب تمہارے خلاف کیا شکایت لکھیں پتلوان جی تم شریف لوگ ہو۔" دوسرے سپاہی نے کہا اور چدن ہلا کا ہالا چھوڑ دیا۔

پتلوان نے دکان بند کر کے جیسا تھا اٹال دیا اور اپنے ہاتھوں کو جھنجھوڑ کر چنگاٹے ہوئے گئے۔

"دکان کیوں بند کر دی؟" تیس ہا رہے ہو؟ ایک سپاہی نے جھک کر کہا۔

"ہم جی! جہاں ایک دلہن عزت خراب ہو جائے وہاں کیا رہنا کیا کاروبار کرنا۔" ہوان جی نے اپنے ہونٹوں پر زہدتی ایک سترہٹ پیدا کی جو سترہٹ کم اور کسی ندرولی نہیں کا کھچاؤ زیادہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے بھائی ایک ایک کر کے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

چدن ہلا ایک طرف کھڑا نہایت سکون سے سوچوں کو دل دے رہا تھا۔ پتا پتلوان اور ان کے بھائی دیکھتے ہی دیکھتے نہ جانے کس طرف کو غائب ہو گئے۔ ایک ایک جیسے اپنے دل میں بڑے پتلوان کے لئے بے پناہ احترام محسوس ہوا۔

"دلہن! چدن! نے ہجوم کو غائب کیا۔" دکان دو عین دن بعد پھر کھلے گی ہر ہفت مالک بدل جائے گا۔ چیزیں تب کو ملنا ہی نہیں کی جائیں گھر نہ کریں۔" یہ کہہ کر وہ اطمینان سے ایک طرف کو چل دیا گویا کوئی سی سی لیڈر قوم سے یہ وعدہ کر کے تفرق ختم کر کے اسٹیج سے اتر کر اپنی نشست کی طرف جا رہا ہو۔

میں جو اب تک گویا توہمی سی کیفیت میں کھڑی تھی چمک کر بیٹھی۔ ایک بولامی خلوص اور ہلاقلانے کی دوسری دیکھیں میرے اس پاس ہی کھڑی تھیں۔ میں خادمہ کو ہانڈ سے پکڑ کر ایک طرف لے گئی اور سرگوشی میں اس سے کہا۔ "یہ جو شخص جا رہا ہے اسے ہمارا لالہ بھلی دروازے سے لانا۔ اسے کہنا میری ماگن تم سے ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہیں۔ اور بات تمہارے قاتل کے کی ہے۔"

کچھ دیر بعد میں نے پتلیا کی رہنمائی میں چدن ہلا کو ہلاقلانے کی میز میاں چڑھے دیکھا۔ وہ چپے کی طرح چمکا ٹھہر رہا تھا اور ہر اوپر کو دیکھتے ہوئے میز میاں چڑھ رہا تھا۔

جیسے اسے اندیشہ ہو کہ اگر اس سے اس کا کوئی بڑا نہ ہوگا۔ یہ سب باتیں اس کے اہتمام پر تھیں۔
اس کا احتیاج تھا۔

کھانا ہوتا ہے ہائی بی۔ اس نے اڑیل بیٹے کی طرح رگ کر اکرے اکرے اپنے
میں پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں جھنسن بھی تھا اور شکوک و شبہات کی پچھائیاں بھی
اشتیاق کی ہلکے بھی تھیں اور احتیاج کی ہلکے بھی۔

اس کا لہجہ مجھے پسند نہیں آیا۔ اس میں نے اپنی آواز کی کوئی طرح پر پھیلانے سے
سکرا کر شائستگی سے کہہ "مخرب تو ہے۔ جیسے نام صورت دانت ہیں۔ کپ کو کھا تو نہیں
کھائی گئے۔"

"جیسے کوئی کھانا کھاتے گا۔" اس کا زور صاف آیا۔ "اور اگر کوئی دلی کا مال کھا بھی گیا
تو ہضم کیسے کرے گا۔ ہم تو کمرے کے صدمہ میں بھی جھٹکے کھا دیں گے۔" ہاداری بھلی تو
میں بھی تھی لیکن ہاداری میں اس کے لہجے میں تھا ہر حال وہ میرے پیچھے پیچھے آئے گا۔ میں
اسے کہہ غصہ میں لے لی جی ہاں ہم دو گے خاص خاص افراد سے اہم و بنگالی تھیں و شبہ
کرنے کے لئے نشست رکھا کرتے تھے۔

چند لمبے لمبے رشتوں کی سی جڑائی سے کمرے کی آرائش کا جائزہ لیا لیکن ساتھ ہی وہ
چالاک فہموں کی طرح مرحوب نہ نظر آنے کی سعی انسان کو مشغل کر رہا تھا۔ کیا پتہ
لگائی گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"مطلب کی بات کہ ہائی بی۔" اس کا لہجہ بدستور آکڑا آکڑا سا تھا۔ "مجھے معلوم ہے
اس ہاداری کی صورتیں اور خصوصیات۔ قصہ ہے جیسے لوٹ ہاٹ والی صورتیں ہلاوہ کسی سے آتی
سوائی سے چلی نہیں آئیں۔"

"اس میں نے کب تک میں ہلاوہ تو ہوں ہر روز ہوں۔" میں نے پہلے ہی کی
طرح نرمی سے کہہ "مجھے تم سے کام ہے۔"

"تو کون؟" اس نے واسکٹ کی کسی اندھیلی جیب سے لٹپٹ کی چند گنتیاں نکل کر پائی پر
رکھ دیں۔ "تمہاری فکر کسی طرح اس واقعہ پر نہیں چل پائی گی۔" اس نے جیسے جیسے
لہجے میں پوچھا۔ "اگر ایسی ہی کوئی بات ہے تو میں تمہیں پسے ہی ہاٹوں کہ تو میری رات
میں ہے اس لئے میں اسے کوٹھے پر لٹھنے لاکھ لی اور اب میں دھتکے اور کھجور کھا رہی ہوں تو
اس پر عمل کرنا میرے بس کی بات نہیں۔"

میں نے لب لباب اس کے انداز گفتگو پر کوئی ناگواری ظاہر نہ کی۔ اس میں اس کا کوئی
قصہ نہ تھا۔ صوفی تھا ہی کچھ ایسی تھی کہ اس کا شک نہ ہوتا ہے جانے تھا اور پھر وہ
چلنے کی ماحول کی پیداوار تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ اس سے شائستگی اور صلفہ تھی کی تو
رکھی جاتی۔

اس کی جیب سے ہر کچھ ہونے والی رقم کو کہ میرے انداز سے کے مطابق چوں ہزار
نہ تھا۔ نہیں تھی لیکن اس جیب سے کے انداز کی مبالغہ سے بے بہت تھی رقم تھی۔

میں نے سٹراٹے ہوئے کہہ "ابھی ہم اس مقام کو نہیں پہنچے کہ اپنی حسنی کی رقم
جیب سے لئے لوگوں کو پونا دعوت دے کر ہاتھ پھرنے۔ ابھی تو جیسے جیسے دل ہاتھ
نہ ہاتھ ہے آتے ہیں اور اپنی مرضی سے اس سے بھی نہیں ہائی ہائی رہیں لٹھنے کے
بے شمار رہتے ہیں۔" دیکھ کر بھل کر کہہ "وہ تم سے کس کی؟"

پھر کے لئے وہ سوچ میں پڑ گیا پھر گناہی فیصلے پر پہنچے ہوئے غور کلائی کے سے
رات میں بیٹھایا۔ میرا خیال ہے تمہیں ہاٹ میں کوئی عرصہ نہیں تم ہاٹ ہی کھا سکتی ہو۔
پھر قدرے بلند آواز میں بولا۔ "یہ رقم میں سیدھے ارچن لٹل سے وصول کر کے لایا ہوں
رہاں کو پہنچانے جا رہا ہوں۔"

"ہاں کون ہے؟" میں نے قدرے چمک کر پوچھا۔
"ہاں۔" وہ کچھ گڑبڑا سا کہہ "ہاں میں ہاں ہے۔" مجھے نہیں معلوم وہ کون
"میں نے تو اس کی شکل تک نہیں دیکھی اور نہ ہی کبھی اس سے ملا ہوں۔"
تو پھر رقم کیسے پہنچاؤ گے؟" میں نے کہہ۔

"جس میں رات کو جا کر آرام سے اپنے کمرے میں سو جاؤں گا صبح مجھے وہ لڑے کے
پانچ پٹ چپٹی میں چلنے کی کپڑا مل جائے گی۔ کمرے کے دروازے پر پہنچے گا۔ ہاٹوں ہاٹوں کی
یہ چلنے والے رکھ رہا اور پورا کھٹک ہاٹوں میں اس واقعہ پر عمل کریں گا مال ہوا ہی دس تک
نہی جائے گا۔" اس نے قدرے اطمینان سے انہیں پکھلا کر چلنے والے ہاٹ ہاٹ۔ لب لباب
نہ کے چہرے پر اس داستان کو کی سی طمانیت نمودار ہوئی تھی وہ ہٹا ہٹا سا چہرہ تھا۔

"وہ تو ہائی ہاٹوں کی قسم کی کپڑا سا ہے ہر قسم۔ جیسی اگرچہ ہی گھول میں ہوتی
تھی۔" میں نے سٹراٹے ہوئے کہہ "ویسے یہ ہٹاؤ کہ کیا تم چلے ہوئے بھی ہو؟"

"جی ہاں نہیں۔" اس نے قدرے غصے سے لہجے میں کہہ "پانچویں سے صحت پاس ہوں ابھی
نہی اگرچہ ہی میں چل رہا ہوں لیکن اس ابرا خاہی چلنے سے کچھ پہلے مایہ کتا ہوں۔
بے گناہی۔" اس نے قدرتی طلب فکروں سے میری طرف دیکھ کر اور خاموش سٹراٹے
کے ہوا کوئی ہاٹ نہ پا کر جی صدمہ سے اپنے سر پر غور لگائی۔ میں بلور اس کی
بول دیکھ رہی تھی اور اس کی لب لباب کی سمجھنے کو قوت کی تو خوش کر رہی تھی۔ اس کا
بات کی بلور کا سرا جیسا کہ کسی ہر اس پر ہوا تھا اور شاید الجھا ہوا بھی تھا۔

اس سے کوئی بات کہنے سے پہلے اس کے حلق لگاؤ سے لگاؤ جان بے ضروری تھا
نہ مجھے لیکن تھا کہ وہ اپنی بات کے بارے میں سمجھ کر نہ لگاؤ میں لگاؤ میں وہ سمجھ سے کام

ہوئے کھڑے۔ "مجھ ہی کیا تم نے ہو کسی سے نہیں پوچھا پوچھنے کا بھی آپ۔" (اٹھ کر اٹھا)

"تم کہیں ہو۔" کسی رات "۲" میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"نہیں جاگیر دار مافق کی پوتی ہیں اور حریف میں رہتی ہیں۔"

اس نے گھٹت سے جواب دیا۔

"جیک لفت صوبے ہاتھ پڑیں لہڑے پڑ گئے حلق کا آتش لپٹا رہا۔ ہر گھبراہٹ طلب کی گئی فاقہ ہو گئی۔" پڑے غراؤ میں سب الزام ہو گئے۔

اپنے تڑپ میں بھول کر ظاہر ہوا کہ "خیر کو لگا سکا تھا مگر جاگیرداروں کے گھر کا پورا محل کا محفل سا لڑکا بھی مجھے ہمارا دان کہہ کر دے سکا تھا اور وہ ہوتے دار کر اپنے بھلا میں بٹھا سکا تھا مجھ سے ہوتے پڑا سکا تھا۔

میں نے فہرہ اس کے آگے ہاتھ بڑھ دیے اور مڑ کر کہا۔ "تم اپنے گھر واپس چلی جاؤ۔" کسی نے ہمیں بند دیکھ لیا تو تھمت آہستہ کی۔

"تم گھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی جیسے کسی نے اس کی جگہ پر طعنہ دیا ہو اور وہ دہر میں مجھے لپٹے میں بولے۔ "اگر کی مادی معاملہ ہائی ہفتہ اتنا بڑا ہوا جی جیسے ایل ڈول نے بھرا ہے اور سچے میں مل چلا ہے کی بھرتہ ہے۔"

"زندگی میں پہلی بار مجھے محسوس ہوا کہ اس وقت میں اسے عزتی کہہ سکتا ہوں۔ اس سے پہلے جاگیرداروں نے کھنڈ میں کلم کے دوران ہاتھ سے ہاتھ لگے تھے کہہ کرین بھی ماری تھیں اور ہر اور لائیں بھی ہر سال تھیں مگر مجھے بھی یہ عزتی کا احساس نہیں ہوا تھا۔

"جیک لفت میرے اندر جیسے کسی دھڑکی شیر کی مدیا ہو گئی تھی میں نے آگے بڑھ کر لڑکی کے رخسار پر اسے لہڑ کا پتھر دھند کیا کہ وہ در جا کر لی گئی فوراً ہی وہ اٹھی اور مجھ سے آگئی۔ لڑکی سے مطلب لپٹے میں بولے۔ "میں تجھے ایسا ہی سو دیکھتا چاہتی ہوں۔" صرف آواز سے ہی میں اپنی راحت نہ لے سکا کہ مجھ نام زندگی میں بھی اپنی یہ عزتی کر لے دہر کو پھینک کر وہ وہاں رہے۔"

"میں نے اس کی جگہ لپٹ کر اس سے ہمت ل اور آپت لیا ہی فضا میں کہا لیکن یہ ہی زندگی مجھے کہہ لیا وہ رات نہ گئی۔ مافق جس نے مجھے نیا انسان بنا دیا تھا مجھ سے ملنے آئی رہی۔ ایک بار وہ ملنے آئی تو پیچھے پیچھے اس کا نظریہ سارا غائب ہو گیا تھا آپ۔ اس کا ہاتھ 'بھائی' کی جگہ پر لگا ہوا اور نہ پہلے توں کہتا تھا اور سب کے ہاتھوں میں نے اسے 'مادھو' کی جگہ پر لگا دیا تھا۔"



مافق اس وقت بھی گھر میں سر کے نیچے لیٹی تھی اور ہمارے قدموں میں کھنڈ لہرائی تھیں سبک مدلی سے ہر وہی تھی۔ ان سب نے جب طرے کر گئے تو ایک ایک کے لئے جیسے سر کا پانی طاری مائیں اور کائنات کی حرکت سب بکھو بکھو گیا۔ ایک کے لئے اتنا میں سے بھی کوئی بکھو نہ ہوا پھر مافق کے دلہانے "گھول" و "گھول" میں مافق کے ہاتھ کو اشارہ کیا۔ اس کے بعد کا سفر آج بھی میری "گھول" میں اتنا ہے جیسے پہلے کی ہفتہ ہو۔

مافق کے ہاتھ نے مافق کو پاؤں سے بکڑ کر زمین پر "ٹرایا" اس کے چنے پر تھکا رہا اور اس سے پہلے کہ میں مجھ سکا کہ کیا وہ ہا ہے اس نے میں مافق کے گھر پر پھری پھری رہی جیسے کسی بیلز بکری کو لہجہ کیا ہو۔ پھر اس نے اٹھ کر پاؤں ہی سے بکڑ کر توتی پڑ گئی تاش کو گھسیٹا اور سر میں پھینک دیا۔ مافق کی توتی سے لہڑا گردن کی ہوئی تھی اور اس سے کھل بھل طون ہو۔ ہا تھا مجھے یاد ہے جب اس کے ہاتھ نے اسے زمین پر گر لیا تو اس کے حلق سے ایک لمبا طعنہ نکلی گئی سی چی نکل گئی جیسے اس نے مد کے لئے مجھے بلایا ہو مگر میں بے بس دم بھڑکڑا رہا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی دیکھتے مافق کی لڑکی نے پانی میں دو ٹین ٹوٹے کھنڈ پانی میں بکھو اور تک سرٹی لپٹی۔ پھر وہیں ہنسنے پانی کے ہلو کے ساتھ لاش وہ ہوتی چلی گئی "سرٹی بھی فاقہ ہو گئی۔ تب میں نے اس خالی چوڑے کی طرف دیکھا جہاں پہلے مجھے پہلے مافق مجھے لڑکی پر سر کے نیچے لیٹی تھی۔ اسی لئے مجھے اندر پیچھے چلو سا کھل گیا اور دیکھا کہ وہ باہر آگئے۔ مجھ پر میں نے مافق کے ہاتھ کی گردن دیکھی اور اس سے پہلے کہ وہ پھری مجھے پلو میں گھونپا اس کی سٹین پٹ سے لپٹ چکی تھی۔ اس کے گھر سے بکے ہوئے چھری اس کے ہاتھ سے نکلا اور وہ بھی کھنڈ پھر تھا اس کے بند میں گھونپ دی اور ان کا گھبراؤ توڑ کر رکھا آپ۔

ان میں سے کوئی فاقہ نہیں کہ ہم لہڑا توڑی تھیں "مڈا" سے وار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ ۱۰ اس کارڈ کی کسی کو خبر نہیں ہونے دیا چہچہ تھے۔ ان کے لئے ایک کائنات سا مجھے ہاتھ آگیا۔ پھر نہ پہلے کئی لائیں گریں۔ میں اٹھ قدموں

بچے بھی بتا رہا تھا اور کتا اس کا بھی ٹھکانہ تھا۔ وہ "لحد" میں نے بدول کا رخ اپنی طرف ہوتے دیکھا اور گناہا پھوڑ کر سر میں پھلانگ ڈالی۔ لہجہ اس پاس مجھے پانی میں کھل گلیوں کی شپاشپ، شٹی ہی تاہم میں پانی کے نیچے ہی میرا سر سے کنارے کی طرف بڑھتا ہوا۔ سر کا پتہ کافی ہے! لحد۔ اندازاً آج میں پہنچ کر میں نے سر نکال کر پیچھے دیکھا۔ چار پانچ تو ہی مجھ سے پیچھے تھے۔ اسے جیسے جیسے۔ کچھ پانی کی سطح سے نیچے ہی ہوں گے۔ ہر حال میں مجھے نظر آ رہا ہے ان میں سے میں نے ان کے ہاتھ میں بدول تھے اور گلیوں کی پٹیاں تھیں اور بدول والے ہاتھ انہوں نے پانی کی سطح سے بلند رکھے تھے کہ بدول تھے اور گلیوں میں بیچنے سے محفوظ رہیں۔

دوسرے کنارے پہنچ کر میں جنگل میں گھس گیا۔ گولیاں اب بھی مجھے خائب میں تھیں اور لاشوں کے دھانکوں سے چرچر پرندہ جوں جوں ہو کر اپنے لاشوں سے نکل کر اوپر اوپر بلند ہوا کرتے تھے۔ ہر میں ابھی ابھی گھس کے ایک ایسے سلسلے میں گھس گیا جہاں انہیں مجھ سے خائب کے سلسلے میں سے کا اندازہ نہ رہا۔

پھر فزنگ کے درمیان وقفہ میں میں نے مائیک سے بھائی کی لکار سنی۔ "میرا بھائی! بھائی! بھائی!"

میں آہستہ آہستہ گھریں کر میں بڑھتا رہا۔ میں سب مل بھاتا رہا۔ ایک شہر سے "سرے" شہر "سرے" سے تیسرے۔ کبھی کسی سمت میں کبھی کسی سمت میں اور بدول بھی پہنچ گیا۔ اسی دور میں ابھی کافی دن تک مجھے خوف رہا کہ کوئی میرا خائب نہ کر رہا ہو! پیچھے سے مجھے گولیاں مار رہے۔ اس سے بھی زیادہ خوف مجھے پالیس سے آتا تھا۔ پالیس کے تختی سے پالیس کو دیکھ کر بھی مجھے پیچھے ہٹنے سے تھوڑا سا خوف تھا اور میں اوپر اوپر گلیوں میں گھس جاتا تھا۔ مگر اب کافی عرصے تک کچھ نہ ہوا تو مجھے اطمینان ہو گیا۔

ایک بار میں فٹ پتہ پر سوا ہوا تھا کہ صبح ہی صبح چار ٹکڑے ٹکڑے اچھے سے اچھے ایک لے کر مار کر مجھے اٹھا لیا اور بولا۔ "کراہ کر آؤ۔"

میں نے ہکا بکا ہو کر پوچھا۔ "کس چیز کا کراہ؟"

بلبل ہوا ہاتھ پر رہنے تک اوپر رہتا ہے تو ایک مینے کا بیٹھی کراہ لگا رہا۔

میں نے مزید حیران ہو کر پوچھا۔ "فٹ پتہ؟" وہ نے کا بھی کراہ لگتا ہے؟"

اس نے مجھ سے شے کی پدا کے بغیر مجھے ایک اور ٹکڑے دیکھ کر بولا۔ "کام کھلی کھن کرنا ہے۔ تم کو معلوم نہیں یہ جو گھر دانیوں کی طرف سے کپڑے کی چادر دیا ہوا لگا لگا کر اوپر لٹ پانچوں پر بڑا ہوا خاندان آیا ہے۔" سب کراہ کر بیٹھ رہے۔

میں نے لوہے سے کوٹ "میرا بھائی! میں تو چار ہوں۔ آج یہاں ہوں، کل نہیں لہو

ہوں۔ لحد میں نے اگر اوپر رہتا ہوتا تو کراہ دے دیتا۔"

اب اس شخص کے سر کا پتہ گولیاں لہجہ ہو گیا۔ ہلا کر بولا اسے میں دن سے تو ہر جگہ بدول دیکھ رہے ہیں۔ اب کراہ ادا کرنا تھا کہ لازم ہو گیا ہے۔ ہماری طرف سے تو کسی گھر بلا شہر کی کراہی پڑا کر ہو مرضی کر "میرا بھائی کراہی ہو کر آؤ۔"

میں نے گولیاں ایک ایک کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا۔ "میں بھائی صاحبہا سڑکیں اور لحد پہنچ کر سرکار کے ہوتے ہیں۔ کیا تم سرکار کی طرف سے کراہی لینے آئے ہو؟"

اس نے مجھ سے پیچھے سے نواہ لہجہ سے مجھے ایک ٹکڑے دیکھ کر دیکھ کر اوپر پلے سے لہجہ "والہ میں بولا۔" سرکار کی ایک ٹکڑے لہجہ میں خود سرکار ہیں۔"

اب مجھ سے بھی جتنی "میں ٹکڑے" بھی کھا چکا تھا اور مجھے یہ قتل بھی ہو چکی تھی کہ "سرکاری آدمی نہیں ہیں۔ چنانچہ میں نے انہوں کو انہیں آگ لگا کر شہر بھر دیا۔" گولیاں پھینک دیں اور لاشوں کی قتل میں۔

"نواہ دیر نہیں لگے ابھی میں نے جتنی بھی شہر میں کی تھی کہ بھائی مجھے ان میں سے ایک نے پا تو بھی لگا تھا مگر وہ ہیں چار رہ گئے۔ میں بھی وہاں سے تھک رہا۔ اس شام میں ایک فٹ پتہ ہو کر کے پیچھے سے بیٹھ تھا کہ ایک فٹ پتہ تو ہی سر پر بیٹھ اور آنکھوں پر دھنیں پھینک کر ایک لگے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ "آپنا اور سرگوشی میں مجھ سے بولا۔" "میری جاننے؟" لہجہ میں پیچھے میں گئے۔"

میں نے اٹھتے میں سر ہوا اور فوراً اس کی طرف دیکھا۔ ظاہر "شریف آدمی ہی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بدول سرگوشی میں کہا۔ "مجھے ساتھ تاک۔ کسی شہر نہ کہہ، بلکہ رات کرتے ہیں۔"

میں انہوں کو اس کے ساتھ ہو گیا۔ کار میں بیٹھ کر مجھے کسی شہر نہ کہہ، بلکہ "اس کا اپنا فٹ پتہ تھا جس سے ساتویں سیڑھیوں پر اٹھ کر شہر دہاں میں سوسیل کے ایک کارڈ کی دھن پر حرکت رہی تھی۔"

"میں "اس" کا خاص آدمی تھا۔ اس کے آگے سے میں ہاس کے گھر میں شامل ہوں اس نے مجھے شہر کی شہر دی "شہر کی زندگی گزارا سکھائی۔" تاہم اس کے حلق اسے بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ میری تربیت مکمل ہو گئی اور اپنے گھر میں نے بغیر معلوم کسی سے انہماک رکھنا شروع کر دیا تھا اس کا یہ خاص آدمی اپنا فٹ پتہ میرے حوالے کر کے ثابت ہو گیا۔ ہماری چیزیں ہمارے کی توں پھوڑ گیا "سوائے" میں نے لوگوں کے انہیں د ساتھ ہی لے گیا پھوڑا بھی جاتا تو مجھ سے کس کام کی تھی؟ میری طرف تو عورت منکرا کر بھی دیکھ لے تو میری آنکھوں میں "لور" ایک مردانہ لاش ابھرا آئی ہے جس کے زخم سے ہل ہل خون ابل رہا ہوتا ہے اور اس کی دہشت سے پہلی پہلی ساکت آنکھیں میری

طرب آتھ سال سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے پتا نہیں تھے اور خود ہی بھر رہے ہو۔
فیر۔

اس کے ساتھ ہی میرا جسم ٹھنڈا چڑھتا ہے اور میرے اندر کا آگ بھڑک اٹھتا ہے۔
چند دن پہلے خدو خدو ہو کر گئی تھی لیکن اب اس کی طرف سے چمکتے ہوئے ہلا۔
"پہلے مرحلہ اپنی کمائی کسی کو ملتی ہے کیونکہ پہلی مرحلہ ہی کسی نے اتنی اچھوت سے
کوالٹی کی ہے۔ اب تم سے تم کا چاہتی ہو؟"
"تم نے یہ وضاحت تو کی تھی کہ تم میں کمالا کمال ہے؟" میں نے طاعت
سے پوچھا۔

"اس سے پہلے میں ایک وضاحت اور کر دیتی کہ یہ میرا اپنا ہی خیال ہے کہ "اس" کا
توئی گمراہ سمجھو۔ وہ نہ میں نے آج تک نہ تمہیں ان لوگوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک
توڑکا سا ہے جو میرے لئے پیغام لے کر آتا ہے۔ زیادہ تر بیانات مجھے لپٹی فون پر
مل جاتے ہیں۔ ہر سارا دن اس کا خاص کوئی قصہ ہوتا ہے جس میں ایک تیسرا ایک اور
خاص مدد تک میری ہی طرح ٹھہرتی ہے جس نے مجھے ٹیبلٹوں کے تحت سے واؤ پیچ
اور کارڈ لائٹ وغیرہ ہلا کر نکال دی۔ وہ بھی مجھے شہ و بھر ہی نظر آتا ہے۔ پانی دینے میرے
کام کی بات تو یہ بدلتا رہتا ہے۔ میرے ہی طرح کے کام ہیں۔ لیکن بنیادی طور پر میں
دھن سے کہہ دیتی ہوں کہ تمہیں علم ہے کہ فلاں سیم کے پاس چلے جاؤ فلاں جیسے
توئی کے پاس بھی ہے۔ اسی رقم لئے بیٹھا ہے گا اس سے سے کر فلاں تک پہنچو۔ یہیں
مرحبہ لیا بھی ہوا کہ میں رقم لئے پہنچو تو ٹیبلٹوں سے مسلح کی "دی" مجھے اپنے خطرے
پہن لگے اپنی صاف اور طاقت دکھائی دیتی۔

"بہن اب نہیں ہوا کہ تم رقم لئے پہنچو تو حلقہ کوئی کے بجائے تمہیں وہاں پر لیں
والے پہلے لے ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں رقم کی دھن کے بارے میں بھی پتا نہیں ہوا۔ بہت دیر سے نہیں سے اکثر سامان
ہوتا رہتا ہے کہ جہاں گھر کا ایک نہیں لیا ہے۔ تو اکثر میری نوٹ میں رہتا ہے۔ اسے
اس کے پاس گمراہ اور میری سرگرمیوں کی جگہ سے کن لیا ہوتی ہے۔ اس نے ایک
بار مجھے فلسفے کے ازم میں پکڑ لیا کہ تو نہیں اگلے ہی روز دانت پیتے ہوئے نہ چلنے
نکل کر پڑا۔ آہم اس نے طے ہوا پھر لے ہوئے یہ خود کا تھا۔ "پہلے ایک دن
اور میں کر رہی تھی کہ وہاں پہنچے ہیں جس اور تھوڑے پہنچے ہیں کہ لپٹی
تک وہاں کھڑا جا رہا ہے۔ تم بھی سر نہیں لگا سکو گے۔" اس شخص سے "میں" مجھے
خواب آتا ہے اب اس میں اس کے فکے میں آتا اور ساتھ ہی آگ میرے باطن میں کے
ہوئے تو بھی ساتھ آئے تو میں بدھا چھوٹی کے گتے پر کھڑی ہوئی کہ لیکن اس سے

میں نے جب بھی فون پر اس سلسلے میں بات کی تو اس نے اپنی دھن کے مریضوں جیسی بات
سے وہاں اڑا دی ہے اور لاپرواہی سے کہتا ہے کہ میں نے جہاں گھر سے نہ چلے سکے اس
کی نوٹ میں لگے رہتے ہیں اور اسے پانے کے بہانے طور پر اپنے کھانے پکے رہتے ہیں۔

"موصول کے علاوہ کمالا کوئی کام نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔
"میں نے کہا ہے کہ اس پر ہے۔ کبھی کبھی میں کسی لالچ یا دھن کے ساتھ بھروسہ رکھتا
ہوں۔ اور آپس میں دھن کر کے لٹا بیٹھی اور داری ہوتا ہے۔ کبھی مجھے کسی کارڈ کے
یا سوا جیسے میں تسلیم شروع کرانے کا کام بھی اہم رہتا چلتا ہے اور وہ بھی اس طرح
کے تھوڑے شروع ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اور کوئی یہ نہ جانے کہ فلاں کی اصل
جو کون تھا۔ کبھی مجھے علم ہے کہ اس فلاں جگہ پر واقع فلاں دھن کو بدلتا چلتا ہے
و فلاں جگہ کوئی دکان یا لکھنے نہ پڑی ہے اور فلاں پہلی اس کے کھینچنے کے سلسلے میں
محنت کر رہی ہے اسے کھلانا ہے اور فلاں پہلی کے حوالے سے ہے وہیہ دیکھ۔"

میرے اس کے عرض تمہیں ملتا ہے؟ میں نے پوچھا۔

"سب کچھ ملتا ہے۔" اس نے گویا کر کہ "میرا مطلب ہے میری ہر ضرورت پوری
ہوتی ہے۔ رات میں گر میں ٹیبلٹ ہے جس میں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ گاڑی ہے۔ نوٹ
ہے۔ دکاندار کے پاس سے سولہ ملے آتا ہے جس کا دل مجھے نہیں معلوم کون ادا کرتا ہے اور
اس کے علاوہ دکان سے ماہانہ نقد پر میرے فیسے پل کے لئے لے جاتے ہیں۔ وہ بھی میرے
لئے زیادہ ہی سہجے ہیں کیونکہ قراپ و سرگرمی میں نہیں رہا کسی کے کہنے پر میں نہیں
ہاتا۔ عورت کے قریب پہنچنے کی جگہ میں برکت میں رہی۔"

"اپنی جان کو سونپ کر لگاتے رہتے؟ تمہیں اس اتنا سہولت ملتا ہے کہ گورہ ہر اچھی
ہوتی ہے۔ تم میرا اصل بہت سہجے ہو چھوٹا لپٹا اور بے وقوف میں رہے۔؟" میں نے
کئی سالوں کے کر کہ "تمہارے ان نام نہاد "اس" کا دور حقیقت کوئی گمراہ دیکھو نہیں۔
کہہ تو رہی ہوں۔ وہ صرف کوئی اعلیٰ دھن کا ایک سیریل فل میں ہے جو پارٹیوں سے
دے دے کھانوں کے ساتھ کرتا ہے۔ طویل دھن دیکھیں گے اور تو سے کھل گزرتا
داری میں ملتا کام لیتا ہے اور خود ہی سفر میں ہی رہتا ہے کہ کل کو برا وقت آئے تو خود
ذہن ہو چلتے اور تم پھنس پڑو گے۔"

"وہ بہت فیس ہے۔" چہن نے اپنے غصہ میں کی دھن کہنے سے کہہ دیا۔
"یہ بار بھنا ہوں۔ کبھی عاتقہ اتھ لے ہی مجھے چاہا ہے۔ یہ کارڈ ہاں ہی کا تھا۔"
"یہ تو پھر لے سونے سلسلے میں پہننے کی بات ہے۔ کبھی کسی سے پتہ نہیں
کہ یہ رکھتے۔" میں نے کہہ دیا۔

"لیکن جہاں تک دھن ہے اس کا ساتھ ہے تو اب بھی ایک طرح سے میں ہوں گا ایک

کہ مدد کے مطلوب ہیں۔ میں ایک بار ایک پائل سے ایک لاکھ روپے لے کر تہذیبی مرکز کے وقت تک لوگوں نے دھوکے سے لکھ دیا کہ مجھے سرے کیل جی مار کر لگے ہے۔ وہی کہہ رہا اور مدد لے لیتا۔ اس کو میں نے یہ بتا دیا کہ اس نے صرف ایک لاکھ لے لئے ہیں، یہ صرفی اختیار کی ہر کئی لاکھ لے گا۔ یہ کی کمال بات نہیں۔ قیمت یہ ہے کہ قسری جہنم کی۔ ہر اس نے جتنے ہوتے جتنا۔ دیکھو اب تم مجھے ایک لاکھ کے مطلوب ہو گئے ہو کہ یہ رقم قسری ہے روٹی اور یہ احتیاج سے خلق ہوئی ہے۔ ہر مل لب تم میرا ساتھ چھوڑنے کا خیال بھی نہ میں نہ لانا۔ میں نے قسریہ بھی کھانسی کے ہر قسریہ بوجہ کھلا رکھے ہیں۔ میں نے اس کی بدولت تو اپنی زندگی ایل میں ہی گزار دی ہے۔ ہاتھ پٹا۔ اس نے اس لئے جنگی بھی کر دیا۔ دوسرے پہلے میں کسی بات پر مدد کر کہہ چکا تھا کہ یہ دھوکہ مجھے جس کی بات نہیں اور میں اب انہیں رٹ کر کے کیل فریڈم نام کر رہا ہوں۔

میں لب بھی کی کہنا کی چلتا ہوا کہ تم نے یہ سیدھے انسان ہو۔ اور اس جیسے شاعر اور کہ قسری ملاقات میرا تھا۔ شہر اس کی خوش قسمتی کی دلیل ہے۔ میں نے کہا۔ "میں نے کہا۔ یہ ایک میں گورا ہو گا کہ قسریہ لہجہ سے مدد چھینا جاتا۔ اصل میں اس کی چل بھی ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا۔ میں نے اس کے لئے ذمہ دار رکھنے کی فرس۔"

اس کی پڑائی و پڑائی ہے۔ میں نے کہا۔ یہ بھی قیمت تھا کہ وہ آرم زین ہے اور مدد کے لئے تو تیار ہو گیا تھا۔ "سنا ہے۔" پھر لے کر وہ اس نے کہا ہے جو کہ مگر تم یہ مل رہی ہو کہ میں کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ اس سے بہتر زندگی کی دیکھ کر چاہتی ہوں جس میں قسریہ بھی لانا ہے اور میرا بھی۔ میں نے ایک ایک لاکھ اور دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرم تم اب تک اس غیر ملکی اور قسریہ انداز سے زندگی گزارتے ہو گے؟ اب تک طلبہ و ہراس اور انہیں سے لیتے ہو گے؟ ابھی میں نے کہا تھا کہ میں نے اس کا جسم میں جس میں بھی کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ انسان تمام عمر جیاتی میں رہتا۔ ہر طرف تم اپنے کسی جسم سے غور نہ ہو اور لانا پڑتا تو وہ کمر و دھوا کے مصیبت میں ہی رہ سکتا ہے کہ خلق ہو جاتا تو کیا میں نہیں جانتا کہ اب بھی قسریہ کی ذمہ داری طرح ہوتی رہے گی؟ میں نے اس طرح انہیں یہ ملو جانا رہے گا اور قسریہ انہیں ایک لاکھ روپیہ میں سے کہیں تم سے حساب دیا کرتے ہیں تھے۔"

"یہ سارے ظلمات تو جانتے ہیں ہر طرف انسان کو کسی طرح زندگی گزارنا پڑا ہوئی ہے اور ظلمات سے ڈکھائی بھی مل رہی ہے۔ ابھی کہا تھا کہ میں نے انسان دیکھا

جی کسی گاڑی سے اگر مر جاتا ہے۔ وہ نہیں کرتے یا آٹھویں کے حادثوں میں کتنے انسان ہینے ہیں۔ موت تو ایک دن آتی ہے۔" چوتھے نے قسریہ کی بات

"اختلاف کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کے سب قسری طرح سمجھتے ہیں تو اب چور واکو اور کال میں نہیں کہ موت تو ایک دن آتی ہے یہ کہنا نہ ہی ہر کے ہمارا۔ گالیوں لگتی ہیں یہ ہر دن کے غلوں کے لئے الزام ہے۔ سکون اور یہ غلوں کے لئے نہیں سمجھتے ہیں کیا یہ سب پاگل ہیں؟ حادثوں میں مر جاتا اور ہاتھ ہے۔ لیکن حادثے کی موت میں بھی انسان کی موت اور کتنے کی موت میں ایک تو ملتا ہے۔ اب یہ ہے کہ حادثاتی طور پر مر جائیں لیکن کیل تو کہہ کر انہیں قسری میں دے دیا میں اپنی زندگی تو ہو رہی کہ کا ذکر اجرام سے کہہ کر کیل تو یہ ہے کہ اب کی موت کا وہ کہہ یہ کہ ایک موت بھی انسانی ضرورت ہے لیکن میں اس کا اس سے باخبر ہوں۔ اب یہ کہ ابی وقت ایسا ضرورت ہے کہ اب میں بھی باخبر ہوں۔ ابی کی لیکن اس وقت شاید باخبر ہو جائی ہو اور میں مجھے بھی دیکھ کر کہنے والا کوئی نہ لے۔"

"تو پھر تو کسی اور چاہتی کیا ہو؟ اگر ہاں اگر تو پھر کی بات ہے سوچ کر ابی دل لانا چاہتا ہے۔" چلتا ہوا ہے۔

میرا ایک رفا ہے ابی پورا ہے کہ ہے۔ میں نے سر ہٹا کر دیکھ لے میں کہا تھا کہ ابی۔ میں نے کہا۔ میں نے اس میں ہوش نہ لائے کہ میں نے ابی نہیں اتالی کہ اسے معلوم ہو گئے کہ ابی باخبری موت کا رفا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اسے ہر اعتبار سے ایک حاکم انسانی بنا چاہتی ہوں۔ مجھے ان میں توجہ ہے کہ میں سے پہلے سے وہ کہی اور قسری میں عقل کر رہا۔ اس کے نام آج اور قسریہ کے لئے ابی گورنر مقرر ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی قیمت اور طاقت کے لئے تم جیسے ابی و قسری ضرورت ہو گی۔ یہ بھی ہے کہ ابی ایک خاص جگہ پر قیمت ہے اور میں مل سے ابی گورنری میں اس کی بدولت کہہ ابی ابی کی طرح قسری اور موت سے ابی قسری کا سارا نظام اس میں قسری کر رہا۔ میں نے کہا۔ یہ ہے؟ اس مقدمہ نے لے میں میں قسری دیکھ کر ہے کہ میں تم لوگوں کو اپنی لہجہ میں کہہ رہی اور قسریہ کے لئے قسری قسری۔ پھر میں کسی طرح قسری اور سکون ملائے میں ہار لے رہا کی۔ ابی ابی قسریہ لے رہا ہے۔ جب قسریہ کے لئے میں لب باخبر رہا ہوں کہ ابی سے چھ لے لیا اور اصل قیمت ان چیزوں کی نہیں ہے بلکہ بات تو یہ ہے کہ ابی ابی قسریہ قسریہ دیکھ کر۔ میں نے قسریہ لوگوں سے لے لے بھولے اور قسریہ ابی میں ابی دیکھ کر کے لئے میں چاہتا ہوں کہ کیل و قسری لے میں میں ابی ابی لے کر کے اور ابی مرضی سے ہار گئے۔ کیل تم پر غم پڑے وہاں میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی ویب سائٹ
یہ وہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام ہے جس کا یہ ہے
ہم خاص کیسے ہیں :-

۱۰۔ ہر ایک نیک و نیکو امر کیلئے دروازہ کھلا رہتا ہے۔
۱۱۔ نیک و نیکو سے پہلے ہی نیک کا یہ نکتہ پرچہ ہے۔
۱۲۔ ہر ایک نیک و نیکو کے ساتھ
۱۳۔ ہر ایک نیک و نیکو کی حیثیت اور اچھے پر نیک کے
۱۴۔ ساتھ ساتھ ہے۔

ہر قسم کی تعلیم کی سبب سے ہر قسم کی
 ہر قسم کی تعلیم کی سبب سے ہر قسم کی
 ہر قسم کی تعلیم کی سبب سے ہر قسم کی
 ہر قسم کی تعلیم کی سبب سے ہر قسم کی

We Are Anti Waiting WebSite

۱۰۔ وہ سائنٹسٹ تھاں پر لکھا ہے پورٹ سے مکمل! کوئی سائنٹسٹس جی

۷۔ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ اور چاہے کسی غمزدہ کی شہسوار کی سائے پر ہتھیں اور یہ نکلے گا کہ یہ

ایک دولت و حزب و قریب مائت کا ایک دیکھنا مستحق گرفتار ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Facebook [@campuscrisis](#)



החלטתו של בית דין זה היא סופית.

قسماری مرضی ہے کہ صحتوں کی یہ راہ اختیار کر کے دوسری دنیا میں ماں کے سامنے حرم
پہنچ جائے آدم و ہما ن کی زندگی گزارا بطور بے غیرت عطا۔

آخر میں دو اہم باتیں اور بتاتی چلوں۔ میں نے اپنی جس حج پر بھی کا ذکر کیا ہے وہ پونا میں تیسارے مکھن ہی میں موجود ہے۔ بارغ میں فوارے کے لئے جو چھوٹا سا آلاب بنایا گیا ہے اسے جن بوجھ کر ادھورا چھوڑ دیا گیا ہے اور اس میں پانی پانپالنے کا بندوبست بھی نہیں کیا گیا۔ اس میں گئے ہوئے فوارے کو گھما کر لکھو گے تو نیچے ایک خانہ نظر آئے گا۔ اس میں وہ سوکھ سرجود ہے جسے دبانے سے نیچے موجود فلاوی چادر سرک جائے گی اور واٹر پروف تجوری نظر آئے گئے گی۔



پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کے قتل کیس پر

جسم خاکی کیوں نہیں ہے۔

ہائی کورٹ کی فیصلہ نامکمل
سرکاری ٹیک آؤٹ پر پڑھنے
کی سبب موت
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی تین مختلف
سائٹز پر اپنی ویڈیو ڈنگ
تیار کی۔ ان کی ویڈیو ڈنگ
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی تین مختلف
سائٹز پر اپنی ویڈیو ڈنگ
تیار کی۔ ان کی ویڈیو ڈنگ
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی تین مختلف
سائٹز پر اپنی ویڈیو ڈنگ
تیار کی۔ ان کی ویڈیو ڈنگ

We Are Anti Waiting WebSite

واحد سب سائٹ جہاں ہر کتاب فوراً سے ملے گی اور کوئی پانی ہے
ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تشریف فرما کریں
ڈاؤن لوڈنگ کے لئے نہیں اور پانے کی ضرورت نہیں ہمارے سائٹ پر آئیے اور ایک نکتہ سے کتاب
ڈاؤن لوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک ویڈیو منتقل کر لیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Facebook Pa.com/paksociety



پٹنے کا موقع دینے بغیر ہڑپ کر سکتا ہے۔ ان مگر مچھوں پر غائب آتا ہے تو بائیں برادر فاصلہ ملے
کرتے وقت بھی آنکھیں کھلی رکھو اور جذباتیت کا غلبہ اپنے دل سے نکال دو۔
ہب میں نے اس غار میں پر عمل کرتے ہوئے سوچا تو مجھے دہانہ سے ایسی کچھ دیر پہلے
کی شکل پڑی ہے جو ان کی محسوس ہوئی۔ آخر میں یوں مسر تھا کہ کمال چنا چاہتا تھا اور کیا
کرتا چاہتا تھا؟ میں نے سوچا مجھے کوئی مانعہ عمل بنا کر چلنا چاہئے اور اس کے لئے وقت
درکار تھا۔ اس دوران ہونا سے رہت رہنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اور ہی دوران کسی
غیر سے اگر جد از جد رہنے کے دشمنوں پر بھی ہاتھ ڈال چا سکتا تو اور بھی بہتر تھا۔
ان سے نکلنے کے بعد ہر حال میں رہنے کی طرف سے بے فکر ہو کر نہیں جا سکتا تھا
اور اس کے لئے ہر حال میرے دل میں نرم گوشہ موجود تھا، خود میں کتنا ہی غیر جدائی ہو کر
سوچتا۔ اسے میں تم الاکرم نامی اور لا سروس کی مسودہ موت میں گرفتار چھوڑ رہا تھا
میں چاہتا تھا۔
اس فیصلے پر پہنچنے کے بعد میں نے اپنے آپ کو بے حد پر سکون اور پر اعتماد محسوس
کیا۔ حتیٰ کہ اسٹوڈیو میں پہنچنے کے بعد دوسرے کو کھانے کے وقت میں جب روپ سے میری
دوہرا ملاقات ہوئی اور ہم پورڈکشن کے دوسرے آدمیوں کی ساتھ ڈور سٹائے کے لئے
پہنچے تو میرا موڈ اس حد تک خوشگوار ہو چکا تھا کہ میں نے، نہیں کئی طیفی بھی بنائے۔
کسی کو نہیں معلوم تھا کہ میں نے کتنے ہی تک شعوں کو بنی کے بشارتیں دہا کر دیا
ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ میرا ایک نہ جنم شروع ہو گیا ہے۔ ایک اصداغ شدہ ہنر، جس میں
میں اپنی بہت سی خامیوں اور فطری حصار پر غائب آپکا ٹھایا پھر میری شخصیت پر ایک اور
نی شخصیت کا خوب چڑھ چکا تھا۔ پرانا منصوبہ اس میں مقید ہو چکا تھا اور اس کی سلیبی مدح کا
دعواں اندر ہی اندر میں کھا رہا تھا، شعلے طاقت پکڑ رہے تھے اور آپ کا ایک سنڈر تخلیق
کر رہے تھے جو ایک حقیر سے کورہ جہل میں بدل گیا۔
روپا میری تخلیق پر سب سے زیادہ خوش تھی۔ بات بات پر ہنس سے اس کی آنکھوں
میں پانی آئے گا تھا۔ میری صبح کی گفتگو کو غالباً اس نے میری توجہ کی کسی ناہت
جذباتی تغیر کا مظاہرہ سمجھ کر بعد دیا تھا اور پہلے سے تعلق خاطر کی فضا میں مگرمگرم
سائیں پیسے کی کوشش کر رہی تھی۔
اسٹوڈیو سے واپسی پر ہمیں کافی تاخیر ہو گئی۔ کشمیر میں پکڑ کر گئے تھے چند مناظر میں
رہا کا ڈنگ کا کام باقی تھا وہ کچھ طویل سمجھ گیا۔ اور ہم ٹائٹ شفٹ کے ختام سے روا
پہلے مارے ہار بچے کے قریب اسٹوڈیو کے ریکارڈنگ روم سے نکلے۔
کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے سے پہلے میں نے لیور دیا کہ کنورٹر نہیں شیور بیٹ کی
نیوز کی چمت کھول دی۔ حالانکہ موسم میں بھی نکلی تھی۔

"تسے کیوں گھبرا رہا تھا؟" وہ اپنے غیر ارادی سے انداز میں اسے تھرا رہے سے ہوتے کو بڑھاتے سے جسم کے گرد پیٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے سرور کی گئی۔"

"کوئی بات نہیں" میں نے کہیں میں چابی گھومتے ہوئے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ "تمہاری گاڑی کے تو گھر واپس آنا ہی نہیں ہوتا اور برتنوں کے پورے موجود رہتے ہیں۔ کسی صورت سے ٹھیکے کے سے دیکھ کر اس کی بات ہے۔" سرور کی ہانک لی کہ وہ بھی نہیں۔ یہ سبھی ہے شملہ "سرور کی یہ سبھی تو نہیں۔"

گاڑی گیٹ سے نکل کر پرائیویٹ روڈ عبور کر کے بڑی سڑک پر آئی تو دیکھنے لگوں، طرح بظاہر میں ہاتھ دے لے لے "دیکھتے تھے کوئی کوئی مقصد ہے ضرور" چھت کھول رہے تھے۔ "میرے ہاتھ دے لے لے" چند سے بعد اس نے مضافاتی سڑک پر ادھر ادھر نظر ڈالنے ہوئے کہا۔

"ہاں!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ جیسے تمہاری جان کی بات ہے انہیں راہ چلتے بھی تمہاری شناخت میں دشواری پیش نہ آئے۔" میری دلچسپی کہ یہ قصہ جلد از جلد ختم ہو۔ چوتھے ہی گاڑی میں آکر کب تک چارے رہے گا؟

"مگر اب تمہاری کوشش یہ ہے کہ وہ لوگ مجھے دیکھیں اور جلد از جلد یہ قصہ پاک ہو تاکہ تمہاری چارہ چھوٹے؟" اس نے مجھ کی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے نہیں گھبراہٹ اس کا یہ انداز و فاری کا کمال تھا یا حقیقت کا مطلب "نہیں۔" میں نے قدرے تڑپ سے کہا۔ "میری کوشش ہے کہ وہ لوگ جلد از جلد ان کیس دیکھ کر سسے آئیں تاکہ میں جلد از جلد ان کا قصہ پاک کروں۔" غری لفظ رتے وقت نہ جانے کیوں میرے دانت بھیج کر رہ گئے۔

"اور منصور! تم یکایک کتنے بدلے بدلے گئے ہو اپنی عمر سے کچھ بڑے بھی۔" میں نے حیرت بھری آواز میں کہا اس کی طرف دیکھا وہ قدرے پھلکی پھلکی آنکھوں سے طرف دیکھ رہی تھی۔ اس عالم میں وہ بہت مصروف اگھالی دیکھنے لگی تھی۔ میں نے اس کی کوشش کی تاکہ میرے جیروں کے سنے ہوئے عضلات معمول پر آجائیں۔ میری ش عابا "کامیاب رہی۔ کیونکہ میں نے روپ کو اطمینان کی ایک گہری سانس پیتے سنا۔ چہرہ اس وقت تک تاریکی کی را میں اچکا تھا۔ کیونکہ ہم ایک لیکچرک پول کی مدد سے مانی سے نکل چکے تھے۔ اور دوسرے کی مدد سے کی حدود میں داخل ہوتے دے

ایک لمحے کی تاریکی گزر جانے کے بعد میں نے دیکھا وہاں کی طرف دیکھا۔ وہ اب سے ٹھیک لگائے بیٹھی تھی اور اس کے کچھ سیاہ بال دور تک ہوا میں مڑا رہے تھے۔ مسلسل پھر پڑا ہٹ سے نکل کر اس نے انہیں سمیٹ کر جوڑا بنا دیا۔ میں کن

نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور میرے خیال میں وہ ہرگز میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی مگر نہ جانتے کیونکہ اس نے میری دیکھ گمانی کو محسوس کر لیا اور دھیرے سے بولی۔ "اگے چورہا آ رہا ہے اور وہاں سے اس وقت دور کے رنگ گزرتے ہیں۔" اگر مرناسی ہے تو کسی اچھی سی چیز سے لکھا کر دیکھو۔ دور کے رنگ سے لکھا کر مرناسی تو نہایت غیر روایتی حرکت ہو گی۔"

میں مختار ہو کر ڈرائیو کرنے لگا۔

ن رت لگے اس کے کئی دنوں بعد تک کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ اب مجھے اتنا ہٹ سی ہونے لگی۔ اس سے پہلے مجھے رہنے کے ساتھ رہتے ہوئے شب روز کی یکسانیت کا اس بری طرح احساس نہیں ہوا تھا اس دور کوئی آؤٹ ڈور شوٹنگ بھی نہیں سنی تھی کہ کچھ تبدیلی کا احساس ہو سکے۔

ایک روز ہم اسٹوڈیو سے واپس آئے تو ہال میں ٹیلی فون کے پس رکھی ہوئی پیغامات کی کتاب میں علامہ کا نوٹ کیا ہوا ایک پیغام نظر آیا جو ضروری پیغامات کے خانے میں تھا۔ "چار بج کر تیس منٹ پر کنوڑ میسوری آف میاں کا فون آیا تھا وہ سسٹنڈر ہوٹل ڈی لکس سویٹ نمبر چار سو دس میں گھرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ جیسے ہی آپ ہمیں انہیں فون کر لیں۔"

"پیغام دین کی علامہ کا نوٹ کیا ہوا تھا اور وہ جا چکی تھی۔ دیکھتے ہائی پیغامات پر مگر سرور کی نظر ڈال اور کہا۔ "میں کپڑے بدل لوں پھر دیکھتے ہیں یہ کنوڑ میسوری آف میاں کون ذات شریف ہیں۔"

یہ ہمارا معمول تھا کہ اسٹوڈیو سے واپس پر اپنی ہونے کے بعد پہلے ہال میں بیٹھ کر چائے پیتے تھے۔ اس دور میں روپ ضروری ٹیلی فون کرتی تھی۔ میں تازہ دم ہو کر بیٹھ گیا تو رہا مجھ سے پہلے ہال میں پہنچ چکی تھی۔ وہ فون کے قریب ایسی چیز پر بیٹھی تھی اور اس کے سامنے پانی پر چائے رکھی تھی۔ وہ گود میں کچھ کاغذات رکھے انہیں اسٹ پٹ کر دیکھ رہی تھی۔ "ایک تو اس خیال کی پٹی سے بھی تک مجھے نئے معاہدوں کی فائل ہی بنا کر نہیں دی۔" وہ ایک نظر میری طرف دیکھ کر ہڑبائی۔ "مجھے تو بیک میٹری رکھنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔"

"تمہیں اس نام لکھ میٹری کو رکھنے کا اب تک کیا فائدہ ہو ہے۔" میں نے اپنے لیے یہ بات دیکھ کر مچکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ دوسری ایسی چیز پر بیٹھ گیا۔ اس نے کاغذات سمیٹ کر پانی پر رکھے اور ایک نظر میری طرف دیکھ کر چائے کی ٹرے اپنی طرف کھینکے ہوئے کہا۔ "یہ تو کوئی میرے دس سے پانچ ہے۔"

چائے پینے کے بعد میں نے کپ پانی پر رکھا تو وہاں ہوں۔

"برا فون کر کے دیکھو تو مہی یہ کنور میسوری کون ہے وہ کیا چاہتا ہے میں نے تو اس سے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا۔"

میں نے ڈائریکٹری میں اسسٹنڈنٹ کا نمبر دیکھا اور سوئٹ نمبر چار سو اس سے رابطہ قائم کیا۔ ایک کنور میسوری مردانہ آواز نے یہو کہنے ہی پوچھا۔ "آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟"

"کنور میسوری سے۔" میں نے پروکار لہجے میں کہا۔

"آپ کا اسم کئی؟" دوسری طرف ہونے والا کچھ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"میں میڈم روپا کا منیجر ہوں۔۔۔ میرے طویل میں آپ کے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہے۔" آپ کی تقریب؟ میں نے پوچھا۔

"میں کنور میسوری کا سیکرٹری ہوں۔ میں ابھی اس سے آپ کی بات کرتا ہوں۔ ایک منٹ ہولڈ کیجئے۔" میں نے اس کے ساتھ میں دیا وہ سا جوش محسوس کیا۔ دوسری طرف نکوت چھا گیا۔ پھر غصے فاصلے پر بیٹھے کوئی درد نہ کھلا اور بند ہوا۔ چند سگے بعد ایک بھاری ہر کم توڑا بھری۔

"ہیلو۔۔۔ مسٹر منیجر! کنور میسوری نے میری کسی تعارف اور تمہید کے گد۔

"دیکھی یہ ممکن نہیں کہ میڈم روپا سے میری براہ راست بات ہو سکے؟"

"جیس کنور میسوری! میں نے یہ گھڑی سے کہا۔" آپ کا مقصد معلوم ہونے بغیر یہ

نہیں ہے۔"

"ایک بہت بڑی فلم کا سلسلہ ہے جسے ہم اپنی فلم مار والوں کے اشتراک سے بنانا کر رہے ہیں۔ اس میں میڈم روپا کو کاسٹ کرنے کی بات گئی ہے۔ یہ تو غیر بڑائی معاد۔ ہماری اصل دلچسپی ایک دوسرے پر وجہات میں ہے جو بین الاقوامی نوعیت کا ہے۔ ہم میں بعض مصنفین کی بناء پر میڈم روپا کو پارٹنر شپ تفر کرتا چاہتے ہیں۔" کنور میسوری نے بتایا۔

"چند سیکنڈ ہولڈ کیجئے میں میڈم سے بات کرتا ہوں۔" میں نے ریسیور پر ہاتھ رکھتے ہوئے کونکھ ماری اور وہ بھی کونڈ میں اسے بتایا کہ کنور میسوری کیا کہہ رہا ہے۔

"میں بات کر کے دیکھ چکا ہوں۔" روپا نے سرکوشی میں کہا۔ "وہیے تو بھی سنتے ہیں نے لیکن فون کے اسٹینڈنٹس کی طرف اشارہ کیا۔ اس قسم کی ایک اسٹینڈنٹس روپا بگاہ میں تھی اور دوسری اسی سیٹ کے قریب روپا نے ہال ہی میں رکھوائی تھی کیونکہ فرما سے گفتگو کرتے وقت وہ کبھی شرارتا۔" وہ کبھی مصیبت مجھے سنوائی تھی۔ میں ان کا ریسیور ٹھاچکا تو روپا نے یہو کیا۔

گڈ ایوننگ میڈم! کنور کا لہجہ پہلے سے بیان شائستہ ہو گیا۔

"مجھے کنور میسوری اب میاں کہتے ہیں۔۔۔ شاید آپ نے کبھی میرا نام نہ سنا ہو۔"

"جی ہاں" قدرے ثابت کے بعد وہ بڑے صاف گوئی سے کہا۔ میں نے ابھی نہیں سنا۔

"پڑا فوسن نام اس سے۔۔۔ خدمت کا تعلق میاں کی بڑی میرٹین لیس سے ہے۔۔۔ بہر حال اسے چھوڑیے۔" سے کنور کنور کی خاطر رہنے کا حیلہ کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ فیملی کا واحد ورثہ ہونے کی بناء پر میں نے کھن خانہ کی بات پر غصہ کر کے بند جانے کی بجائے ہاتھ پاؤں پدے کی کوشش کی ہے۔ پچھلے ایک سال سے میں نے ایک بڑے لا مقاصد قسم کا تجارتی ادارہ بنا رکھا ہے۔ کوئی منٹ فار پوریشن کے نام سے کیسینڈ، ٹیکسٹ بائنگ کالنگ، میمو میں اس کے دفاتر ہیں۔ حال ہی میں فیسٹری کو بھی میں نے اپنے تجارتی منصوبوں میں شامل کیا ہے اور جی ایم نمبر کے ساتھ اسٹریک کا معاہدہ کیا ہے۔ انہوں نے جیس پیسے تو صرف ہندوستان کی مارکیٹ کے لئے ایک بڑی کاسٹ کی فلم کا منصوبہ کیا ہے۔ اس کے بعد بین الاقوامی مارکیٹ کے لئے ایک وقت چار فلموں کا پلان تیار کیا ہے۔ وہ سالہ لینے کے لئے ایک سے کو خاموش ہو۔

"توہ دار! آپ کو اپنی مستقل شمار چھتا ہے۔ ہندوستانی فلم کے لئے تو ہم آپ کا اہل موضوعہ اس کے ہو۔ آپ طلب کریں گی۔" اس نے بات چاروں لکھتے ہوئے کہا۔ "ابنت بین الاقوامی فلموں میں ہم آپ سے پارٹنر شپ کرنا چاہیں گے۔ آپ چاہیں تو مع نقصان میں شریک ہوں یا کچھ سرمے لے لیں۔۔۔ ویسے ہمارے منصوبوں کے بارے میں آپ جانتا ہوں کچھ نہ کچھ تو اخباروں میں پڑھ ہی چکی ہوں گی۔"

ڈیو میں تو روپا بو آئی تھی نہیں تھی۔ ایسے موقعوں پر اس کا عصب فلمی عورت کی روایت کے خلاف ہو کر تھا۔ "جی نہیں۔" اس نے بدتمیز کہا۔ "میں غیبا و میرو پڑھتی ہی بہت کم ہوں۔ ہم جیسے لوگوں کے بارے میں میں جانے کا کچھ سمجھا ہوتا ہے۔ حواہ کو ہ پڑھ کر دیکھتا ہے۔ ویسے جتنا میں پڑھتی ہوں اس میں بھی اس قسم کی کوئی خبر نظر سے نہیں گزرتی۔"

"اور خیر۔" کنور میسوری نے ایک گہری سانس لی۔ "مجھے موس سے کہہ آپ دارے بارے میں کچھ بھی نہیں چاہتیں۔ بہر حال اس سے فون فرقی نہیں پڑتا۔ یہی کے میرے موجودہ دورے کا سب سے اہم مقصد آپ سے معاہدات طے کرنا ہی ہے میں جد از جد آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

روپا نے ایک لمحے توقف کیا پھر نصیحت مناسبت سے یوں۔ "میں اپنی نیک بھری سے اپنی مصروفیات کا ٹیڈل معذور کرنے کے بعد ہی آپ کو کوئی وقت دے سکتی ہوں اور پھر میں اس وقت موجود نہیں ہوں۔"

”تیس بیس مجھے کون لگتی تو ب ضرور دیکھتے۔ میرا یہاں تو یہ صرف تین تھام تک کا ہے۔“ کٹوہ میسوری نے سچے میں ایک دقار ”میرا اتنا تھی۔“ کل تھام مجھے ہر حال میں بند کی پرو پکٹل ہے میں ٹپ کا دیا وہ وقت نہیں ہوں گا۔“

”اچھا ٹھہریے۔۔۔ میں اپنی ذہنی چو کچھ بتاتی ہوں۔“ روپے متغذیب مجھے میں لکھ اور ریسر پر ہاتھ رکھ کر سو یہ نظروں سے میری طرف دیکھ۔۔۔ میں نے اشارہ دیا کہ وہ مہلات کا وقت رہے۔

[illegible]

”مگر یہ عہد منقطع ہو گیا، لیکن یہ آپ واقعی صبح اٹنی جلد ہی تیار ہو جاتی ہیں؟“

”جی ہاں! کیونکہ میں شام تک کے لئے بھی رات کا وقت نہیں دیتی۔“ وہاں سے ٹھہرے
ٹھہرے لمبے میں گھر۔

”السی نے کئے ہاتھ میں نے صرف اپنے میں فروغ کے ہیں۔ راتیں بے ہن قرار
میں رکھی ہیں۔“

”بہت خوب بہت خوب میڈم!“ کہہ میسوری کا لہجہ کچھ خوشندانہ سا ہو گیا۔ ”مجھے
 کسی نے بتایا تھا اور ٹھیک ہی بتایا تھا کہ آپ درستی قلمی عورتوں سے بہت مختلف ہیں۔
 آپ سے ملاقات یقیناً میرے لیے یہ جو شگوار تجربہ ہو گی۔“

”شاید۔“ روپا نے حلقہ کئے میں کہا۔ ”خدا حافظ“ اس نے ریپیور رکھ دیا لیکن
 دوسری طرف سے میں نے کئی سینکڑے بعد سلسلہ متقطع ہونے کی آواز سنی۔۔۔ تب میں نے
 بھی ریپیور رکھ دیا۔ مگر اپنی ”مرا کر سی پر جا بیٹھی تھی اور ٹانگ پر ٹانگ رکھے صبر
 کرتے ایک پارہ ۱۲ رہی تھی۔“

”یاد رہے ملاقات کے نئے وقت دیے مگر تم بہت ہنسی رہی تھیں؟“ میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”انہیں میں پڑھائی تھی مصور“ اس سے باتوں و مرمریں اور مخرومیں تھیں۔ ایک
سرگ میں پھرتے ہوئے کہا۔ ”میں نے آج تک کوئی ایسا میاں نہیں دیکھا جو میسوری
کی طرح اتنی صاف رہا ہو۔“

"مگر ہے اس۔ بندو تھان ہی میں پرورش پائی ہو۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔

دیسے بھی امیر، میں شمار ہونے والے لوگ "عمو" غنی بنی زبانوں پر عہد
 "بہر حال ہمیں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔" رنپا نے کہا۔ "وہے گی، غریبوں کے
 سر پر بڑھانے کے لئے عجیب عجیب روپ دھار لیتے ہیں۔ کوئی موربہ گا جس کی پام
 کسی وجہ سے مارا ہے گا ورنہ بن بیٹھا ہے اور کوئی کسی ایسے بڑے بھروسہ مخلص
 کر۔" "جانا ہے جس کی شائیں پوری دیا میں بھیجی ہوئی ہیں۔ بعد میں پتہ چلا ہے۔
 موصوف کسی ہفتوں کے ساتھ آئے ہیں جو حال ہی میں وہیں ہیں ایکٹر مین جھوڑ کر مرا ہے
 اور یہ اس زمین کو بیچ کر اس میں دے بیٹ۔ ٹھٹھ کی زندگی ہر کہہ کے اس کی حسرتیں نکال
 رہے ہیں۔ گھر رہا لو سے تم و قصب ہو گا۔"

میں نے اس پر فوراً دیا کہ یہ گزارا بانو کون تھی؟ نام تو کچھ مانوں ملک رہا تھا۔

میں پلیج مجھے کہہ رہی تھی۔

”کونور میسوری کے
مدن کی پردہ پکڑتی ہے ہر پردہ
”اچھا ٹھیک ہے“

کہا۔

بہن

دوسرے ہی لمحے مجھے یاد آگیا کہ گھر، باؤ کون تھی۔ میں نے سات میں سر ہدیہ گزارا
ہوئی تھی۔ میں نے اس کے عروج کا ستارہ چھ ماہ پہلے چکا
تھا۔

”گھر، پانچ تو اس قسم کے ایک بوجھ ان کے چہرے میں کچھ درد میں پھنس گئی تھی۔“ وہ
نے بتایا۔ ”اور تقریباً“ وہ سنا پہلے اس سے شہر کی گلی کر گئی تھی۔ اس کا وہاں تو
در حقیقت اسی وقت سے شروع ہوئے بالآخر یہ شہر یہ وقت اور یہاں پر رہا کہ اس کے حلقے
لے کر ہی جان چھوٹی تھی۔“

”تمہیں کوئی طرح کا پتہ نہیں دے سکتا۔“ میں نے مشورہ کر کہا۔ ”تمہارے پاس
تو کالے جادو سے زیادہ خطرناک علم موجود ہے۔ اسات کو پڑھ لیجے وہ علم“

”وہی علم تو مجھے بے تک پہنچے ہوئے ہے۔ وہ بھی منکر ہے۔“ وہ نے نہیں دیا معلوم
ہوئی لڑکی میں گیسے کیسے جاؤں پڑے ہیں۔ ”سکرین“ ”تھوڑے“ ”موتے“ ”تپ“ اس سے
کیسے زیادہ فکارت؟ وہ پردہ پڑے ہوئے ہیں۔ اسات کو پڑھ کر میں وہ قاب سے جائے
دے۔“

”میں نے اسی لئے تو تمہیں کونور میسوری سے ملاقات کر لینے کا مشورہ دیا تھا کہ وہ
میں جو شہر وہاں نقل جائے۔“ میں نے کہا۔ ”یہ گنگا نہ کہہ کہ شاید یہ کام ہی کا آدمی
تو جس سے ہم نے ملاقات نہیں کی۔“

”مجھے بے اس امر سے کوئی فرق نہیں رہی کہ وہاں ہے کیا جانتا ہے اور نہ ہی
اس بات کی کوئی پروا ہے کہ اس سے مل کر مجھے فائدہ ہو گا یا نقصان۔ اس تم قریب سوچو
رہو تو میں جنوں کے سردار سے بھی ملاقات کے لئے تیار ہوں۔“ اس نے منکر کر
جو یہاں سے لے کر اس کے اور ایک طریق انگڑائی سے گریک خٹ قسم ”بھیا پھوڑو۔“ پھر
ایک جھٹکے سے نکلے ہوئے ہوں۔ ”پہ تو موسیقی بننے کو کی جادو ہے تمہارا ہوا ہے تو تم
میں میرے کمرے میں آ جاؤ۔“

”شکریہ“ میں نے کہا۔ ”اب یہاں والے سے میں تمہارا“ ”بھو بھو موسیقی کے ہی
نیک ہے۔“ وہ میں نے نتیجہ ہوا کہ ایک لمحے کے وقف سے کہ۔ ”دراصل میں آج کل

کچھ نئے پڑھنے کا کام کر رہا ہوں۔“

مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنی ہانگاشیں چاکر تمام لڑکیوں کو دے گی۔ ”خیر کیوں کے
پڑے سمجھنے دے گی۔“ ایک گوشے میں صرف ایک تھوڑا سا بلب روشن رہے گا جس کی پاس
ہی بڑے نامور روشنی میں ہر چیز چلے ہوئے سارے کی طرح نظر نہ کی۔ پھر وہ مختلف طوں
کے آہن میں اس کی اپنی فلمیں بھی شامل ہوں گی۔ ”لہذا“ ”لہذا“ کے ریکارڈ کر موفوں پر گائی
رہے گی اور وہاں مایوس سے یہ ہر ہونے چھت پر نظر گزار کر سنتی رہے گی۔ پھر ہی نئے
پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گی اور یہی کوئی حالت سے چپ ہیں کرا سکتے گی۔ حتی کہ وہ
یہی روشی دوتے عیسے میں سر پھوٹ سوچے گی۔ ”ریکارڈ ختم ہو جانے کے بعد بھی صبح
تک اسی طرح سوئی تلے سر سرائے رہے گا۔“

جی دنوں میں نہ ریا تو تھا اسے موسیقی بننے کے پورے اکثر پڑتے تھے۔ اب ان
میں بہت سی تبدیلی تھی۔ پہلے پانچ کی رفتار تھی بہت کم ہو چکی تھی۔ ”قول اس کے سپنا“
وہ سینے میں بھری ہوئی کمریوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہوئی جا رہی تھی۔

”میں نے اس سے پڑھنے لکھنے کے کور کا در حقیقت بہت ہی ”پا“ تھا وہاں سے جدا ہونے
کے بعد آج کل ایک ہی مشغلہ رہتا ہے جس میں مریض کی طرح نجوم دیتا تھا اور یہ کام تھا
سوچنا۔۔۔ صرف سوچنا۔“

میں گھٹوں پہنے کمرے کی گھڑکی میں کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر کی میں نظریں گاہک سوچنا
رہتا۔ پانچ پانچ تب بھی یہ سوچیں میرے ذہن کی ٹس ٹس میں گھسٹوں کی طرح چھوٹی
رہیں۔ حتی کہ خواب بھی مجھے کچھ مٹے جلتے سے ہی نظر نہ تے میری سوچوں کا عموں بھی
ایک ہی تھا۔ ان جوادہ کیسے بھی بیکار نہ رہوں۔ میں بھٹکا رہتا تھا مگر سوچ کی آج ایک ہی رہتی۔
اس جیسے قطب نما کی سوئی بن گیا تھا۔

سوچ بچار کی ہر ریاضت کے بعد نہیں تھی۔ میں اپنے آپ کو دھت سے سمجھ میں
میں ڈوبا تھا۔ میرے ذہن میں تو بہت دلی سادہ سمجھی ہوئی تھی اور میں دیکھ رہا تھا۔
کہ پھر بہت سچا رہا تھا۔ میں اپنی ات کے لئے جادوئی ستارہ بنا سکتا تھا اپنی تربیت کر رہا
تھا۔ بڑی عموں سے اپنی اسٹیج فرس کا کام ادا دے رہا تھا۔ لیکن بڑی جادو میں
بے حد تھا۔ مجھے بے اس کی صورت میں تھی اس ذلیل ایک لفظ میرے من پر
تھوڑا تھا۔

دوسرے روز ہم ناشتے سے ”تربیا“ فارغ ہو کر ملی بی رہے تھے جب پھل پوریدر
اعلیٰ خان نے ایک خبری ورینٹ ڈرڈ فٹری میں روکا کو پیش کیا۔ میں نے اس گھٹیوں
سے دیکھا۔ سنوں کارڈ پر نہایت نہیں ور واریک حوالہ میں صرف کونور میسوری قلم نہیں
چھپا ہوا تھا۔ کوئی پتہ میں یہاں نہیں دیکھ رہا تھا جس کا ”عمو“ نہایت ام و ہندی

شخصیوں کے گراؤ پر ہوتا ہے۔ صرف اس کا نام کافی سمجھا جاتا ہے۔
 "میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوں اور اپنے دوستوں کے گراؤ پر نظروں کر کافی کاٹھونٹ بھر کر گیا۔"

میں گھڑی میں دیکھا ہوا ہوں میں نے ایک گاہک کا پتہ لگا ہوا تھا۔ اس سے باہر لا نظر نظر آتا تھا اور گاڑیوں۔ اس گھڑی سے گیت دکھائی دیتا تھا۔ میں سے اسحاق جان "گیت کی طرف جاتے تھے۔ اندر آتے وقت وہ گیت کو تار گا کر دیتا تھا۔ تار گانے کے بعد اس نے چوڑے چنگے گیت کے دونوں ہٹ کھوسے ساتھ ہی چلیے سیاہ رنگ کی ایک کینڈلک ہے اور 1 عفریت کی طرح اندر بھل آئی۔ اس کے پیچھے بھی گہرے رنگ کے تھے۔ اور کار کی جو مانیٹر تھے نظر آتی تھی اس طرف کی گھڑیوں میں کھل طور پر پیچھے چمھے ہوئے تھے۔ کار برآمد۔ گتے قریب آ رہی تھی۔ اور برآمد چونکہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا اس لئے میں کار سے اترنے والوں کو بھی نہیں دیکھ سکا۔

میں نے پتہ کر رہا کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کافی شرم کر چکی تھی مگر بدستور اپنی جگہ بیٹھی تھی مجھے اپنی طرف متوجہ کر گھڑی دیکھتے ہوئے ہوں۔ "موجودہ روڈ مسٹر۔ یہ کوئی میسوری وقت کا تو ہوا۔ پانچ معلوم ہوتا ہے۔ یہ صحیح معنی میں ہنس میں ہونے کی مثال ہوتی ہے۔"

"پلو پھر اس سے ملتی ہیں۔۔۔ دیکھیں میں کار میں کیا ہے ٹھٹ باٹ تو ہوتے نظر آ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"سے چند منٹ انتظار کرو۔۔۔ ابھی تو وہ ڈرائنگ روم میں اپنے لئے نشست کا نقاب بھی نہیں کر پیا ہو گا۔" روپ نے ایک جھوٹے سے ہلکے اپ مر میں اپنے چہرے کا جائزہ دیتے ہوئے کہا۔

"انتظار کرنا ابھی میسوں کی ایک اسے دہری ہوئی ہے۔" میں نے گھڑی سانس سے کہا۔

"میسوں کی اسے دہری نہیں۔" اس نے دھڑکی سے منکر ہوتے ہوئے کہا۔ "یہ اپنی میت بڑھنے کا ایک حرم ہوتا ہے۔"

میں ایک کرسی پر بیٹھا تو وہ کچھ رشتے لگی۔ ساتھ ہی بیڑی، پادلی سے وہ کچھ لگا بھی رہی تھی۔ ایک مرتبہ اس نے میری طرف مڑ کر چوں کی بی معصومیت سے چم۔ "میرے پڑے تو مجھے میں نا۔"

میں اسے دیکھتا ہوں کہ اس وقت پہلے پہلے ہامی پھولوں کی رنگوں سانس کی سارھی میں طرف سے پہلے پہلے چاندی سے ریزات میں وہ اس قدر جھوٹا ہوتا رہی۔۔۔ سے اسے یہ ریز چاندی سے تھے اس میں فی ہرے جڑے ہوئے تھے۔ رہا معصوم

پڑھی لکھی تھی، مگر زندگی نے چہاں سے اور بہت کچھ سکھایا تھا۔ اس کا لیلہ بھی غصہ کا در تھا۔ وہ ہمیشہ دوسری عورتوں سے الگ نظر آتی تھی، اور پارسیوں میں میں نے دیکھا تھا کہ وہ سہمی یا ہاں اعتبار سے اپنے سے گئیں بڑی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کچھ عورتوں پر بھی چھائی رہتی تھی۔

میرے تاثرات سے اسے اپنے سول کا جواب مل گیا اور مطمئن ہو کر دوبارہ شمعیں لگی۔ پانچ منٹ بعد اس نے مجھے چمے کا اشارہ کیا اور ہم ڈرائنگ روم کی طرف چل دیے۔ روپ نے ڈرائنگ روم میں داخل ہونے کے بعد پر وہ ایک طرف کھینچا تو میری نظر "میرا سہرا" پر اسٹند اور طویں و عریض ڈرائنگ روم میں بہت ہی صوفے پر پڑے ہر طرف اندر میں بیٹھے ہوئے ایک شخص پر پڑی۔ یہی نظر میں وہ مجھے کوئی سنگوں شہزادہ دکھائی دیا اس کے لیے لیے کھوسے بالوں کی تھیں اس کے کندھوں کو چھو رہی تھیں۔ چپٹی بات تلے پائی تھی ڈھنگی طرز کی مہ چھیں ڈھیلے ڈھیلے تھیں لکھی ہوئی تھیں۔ آنکھوں پر طلائی فریم کی ایک شیشوں والی عینک تھی، چہرہ خاص چوڑا اور برکت تپے ہوئے تھے اسے سے مشابہ تھی۔ دھندلوں پر جیسے گوشت میں گرہیں سی پڑی ہوئی تھیں۔

وہ سفید چمکے سانس نما کسی کپڑے کا چمکے طرز کا بند گتے کا کٹ پٹے ہوئے تھا۔ کٹ کے ساتھ اس نے چوڑی وار پاجامہ پہن رکھا تھا۔ پیروں میں مٹھیں جوئے تھے ہن پر سفید سوئی لگے ہوئے تھے۔ اس کے گلے میں عموئے موئے سبز پتھروں کی مالا تھی اس پتھروں میں بڑی، ہم قسم کی چمک تھی۔

مجموعی طور پر وہ بھاری تھی، توڑ کا ثانی تھا اور کچھ اس انداز سے بیٹھ ہوا تھا جیسے زمانہ قدیم کا کوئی بادشاہ اپنے دیباہوں سے خطاب کرنے لگا ہو۔۔۔ روپ کو دیکھتے ہی وہ اٹھ اور کورنش بجا لے کے سے اندر میں جھٹ کر اس نے گویا اسے خوش آمدید کہا۔ اس کی آنکھوں پر گویا تاریک شیشوں کی عینک تھی ترمیم نے عموں پر کہ یہ دعا کھڑا ہوتے وقت اس نے میری نظروں سے روپ کا سرٹاپ حائرہ یا تھا اور اسی وقت میری نظر ایک اور شخص پر پڑی جو غالباً "جد" اب کے طور پر گھور میسوری سے کافی فاصلے پر ایک اور گویا بیٹھ تھا۔

روپ کو دیکھ کر وہ بھی چھٹی سے اٹھ کھڑا ہو تھا وہ اٹھا "بھائی" میں نے کہا۔ اس کے پیروں کے قریب پڑے کا ایک نہیں رہا تھا یہ شخص نہایت وہ چکا تھا مگر اس کے بارہا ناگئیں اور ناگواری کی انگلیوں غیر معصوم طور پر بھی نہیں۔ اس کے چہرے سے عصبیت کچھ کھینچے سے تھے اور آنکھیں میڈنٹ کی طرح ابھری ہوئی تھیں۔ تاہم اس کے ہال مجھے تھے اور سب سے بڑے ہوئے تھے وہ بہت میں بہت تھا اور ساتھی عہدہ ڈاکٹر خراش رہا۔ اس سے اس کی شخصیت کچھ عصبیت تھوڑی تھی۔ یقیناً "دکھور میسوری" کا یہ بیڑی

تھا۔

تو رات کی ضرورت ہی خطرناک اور سخت جان شخص تھا مجھے معلوم تھا کہ بینک کے
میں روپے چھپی ہوئی اس کی نگہیں روپے کو تم دور مجھے لڑا دیکھ رہی ہیں۔
میں نے اسے بہت سی ہنگامی سے جیب کی طرف ہاتھ پڑھا رہا تھا کہ وہ میسوری بھی گھلت میں
کوئی قدم اٹھانے کا عادی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کا انداز کسی بھاری بھر کم اور بہت
لوہور اور اسے سے مشابہ تھا ہو بڑی قابل سے رہتا ہے مگر جب ہی جاندار کے جسم کے
گرد پٹ جاتا ہی تو چند سیکنڈ میں اس کی ہڈوں چور کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کا انداز
کو برا جیس نہیں تھا جو جلی کی جلی تیزی سے اُستار ہے۔

"نہیں... نہیں... خود آج... برفٹا" اس کی غراہٹ سن کر میرا دل کچھ لوہور تیزی
سے دھڑک اٹھا۔ "ہاتھ اپنی جگہ ماسک رکھو ورنہ یہ جسم سے الگ بھی ہو سکتا ہے اس
ریوانور کی گولی بڑی ظالم ہے اور تو ایک نظر پیچھے بھی دیکھ لو۔"

میں نے گردن ترچھی کر کے دیکھ کتور کا پیکر بڑی ہو گاڑی سے بڑی ہائل نکلتے ہوا
تھا اور اس کے ہاتھ میں بھی ویسا ہی ریوانور تھا جس کا رخ میری گدی کی طرف تھا۔
میںڈک کی آنکھوں سے مشابہ اس کی "نگہیں ہائل ماسک تھیں وہ اس میں بے رحم موت
اپنے خوفناک پر پھیلے ہوئے تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ شخص ایک ریوانور کے اٹھانے سے
وہ عجیب سا شخص کس قدر سفاک نظر بنے لگا تھا۔

"رشی" کتور نے اپنے نام نمایاں پیکر بڑی کو مخاطب کیا۔ "میرا عہدہ کو غیر ضروری دوس
سے سخت دبا رہا۔" میں نے پیچھے دیکھے بغیر محسوس کر لیا کہ وہ عقب میں میرے قریب
پہنچا ہے۔ پھر اس نے استغاثہ کی ہاتھ مجھے اپنی مینٹ کی جیب کی طرف بڑھتا نظر آیا اور
"دوسرے ہی سے میرا مشین ہائل اس کی غیر معمولی طور پر لمبی انگلیوں کی گرفت میں تھا۔

"ہماری عمدہ چیز ہے۔" ساتھ ہی اس کا تسرہ سا ہوا۔ اس کی توجہ کچھ ایسی ہی تھی
جیسے مینڈک کا گلہ بیٹھ گیا ہو۔ مجھے حیرت تھی۔ اس کی شخصیت میں مینڈک سے اتنی
مشابہت کی تھی۔

مشین ہائل اس سے غالباً اپنی جیب میں رکھ یا د کی ہاتھ سے میری دوسری
ہاتھ کی پھینپھو۔ "بغیر اس کی دیکھیں کہ میں ہو سترہ موجود ہیں" پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔
اس نے غالباً کتور میسوری کو کوئی اشارہ کیا کیونکہ وہ ایک ہاتھ میں پریس میں دو
دوسرے میں ریوانور سمجھا لے لگا تھا۔

"چلے دیو! آج رات کے کی طرف اشارہ کیا۔ اس مرتبہ میڈم اس نے
راہ میں سے مارتھا۔

"میں نے جانتا تھا کہ یہ ہے" وہ سڑاؤ دار میں پوچھا۔

"میں نے جانتا تھا کہ یہ ہے" وہ سڑاؤ دار میں پوچھا۔

ہائے کہ پھر ایک ٹھنڈی سانس دے۔ "میکن الیوس کہ میرا معاہدہ کچھ اور ہے۔"

"میں سے ہے تمہارا معاہدہ؟" یہ سوچ میں سے کیا۔

"اوہ... چس... چس..." اس نے گویا کسی لڑکھ پیٹے بچے کو پکارا۔ "لڑتے پہلے!"

ضمیمہ کا سول نہیں کیا کرتے۔ "پھر وہ روپا سے مخاطب ہوا۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ میسور
آز میں قتل کے کثیر مقاصد قسم کا یہ ہونے لگا ہوا ہے۔ یہ کافی خطرناک ہے شخص اس کی
عشرت میں کر رہی ہیں آپ کے ساتھ سے بھی پیٹے سے جل رہی ہوں ورنہ اس کی کو
ضرورت نہیں تھی۔"

اس کے اس تشہیر کی انداز پر بھی میں نے سمجھ لیا۔ یہی رد عمل ظاہر نہیں ہوا
مذمت پر سکول بچے میں کہا۔ "یہ آپ کی لڑائی۔" وہ اپنی دیکھ آپ سے ذمت نہ کر۔
تب بھی میں آپ کے ساتھ چلنے کی خواہش سے روک کر آپ جیسے پردہ کی صحبت رد
روز تو نصب میں ہوتی۔"

ضرورت... ضرور چلو پھر ارا" اس سے عاب مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "جہیں ہم
پاتا ہے کہ کتور میسوری در حقیقت... چیز کا نام۔" پھر ایک فٹ اس کے بچے میں
کر چکی آئی۔ "اب ہاتھ بھی چلو" ساتھ ہی اس نے ریوانور کو حرکت دی۔

اس وقت میرا ارادہ تھا کہ کوئی ہاتھ دکھائیں لیکن ایک تو روپا کی دھج سے وہ روپا میں
پہنچا تو رکتا تھا لیکن اسے تفصیل پہنچنے کا احتمال تھا۔ دوسرے میں نے یہ سوچ کر رہا
تبدیل کر دیا تھا کہ اب ڈار ہاتھ تکی سے ڈسٹر بھی تلاش کر ہی جاوے۔

میرے پھرے پر سوچ مری دیکھ کتور روپا نے نظر پھیرا۔ "اگر گویا صرف آپ پر ہی
تکیہ کرتے ہوئے قدر سے تکی سے کتور کو مخاطب کیا۔ "ویسے تو ہو کون؟"

"میں اس آپ سے کچھ ہنسے ہوئے لوگوں کا فائدہ ہوں۔" آڑے وقت میں اس نے
کام آگاہی۔ ان کے ہتھوڑے موٹے کام جڑ کے سلسلے میں وہ خود بخود اصرار اور جھک
دیتے رہتے ہیں مختصر سے وقت میں انہما دیتا رہا۔ وہ اپنی رہ لیتا ہوں۔ مسافر ہوں آج
یہاں کل رہاں۔" کتور نے خوشگوار سے میں جواب دیا۔

"کرائے کے قائل ہو۔" روپا سے اپنے سے میں حضرات ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں... میں اس سے غلطی دیکھنے سے ڈرتا ہوں۔" اس کا سچا تھوڑا سا ہوا

"یہ۔" اب تم دونوں دروازے کی طرف گھوم جاؤ اور شان بٹال پورچ کی طرف چلو۔" میں

نے اس کی ہدایت پر عمل کیا ایک سے لی پھینچا ہٹ کے بعد روپا بھی میرے ساتھ قدم

ٹھانے لگی۔ رشی روایت سے ہٹ کر ایک طرف لگا ہوا گیا۔ وہ خود ٹاسٹ ہمارے

طرف تھا۔ ہم اس کے قریب پہنچے تو وہ یہ اور کیت کی جیب میں اس طرف رہ کر کہ اس

کی نال کا اچھا نظر رہا۔ میرے ساتھ چلنے لگا۔ کتور میسوری سے پیچھے تھا۔

چوہدری گیت سے دہر بیٹھ تھا اس کے داہنے کنارے میں سوار ہوئے تھیں دیکھ رہے تھے۔
اسی گیت پر بار بار مہرہ تھانہ لہرے پستے رہے تو کچھل میٹ پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس کے
ساتھ ہی رشتی اس کے پاس سے رخ ورنے لگے بیٹھ گیا۔

نور سے مجھے دوسرے دوسرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ میں کچھل ہی جیٹ پر رہے
کے۔ بیٹھ گیا تو نور میری پیٹوں پر رخ ورنے لگا۔ میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ گاڑی کی کچھل
میٹ اتنی کشادہ تھی کہ ہم چاروں بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ گئے تھے۔ حالانکہ ہم میں سے دو
خواتین دو وقت کے ایک میٹ پر بیٹھیں تھیں۔

نور کا اس محسوس کر کے مجھے ایک اور حقیقت کا احساس ہوا۔ ظاہر وہ قہر تھا جس
رہے پہلے شرم کا ہلکا محسوس ہوتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے اور مشورہ تھا
تھی کہ اس کے رونا اور کی بات ہو میں پیٹوں میں بیٹھ رہی تھی۔

ایک صورت حال سے قہر طور پر، تعلق نظر آ رہا تھا۔ اس نے نہ تو پیچھے مڑ کر
دیکھا اور نہ ہی پیچھے پوچھا خاموشی سے گاڑی ٹارٹ کی دہر تھی کہ گیت لے گیا۔ ہر دن
اس پر چڑھنے کے ایک لمحہ دل دہر تھا۔ "نور" یہ کہیں اس گاڑی اس کے قریب سے
نہیں چلی گئی اس نے نہ صرف اس کے گیت صوفی تھا بلکہ کر بودی انداز میں
میں سلام بھی کیا تھا۔ وہ دیکھ ہی نہیں سکتا تھی اور رہے کی پیٹوں پر رہا اور گئے ہوئے
تھا۔

گاڑی پر سکون ہونے کے بعد سے نکلی تھی اور شرم کی بھری ہوا سڑکوں پر لڑنے
پہلے گئی۔

کئی سال کا فاصلہ رہی خاموشی سے طے ہوا۔ دلچسپ میرے دائیں ہاتھ پر رہا گویا
پر نہ کچھل۔ رشتی جو اس کے کندھے سے کندھا جوڑے بیٹھ گیا۔ "نور" کوئی حرکت کی
نہیں۔ "نور" شرم کے بچے... وہ بھی گھٹی رہا تھی کہ میں چلی۔

میری کہانوں میں ایک اور پھر اشارے سے پھر۔ لیکن میں نے اس میں پہلے نہ
اور شرم سے کہنے میں نور سے کہہ۔ "اس کہنے سے کہو کہ پہلے نہ کہوں کہ کہو میں
رہے نہ میں میں حال کا کہ تم دونوں کے پاس رہا اور مودہ ہیں۔ رہنے سے پہلے میں
اس کا سہرا سرور ہال ہوا۔ گا۔

"نور" میں دہر۔ "نور" کے رہے میں پہلے رہے تھے۔ اس نے
نور کے حلقے کو مستراتے ہوئے میری طرف دیکھ۔ اس کی مہذب بھی گھٹوں میں
نور سے متعلق نہیں تھی صرف پہلے پہلے ہونے عجیب سے درمیان میں گھٹا رہا کہ
نور وہی ہو۔ یہ بغیر پہلے بیٹھ گیا۔

نور میں اتنی خاموشی چھ گئی تھی کہ چھ... سوک... ان کی مدد تھی

سر سر ہٹ کے عداوت کوئی تولا رہا نہیں رہے رہی تھی۔

میں کچھل میٹ سے مزید شرم کے بعد جب وہ ایک تنگ دہر بیٹھ گیا تھی اس کی تو وہ
عدالت مجھے اچھی ہی دکھائی دیا۔ تاہم کار سے... یہ انداز ضرور ہو گیا کہ ہم شرم کے کسی
اچھے عدالت میں تھے۔ ہمارے دونوں طرف مٹھوڑ دہرے کی ٹوٹیوں کی نشانیں تھیں۔ ہمیں
یہ دو حقیقت ان ٹوٹیوں کی عقیقی تھی کہ ہمیں دیکھنے کے کوڑا حرکت ہی پہنچ رہا
تھا۔

نور نے ایک سے چاروں طرف ایک ہوا سا چھ بکال کر ڈرا تھوڑی طرف چھال اور اس
نے گئے ہاتھ کر ایک ٹوٹی کا پچھ گیت کھوں دیا۔ یہ ایک خاص کشادہ دہرہ تھی کہ تھی
اس کے عقیقی حصے میں بھی اس تھا۔ تا گیت میں دکھانے کے بعد نور کے چاہوں کا پچھ
ہم میں ڈرا اور ہمیں اندر چلنے کا اشارہ دیا۔ "اب رشتی ہمارے پیچھے تھا اور نور میرے
پاس پر ہاتھ چلا رہا تھا۔ ڈرا تھوڑے چلنے کمال غائب ہو گیا تھا گھاس کے درمیان ایک پتہ
روشن پر چلے ہوئے ہم نور کے اوپری پر مٹی ڈالی اصل غارت تک پہنچے مگر نور کی
درا بدل کے قریب سے گزرا تھا۔ غارت کے ایک کونے پر شیخ سر سٹ ہی کی کشادہ
یڑھیں نکلی جاتی دکھائی دیں۔

ہم یڑھیاں اڑنے کے چاروں طرف مگر شام چھا رہا تھا کوٹھی میں بیٹھا کوئی دی
روح مودہ نہیں تھا۔ یڑھیاں کے احاطہ پر گاڑی کا دور رہا تھا نور نے ایک بار ہاتھ چاہوں
کا گھٹا نکال کر ایک چالی تختہ کی درمیان کھوں کر نور قدم رکھنے ہی پایا ہاتھ بڑھا کر
روح نور سے "نور" سوچ رہا تھا اور ایک تھ خاندان کا ایک منگوا تھا۔

یہ ساریات طووس، عریض، "نور" بالائی حرکت ہی جتنا تھ خاندان تھا۔ اس طرف دہر اور
کے ساتھ سننے اور صرف تھرتے گئے کے کارش است ہوتی تھا۔ میں دہر کے ساتھ چلے
ہوئے تھے۔ یہ پر مختلف مہربان اور ٹائٹ کے دیگر مہربان کے ہوتے پڑے ہیں نظر
آ رہے تھے۔

ایک گوشے میں ایک ساف ستھری "نور" نہیں لگی ہوئی تھی جس پر فیصل بیٹھ رہی
تھیں اور دیگر دھڑکی مہربان بھی موجود تھا۔ میرے گرد چند کرسیاں بھی موجود تھیں۔ انہ
معلوم ہوتا تھا کہ اس تھ خانے کو کون سا اور بہترے طور پر مستحق ہوا تھا۔ ناچت میں
تین لکھے بھی موجود تھے۔ درمیان کے ایک خانہ کھٹ میں ایک لہو سا لوکیا بہت بڑا ایک
بک لگا ہوا تھا جسے "نور" نصاب گوشت کے ساریات دہر پارچے دکھانے کے لئے استعمال
کرتے ہیں۔ پھر اس بک کی موجودگی کی وجہ بھی میری سمجھ میں آگئی۔ گئے کے پڑے پڑے
کار تھ کی قدر کے ساتھ ہی ایک بہت بڑی ہوتے کی نزد اور مختلف اور ان کے ہات
پڑے تھے۔ "نور" ہمال یہ مال بھی تھا جسے تو نے کی ضرورت پڑتی تھی اور اس سے

کے لئے تر دو اس بڑے سے تک میں لٹکا دیا جاتا ہو گا۔

رشی کا سر عقب میں موجود رہا اور کور میز پر جا بیٹھا۔ ریحانہ سب اس لئے میز پر بیٹھا تھا تاہم اب بھی ہماری طرف بھی ہوئی تھی۔ میں "اور وہاں میز سے ہاتھ دور تھوڑے کے سامنے جوں جوں گویا کسی جوڑے کو کسی جھوٹے انعام میں گرفتار کر کے بھاگنے والے کے سامنے پیش کیا گیا ہو۔" رشی اس چابی کی طرح اٹھارے عقب میں تہ کھڑا تھا جس نے یہ کارنامہ انجام دیا ہو۔

میں نے کارتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تو تم دکھاؤ گے کہ لئے کوئی کاروبار بھی کرتے ہو؟"

"رے نہیں۔" میں نے گویا کسی اور خیال سے چونک کر تھوڑے آرام سے بیٹھنے ہوئے کہا۔ "یہ تو کسی شریف اور معزز قسم کے بھیکنے تاجر کا گھر اور خطیہ گودام سے جو اپنی نیک کمائی سے اپنے بیوی بچوں کو سائز چیتہ کی میر کرنے گیا ہے۔ ہم اس طرح کی دو تین "کے کے خالی رہے دن محفوظ قسم کی نوٹھیوں کی آگ میں رہتے ہیں اور ان میں اپنا کیمپ لگا بیٹھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ٹینوں سے کب نکلتا ہے۔ اس سے وہ ایک دن پیسے ہی ہم پر پڑا غصہ ہمارے ساتھ سمیٹ کر کوچ کو جاتے ہیں۔ شرمیلی گھبراہٹ سے کسی معرکے سے پہلے میں سراغ لگاتی ہوئی پڑیں اس کو بھی تک پہنچتی ہے تو گھر کے چارے مالک کی پھنسی سے کچھ پتا نہیں ہوتا۔ کب سے؟" وہ درد طلب سے میں بول رہا تھا۔ "بب کا نظارہ کئے بغیر ہمارے طریقے سے ہسے گا۔" اس میں ٹی۔ ڈی۔ بھڑیئے کی غراہٹ سی در آتی۔ اس کے علاوہ کوئی اور سہلی نہ دی۔

"دیسے مجھے اپنے باب تک کے کیسوں میں یہ کیمپ سب سے زیادہ پسند آیا ہے۔ معلوم ہے کیوں؟" اس نے پٹ چنڈھی چندھی ٹیکس خوت "شام" کھوں کو ایک بار بھی جھپکا لیا نہیں تھا۔ "میں اس ایک باب کی وجہ سے۔" اس سے چھت میں لٹکے ہوئے باب سے نوٹھیے "میں ایک کی طرف اشارہ کیا اور اس کے ہونٹوں پر اس کی مخصوص حیوانی میٹکراہٹ ایک بار پھر رنگ آئی۔

"اس ملک کی وجہ سے مجھے باب کی تجربہ کرنے کا موقع ملا۔" اس نے گویا چٹکارے بیٹے ہوئے کہا۔ "وہاں منظر تھا۔۔۔" پہے سابقہ شکار کو جو تھماری ہی طرح بڑی آکر لوں والا آدمی تھا میں نے باب کے کلف سے بہت دباؤ۔ ہاتھ پاؤں باندھے اور اس کا حلقوم اس باب پر لٹکا کر لٹکا دیا۔ پھر ایک سوئی لے کر میں اس کے جسم کے بازو حصوں پر چھوٹنے لگا۔ ہر مرتبہ سوئی چھوٹنے پر وہ ترہاتا تھا اور کب اس کی علق میں ور گھبرا اتر جاتا تھا۔ بڑی دیر میں جا کر کب میں لٹکا ہوا اس کا جسم سناکتا ہو۔"

چند لمبے کی خاموشی کے بعد میں نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور ہرے چھپے کھڑے رشی

سے مخاطب ہو۔ "ابھی تو صرف پانچ بار ہوئے ہیں۔" وکرم کے آنے میں پورے سو گھنٹہ باقی ہے تب تک کیا ہوے یہ جسیں مہماں پر کسی کھڑے رہیں گے؟"

رشی نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔ وہ گویا صرف ادالالت پر عملدرآمد کرنے کی مشین تھا۔ کور میسوری چند لمبے پر خیال نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا پھر اس نے سر پر ہاتھ پھیرا اور دوسرے ہی لمحے وہ مجھے گویا نظر آگیا۔۔۔ پڑے سے بسب کی تیز روشنی میں اس کی چند یا چٹک رہی تھی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ اب تک وہ دگ چھپے ہوئے تھا۔ دگ بپ اس کے ہاتھ میں تھی جسے اس نے بڑی احتیاط سے میز پر رکھ دیا۔ سرگوشی نظر آنے سے اس کی شخصیت کا تاثر بہت بدل چکا تھا۔ وہ کچھ اور زیادہ خوفناک نظر آنے لگا تھا۔ سرور بھی گویا بیٹھے کی طرح گھٹتی ہوئی ور مشہور دکھائی دینے لگی تھی۔

بڑے "سودا سے انداز میں کئی مرتبہ چندیا پر ہاتھ پھیرنے کے بعد وہ ایک بار پھر رشی سے مخاطب ہوئے۔ "ایسا کر کے ہماری سے لوہے کی تار کا وہ لچھا نکال دو" اور اس سوطے کے تو ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک طرف ڈال دو اور اس پر اسٹار سینٹر کو ذرا میسرے پاس بھیجو۔ میں اس کے سٹو گرٹف دیتا ہوں۔" سفری لٹکا لٹا کر تے وقت اس کے ہونٹوں پر اس کی مخصوص شیٹل مسکراہٹ رنگ آئی جس میں ایک خوفناک قسم کی بھوک بھی شامل ہو چکی تھی۔ غیر محسوس طور پر اس نے چٹکارہ سالے کر بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "دکر مرنے تو اس مال کو ایک پھوٹ کر اپنی رشتا سے ہم ذرا نمونہ ہی دیکھ لیں۔"

میں نے اپنے عقب میں رشی کی آہٹ جس میں ٹیکس گن انکھوں سے دیکھ لیا۔ وہ ایک دیر گزیر اسامی سے کوسے کے پار ایک اور روم کا چھالے کر میری پشت پر پہنچ چکا تھا۔ فیصلہ کن ہو کر پہنچا تھا مجھے معلوم تھا کہ وہ ہے وہ یہ نرم اور پارک تار ایک مرتبہ میری کلائیوں اور ہاتھوں کے گھر سے دی گئی تو پھر میں اپنی سین اور گوشت تو کٹو سکوں گا لیکن اس بندش سے ہاتھ پاؤں آزاد نہیں کرا سکوں گا۔

"ہاتھ پشت پر سے جاؤ۔" کور نے ریحانہ کو حرکت دیتے ہوئے مجھے حکم دیا۔

میں نے ہاتھ پیچھے کئے ور جیسے ہی۔۔۔ رشی نے میرے ہاتھوں کو چھوا میں اس کی تنہا کلائیوں کو گرفت میں بیٹے ہوئے گھٹوں کے میں بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے رشی پردے کی طرح میرے سر پر سے گزرتا ہوا کور کی طرف جا رہا تھا۔ اسے ہوا میں چھاتے ہی میں نے روپا کی ٹانگ پکڑ لیا۔ ایک طرف کو تھیمٹ کر فرش پر گرا دیا تھا اور اس کی طرف دیکھے بغیر چلا کر اسے ہدایت دی تھی کہ وہ فرش سے ہرگز نہ اٹھے۔

یہ عمل گو کہ وہ باتیں پکینے کے وقت پر محیط تھا مگر کور اس دوران سکت جیٹا نہ تھا جس نے ہاتھ دھو کر نہ ہی اس سے ہٹا ہٹ میں اندر دھندلے شروخ کی تھی۔ وہ یقیناً ایک بے مثال بددلی اور تھا۔ میرے حرکت میں آتے ہی اس نے گویا چلا دی تھی

میں اس وقت یہ کہیں چاہے گا تھا کہ میری رست میں سست ہوگی۔ اس نے یقیناً میری پیشانی کا نشانہ بٹا تھا لیکن میرے ہنگام کی نوجوانی سے محضوں کے بل بٹھنے کی وجہ سے وہ تان میں سو رہی گو یاں میرے بالوں کو چھوٹی ہوئی گزریں در غالباً وہی تھے کہ ہم سے دور ہو گئیں۔ کیونکہ اس کی کتاب فتح کو لگی تھی مگر دوسرے ہی لمحے پونک وہ اڑتے پر اس کی طرح میز پر پھسلتا ہو کور سے چلا کھڑا تھا۔ اس لئے وہ فتح دھوری ہی رہ گئی۔

ہار کی گولا محض ایک ملکی ہی تھا۔ تب محض وہی تھی جیسے کسی اثیراٹ ہاتھ کا کارب کھو گیا ہو۔ کور سے ایک ہی ہار پر کت نہیں کیا تھا اس سے مزید ہی ہار لے تھے۔ مگر اس دوران چونکہ وہ کسی حیثیت اس کا تھا اس لئے گویاں پھٹ سے کر نہیں در بہتہ ہا پستہ اوچڑ کر بیٹھے تھے۔

میں نے کور کی طرف بچھنے میں دیر نہیں کی تھی مگر وہ میرے انداز سے نہیں زیادہ بھرتی سے رشتی کو ایک طرف چھال کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے جیسے ہی میز کے عقب سے اس کا سر ابھرتے دیکھا میرے اس پر کت ہی مجھے اس بند بٹھنے میں تاخیر ہو چکی تھی لیکن میز لے سے میرا مقصد میں ہو گیا۔ مجھے چھو لے کی مہلت مل گئی میز بہت رفتاری تھی۔ میرے ہاتھ کور سے لے کے تھے وہ بک کر تھک دیر کے لئے ضرور بے بس ہو جائے گا مگر اب نہیں ہوا ہم اس طرح ہوا میں چھل آیا۔ وہ ایک دھماکے سے کچھ دور چاڑھی اور اس کے ساتھ ہی جیسے میرے در کور کے، میں سے وہ نہیں ہٹ گئی۔

اب ہم ایک دوسرے کے سامنے تھے کور فرش پر چپ تھا اور میں محضوں کے بل کھڑ تھا میں نے اس کے سینے پر کور کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ناقابل یقین پھرتی سے اس نے میرے سینے میں اب رید کر دی۔ میں اسٹ کر پیچھے جا کر... ضرب کی شدید تھی کہ خام آؤٹی کی شاید پسوں دہری ہو جائیں۔ ایک لمحے کے لئے میں ہی چہرہ آیا۔ وہ جیسے اچھل کر حلق میں علیا تھا لیکن مجھے فوراً "بھٹنا پڑا۔ سوچ چیتے کی سی بھرتی سے وہ دور پر بچھتا تھا۔ اس بار میں سے اس کے جڑے پر لھو کر رسید کی۔ وہ اٹلتے نئے سنہل گیا۔ اس دوران میں سے دوسری تصویر سے رچ اور کو کافی دور ہوا۔

کور نے وہ بار فاحش پھوڑا دی اور اٹھ کر بھوکے درندے کی طرح مجھ پر بھونکا۔ کورشت کے بھدوں میں گھرنی ہوئی اس کی پھوٹی پھوٹی آنکھوں میں خوب اتر آیا تھا۔ اس کی پیشانی اور باپھوں سے خون بیتے لگا تھا مگر اس کے ہواٹ منکر ہٹ گئے سے لہذا میں مجھے ہونے تھے در اس مام میں اسے دیکھ کر... مددہ ہوا تھا کہ اس محض کی نصرت میں دن کی پس رہی ہوئی ہے۔

وہ بچھڑے ہوئے مہلت کی طرح مجھ سے ٹکرا کر دھیلیا ہوا مجھے دور تک لے گیا

وہ بار کے ساتھ چپکا کر اس نے پورنی قوت سے میری پسوں کے نیچے گھونسا رہید کرنا چاہا۔ مگر میں اس کی گرفت سے چھل گیا اور اس کا گھونسا ہتھوڑے کی طرح دیوار سے ٹکرا گیا۔ یہ چپ تھا مجھے معیوب آدمی کا ہاتھ بیکار کر دینے کے لئے کافی تھی۔ مگر اس نے ایک ہنگام کی غراہٹ کے بعد پیسے سے زیادہ مشتعل ہو کر سی ہاتھ سے میرے منہ پر گھونسا رہید کر کے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی میں صفا دے گیا۔ یہ سب کچھ وہ اتنی بھرتی سے کر رہا تھا کہ مجھے اپنی تہا رمل جیتوں کے وجود میں پر حمد گرنے کی مہلت نہیں مل رہی تھی۔ اچانک اس نے مجھے ملائنگ لگ رسید کی جو میرے لئے باطل ہی میر حوقع فتح تھی۔ میں گرا اور گرتے گرتے دیوار سے جا ٹکرایا۔ ایک لمحے کے لئے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ پختہ فرش پر لڑتے ہوئے ملائنگ لگ برداشت کرنا اور لگنا دوسری سال کام نہیں ہیں۔ مگر میں نے دیکھا کہ میری آنکھوں کے سامنے ایک لمحے کے لئے چھلنے والا ندھیرا دور ہونے تک کور ایک بار پھر مجھ پر قوت پڑا تھا۔ اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور غالباً سر سے اونچا اٹھ کر فرش پر پختہ جاتا تھا جب میں نے پائنت وہ... کی زور دار پیچ کے ساتھ اس کی ہتھیلی کی ہڈی پر کرائے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ اس مرتبہ اس کے حلق سے الٹ بھری کراہ خارج ہوئی جو اس بات کی مثالی تھی کہ ہتھیلی کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے اس سے کہ تکلیف پر تو کور جیسے آدمی نہیں کراہ سکتا تھا۔

وہ ایک لمحے کے لئے لڑکھایا اور سمجھ گیا اور ایک بار پھر اس نے ملائنگ لگ لگانے کی کوشش کی۔ اس کا انداز بتاتا تھا کہ وہ جوار کی شدہ بد رکھتا ہے کیونکہ اس کی ملائنگ دراصل "چاپ سولی" کی ایک کوشش تھی۔ میرا غم و غصہ اور اشتعال اب میرے قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ ہر بات کی مصعب میرے اس سے نکل چکی تھی۔ صرف اس محض کو سبق سکھانے اور ہزار دینے کا قصور رہ گیا تھا۔

ملائنگ لگ کے لئے جو وہ اس میں بلند ہوا تو میں نے اس کے ٹھٹھے سے ہٹ کر اس کی پٹوں پر گرائے کا ایک ہاتھ مارا اس بار بے یقیناً اس کی پٹوں کا گھونٹا دکھوں میں تقسیم کر دیا جو گایہ وہ فرش پر گرا تو پورنی قوت پر مجھ نہیں ہٹا اسی دوران میں نے اس کی کپٹی پر لھو کر رسید کی۔ وہ ہیلتا ہوا اٹھ مگر اس کی ٹانگ میں لنگر بہت تھی۔ اس کے حلق سے اب جو آدیں نکل رہی تھیں وہ کئی درندوں کی غراہٹ سے مشابہہ تھیں۔

اس کا چہرہ خون سے تھڑچکا تھا۔ میں نے اس کی چہرے کے میں وسط میں چاپ لگائی۔ وہ محضوں کے بل پختہ گیا ایک لمحے کے لئے اس کا سر ادھر دھر کو ڈولا مگر دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر مجھ پر چھٹا۔ میں نے اس کے چہرے پر اتنی طاقت سے گھونسا رہید کیا کہ اس کی پھوٹی سی ٹانگ بالکل ہی چپنی ہو گئی اور اس کے چہرے پر خون کی شدہ گھرنی ہو گئی۔

اس بار وہ میری طرف آیا تو میری آنکھوں کے ایک ہنگام سے اس نے اس کی ایک

”آٹھ کو ملو ہے میں تہاں کمرے رکھ دیا۔ ایک لمحے پہلے جہاں آٹھ نظر آرہی تھی وہاں اب محض خون و رشتاق جلی نہ مارے کا مٹوہ نظر آ رہا تھا۔“

میں نے اس کے سنبھلنے سے پہلے اسے اٹھایا اور پختہ فرش پر بیٹھ دیا اور ساتھ ہی نرخرے پر پاؤں رکھ دیا۔ اس مرتبہ وہ سناٹ پڑا رہ گیا اور اپنی اکلاتی رہ جانے والی آنکھ کو تیزی سے چمکاتے ہوئے یوں خاموشی سے چھت کو دیکھنے لگا جیسے اس آنکھ کی بینائی بھی تیزی سے غائب ہو رہی ہو۔ اس کی نظر میں شکست خوردگی جھلک آئی تھی۔

”اٹھو۔“ میں نے اس کے گونے پر ٹھوکر رسید کی۔ ”ابھی تو تمہیں مجھ بوڑے کو نکڑی کی طرح بچ میں سے بتایا ہے۔ کھو میرے شیر ہواں میرے رستم نہاں۔“ میں نے اسے پکے اور ٹھوکر رسید کی وہ ٹخف سے نڈاڑ میں بلبایا اور اس نے رحم طلب سے انداز میں ہاتھ اٹھایا۔ پھر اس کا بارہ دہرہ ڈھپے ڈھاپے انداز میں فرش پر جا لگا۔ میں نے اسے ایک بار پھر گریب سے پکڑ کر کمر کرنے کی کوشش کی اس سے صحیح طور پر کھڑا نہیں ہوا ہوا رہا تھا۔

”خس شخص کو تم نے اس پک پر لٹکا کر اس کے صدمے کے مارک حصوں پر سویاں چھو چھو کر اسے لذت کی موت دے دیا۔ اس کا جرم کیا تھا؟“

”مجھے نہیں معلوم۔ اس نے اپنے ہونے کہا۔“ مجھے تو اس کو ٹھکانے لگانے کے ایک لاکھ روپے ملے تھے اور ساتھ ہی ہدایت کی گئی تھی کہ اسے جلدی مگر حتی الامکان تکلیف نہ پہنچنے سے باز جائے۔“

”اب میں تمہیں اسی پک پر لٹکانے لگا ہوں۔“ میں نے اسے پک کی طرف مہینے موئے کہا۔ ”اور میں تمہارے ہاتھ بھی نہیں داندھوں گا کیونکہ تمہارا دھن اتنا ہے کہ پک پر لٹکتے ہی تمہاری یہ سون گرون اتنی گرائی تک پک میں پھنس جی ہو گی کہ تم میں بٹنے کی سکت ہی نہ رہے گی۔ اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ میں یہ خدمت بد معاوضہ انجام دوں گا۔“

تمہاری طرح کسی سے ایک آنکھ تو کیا ایک روپہ بھی نہیں دوں گا۔“

چند قدم تو وہ ٹھٹھکا چلا گیا مگر پک کے قریب پہنچ کر اڑنے کی کوشش کرتے لگا۔ تب میں نے پوچھا۔ ”مرا نہیں چاہتے۔۔۔ خصوصاً“ پک پر لٹک کر؟“ اس نے لگی میں سر ہلایا اور ہنسی کی ہڈی ٹوٹی ہونے کی وجہ سے بری طرح کراہ اٹھا۔

”تو پھر جو کچھ میں پہچوں سا رہ جانا پڑے گا۔ بتاؤ بگے؟“ میں نے اسے دوبارہ اپنے قریب مہینے ہوئے کہا۔

”بتاؤں گا۔“ اس نے خرخراتی سی آواز میں جواب دیا۔

”میں نے مناسب سمجھا کہ کنور بیسوری سے پوچھ مجھ شروع کرنے سے پہلے روپا کو گھر بھیج دوں۔ میں اس وقت بھی کوئی نیا خطرہ ہاں ہو سکتا تھا۔ میں نے اسے اس کینڈیک کی چابیوں دے دیں جس میں وہ لوگ ہمیں سیاب مائے تھے۔“

”تم فوراً اس گاڑی میں بیٹھ کر گھر روانہ ہو جاؤ۔ چاہو تو راستے میں کہیں یہ گاڑی چھوڑ دینا اور ٹیکسی لے لینا۔“ میں نے ہدایت کی۔

روپا مجھے دہان چھوڑ کر جاتے ہوئے ہچکچاتی لپکیں میرے سمجھانے پر رخصت ہو گئی۔

تب میں دوبارہ کنور بیسوری کی طرف متوجہ ہوا۔ مجھے وہیں اندری سے ایک چھوٹی سی کھڑکی بھی مل گئی تھی جو اب میرے ہاتھ میں تھی۔ کنور بیسوری بالکل بڑھاپا ۶۰ برسہ ۶۰ رہا تھا۔

”سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کنور بیسوری کہ تم کون ہو؟ تمہارا اصل نام کیا ہے؟“ میں نے اس کا بازو کھینچ کر اس کے ہاتھ کی انگلیاں فرش پر پھیرتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ رکھو کہ اگر تم نے میرے سامنے کا جو ب دینے میں خیال و جنت کی تو میں پہلے ایک ایک کر کے گاجر میں کی طرح تمہاری انگلیوں کا نئی شروع کروں گا۔ پھر ہاتھ۔۔۔ پھر پاؤں۔۔۔۔۔۔“

”میرا اصل نام منجھن ہے۔“ وہ تیزی سے ہنس اٹھا۔ ”قومیت کے اعتبار سے لیپوں ہوں۔ لیکن پانچ بڑھاپے میں رہی ہوں۔۔۔۔۔۔“ چند لمحے تب ہاتھ کے بعد اس نے سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے کہا۔ ”لوہوالی کے زمانے سے ہی مجھے اونچے درجے کے مددگاروں کی صحبت میری تھی اور زیر زمین سرگرمیوں میں میں نے بڑی تیزی سے ترقی کی لیکن میری بی بی ایک الگ سی نائن بن گئی اور وہ یہ کہ میں صرف ایسے معروف و ممتاز افراد کے قتل پر غواء کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا جس پر عام بد معاشرے یا تو ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتے تھے یا وہاں تک کہ اس کی رہائی ہی نہیں تھی۔“

وہ ایک بار پھر ہنسنے لگا اور چند لمحے تک ہنسنے پور تو میں نے پوچھا۔ ”روپا کو تم کس کے لئے انوا کر رہے تھے؟“

”تو کرم کے لئے۔“ وہ سانس کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرتے ہوئے ہوا۔ ”لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ بھی یہ کام کسی اور کے لئے نہ رہا تھا۔ پھر یہ ہے کہ ہماری ذہن نہیں

وہاں میں مشہور آدمیوں کے قتل کے اغوا کے بھی چلے ہیں۔ دیا کے گل کا شہکار وکرم کو کافی عرصہ سے مل رہا ہے۔ کام کرنے والے پارٹی کوں ہے یہ مجھے بھی معلوم نہیں۔ وکرم نے اپنے کئی کرے کر کے لیکر دیوانی یا تو قسمت چھی تھی یہ جسے غلط وقت اور جگہ جھول پر ہوتے رہے کہ ہر مرتبہ وہ جگہ گئی۔ پھر سننے میں آتا کہ اس نے ایک کام کا آدمی رکھ یا ہے۔ وہ آدمی تم تھے۔ ٹھیکہ خلیل کو یہ بھیج رہا۔ حالانکہ وکرم پندہ نہیں کے طور پر ایک بڑی رقم لے کر خرچ بھی کر چکا تھا۔ اس دوران حالت میں ایک تبدیلی یہ آئی کہ وکرم کو پتہ چلا کہ ایک فرقی ریاست کا شہزادہ عدت میں کہیں دیوانی کی ایک فکر دیکھ بیٹا ہے اور اس پر پگل پانی کی حد تک عاشق ہو گیا ہے۔ اس نے چند ایک نمائندہ اونچے درجے کے بچنوں سے بات کی کہ اگر وہاں اس کے شہزادہ کی نسبت بنوایا جائے تو وہ دیوانی کو پہنچا لکھ پونڈ اور ایجنٹوں کو معقول کیش ادا کر سکتا ہے۔ ایجنٹوں نے نوہ لگا لگا اور حتمی طور پر اس نتیجے پر پہنچے کہ دیوانی اس اداکار میں سے نہیں ہے جو غیر ملکی والیوں کی ریاست کا شہزادہ دیکھ کر اس قسم کی پیشکش قبول کر لیتی ہیں۔ تم چاہو تو دیوانی سے تصدیق بھی کر سکتے ہو۔ کہ ایک مرتبہ افریقی شہزادہ شومبی کی طرف سے سے پرہیز کرنے کی کوشش کی تھی یہ نہیں۔ مختصر یہ کہ وکرم کو یہ پتہ چلا کہ اس قسم کا دیوانی موقع موجود ہے اور کوئی اس سے فائدہ نہیں اٹھا پا رہا ہے تو اس نے ایک تیر سے دو ہزار تیرہ کی تعداد کہ دیوانی کو مارنے کی بجائے انکار کر کے بالائی مندر پہنچے رہے جمال سے فرقی شہزادہ شومبی اسے خود ہی اپنی ریاست لگا کر آگئی سے رہا گا۔

شہزادہ شومبی عدالت میں سر ہڈیا۔ ماتی مندر ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ بہم کریک کی طرف سے سمندر میں ماتی مندر تک کا سفر تقریباً "تھو میل کا تھا۔ میں کہیں اس طرف گیا نہیں تھا لیکن میں نے سنا تھا کہ جزیرے کا ہتھ حصہ کسی فریقی شہزادے کی ملکیت ہے۔ اس نے وہاں تقریباً "پچاس ہزار ایک سو بیسورت محل بوا رکھا ہے اور ہندوستان میں قیام کے دوران وہیں ٹھہرتا ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کوئی افریقی ریاست کا شہزادہ ہے اور اس کا نام کیا ہے۔

"چھ تو وکرم نے دیوانی کو فروخت کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے" میں نے پوچھا۔

شہزادہ نے ثابت میں اشارہ کیا "جو اب دیوانی کی کوشش کی اور ایک بار پھر کراہ کر رہ گیا۔ کہ وہ لوگوں پارٹیوں سے پیسے کھڑے کر رہا تھا۔ اس پارٹی نے دیوانی کو مرادے کا ٹھیکہ دیا تھا اس سے وکرم نے پچاس ہزار پونڈوں سے رکھ ہے اور کام مکمل ہونے پر دو لاکھ کا رہا ہے۔ اگر اس نے شومبی سے بھی پیسے کھڑے کر لئے ہوتے تو اس کی کئی کمپنیوں کے دور دور ہو جاتے بشرطیکہ اس کی نیسیں اس دیوانی سے اسے کامیاب ہو جاتیں۔ آج کل لکھ بھائی سے چلنے والی تکی ڈی کی نظر میں ہے۔ اس لئے خود کسی کار میں ہاتھ

نہیں ہانا رہا۔ ٹھیکہ دو ٹھیکہ دے سہنہ سے کام چلا رہا ہے اور اس میں بھی لمبے لوٹ کر رہا ہے۔ دیوانی کے ہر ملک کی کرنسی اس کی بریف کیس میں موجود ہوتی ہے۔ شہزادے کے ایک شراب خانے میں میری جب اس سے ملاقات ہوئی اور اس نے مجھے اس ٹھیکے کی پیشکش کی تو کم از کم ایک لاکھ روپے کی رقم اس نے دونوں ہاتھوں میں بیروں کی گونگیوں پہن رہی تھیں پچیس ہزار کا ٹکے میں ہاتھ ہو گا۔ فرقی کا سود ہوا سو تھ اور

"میں کہوں۔" میں نے ہاتھ اٹھ کر کہا۔ "اس کے سارے ڈیورٹ وغیرہ کی تفصیلی رپورٹ بتانے کی ضرورت نہیں۔ وہ مزید یہ کہ کوئی ٹھیکہ ہوتا ہے۔"

"نہ نہ تمہیں تب معلوم ہو گا جب اس سے سامنا ہو گا۔" شہزادہ نے قدرے مرحومیت زدہ لہجے میں کہا۔ اس کی "تھو بند ہوئی جا رہی تھی اور وہ بعد کوشش سے کھلی رکھ رہا تھا۔ دھنکا "وہ نمائندہ ٹھیکہ ہے میں ہوں۔" مجھ پر سب ہوشی طاری ہو رہی ہے۔ تمہیں ٹھیکہ سے جدا کا واسطہ مجھے حد ایسی چل رہی ہے جو جمال میں ادا دل سکے۔

"میں نے اپنے کا تاقی شوق تھا کہ اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔" میں نے طنز سے لہجے میں کہا پھر قدرے تشکیلی لہجے میں کہا۔ "بے فکر رہو میں تمہیں مرنے نہیں دوس گا۔ یہ رشتی کون تھا؟"

اس نے گردن زچھی سر کے ایک نظر بوندھے پڑے رشتی کو دیکھنے کی کوشش کی جس کے سر سے سو ایک تپتی ٹیلی کی شکل میں برس کر رہا تھا۔

"تھا تو یہ میرا ہی کسی لکھن بہت اب سے اس کے دل میں آواز کام کرنے کی کوشش چل رہی تھی۔" اس کے چلے ہوئے ہاتھوں میں حرکت ہی ہوئی۔ میں نے ایک نظر گھڑی پر ڈالی۔ "تو تم ایک بجے آگے آگے؟"

"ہوں۔" اس کا جواب اثرات میں تھا۔ مگر غماض کے بارے صرف ہنکارا، بھر کر رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھ اب بند ہوتی جا رہی تھی اور اسے کبھی دیکھنے کی سب سے میں سکتا نہیں رہی تھی۔

"تو تمہاری دیوانی؟" میں نے اس کا کندھا ہلاتے ہوئے پوچھا اس کا جسم اب بالکل ڈھیرا پڑ چکا تھا۔ پھلکی ہوئی مدنی کی طرح۔

"ہوں۔" اس نے پچھلے سے مدھم ہنکارا بھرا۔

"میں ٹھیک ہوں دوست" دھنکا "میرے عقب سے ایسی مردانہ آواز سنائی دی جس میں حد سے ڈیڑھ مضامین تھی۔ میرے اعصاب ایک لمحے کے لئے جھنجھن کر رہ گئے مگر میں نے اپنے آپ کو کوئی رد عمل ظاہر کرنے سے باز رکھا اور فوراً ہی اپنے آپ پر قابو پایا۔ کسی حوش فحش میں مبتلا ہوئے بھی میں نے اپنے آپ کو یقین دایا کہ یہ وکرم پہنچا ہے۔ سچ میں نے کم از کم دو یا تین تو غلط ہی بتائی تھیں۔ ایک تو وکرم کی تھ کے وقت کے بارے میں

ریاضت۔
”ہاشم اللہ چندے آفتاب چندے ماہتاب۔“ وکرم نے گویا کسی تومسور کی جاسٹیں لینے ہوئے کہا۔ ”تو“ خرقہ نے یہاں بھی یاری پٹ دی۔ ”روپ کھانا ہے؟“

ہوئے تھا۔ انوکھ کریم کے بیان کی یادیں چلتی ہی گئیں۔ روپا کیسے ہے۔
 میں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر قدرے جھنجھٹ کے آثار
 دکھائی دیئے۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ پہلے کی طرح نارمل نظر آنے لگا۔ بڑے مطمئن انداز
 میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ میری طرف بڑھا۔ میرا ارادہ یہی تھا کہ جیسے ہی وہ سلامتی
 کے لئے مجھے چھوئے گا میں اس لمحے اپنی کارروائی شروع کر دوں گا۔ بعد میں بات بگڑ بھی
 سکتی تھی۔ وکرم اور اس کے دونوں ساتھی مجھے عامہ بر معاش نظر آ رہے تھے۔ وہ ہاتھ پائی کے
 عادی مظلوم نہیں ہوتے تھے۔ ان کا انحصار اسے پر محسوس ہوتا تھا۔

میں بھڑکی رہا کہ وکرم قریب عکرم میری طرف سے گا لیکن وہ مجھ سے دو قدم کے
 فاصلے پر ہی رک گیا اور پھر اس کی بات اتنی تیزی سے چلی کہ میں محض اس کی ایک جھلک
 ہی دیکھ سکا۔۔۔ میری سنسنی گویا ایک لخت آگ ہو گئی تھی جس کی شکل میں سمٹ کر میرے حلق
 میں پھنس چکی تھی اور میں مزاحمت کی تمام تر کوشش کے باوجود شہر کی طرح دیوار سے جا
 ٹکرایا۔ غلیظ تھا کہ میرا سر دیوار سے ٹکرا کر اترتا رہتا تھا اور میں چلا کر گر پڑتا۔ اس
 تکلیف کے عالم میں بھی میں اس بات پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا کہ تقریباً "عام سی
 جہت کے اس انسان میں اتنی طاقت کیونکر چھپی کہ اس کی ٹانگ کی ضرب نے میری
 سنسنی الٹ کر دیکھ دی تھیں لہذا مجھے اتنی قوت سے کئی گنا پیچھے دیوار سے اس طرح ٹکرا
 دیا تھا کہ میری کمر مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔

دکرم تے اسی پر پہا نہیں کی۔ میں جیت نکڑے دیوار سے نکا ابھی سیدھا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ اب نے ہیرے سر کے چھپے گھونہ رسید کیا۔ پہنے مجھے یہ شہ گزرا کہ شاید اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار تھا۔ جس سے اس نے طرف لگاائی ہے مگر جب میں متنبہ کر سیدھا ہوا تو اس کے ہاتھ مجھے حاں نظر آئے۔

میری حالت دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر حشرانہ مسکراہٹ ابھرتی تھی۔ اور وہ شجی میں سر شاید مجھے سلیمے کا موقع دے رہا تھا۔ میں نے سر جھٹ کر کئی مرتبہ ہتھکیں جھپکائیں تو اس کی مشکرانہ مسکراہٹ کچھ دور بھری ہو گئی۔

اس نے کسی باکسر کی سی ٹینے اور مٹائی سے میری ناک پر مٹھوا دیا۔ یہ کرنے کی کوشش کی جو میری پیشانی پر پڑا۔ اس شخص کے ہاتھ چروں میں واقعی لوہا کی سی سخت تھے۔

اب بے ہوش ہو چکی تھی۔ اتنی مار میں نے پہلی مرتبہ کھائی تھی لیکن ایک حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس چند ضربوں نے بہت مجھے تکلیف پہنچائی تھی یہاں جیسے میری جان کی نامہدم گھڑائیوں میں سوتی ہوئی آٹھ عجیب سی قوتوں کو بھی پیدا کر دیا تھا۔ اندر کی اندر جیسے

میں آتش فشاں کا دھڑ بھل گیا تھا۔

دکرم میری آنکھوں میں طرفوں کی آمد کے آثار نہیں دیکھ سکا، کیونکہ اس کی آنکھوں پر اس وقت تکبیر کی پٹی چڑھی ہوئی تھی۔ میرے بازو کی حرکت بھی وہ نہیں دیکھ سکا ہو گا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار شاید اتنی قوت سے کرائے گا، کیا تھا۔ میرا ہاتھ سچے کی طرح اس کی پیشانی کے وسط میں پڑا اور یہ دیکھ کر مجھے قسوت ہو گیا کہ اس صدمہ سے ہی کم زور دکرم کی جھٹکے صحرے قرچی کا فیصلہ کر دیا۔ کچھ جوت صرب مارنے کی حد تک طاقتور ہوتے ہیں ہر شہت کی طاقت ان میں کم ہی ہوتی ہے۔ دکرم شاید اسی قبیل کے شہ بدوؤں میں سے تھا۔

پھر پیشانی پر ہاتھ پڑتے ہی وہ بے بنیاد رویہ کی طرح آگے کو جھٹک آیا اور قریب تھا کہ میرے اوپر گرے گا۔ میں نے اسے سمجھا کر گردن کے گرد پارا کھتے ہوئے اس طرح روک لیا کہ اس کا چہرہ اس کے ہاتھوں کی طرف ہو گیا اس کی پیشانی کی کھال پھٹ چکی تھی اور اس کا جسم جس دھیمے دھماکے انداز میں میری گرفت میں تقریباً "بھوس" بھوس رہا تھا اس سے مجھے اندیشہ محسوس ہوا تھا کہ اس کی کھوپڑی کی ہڈی لپٹا نہ بیچ سکتی ہو۔

اس کے ہاتھوں کو شاید صحیح معنوں میں اندازہ ہی نہ ہو پتا تھا کہ تانے بانے کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ وہ غائب! اسی خیال سے قدرے مطمئن کھڑے تھے کہ ہاس کے ہاتھوں پر کھاتے کھاتے وہ مجھے چند لمحوں پر فرش پر ڈھیر ہوتے دیکھیں گے لیکن جب انہوں نے ہاس کو بے بسی کے عام میں پہن کر گرفت میں دیکھا اور اس کا خون کلو چہرہ ان کے سامنے آیا تو وہ جیسے کسی خوب سے بڑبڑ کر بیدار ہوئے۔

ان میں سے ایک نے نہایت پھرتی سے اپنے ریلو اور اسے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور دائیں تانک کو ذرا غم دے کر وہ قائل کرنے ہی لگا تھا کہ اس کے ساتھی نے اس کے ریلو اور کی ٹال پر ہاتھ رکھ کر سے جھکا دیا اور تب سے احساس ہوا کہ اگر وہ قائل کر دیتا تو کوئی پسے اس کے ہاس کے جسم میں بیست ہوئی۔ میں نے عمل طور پر سے ہڈی ڈھال مار رکھا تھا۔ ان ریلو اور بدوؤں کی غلطی یہ تھی کہ وہ دونوں قریب ہی کھڑے تھے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے کچھ ہٹ کر کھڑے ہوتے تو ان میں سے کوئی ایک تو مجھ پر کسی پسو سے قائل کر سکتا تھا۔ "ریلو اور پھینک دو۔" میں نے اپنی سانس کے بلکے سے ارتعاش پہ قلاب پاتے ہوئے کہہ "دور سے چڑی کے اس غلام کی گردن ٹوٹ جائے گی۔ غیر ارادہ طور پر میرے لیے میں ایک بدفرمان سی شوخی سمجھتی تھی۔

میں نے دونوں ریلو اور بدوؤں کے چہروں پر ہاتھوں کے شمار دیکھے، دکرم کی گردن کو ایک خاص انداز میں ہلکا سا جھٹکا دیا۔ ہڈی کی کڑکڑاہٹ اسوں نے بھی سن لی۔ "اس کی گردن ٹوٹنے لگی ہے۔" میں نے قدرے بلند آواز میں کہہ "اور شاید تمہیں

صدمہ نہ ہو اس نے بتا دیا کہ گردن ٹوٹنے کے بعد آدمی سرخا ہوتا ہے۔

اسوں نے مشورہ طلب نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو میں نے دکرم کی گردن کو اسی مخصوص انداز میں ایک ہلکا سا جھٹکا اور دوسرے دن اس مرتبہ ہڈی کڑکڑانے کی آواز کے ساتھ مجھے دکرم کے جسم میں ہلکا سا تھکا بھی محسوس ہوا اور مجھے قدرے اطمینان ہوا کہ اس کے دماغ کو اتنی چوٹ نہیں پہنچی تھی کہ وہ مر جائے۔ ابھی وہ زہرہ تھا مگر نہ چوٹ کتنی دیر سے لے دیا ہانپا سے بے خبر ہو چکا تھا۔

اس دونوں کے ہاتھوں میں ریلو بدوؤں کا رخ فرش کی طرف ہو گیا۔ "دور آگے کو پھینک میرے قریب۔" میں نے فوراً ہدایت دی۔ ان کے چہروں کو دیکھتے ہوئے میں شبہ بھی نہیں کر سکتا ہے۔ مگر یہ میری غام خیز تھی کہ موت کے منہ میں پھنسا ہوا انسان بھی اپنی ہی کو شش تو کرتا ہے۔ ان میں سے ایک نے بظاہر نہایت مایوسی کے غام میں ریلو اور میری طرف پھینکتے پھینکتے اچانک قائل کر دیا جبکہ دوسرے کا رخ انور میرے قدموں میں اٹن گرا تھا۔ شاید میری تسلیت ہی اچھی تھی کہ میں نے بروقت اس کی انگلی ٹریگر پر پکڑنے دیکھ لی تھی اور میں گھٹنے کے بل ایک طرف کو گر گیا تھا۔ اس نے اندھا دھند اسی سمت میں دو قار اور کر دیئے تھے۔ میں بغیر کسی اندازے کے ہی ایک طرف ہو گیا تھا۔ بہر حال اس کو شش نے مجھے بچا ہوا دورت شاید میرے آگے جسم کے پرچے اڑ گئے ہوئے قائل کرے والا کچھ نروس سا ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ریلو اور کا رخ درست کر سکتا میں نے اس پر دوسرے ریلو اور سے قائل کر دیا۔ وہ ہوا میں تقریباً "ایک فٹ اچھا اور کوئی آواز نکالے بغیر اسٹ کر کافی پیچھے ہٹا۔

میں نے اس کے ساتھی کا جائزہ لیا۔ وہ جیسے کی طرح سہکتا کھڑا تھا اور لاش کی بجائے ہوا میں کسی غیر مرئی چیز کو ایک لگ دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ زندگی سے محروم نظر آ رہا تھا۔ ایک سخت ہی جیسے کسی نے اس کا سدا ملوں چوس لیا تھا۔

میں نے ایک ریلو اور جیب میں رکھ کر دکرم کا ریف کیس اٹھایا اور ریلو اور سے دکرم کے ساتھی کو اس طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ ہر چند کرسیوں سے ترتیب سے پڑی تھیں۔ اس نے خاموشی سے میرے اشارے کے مطابق عمل کیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی لاش کسی خانقاہی طاقت کے اشارے پر ٹھہر کر کھڑی ہوئی ہو اور اس کے حکامات کی پابندی کر رہی ہو۔

وہ ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ اب اس کے اور میرے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ میں نے مطمئن ہو کر ریف کیس کا جائزہ لیا۔ وہ حتمی تھا میں نے دکرم کی جیبوں کی تلاش کی تو کوٹ کی ایک جھولی سی جیب میں مجھے ایک ننھی سی چابی مل گئی۔

میں نے ریف کیس کھولا اس میں صرف دو ہی چیزیں تھیں۔ ایک اسٹین گن جس کے مختلف حصے پیچھا کر کے رکھے گئے تھے۔ ریف کیس میں ہر حصے کے سے باقاعدہ ایک خانہ

ہوا تھا۔ دوسری چیز نقدی تھی۔ سو اس کے نوٹوں کی چند گنیوں سے اس کے علاوہ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

بریف نہیں بد گھر کے میں نے ایک طرف رکھ دیا۔ اسے میں نے استعمال کے لئے منگب کر لیا تھا۔ سیدھے گھرے ہو کر میں نے تہہ خانے کا چڑھ ہوا۔ طویل و عریض تہہ خانہ اس وقت میدان کار زہر کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ایک طرف میز لٹی پڑی تھی۔ ایک کرسی کی دو ٹانگیں لوٹی ہوئی تھیں دیوار کے ساتھ چنے ہوئے کئی ٹارٹن گر چکے تھے۔ دیواروں اور چھت میں سے متعدد جگہوں سے پسترا گھڑ کر فرش پر گھر ہوا تھا اور ان جگہوں پر گنیوں کے گھرے گھرے نشانات نمایاں ہر نہ لگ رہے تھے۔

ایک طرف بچھن چاروں خانے چت پڑا تھا۔ ہوائیں تھڑے ہوئے چرے کے ساتھ وہ کوئی مردہ ورنہ نظر آ رہا تھا۔ اس کا سینہ نہایت آگستلی سے پھول اور پچک رہا تھا۔ لگتا تھا کہ سانسوں کی آمدورفت بہت سست پڑ چکی ہے۔ اس سے کچھ دور رشتی اور نہ چارہ تھا۔ ایک طرف وکرم پڑ تھا۔ پیشانی کی کھال پھٹنے کے باعث اس کا چہرہ بھی خون میں تر تھا۔ اس کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس تک انجام کر آ رہی تھی۔ جب اس شخص نے لگا تار تکیں چار دیوار کے میرے حواس قفل کر دیئے تو مجھے غماں بھی نہیں تھا کہ وہ گرنے کا ایک ہاتھ کھاکر قریب امرت ہو جائے گا۔

دو لمبے سے کچھ اطراف وکرم کا سا بھی تھا۔ وہ بھی اس طرح چت پڑا تھا کہ ایک ٹانگہ مڑ کر اس کے اپنے ہی جسم تلے دبائی ہوئی تھی۔ اس کی اور گردنوں کا تلاب سا پھیلا چاہا تھا۔ اس مردہ یا نیم مردہ انسان کا جیونوں کے لئے میرے دل میں تاسف و رحم یا پشیمانی کی کوئی رشتہ نہیں تھی۔

دیواروں کو ایک انگلی پر گھماتے ہوئے میں اس شخص کے قریب پہنچا جو اب تک کی شکل میں۔ صرف زندہ تھا بلکہ اس کے سوٹ پر شکل تک نہیں آئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ شخصوں پر رکھے کرسی پر بیٹھا ایک دیوار کو گھور رہا تھا۔ اس کی ہلکی شہید مستقل طور پر جھپکنا بھونک رہی تھی۔ اس کی حالت میں یہ تبدیلی مجھے کچھ حیرت انگیز سی لگ رہی تھی۔ میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ تب بھی اس نے آنکھ نہ کھولی۔

"تمہارا نام؟" میں نے پوچھا۔

"درشن رام" اس کے ہونٹ مشینی انداز میں ہے۔ میری طرف اس نے اب بھی دیکھا تھا۔

"درشن رام۔" میں نے جوتے کی ٹوک اس کی کرسی پر ٹکاتے ہوئے کہا۔ "مجھے نہ تو نواہ کچھ جانتے سے دیکھی ہے اور نہ ہی میرے پاس بہت سے سوالات کرنے کے لئے وقت ہے۔ مجھے صرف یہ چاہئے کہ دیکھی ہے کہ مدد کو ہوا۔ کرنے کے لئے وکرم کی

خدمات کس نے حاصل کر رکھی تھیں؟"

"وہ ایک امیر کبیر اور ایشن میں بڑھیا ہے۔ اس کا نام..... پورا نام تو معلوم نہیں کیا ہے سب لوگ سے منورہ گھر کر جاتے ہیں۔ اس کے ہونٹ گل پر زوں کی طرح تیس رقبہ سے مل رہے تھے اور بہت سی مدد سی گوار برآمد ہو رہی تھی۔ مجھے کان لگا کر سننا پڑ رہا تھا۔ جس بے ساختگی سے وہ ہوں رہا تھا اس سے مجھے یقین ہو رہا تھا کہ وہ بھٹ میں بول رہا۔

"میں نے وکرم کے ساتھ صرف ایک ہی مرتبہ اسے اس کے گھر پر قریب سے دیکھا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔ "جب ہم پیونوں کی رقم بنے کئے تھے۔"

"گھر کا پتہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تھریس تھریس لہو۔" اس نے رٹے دہانے میں گودھریا

ایڈریس سے مختصر در آسانی سے یاد رہنے والا تھا کثیر فیروزہ اور اس سے ملحقہ عداوت اس لحاظ سے مفروضہ تھا کہ یہاں صرف ایسی کوٹھیں تھیں جن کا رقبہ فلوں و گھڑوں میں نہیں انکڑوں میں تھا۔ اونچے اونچے درختوں میں گھری ہوئی ان کوٹھوں کی اصل عداوت میں بھی رہتی تھیں کہ سڑک سے گزرنے والوں کو یہ عداوت تھیں ایک خوبصورت جنگل معدوم ہوتا تھا جس میں بہت سی طویل و عریض چار دیواریاں بھیج دی گئی تھیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کہاں کیا گزرا۔" میں درشن رام کی طرف دیکھتے ہوئے ٹوٹ کالی کے سے بدو میں بڑبڑاتا۔

"تم مجھے بھی ماری ڈالو۔ اس نے اب اپنی ہی نظر مجھ پر ڈال کر اپنے مردہ سا چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کرشن رام کے بغیر جیسے کیا فائدہ۔"

"یہاں پر وہ تھیں اپنے ساتھ؟" میں نے اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی دیرانی کو قدرے حیرت سے دیکھا۔

"وہ میرا ساتھی نہیں سکا بھائی تھا۔ دھند" جیسے وہ بہت پڑا۔ "مجھ سے اب تک ہم ہمیشہ کھٹے رہے تھے۔ ہر چہ برا کام ہم نے ہی کر ہی اٹھا دیا تھا۔ اور ہمارا عہد تھا کہ ساتھ جنس کے ساتھ مرے۔" وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر بچوں کی طرح ہلکے ہلکے ٹر روئے لگا۔

"وہ۔" میرے ہاتھوں سے مٹی کی گوار نکل گئی۔ میں اس کی انگلیوں کے ساتھ رزتے ہوئے جنم کو دیکھ رہا تھا۔ مگر میرے دل میں اس کے لئے کوئی نرم گوشہ پیدا نہیں ہوا تھا۔

"پھر تو مجھے بھی پورا السوس ہے کہ میں نے ایسی عدیم ایشاں جوڑی توڑ دی۔ میں جیسے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "تم دونوں کا شمار تو شہید عقیب دیا کے آنکھوں بجوبہ کے طور پر

ہوئے گئے۔ تم اب تم میں نے تو کیا تک اور بھی ہے۔ میں اس کا حکمت نہیں دیکھی۔ پھر میں نے جب کچھ سوچتے ہوئے تھا۔ ہر حال میں تمہیں اتنا ہی دیکھ ہے تو میں تمہاری ایک مدد کر سکتا ہوں۔ یہ سوچو اور خود غشی کر دو۔ حق تمہارے اب چلنے کا کیا فائدہ۔"

میں نے سب سے دیر اور جو پالو "اس کا پاس ہی تھا نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ دیر ہوتے ہی وہ بھی اپنے بھائی کی طرح رندوں اور موت کی نگاہوں میں ایک "خرد اور فیصلہ کن کوشش ضرور کرے گا۔ جتنی مجھ پر گولی ضرور چدے گا اور میں اس کے لئے بھی تیار تھا۔ لیکن دیر اور دیر دیر میں اپنے بچاؤ کے لئے چاروں طرف نگاہیں ڈال رہی تھیں۔ اس کی انگلی ٹریگر تک پہنچے سے پہلے میں اس کے سینے میں گولہ آکر دینے کی پوزیشن میں بھی تھا۔

مگر میں اس سے بچاؤ کے لیے غور نہیں تھا۔ اس لئے وہ اپنے کام کو ختم کر رہا تھا۔ اس نے واقعی ریلوے کی ٹائی کی کھنٹی پر رکھ کر بدل بدل کر دیکھ دیکھ کر اس میں مرتبہ قار فادھماکا پھٹنے سے بھی کم تھا اور وہ تھا کہ اس سے بھی زیادہ گورنر اس کی چھوڑنے کی ٹٹی کے پاش پاش ہونے کی خبر۔

یو سب سے اسی لئے وہ کمری سے نیچے پھرتے ہوئے اس عام شہر راکت پر تھا کہ اس کی
کھوپڑی کا آہٹ بالائی ٹھہرنا تب تھا اور بقیہ شکستہ حصے سے یوں بھل بھل خوب مل رہا تھا
جیسے انکھوں میں تو سب سے مٹ کھل گئے ہوں۔

پہ جیسے کل مدد تک درست کرتے ہے بعد میں نے تہہ چائے پر ایک اور اعلیٰ نظروں اور وہاں سے نکل گیا۔

ذکر کردہ کی چیزوں سے مجھے برف ٹیکس کی صفائی میں چال سکے علاوہ کار کی چابیوں کا ایک
تھکا بھی ملا تھا۔ میری توقع کے مطابق کار کچل میں کھڑی تھی۔ یہ ایک سوڑا گرس ہیشور
تھی۔ نہایت شاندار اور باوقار گاڑی تھی۔ اس کی ہیڈ لائٹس پوری سرچ لائٹس سے مشابہ
تھیں۔

گاڑی میں بیٹھ کر سے 'سارٹ کر کے' میں سڑک پر لایا۔ یہ عداوت میرے لئے جانی
تھا۔ میں نے ادا "گاڑی ہائیکس" طرب موڑی کہ کسی بڑی سڑک پر پہنچ سکوں۔ پہلے در
دھڑلا کر سڑک کے بعد بالآخر میں شیدو کی روڈ پر نکل آیا۔ شہر کے مختلف آباد علاقوں سے
گزرتے وقت میں نے دیکھا عروس شب دھیرے دھیرے محکوائیں لیتی بیدار ہو رہی تھیں۔
فلپوں 'ہوٹلوں' در پڑی بڑی۔ کانوں کے نیوں میں ہمد نے لگے تھے۔

میرے کشمیر بیورڈ پہچنے تک رات اپنا رنگ صاف بھی تھی۔ یہ سڑک تقریباً تین میل
بھی تھی اور اس کے دونوں طرف پھیل ہوئی محض گونٹھوں کی حدود تو آپ سڑک سے ہی
شروع ہو جاتی تھیں۔ وہ اپنی گونٹھوں کے درمیان کہیں کہیں سے چھوٹی چھوٹی غبی سڑکیں

ن کو غیروں تک ماریں تھیں جو پچھلے طرف واقع تھیں۔

بالآخر وہ کونٹھیلوں کی چار ماہاری سے درمیان حزقی ہوئی ایسا جھک ہی سڑک پر مجھے
 ٹریفک کے نشانات کی طرح وجہ کا ایسا چھوٹا سا سائیں پورٹ نظر آیا۔ جس پر سرخ رنگ
 سے لکھا تھیا کا ہندسہ اور تھیا کا نشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے گاڑی اس سڑک پر موڑ لی۔
 انگریز عموماً تھیا کے ہندسے و نمبروں حیاں کرتے ہیں انکیں بھی میں نہیں کہہ سکتا تھا
 کہ یہ ہندسہ کس کے لئے مخصوص ثابت ہوئے والا تھا۔ میرے لئے اس کو خلی کے کینوں
 کے لئے؟

نخلے سماں تھے مزید کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے اپنے سر سے یہ عداوت نظر
آئی جس کی سلاخوں میں تار کی مدد سے ٹیس کی ٹیب پھونکی پیٹ جھون رہی تھی جس پر
ثیرو کا سندھ چمک رہا تھا۔ اس کو ٹھکی کی چار دیواری سنہاڑی اور کی تھی اور ای مناسبت
سے ٹیب بھی اونچی درختوں کے ٹکڑوں کی طرح لگی ہوئی مونی میں جی ہوئی
تھیں اور طاہر کی ہوتا تھا کہ ایک مدت ہی یہ بوجھ کھلا رہے گا ورنہ کرنے کی نوبت
میں آئی۔ چار دیواری پر بھی نہ جانے کس لہجے میں زور چوتا پھیر رہا تھا جس کی طرف جگہ
جگہ سے آٹھڑ چمکی تھی اور وہاں سیاہ کافی کی جی میں جم چکی تھیں۔ طویل و عرض دار یہ
دسے میں درختوں سے جھڑپا ہوئے ان گنت زرد و پتے بکھرے پڑے تھے۔

عمریت پر راجوں کا مسکن معلوم ہوتا تھا۔ ماحول پر وہی پر سرایت اور ہیبت غالب
سا سکوت طاری تھا جس کی منظر کشی میں سے انگریزی کی عوافت کہانیاں میں یاد ہر بدھی
تھی۔ "وہاں" مجھے احساس ہوا کہ درختوں تلے تاریکی میں وہ نوب طرف سے پیچھے مختلف
رنگوں اور مختلف مذہب کی گائیاں بھی بھڑی ہیں۔ ان طرف میں نے دھیمیں ہی نہیں دہ
تھا۔

میں گاڑی سے اترے اور تین میزبیاں چڑھ کر رتھ میں پہنچا۔ سامنے بلند و مال چوہ
دروازہ نظر آیا تھا۔ ابھی میں اس تک نہیں پہنچا تھا کہ دائیں طرف سے ایک مختصر
نہ میرے کی آغوش سے نکل کر اچانک ہی سامنے آیا۔ وہ چہرے جسم کا ایک طویل
القامت اور بظاہر بہت منہب انسان تھا۔ اس کے چہرے پر مدد مت اور نہایت حقیق
مسکراہٹ دکھائی ہوئی تھی مگر اس کی آنکھوں کا گویا اس کے چہرے سے کوئی تعلق ہی نہیں
تھا۔ وہ شخص بیور کی دو گویا معلوم ہوئی تھیں۔ ٹھوس ہرد اور چہرہ سے جاری۔ وہ سات
میں بیوس تھا۔

”کہاں سے تشریف لائے ہیں اور کس سے مل رہے ہیں؟“ اس نے اٹھ کھڑی شاکستہ سجدے میں پوچھا۔ آواز سرگوشی سے کچھ ہی بلند تھی۔

”مجھے دُکرم نے بھیجا ہے۔“ میں نے گویا کہ تیرے بھائی بیٹے کی کوشش کرتے

ہوئے دھیسے لیجے میں گما اور یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ مجھے کس سے ملنا ہے۔
 "اے۔۔۔۔۔" اس نے یہ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا۔ "اس نے یہ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا۔" اس نے یہ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا۔
 طرف دیکھ جس میں میں کیا تھا۔ "میں بھی سوچ رہا تھا کہ۔۔۔" وہ جلدی اوجھڑا چھوڑ کر
 مسکرایا اور راستے سے ہٹ کر گردن کو قدرے خم دیتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا اور
 پھر جیب سے ایک چابی نکال کر اس نے چوبلی دروازے کے ایک ایسے سوراخ میں داخل کی
 سے شاید میں اس تختے پر گندہ کے گئے تیل بوتل میں کبھی تلاش نہ کر پاتا۔

"میڈم دوسری طرف پر اپنے پار میں ہیں۔" اس نے چابی گھماتے ہوئے کہا۔ چابی کو
 اس نے کئی چکر دیئے جیسے وہ چابی نہیں سکرپو ڈرائیو ہو۔ پھر اس نے ایک پاتھ سے
 دروازے پر ہلکا سا دھوکا دیا اور خود ایک طرف کو ہٹ گیا۔ الوداعی انداز میں گردن ہٹا کر وہ
 دہلیز گھڑا رہا۔ میں نے تدریجاً قدم رکھا اور دروازہ نہایت ہی ہلکی سی کلک کے ساتھ میرے
 عقب میں بند ہو گیا۔

میں اب ٹیلیفون بدلتے تھا لیکن اس سے خاصی بڑی کونٹری میں گھڑ تھا۔ میرے سامنے
 اندسے شیشے کا دروازہ تھا جس کے پار مجھے نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اتنا ضرور معلوم ہو رہا تھا
 کہ کوئی چیز روشنی ہے۔

جب مجھے احساس ہوا کہ میرے دروازے کا یہ مسلم دراصل سادہ پروٹکٹ اور
 ایئر کنڈیشننگ کے لئے تھا۔

میں نے جیسے ہی شیشے کا دروازہ کھولا میرے اندر گرہ جیسے۔۔۔۔۔ ڈیوٹیوں۔۔۔۔۔ تو زوں اور
 روشنیوں کا ایک سیلاب اندر پڑا۔ دو دیوے ٹیبلٹ پر کھڑے ہی جیسے میں کسی اور دنیا میں گیا
 تھا۔ باہر صوف کا سا سکوت تاریکی اور سونا پخت تھا۔ وہ اندر کی نہام تو برعکس روشنی و رعنائی
 کے ساتھ شکامہ حیات شباب پر تھا۔ شیشے کے دروازے سے نکل کر چند لمحوں کے لئے تو میں
 ہٹا جگہ ساکت گھڑ رہ گیا۔

یہ ایک طویل و عریض مال تھا جس میں فرش پر عظیم سبز رنگ کا دھڑلایاں بچھا ہوا
 تھا جس میں پودا اگتے پر رہے تھے۔ چھت کے وسط میں ایک بہت بڑا پودا اس کے ارد
 گرد کی چھوٹے چھوٹے فالوں اور اب اسے جن کی روشنی۔۔۔۔۔ کھول کر خیرہ کر رہی تھی۔۔۔
 چھت اور فرش کے درمیان قوس قزح کی رنگینیاں گھڑی ہوئی تھیں۔

بال کے وسط میں قدیم رومن طرز کی ایک بہت بڑی ڈسک لٹیں تھی جس کے ارد
 گرد کریں لٹیں تھیں۔ اس پر انواع و اقسام کے کھانے بچے ہوئے تھے۔ وحالت کی ڈشوں
 کے پیچھے پیرٹ سیپ روشن تھے کہ کھانے ٹھنڈے۔۔۔۔۔ ایک خاص اور انجیونیئر کی
 پرفیورم میں بلوں تراشیدہ سے جسم کی مالک دو بڑیاں اس میز سے خالی ٹیبل اٹھانے اور
 میز اٹھانے میں مصروف تھیں۔

میز کے گرد چند جوڑے کھڑے تھے مردوں کے لباس اعلیٰ اور بیش قیمت چروں پر خوشحال
 آسودگی کی چمک مگر آنکھوں میں شمار کی دھندلاہٹ تھی۔ بات بات پر ادھر ادھر کو جھومتے
 تھے جیسے تو دن پر قرار رکھن مشکل ہو رہا ہو۔ اس کی ساری لڑکیاں خود بھی تھوڑے کے حلقوں
 میں ہلکورے لے رہی تھیں مگر نہیں سہرا دینے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس سے کسی
 کے ہاتھوں میں اب بھی جام تھے۔۔۔۔۔ نہایت شوخ بھڑکیے اور بیش قیمت مگر ناکانی لباس دن
 کوئی لڑکی سر پیچھے کو جھٹک کر ہنسنے لگی۔ پورا زور لگا کر بولی بہت کرتی تو اس کی گردن کی
 مرمریں جدہ پر نیلی نیلی رنگیں ابھرتی تھیں۔ آواز تو آجوں کے شور میں مدغم ہو کر معلوم نہیں
 اپنے مخاطب تک پہنچ پاتی تھی۔ کبھی کبھی ان میں سے کوئی اپنا گلاس ہٹ کر کے چلا کر کچھ
 کہتا تو سامعین قہقہے لگاتے لگاتے دہرے ہو جاتے ایک دوسرے پر گر جاتے۔ لڑکیاں اپنے
 بچے ساتھیوں کو سنبھالنے کی کوششیں تیز کر دیتیں۔

بال کے انتہا پر فرش کا کچھ حصہ اور پچھا جس پر قلابین نہیں تھا۔ یہ حصہ اتنا صاف
 چمکیلا اور چمکا تھا کہ اس کی جھلکاہٹ دور ہی سے واضح تھی۔ اس حصے پر چند جوڑے تھے
 بھونانہ سے انداز میں خود دھن تھے۔ ہل منظر میں چیز سو بیتی گونج رہی تھی۔

یہ گویا ایک ہی طرز کا ہائٹ کلب تھا جس میں اس ڈرنگس اور ڈرنگس ایک ہی فلو
 پر کھینچ کر دیا گیا تھا۔ ایک اور عجیب بات میں نے یہ محسوس کی کہ بال ہر اور ڈرنگس طور
 پر موجود تقریباً تمام ہی جوڑوں میں مشترک ہندوستانی اور پختہ العریکہ بہت سے تو ایئر عمر
 تھے۔ بہت لڑکیاں مختلف اسس اور سب کی سب نوجوان تھیں۔ ان کے طرز عمل سے یہ
 اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ ان مردوں کی بیویاں نہیں تھیں۔

ماحول کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں آگے بڑھا۔ کسی نے میری طرف کوئی توجہ
 نہ دی۔ میں نہایت طہینوں سے میزوں کی تلاش میں نظر ڈالتے ہوئے ہل کو عبور
 کرنے لگا۔ اس کے انتہا پر پہنچ کر اسٹگ فلو پر بائیں جانب مجھے میزوں نظر آئیں۔

آخری سیٹر می پر قدم رکھتے ہی مجھے لاکھ کے پار ایک بڑے دروازے پر پتیل کے
 حرفہ میں لفظ "پرائیویٹ" چمکتا نظر آیا۔ اس کے نیچے قدرے چھوٹے حروف میں "میڈم
 منور" کی نیم پست نظر آ رہی تھی۔ یقیناً یہی میڈم منور کا پارہ تھا۔

دروازے پر پہنچ کر میں نے ایک انگلی سے دست دی۔
 "دروازہ کھلے؟" ایک لہجے کی آواز میرے کانوں تک پہنچی۔

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور ایک لمحوں کے لئے وہیں رُک گیا۔ یہاں
 روشنی زیادہ نہیں تھی منظر بہر حال "سٹی" سے دیکھا جا سکتا تھا مگر ترتیب و ترتیب کے
 اعتبار سے یہ ایک عجیب جگہ تھی۔ فرش پر یہاں بھی دھڑ قلابیں تھیں مگر اس کا رنگ گہرا سیاہ
 تھا۔ کھڑکیوں پر اسی رنگ کے نہایت خوبصورت پردے لگے رہے تھے ایک طرف دھڑا رہے

ساتھ لہارت شہرہ بیٹھی ڈبل بند لگا ہوا تھا۔ جس پر حسین تانیوں کا چہرہ سا تھا۔
اس کی ڈوریوں پھٹ سے منسلک تھیں۔

جمال میں کھڑا تھا اس سے کچھ ہی دور دیکھ کر ایک گونے میں خاصی بڑی اور
بیش قیمت سفید نیل اور سیاہ اسٹیل کی فائلنگ کینٹ لٹ گئی۔ میرے ساتھ صرف ایک
مگر سب حد خوبصورت چمڑے کے گدڑوں والی ریوٹنگ ٹیڈ بھی موجود تھی۔ سبز پر کسی
فائبر کتا ہیں اور کچھ کھلے فلفلف تدرسے بے ترتیبی سے پڑے تھے۔ کھلی فائلنگ پر کسی
کے موٹے موٹے عدسوں کی نظر کی عینک بھی پڑی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی کتے
پڑھنے کا کام کرتے کرتے ابھی ابھی اٹھ کر گیا ہے۔ گویا یہ طویل عرصہ تک ایک وقت
خوابگاہ ڈرائنگ روم اور سفید کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

چاروں طرف کا جائزہ دیتے ہوئے میری نظر کمرے کے وسط میں لگی جوں ایک عورت
ترم ترمی پر نیم دراز تھی۔ اس کے سر پر پادریوں پانی سے بھرے ایک بلورین برتن میں
نکے ہوئے تھے۔ اس کے پیروں اور اچیلے اچالے گاؤں سے ہوئی ہوئی میری نظر اس کے
چہرے پر پڑی۔



اس کی عمر شاید بیسپن سے دو ہی تھی مگر رکھ رکھاؤ عصب کا تھا۔ اس کی رنگت حد
سے زیادہ سفید تھی اور رنگ سے خالی نظر آتی تھی۔ چہرے پر گہری گہری لکیریں اور ہونٹ
مرمچائے ہوئے تھے مگر دھاپے کی اس نشانوں۔ صہیت، ہرانا، میک اپ نے بڑی حد تک
دبا رکھا تھا۔ چہرے کی مناسبت سے اس کے بال بھی تقریباً سارے سفید ہوئے چاہیے تھے
مگر وہ گہرے سیاہ اور نہایت چمکے تھے۔ یہ کسی بہت ہی نفیس اور بیش قیمت انی کا مال
تھی

”جس لفظ آتے ہو،“ رخت“ بڑھیا کی آواز میرے گالوں سے گزری۔ اس کی آواز
میں بڑھاپے کی سرشاری سمجھنے اب بھی ایک عجیب سی لکھت اور سوچ تھی۔ ”مگر جہاں
بالا اللہ تھتہ تو نہیں پہنچ پڑتے“ اس نے ایک نظر اپنے انیس طرف پتہ تپان پر
رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور پھر ”یہ نظروں سے میری طرف دیکھے گئی
میں سے کمرے کی ٹھک لگا میں ایک گہری سانس لی اور رخت سے غار میں مسکرائے
ہوئے تھا۔“ مجھے واسم سے سمجھا ہے۔“

میر نہیں تھا کہ یہ اس کو وہ خوشی سے کھل گئے تھے اور صہیت ہی شہر لہجے میں
ہنسنے کی دعوت آگئی۔ چہرہ چمکے گا کہ میں یہ لکھنا اور یا پٹا پٹا مڑوں گا۔ میں اس
سلسلے میں قطعاً کسی تلف سے غافل نہیں ہوں گا اور یہ لکھنے بھوک بھی شدت سے لگ
رائی تھی اور پراس گئی۔

تر میری توقعات کے برعکس اس کی سیاہ تھوڑی سی ایک صہیت پر ہی اور سرور میں در
تی پتے پتے ہوا ایک لمبے کے بے رعد۔ در میں بھیج کر دگئے پھر ان میں
ہریش، لی، ”گروہ خود کیا ہوتا تو اس بار شاید میں تپائی تھا کہ اس کے سر پر دے
مارتی۔“ پھر اس سے ہونٹ چماتے ہوئے گویا پر ضبط کرنے کی کوشش کی۔ میں نے اس
دورس ہوئی تھوڑی سی غافل پیش کرنا ضروری سمجھا۔

”میں تو اس غیبت کو لکھتا ہوں کہ پچھل گئی“ بڑھیا۔ ”سب قدر نرم
مجھ میں کما۔“ اونچے اور بے فائدہ معاش بنا پھر، ہے پچھلے سے بھی اڑ جانے اور وہ صہیت
عورت تو اس سے اب تک مر نہیں دکھائی دے اس معاملے کو جتنا لکھنا چاہتا ہے اس

میں آپ سے تم پر آیا تھا
 "وہ کیا؟" اس سے بڑے اطمینان سے پوچھا۔ "وہ یہ ہے۔ روپہ در حقیقت رہا ہے۔" میں
 نے ٹھٹھے ہوئے کہا۔ "اور میری خدمت ایک بھی عاقبت نے دراصل شمس ٹھٹھے لگائے
 کے لیے حاصل کی ہیں۔"

وہ ۲۶۷۲ ہونے کی بجائے کچھ چیز کی اس کی وجہ غلطی یہ تھی۔ اسے میری بات کا
 یقین نہیں تھا۔ میں نے اسے سامنے جا کر دیا۔ "نکلیں سیکڑے۔ مجھے گھر دے
 دیں۔"

میرے خیال میں بھی غلطی ہوئی۔ وہ میری اس بے تکلفی پر ہنس مچا۔ "اس قسم کا
 مذاق کرنے لگو۔" وہ ناگوار سے بولے۔

"میں مذاق نہیں کر رہا تھا۔ بڑھاپہ" میں نے دبا دبا کر کہا۔ "یہ بتاؤ کہ اپنے
 بے موت کا کوئی طریقہ یاد کر گئی؟" میں نے کہا کہ مرنا چاہتی ہو تو نیٹو ایچ کر؟ ہنسی سے گھر
 کر مرنے کو ترجیح دے گی یا کہیں تڑا کر مرے؟ یہ چاروں طریقے مریت کم طبع و
 ہیں۔ تمہارے جراثیم کی فہرست پانچ لاکھ لاکھ طویل ہیں۔ اس لیے میں تمہیں کہہ سے تم
 تکلیف دہ موت کا طریقہ منتخب کرنے کی اجازت ہے۔ وہ ۲۶۷۲۔ جلدی ہو۔"

"تو میں مت کرو۔" اس بار وہ ناگوار سے اس کی طرح پھٹکانے لگا۔ "اور راست میں تمہیں
 میں جھانک رہی تھی اور غلطی سے میری بات کا یقین نہیں تھا۔" وہ ہنسی سے
 دھیرے دھیرے پانی کر کے پائے میں لگے۔ یہ ایک سنگین بین میں صدمہ بڑھ رہا تھا۔ گھر کا
 ہی کر رہی تھی کہ وہ میرے اندر دھک دھک بٹھانے لگا۔

میں نے اس کے ہاتھ کو سرخ ہونے کے تین قریب ہاتھ کا آج دیا اور میں اس وقت
 میں اس کی نگاہیں کو چھوئے۔ ان تھی میں نے اس کے ہاتھ پر اسے مار دیا اور ساتھ
 ہی اس کے منہ پر سختی سے ہاتھ بھی رکھ دیا۔ گوشت گھر کے سائڈ پر وہ معلوم ہو رہا تھا۔
 تاہم میں کوئی خطرہ نہیں دیکھنے کے لیے بھاگ رہی تھی۔

اس کی کلائی گویا دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور بازو ہے جوں اندر میں پاندہ میں حصوں
 گیا۔ وہ غصے ہاتھ کے پانچوں سے رتی طرح کی رتی تھی میں نے وہ ہاتھ پھیلا کر اس
 کی پیشانی گرفت میں لے لی اور ایک کھنکھارے جھونکا دیا۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور
 چہرے کے عضلات تڑپنے لگے۔ چپٹے کی طرف ایک ہلکی سی آواز سے صدمہ اس کی گراں
 موت چلی گئی۔ میں نے دونوں ہاتھ ہٹا لیے تو وہ آرام نہ کر کے ایک بازو پر لٹک گئی۔

گھر میں سنا رہا تھا یہ موت کا سنا تھا۔ میرے منورہ کی پھٹی پھٹی آنکھیں
 اب بھی مجھے دیکھ رہی تھیں اور میں اس کے سامنے کھڑا سوچ رہا تھا کہ اس آواز کی بات
 نہیں ملے وہ مسخ توبوں کے جیسے "اشیں مکوں سے فارغ" کتور میسوری کی ڈر سے پاری۔"



وہ اس کی دہشت گردی اور اسے سب چیزوں کی وجہ سے روپہ کا جینے کی سون پر تھے رہا۔ اس
 سب کے پیچھے کھنکھارے کی باتوں ہی بڑھاپہ کا ہاتھ نام کر رہا تھا۔ محض کٹر خفاک اور حسیب
 نظر آتا تھا۔ وہ اس کی اصل جڑ کا ہاتھ نہیں پتا تھا۔ وہ بات تو کچھ ہی نہیں تھی
 ہر حال اس باتوں ہی بڑھاپہ تک پہنچنے کے لیے مجھے بہن بھروسے سے کرنا پڑا تھا۔
 انہوں نے میرے دھمکے میں اصرار کیا تھا۔ اس حالت کا مجھے سامنا ہونے کا توقع تھی۔ یہ
 شاید اس کی سراسر غلطی تھی۔

میں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر بھاگا۔ اور دھڑکائی نظر نہیں رہا تھا۔ میں
 جس خاموشی سے اوپر آیا تھا اسی طرح وہیں پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے قدرت چرلی ہوئی کہ
 اب وہ ایک چور بھی نظر نہیں آتا تھا حتیٰ کہ سرو کرے والی لڑکیاں بھی غائب ہو چکی
 تھیں۔ تمام چورے دراصل کمرہ میں چھپ چکے تھے۔ وہ کمرے ساؤنڈ پر وہ تھے۔

باہر آکر میں نے ہتھکڑی نظروں سے اور ہر دیکھا۔ وہ لوہاں مجھے کہیں نظر نہیں آتا
 جس کے میرے لیے۔ وہاں کھونٹے، چاروں طرف ہنستا اور سکوت طاری تھا جس سے
 گزر کر میں یہاں پہنچا تھا۔ درختوں کے تلے تلے دھیرے میں رنگ پرگی کا تین کی طرح
 کھڑی تھیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکا تھا کہ سکوت اور حد ہٹ میں پٹی ہوئی اس
 عمارت کی دیواروں کے پیچھے کبھی دیا تھا؟ کیا منگامہ ہو رہا تھا؟ اس کے ہ کمرے میں
 پیش و غریب مور ہے راہ راہ کی یہی تھی۔ ستائیں رقم کی ح رہی تھیں؟

کار میں بیٹھ کر میں روپہ کے گھری طرف دیکھ گیا۔ مجھے نہیں تھا کہ میری انی دیر
 کی غیر حاضری سے وہ بے حد پریشان ہو گئی۔ عدیشہ یہ بھی تھا کہ اس تھیر ہٹ میں وہ کوئی
 غیر ضروری قدم نہ خن سیٹھے۔ اسی لیے میں نے اہل کیا تھا کہ پہلے جا کر اسے سنی دے
 دوں۔ اس کے بعد اس سے ملے گا۔ ایک چہرہ نگار توں گا جہاں میں سبھی ہ کر رہا کوئی
 مرد پھوڑ رہا تھا۔

پول گھٹنے کی ڈرائیو کے بعد جب میں نے گاڑی اس جانب کی طرف موڑی جہاں پھوڑ
 ہے کر وڈ کے قریب روپہ کاٹھ تھا تو مجھے سڑک پر دیکھیں اور غیر معمولی مدت نظر آئی
 رہا عام حالت میں اس پرش رہائی علاقے کی سڑکوں پر ہی تھیں، رستہ طرقتی تھی۔

پہلے گاڑی کی طرف گاڑی موڑتے تو میں سے سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ ہر دور کی طور پر
 ایک ہفت گاڑی رہ گئی۔ سامنے گاڑی کے سامنے ہاتھ جوڑ تھا۔ سیپوں گاڑیوں، ہر ہر کھن
 گھر تہاں تھیں جس میں پ میں اور گاڑی کی بھی گاڑی تھا۔ شاہ تھیں بڑی بڑی سرخ
 انہیں دیکھیں ان کے درمیان کیسوں کی فٹس۔ ان کے ہاتھ کے الگ ہی نظر
 آ رہے تھے۔

یو مقام ان سب کی توجہ کا مرکز تھا وہاں روپہ کی کوٹھی ہوئی تھی جیسے خفی ہو اب وہاں

میں تھی اس کی جگہ اب مکھن بٹے کا ایک تیار تھا جس سے میں کیس سے اسی کی لیکریں بند ہو رہی تھیں۔ مخصوص لباس اور میڈلٹ وغیرہ پہنے ہوئے فائر یٹنگ کا عملہ جی ٹکوں سے مستعدی سے میرے ہانے میں مصروف تھا۔ کئی بار وہی اور سبے دریں افراد بار بار ہجوم کو ہٹاتے اور اصرار کرتے جاتے نظر آ رہے تھے۔

میری آنکھوں کے سامنے بدھیرا چھاپا۔ روپ کی کہانی ملے کا بدھیرا یوکر میں تھی اور کیا روپ بھی اس کے ساتھ ہی...؟ اس بات نے گویا مجھے چھرا کر رکھ دیا۔ میرے ہاتھ پیروں سے گودا جان نکل گئی۔ اب تک کی ساری بار دھماکا بھگ دوڑ دوڑ جھجھکے نے مجھے اتنا نہیں تھا کہ وہ جتنا صرف ایک منظر نے مجھے بے دم کر دیا تھا۔ قریب تھا کہ میں گاڑی سے اتر کر دیوالوں کی طرح دوڑتا ہجوم کے قریب جا پہنچتا اور کسی دردی والے کہ جسے ڈاکر پہنچتا کہ معصوم کیا ہے؟ دیوالہ ہمدہ ہے۔ یہ؟ اسے مرزا تصور کرنے پر دل تڑپا ہی نہیں ہوتا تھا۔

صحیح صورتحال جیسے ہاتھ بغیر ہی میرے دل دھڑکیں مار مار کر روتے کہ چاہ رہا تھا۔ بہ حال اپنے اعصاب کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے ہجوم سے اتنی دور ہی رہتے ہوئے گاڑی کا ٹیچ بند کیا۔ چالی ایکٹ میں پھوڑی اور گاڑی سے تر گئی۔ گاڑی اسی وقت ایک بونگی کی کپاؤ ڈال کے قریب تھی۔ دریں کا بیشتر حصہ اندھیرے ہی میں تھا۔ ہتھ اس سے اترتے وقت میں روشنی میں ہی تھا۔ اس میں نے سامنے سے داتا سائیکل پر ایک لڑکی کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس کے تڑپہ بال اور اسکوٹ ہو میں ڈرم تھا۔ اسکوٹ ڈسٹ چونکہ اس سے پیچھے تھی اس لیے اس کا چہرہ مجھے صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں چونکہ ہو گیا۔

میرے قریب ٹکر رہی۔ سائیکل کی بریک لگائی اور تڑپہ سب میں سے دیکھ گیا۔ وہ دیوالی سیکڑی اوٹ تھی اس کی سانس پھول رہی تھی اور ستارے تاب پچھلے کی مٹھی تھی۔ میں چمک رہی تھیں۔ وہ سیاہ شلنگ اور پیوس کے ہوتے پٹے ہوئے تھے اور اس وقت کان کی ہوئی پمپلٹ ہڈ رہی تھی۔ سے اچھ کر مجھے یہ گھر خراب کا حواس ہو گیا۔ میرے کچھ پرچھے سے پمپلٹ میں اس کی اٹھی۔

”میرا منصوبہ“ اس نے انگریزی میں کہا۔ ”آپ فور میرے ساتھ چھنے جس کس سے آپ کی تلاش میں یہی چہرا رہی تھیں۔“

”آؤ جلدی سے گاڑی میں بیٹھو۔“ میں نے وہ سری طرف گاؤں وارہ کھاتے ہوئے کہا۔ ”میری سائیکل...“ وہ اچھکاتے ہوئے بولا۔ ”میں نے دکی میں رکھ دیں۔“ ”میں نے جیس سال کی اس تندرست و توانا اور خاص حد تک جوانیہ لڑکی سے آہ ز میں سکون کی پیو ہسی معصومیت تھی۔ شاید میں اس وقت اس کی سائیکل میں بیٹھ کر داتا اور کتا

”میں جہ میں جس میں دس سائیکل سے دوں گا۔“ لیکر شاید اس نے مجھے کا اڑتھا کہ مجھے یہی محسوس ہوا جیسے اس کی عمر بھر کی پوچھی نہیں رہی جا رہی ہے۔ میں نے ایکیش سے چاہیں کمال کر ڈی ٹکوں اور اس کی سائیکل کو اس میں لٹھ اور اسٹرنٹ لٹھاتے ہوئے پوچھا۔ ”کہہ کر چنا ہے؟“

وہ میرے روبرو بیٹھ چکی تھی۔ ”گاڑی ابیں موڑ لیجئے۔“ اس نے کہا۔ اوٹا کی پادیت کے مطابق میں گاڑی دائیں دائیں گلیوں میں مہلنے لگا۔ ”ماوش ریتا میرے اس سے باہر ہو گیا تو میں نے پوچھا۔ ”یہاں کیا ہوا تھا؟“

”میرا گھر تھوڑی ہی دور رہ گیا ہے۔ ابھی آپ کو سب معلوم ہو چاہے گا۔“ ”ماوش نے ہم سا جواب دیا۔

”روپ تو زندہ ہے نا؟“ میں نے قہر سے بند کونٹ میں بے چینی سے پوچھا۔

”جی ہاں!“ اس نے جواب دیا۔

اس سے میرا دنیا لگائیت و فکری جھپٹ میں اتر گیا۔ وائس کے ٹروپ کی طرح سے ہوئے میرے اعصاب کو قرار دیا۔ اس وقت میرے سے سب سے اہم اور ٹھیک سال ہی تھا جس کا مجھے جواب مل گیا تھا۔ باقی باقی میں میرے نزدیک بہت کم ہم تھیں۔ ہم ابھی اسی علاقے میں تھے۔ تاہم ایسے حصے میں پہنچ چکے تھے جہاں بنگوں اور کوشیوں کی بجائے چھوٹے بوہے فلیٹوں پر مشتمل کئی منزلہ عمارتیں سر اٹھتے تھیں۔ ہمیں سے ایک فلیٹ پر اپنی عمارت کے سامنے اس نے گاڑی رکوائی اور تڑپے ہوئے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

درو روٹھی میں ڈوبی ہوئی میڈیاں ملے کمرے میں اس کی رہنمائی میں وہ سری منزل پر ایک فلیٹ تک پہنچا جس کے مہینے دروازے پر ایک دارے میں سیاہ پینٹ سے آٹھ کا مہا سا پندسہ لکھا نظر آ رہا تھا۔ اوٹا کی اسٹک کے جاب میں ایک پکی دیوالی سی بڑھیا لے دروازہ کھولا۔ وہ مجھے دیکھ کر ہستے رہا۔ بڑھیا اوٹا کے سنسٹیل کی پرچھ کیں معلوم ہوتی تھی۔ یقیناً وہ اوٹا کی ماں تھی۔ اب مجھے یہ پوچھنے کی ضرورت نہ رہی کہ یہ کس کا گھر ہے۔ ظاہری بات تھی کہ اوٹا کا گھر تھا۔

پہلا کمرہ خالی تھا اور اس کی گرائنڈ اوسط درجے کی تھی۔ قالین کا رنگ اڑاڑا سا تھا اور صوفہ بھی پرانا تھا مگر اس کے گندیل پر صاف ستھرے لٹاٹ چڑھے ہوئے تھے۔ اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ اسی کمرے کے ایک گوشے میں قالین پر وہاں کمرے سے بیٹھی دو نو عمر لڑکیوں کے ساتھ بولا کھیں رہی تھیں۔ نو عمر لڑکیاں اوٹا کی پھولی بہنیں معلوم ہوتی تھیں۔

”خدا کا شکر ہے منصور!“ وہ مجھے دیکھ کر بولا۔ پھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ میرے آنے



سے پچھلے وہ غائبانہ فکر اس کو بھلائے کی کوشش میں خاصی غایب ہو چکی تھی۔ اس کی ٹانگوں کے ساتھ قہقہے لگا رہی تھی مگر مجھے دیکھتے ہی جیسے سارے فرسوش کردہ اندیشے اس کی آنکھوں میں تر آئے۔ "تمہارا انتظار کرتے رہتے ہیں تو پاگل ہو چکی تھی" میں خاموشی کھر اے بٹھا رہا۔ وہ میرے قریب آئی۔

"ہو کیا تھا؟" بالا حریف نے پوچھا

"صحیح طور پر تو مجھے بھی نہیں معلوم" اس نے سادگی سے کہا۔ "میں تمہاری ہدایت کے مطابق کنوڑ میسوری کی "پڈنگنگ" یکنامی سڑک پر چھوڑ کر کچھ دیر ٹیکسی سٹاپ کرتی رہی لیکن ٹیکسی میں بیٹھ کر مجھے اندیشہ محسوس ہوا کہ یہاں بیٹھنے اور عام سے سواروں کے ہاتھوں کچھ "گ" مجھے باجپاں نہ لیں اور جھوم اکٹھا نہ ہو جائے" اس سے میں کلیں گھیب سے ہوئی بیویں ہی چل کر تھک رہی تھی۔ "میں یہاں تھا اس وقت میں یہ کہہ رہی تھی کہ وہاں کے قریب پہنچ چکی تھی۔ بس میں نے ہیردوست کے ساتھ اس کے ساتھ کچھ کھانسی کا مرکز کی جگہ پر پہنچا ہوا تھا۔ دیکھا بیسٹرو وغیرہ کے کچھ کھڑے تو میں نے اس کی کھانسی کی سوجھ بوجھ میں بھی رہتے دیکھے بھربائی یا اوروں وغیرہ میں بھی در ٹیس پڑیں اور وہ بھی "میں بول رہی تھی۔" وہاں سے اس کی نئی اور لٹائل رجحان سے غافل میں میری طرف دیکھا۔

"میں نے بڑے جفا سے کہا، وہ یہ غصہ موصو" اس نے جیسے شکوہ سا کیا۔ "پچھلے اس کی نال میں میرا بھی ہاتھ رہا تھا۔" اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہیر دوست و غایب ہو گیا جیسے غائبانہ سے کسی پرندے کا شیرازہ چاہ رہا ہو۔

یہ ٹکڑ روک وہ پھر مدد نہ پہنچ گیا ہے "میں نے جیسے ہلکا سا مسکرایا۔ "کیا تو پھر بھی جتنے رہیں گے" میں نے بالوں میں اٹھلپھٹلپھٹ کر دیکھی میں غائبانہ سے مدد کا تصور پر چھپا گیا تھا مجھے تو یہ سوچ کر بھر بھر آ رہی ہے کہ اگر تمہیں ٹیکسی مل جاتی تو کیا تم چند منٹ پہلے گھر پہنچ چکی ہوتی؟ تب لی ہو؟"

وہ نہ کہو، اتفاقاً بھر چکی سی تھی۔ اس دوران جیسے ہم نے کمرے میں موجود دیگر افراد کو قلعی نظر دیا رہا تھا۔ بڑھاپا تو چند لمحے پہلے ہی دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اوشا نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "شریف بھٹے" میں اسے آپ کے لیے کافی کہتی ہوں۔"

"کالی میں" میں نے فوراً کہا۔ "میرے پاس کچھ کھانے کے لیے کچھ دوا چائے کا کوئی بندہ دے گا" میں نے اصرار سے پوچھا۔

"کیوں نہیں؟" وہ مسکرائی۔ "چند منٹ انتظار کی زحمت نہ کرنا پڑے گی" وہ بالکل بچپن کی طرف چل دی۔ پھر جیسے وقت اس نے شاید اپنی پہلی بیوی کو بھی گلاب کر دیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہی کمرے سے "میں نے رخصت ہو گئیں" میں صوفے پر بیٹھ گیا اور

وہاں پہنچ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ رات کے گیارہ بجے تک گیارہ بجے تک میرے چہرے کے قریب ہی کالیں پر بیٹھ گئی۔ کمرے میں بھی وہی طرح بری ہو رہی تھی۔ اس وقت وہ عام سی سارنگی میں کھڑے کھڑے بالوں وہ بے پرواہی کے ساتھ متحصب لگ رہی تھی جو دیکھنے پر اسے کوئی عام آدمی شاید ہی تسلیم کر پا، کہ یہ وہی روپ ہے جسے وہ غلوں میں ایک سے ایک انوکھی صورت میں دیکھا ہے۔

"...جب مجھے اپنی آنکھوں پر یقین آیا" وہ کہہ رہی تھی۔ "میں واقعی زمین بوں ہو چکی تھی وہ لوگ اچھا دھڑ سے دھڑکے گئے تھے تو میں خاموشی سے وہاں سے کھٹک کر صحیح طور پر مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ اس کی وجہ کیا تھی شاید میں یہ سوچ کر گھبرائی تھی کہ پوچھنے والے اور اخباری رپورٹر وغیرہ بھی کچھ جانتے تھے اور مجھ سے طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ میں یہاں رہا ہوں گی؟ مجھے اس تصور سے ہی وحشت ہونے لگی تھی۔ دوسرے شاید میرے وقت اشعار میں یہ خیال بھی نہ ہو کہ میرے جن دشمنوں نے کوئی بھی میں نہ رکھا ہو گا، ہاتھ عرصے سے یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں واقعی مر چکی ہوں جو کچھ بھی ہو... سرحال سب سے بڑی گھبراہٹ شمالی کی تھی۔ ویسے تو میرے خیال سے کہ میں خاصے مضبوط اعصاب کی عورت ہوں لیکن اس قسم کی صورت حال میں میرے حواس ختم اور عقل قید ہو کر رہ جاتی ہے۔ میں خود کو سرحال نہیں ہوتی تھی۔ بس یہ فہم نہ کرنے سے معذور ہو گئی تھی کہ ٹواری طور پر مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میرے دماغ میں میں دشا کا نام آیا اور میں اس کے گھر کی طرف دوڑ پڑی۔ اس کا گھر قریب بھی تھا اور چونکہ میں کئی عرصے سے یہاں خراب کر رہی تھی اس لیے مجھے پتا بھی تھا۔ چھٹی سے میں نے اس کو وہاں دوڑ دیا تھا کہ جھوم کے اس پاس کی چکر لگاتے رہے۔ وہ تم گئے نظر آو تو تمہیں بالابال ہی یہاں سے گئے۔ سب تر ہو کہ گئے میں وہاں کی "میرا طرف دیکھتے ہوئے وہ اتنی دیر میں چلی مرتبہ مسکرائی پھر فوراً ہی سنجیدہ ہو گئی۔ "تم میری ہی نے جارہے ہو" وہ بولا۔ "پتی تو کچھ سا تم پر برا بھلا کہتی ہے؟" اس نے کہاں گائے؟

میں نے مختصر سے تمام واقعات سنا دیے۔ اس نے وہیں غایب سے کوئی مدد نہیں کیا۔ البتہ اتنا ضرور کہہ دیا۔ "تمہارے صلی دشمن تو ختم ہو چکا ہے۔ بس یہاں بھر رہی ہے اس کی طرف سے شاید بھی تمہیں کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو جائے۔ آج کل میں ہی میں اس کا بھی بددست لڑوں گا۔ اس کے بعد تم بیٹھنے سے بچے بچے فکر و چوٹی بڑھیکہ تمہارا کوئی نو دشمن پیدا نہ ہو جائے۔" میں اٹھ چلا تھا کہ اس وقت سرحال میں اس کی حفاظت کے لیے "وہ" نہیں ہوں گا میں سے "واع" کہہ کر جا چکا ہوں گا۔" میں نے میری سے یہ نائن کی ہمت نہ پائی۔



"کی جان ہمیں کیا رہنا چاہیے؟" اس نے پوچھا۔
 "نی اخلال تو سب سے پہلے اوش جو کچھ چکا کر جائے گی" اسے ہم دونوں چٹ مریں
 گئے۔ "میں نے کہا۔" اس کے بعد کچھ سوچیں گے کیونکہ میں نے سنا ہے سوچ پھر میں
 بعد بھی ہانی ہم کو روک کر ہے۔"

"اسی سے رشتہ دہلی گئی اور منکراتے ہوئے دیں۔" میں نے نینا اور ونگی کو سینڈ وپر
 تیار کرنے پر لگا دیا ہے۔ میں نے سوچا کہ اسی ریم میں ہم خبریں ہی من پیتے ہیں۔ مقامی
 خبروں کا وقت ہو رہا ہے۔"

اس نے وہاں سے کے قریب ریڈار کے ساتھ گلی پائی پر رکھا بجلی کا ایک ریڈیو آن کر
 دیا۔ شیش ٹون گرنے کے بعد وہ ریڈیو کے قریب ہی قلابین پر آٹھٹی۔ نول ریڈر غالب
 سرخیاں پڑھ چکی تھیں اور آپ گئے تھے وہ ورگھے پنے ٹھکوں میں نظامیہ کے کسی امر
 علی کا ایک روایتی سا وعدہ پڑھ کر ماری تھی۔ آگے بڑھنے پر سوں میں لحد جامع
 منصوبہ کے تحت لحدیں مسکرتے سے قسم کر رہے تھے۔

چند منٹ بعد خاموشی سے بیٹھے اسی قسم کی ٹکوس اور ٹھوکیں خبریں سے وہ بے جو مجھے
 زہر لگتی تھیں۔ پھر اس نے نئی خبر شروع کی۔

آج سہ پہر پائل مل سے عاصی میں معروف و مقبول فلمی و نامہ میڈم ریڈ کی کوٹھی
 ایک ڈراما سے زمین دس ہو گئی۔ وہاں کہ اس قدر شدید تھا کہ آس پاس کی وہ
 کونٹھوں کی چار دیواری کو بھی نقصان پہنچا۔ پاور گی جاتا ہے کہ کوٹھی میں موجود افراد میں
 سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ ایک بدمرد اور ایک مددگار کی لاش بے سے نکال جا چکی
 تھی۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق میڈم ریڈ آج شوٹنگ کے لیے کسی بھی مشورے نہیں پہنچی
 تھیں جس کی بنا پر اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ شاید گھر میں موجود رہنے کی وجہ سے وہ بھی
 حادثے کا شکار ہو چکی ہوں۔

ماہرین نے دھماکے کی وجہ طاقتور بم کا پھٹنا بیان کی ہے۔ ملہ ہٹانے اور تحقیقات وغیرہ
 کا کام جاری ہے۔ مزید تصدیق شاید ہم آپ کو صبح کے جلسے میں سنا سکیں۔ مقامی خبریں
 ختم ہوئیں۔

میں نے چٹکی جاتے ہوئے ریڈ سے کہا۔ "یہ مسئلہ تو حل ہو گیا کہ تمہیں کیا رہنا
 چاہیے۔ ہم سب ساتھ اب تم اپنے گھر سے۔ مگر وہاں کو کہ اپنے کھنڈر کی طرف چلو گی اور
 پٹی تمام ڈاکارہ عداوتوں کو بروہ کاہلے ہوتے یوں ظاہر گواہی جیسے تم پر تیرت
 اور حد سے کا شہید تہہ ہو ہے۔

جسٹ ہم جائے وقوعہ پر پہنچے تو جو کافی کم ہو چکا تھا۔ فلز پر میڈم اور پوئیں واپس کے
 لحدہ کچھ ہی ٹوٹ نظر آ رہے تھے۔ میں نے مہر کے زحیر کے قریب گاڑی لے جانے کی

لوشش کی تو پوئیں واپس کے دوسرے کمر مجھے روک دیا اور مستعدی سے ہماری طرف
 بڑھا۔ اسی لمحے ریڈ گاڑی سے اتر گئی اور پھٹی پھٹی سنگھوں سے بے کے اچھرہ دیکھنے لگی۔
 پوئیں کا ٹیلیفون اسے بچان کو دھڑا دھڑ گیا اور بجائے کمال سے ایس پی کو بلا دیا۔ اس
 دور میں وہاں موجود تھیں کچھ واپس میں بڑی تیزی سے ٹھہر پھیل چکی تھی کہ میڈم ریڈ لحد
 ہے اور ابھی بھی کہیں سے آتی ہے۔ لوگ ہر سے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ میں پی نے
 کر سب کو الٹا اور کالنیبلوں وغیرہ کو ہدایت کی کہ ہمیں پیچھے ہٹائیں۔ اس دوران میں
 بڑک کے کنارے پہلے گروڈ کے قریب چند کریاں بھی پولیس والوں نے دیکھ لی تھیں۔

"شرف رحیم میڈم؟" اس نے ریڈ کو زینہ کرسی پر بیٹھے کا شروع کیا لیکن وہ بڑی
 کامیابی سے سکتے کی کی کیفیت کا غماز بر رہی تھی اور بت ہی کھڑی تھی۔ میں پی کے
 تیسری مرتبہ مخاطب کرنے پر وہ چوکی نہ کہہ رہا تھا "میں کوئی بڑی کہتا ہے کہ آپ زندہ
 ہیں۔۔۔۔۔ ہمیں ملے میں "اس کے کچھ لمحے سے ہیں۔" اس کی بنا پر ہم تو تصدیق کرنے کے
 تھے کہ آپ بھی۔۔۔۔۔ اس نے سہ ہر اچھوڑ دیا اور ایک لمحے کے وقف سے پوچھا
 "کیسے آپ تھیں کہاں؟ ہم نے تمام سٹوڈیو سے پتا کیا تھا۔"

"میں ایک عزیز کی یاد پر سی کے پوچھا گئی ہوئی تھی۔" ریڈ نے جھرمٹ سی سے کر
 بدیوانے کے اندر میں کہا۔ "لیکن یہ ہو کیا ہے؟" جیسے ہوا ہے؟ "صدے سے گویا اس کی
 آواز بیٹھی جا رہی تھی۔ "میں نے تو ریڈ پر خیر سنی اور دوازی چلی گئی۔۔۔۔۔ میرے ملازموں کا
 کیا ہوا؟"

"آپ کا چوکیدار تو بچ گیا ہے۔" انھوں نے ہنسی ترخم سے کہا۔ وہ اسپتال میں ہے
 اس کے علاوہ ہمیں ایک عورت اور ایک لوجسٹک مہم کی سنی ہے اور تیسری اس کے
 چند حصے سے ہیں۔ شاید وہ عورت اس جگہ کے بہت قریب تھی جہاں ہم رہا کرتے تھے۔"
 "چوکیدار کے علاوہ وہ رہا ہیں اور ایک دن گھر پر تھ گویا ان میں سے کوئی زندہ نہیں
 بچا۔" ریڈ بڑبڑائی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ لوجسٹک نہیں کر رہی تھی۔ وہ واقعی اس کے
 غلبہ پانے لگا تھا۔ یوں بھی وہ عجیب سی عورت تھی۔ اس سے مزاح کا کوئی پتہ نہیں تھا
 کہ آپ "کس سمت سے سڑے کی کوئی سڑا آئے اور اس کی تمام سوچوں کو مٹا کر لے
 جاتے۔"

"آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ یہ حرکت کس کی ہو سکتی ہے؟" میں پی نے گویا اس کے
 دھپیں ہٹانے کے لئے پوچھا۔

"یہ تو آپ کو معلوم کرنا ہے لیکن پی صاحب" ریڈ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے
 ساریت ہادقار لہجے میں کہا۔ "میری تو کسی سے دشمنی نہیں لیکن نہ جانے من میرے خون کا



چاہتا ہوا ہے اور کیونکہ آپ کے علم میں تو یہ گائیکہ مجھ پر بارہا قہقارہ سے ہونے لگی ہیں مجھے تو حیرت ہے کہ میں یہ گائیکہ کیسے دیکھ رہی ہوں۔ یہ اس طبع کی سب سے بڑی کوشش تھی۔ آپ تو اس کی کسر راگی ہے۔ یہ نامعلوم ہوگئی ٹیکوں سے مجھ پر پڑھائی کر لیں۔"

روپ نے مجھ میں ہنسنے لگا۔
"آپ بالکل چتہ نہ کریں۔" میں نے۔ "اگر اس کے طنز کو سمجھتے ہوئے گائیکہ اس نامعلوم بد معاشرہ کو پتال سے بھی خود نکالوں گا۔"

"یہی وعدہ کافی عرصہ پہلے ہی کی گئی صاحب بھی مجھ سے کہ چکے ہیں۔" روپ نے نہایت سادگی سے کہا۔

"آپ کی اس 'آپ' قیام کہاں ہوگا؟" میں نے نے قدرے گھسیا کہ موضوع بدلتے ہوئے۔

"کچھ دن کے لیے کسی ہوٹل میں قیام کروں گی۔" روپ نے ہلکتے ہوئے کہا۔

مجھے مطلع کر دینے لگا کہ "آپ کس ہوٹل میں ہیں؟" میں نے کہا۔ "بھگت چھپا ہے ہوئے ہوں۔" اخباری راز سے بھی بچو گی۔ پسے ہے اپنے فتنوں کو۔ یہ ہوئے ہیں۔

میں نے فتنوں کو تو اس سے فوج نے شریعت ہو جائیں گے۔ "انہیں صرف یہ بتا دیں کہ میں رہتا ہوں۔" روپ سے سرمدی سے مہاراشٹر میں نہ تو کوئی تیس دنوں کی دوری میں سے ملے گی۔

"کہاں چلا جائیے؟" جب سے بعد میں سے اندھیرے میں پادری کی ہون گاڑی کو سڑک پر لے لے ہوئے پچھلے رونا میرے ہمارے ہنسی بھولی کھوٹی نظروں سے سائے دیکھ رہی تھی

میں سمجھ کر اس پر محض میں نے فادری پر۔

"تاج چو" اس سے سسکی سے کہا

تاج محل وائل ڈس میں ہیں نہ تھی۔ سے میں روپ نے پوچھے ہوئے کہا۔

سو مجھے بیسوں کی صورت ہوئی۔ صبح وینڈی بھی چھنی ہے میں وہاں سے نہ بیٹک

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے بیٹ سے نیچے پڑے ہوئے ریف میں کی

میں نے کہا۔ "یہ وہاں سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

نور سے کرتے ہوئے میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

میں نے کہا۔ "میں نے اس سے ہوا ہوا۔" میں نے حاضری بڑی توجہ سے کیا میں جو

جس نے خبر پھیل جائے گی کہ وہاں مریخی ہے تو پھر رفتہ رفتہ لوگ اسے بھول جائیں گے
اس کے مداحوں اور فلم سازوں و گیت نگاروں کو خبر آجائے گا کہ پولیس کی فطرت بھی نہ
ہو کہ داخل دفتر ہو جائیں گی لیکن اگر مریخی کی مشین کا کام تو پرس بھی خود بخود رہے
گا اور عوامی صلتے بھی شہر بچائیں گے۔

"ہوں" میں منکرا ہنسا کر وہ کہہ میرے ذہن میں سوچوں کے گھولے سرایت ہو رہے
تھے اور میری دیکھوں میں ہوئی کہ دس کچھ تیز ہو چکی تھی ایک لمحے کے وقف سے
میں نے پوچھا "میرے گئے یا رہے ہیں تمہارا بھائی پروگرام تھا؟" "میرا کام صرف اتنا تھا کہ آج
رات وہ بجے وہاں کو ہاتھی منہ پر لے کر پہنچاؤں اور یہاں شومیں سے دل لکھ پونڈ لکھ
دھول کر کے واپس آجائوں۔" وکرما نے بتایا۔

میں نے گھڑی دیکھی اس وقت پہنچے وہاں رہے تھے

"اور پرس کا پروگرام کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ وہاں کو اپنے زلی جہاز میں ڈال کر جزیرے سے پرواز کر کے ہمیں کے ہولی اوپ
پر آئے۔ وہاں پناہ گزینوں سے اسے کر دیا گیا گوشت کی طرف پرواز کر جاتا۔"



میں نے قد سے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا وہ ایک لمحے کی خاموشی کے بعد
پوچھا "یعنی تمہیں وہاں کو جزیرے پر جانا تک پہنچنا تھا؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا تو میں نے پوچھا "پہنچنے پر دن دس موجود ہے؟"
"میں نے صرف جانا ہے کہ جزیرے پر پہنچنے کے بعد وہاں کے دکانداروں میں
شرکت کی پٹ بکھڑا کر رکھی ہے جو جزیرے کے لیے دن دس کا کام دیتی ہے لیکن میں نے وہ
جگہ دیکھی نہیں۔" وکرما نے کہا "مجھے یہ پتا تھا کہ میں وہاں میں رہتا ہوں کہ ایزہ بچے
جزیرے پر پہنچ جائیں گا اور وہاں ہاتھی میں داخل ہو کر تاریخ سے تین مہینے گزارنے کی
طرف متوجہ رہے گا۔ کتنا کہ یہ ایک فہم میں فیوڈیو تھی ایک لڑکی میرا انتظار کر رہی ہو گی
وہ وہاں میں آئے گا اور مجھے دن دس تک ساتھ سے جانے گا۔"

"اور پھر کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری اپنی بات تو آج کل کوٹنگارو کے قصبے میں ہے" وکرما نے پہلے سے زور
نمود بگے میں کہ "آج میں نے اپنے ایک سنگم دوست سے یوں مستعد لیے ہر غور سے
کرنا تھا۔" میں نے راج طلب نظروں سے میری طرف دیکھا "میں نے تمہارے ہر سانس کا
جو بے چارگی اور تھیں سے دے دیا ہے کوئی بات نہیں پھپھائی۔ اب تو مجھے کھوں دو۔
میری آنکھوں کے سامنے وہ میرا چہرہ رہا ہے اور پشیمانی پھوڑے کی طرح دکھ رہی ہے۔"

"تمہاری آنکھوں کے سامنے تو توں سے اب میرا چہرہ ہو گیا ہے اور اس انداز پر
میں تمہیں برے بھلے میں ہوئی فرق نظر نہیں آتا تھا اور جہاں تیرا چہرہ پشیمانی پھوڑے
کی طرح دکھنے لگا ہے اس سے تو حقیقت یہ ہے کہ تم خود معشرے کی پشیمانی پر ایک چھوڑا
اس سے

سنا غلطت ہمہ رہی ہے۔" میں نے بے رحمی
سے کہ "مجھے تم پر معاشوں کی اہمیت کے دن پہلے سے سب سے زیادہ فطرت ہے کہ پہلے
سے نمود پر ظلم، اعلیٰ وقت تم اس کی پیچ و پکار اور فریاد من کر خوشی سے ہر سانس
سے وہ کٹ اور بچے اچھٹے ہو اور طلب تمہیں کوئی گریں تاپنے والا ملتا ہے تو فوراً ہاتھ ہٹا
دیتے ہو زندگی کی بجائے ہاتھ لگتے ہو پدمشینی سے ہو تو کم رگم اتنا حوصلہ نہ رکھو کہ جی
جان پہ بھی خفی سپاہ سہ۔"

میں نے دونوں پاتھوں سے اس فاسر مضبوطی سے پکڑ کے ایک جھٹکا دیا۔ اس کی گردوں کو کہ ساتھ کی طرح مضبوط تھی عمر اس کو کی خاص بات یہ تھی کہ اس نے منہ سے اس عمر کی مضبوطی کچھ خاص نام نہیں آتی تھی۔ ورنہ تو تو چھوٹے بچے کی سمیت ہی نہیں آتی۔ اس کی پٹلی کی پٹنی رہ گئیں اور ریح نفس عصری سے یاد رہ گئی لیکن اس عام میں بھی دو گویا ایک فلک میری ہی طرف کھینچ رہا تھا۔ میں نے اس کے پائے بند کیے اور ریف کیس اتار کر تہ خاصے سے پار آ گیا۔ دروازہ میں نے ایک بار پھر بوت کر دیا اور گاڑی میں جا بیٹھا۔ اسی وقت بارہ بج رہے تھے۔ اگر میں یہ وقت کوئی بوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو ماسٹر پینچ کر پرسنل شوپ سے میری ملاقات ہو سکتی تھی جس کا نام میں نے اپنے ٹاپیڈو دشمنوں کی تازہ ترین غرمت میں درج کر لیا تھا۔

دُرم کے منکر دوست کا یہ تو میں سے نام پتا چچھ تھا اور یہ ان ہنس اس سے ہوش
مستعار لینے کا یہ وہ رہا تھا میرے دامن میں لٹک ہار ہر کا خیر آیا تھا جنوں چھیروں کے
مینکروں جٹ بھی تھے سا میں سے کئی چھیروں کے پاس ذاتی ناچیں بھی تھیں نہ مانی
کیری میں متعال ہوتی تھیں میں نے چند بچے چچا پھر گاڑی سٹارٹ کے لٹک ہار
کی طرف دیکھ کر ہنس

تقریباً آٹھ گھنٹے بعد میں ساحل صاف ہونے میں پہنچا۔۔۔ فسیح ہمارے کی حدود سے بہت پہلے
 ہی دریا پھرتوں کی ایک لمبی گھمبیرت پوڑی۔ دیوار بہت دور تک پہنچی ہوئی تھی۔ میں نے
 گاڑی سڑک سے تار کر لیتے جیسے میں دیوار کے قریب گھڑی کی دریا دیوار پھلانگ کر پیس
 فسیح ہمارے کی طرف رخ کرے۔ اور گپا۔۔۔ جیٹس میرے ہاتھ میں تھا۔ میری جیٹس کی ایک
 بیس میں مٹھیں پہلے اور دوسری میں سائنس اور ایسٹون موجود تھا۔

کمزور سی چاندنی میں اس سے چھبیسوں کے ٹکڑوں نظر آ رہے تھے کیسے ہی سنے ہوئے
 بڑے پیہ اور بے ہنگم صدقہ بے تمنی سے اور اور دھڑپا دیئے ہوں۔ سب سے کالی
 حاصلے پر بائیں طرف ایک طویل و عریض در و پچا پیت فارم پھیلا ہوا تھا جس پر 'ایسا'،
 'نوسید' اور 'یورپ' کے ڈھیر دودھ نہ چائے یا یہ فائض کہڑا چھید نظر آ رہا تھا۔ اسی پیٹ فارم
 سے متصل بہت جگہا ہی تھا۔ تھا جس کے سامنے بیسیوں 'ک' کھڑے نظر آ رہے تھے

یہاں مسند پر بیٹھی ایک شخصہم سے آواز آئی کہ یہ شخص کی بڑی غلطی تھی۔ پتہ چلتا ہے کہ ایک شخص نے اس شخص کے منہ سے یہ بات بھی سنی تھی کہ اس نے کئی بار جھوٹے عیسائی چہرے کو دیکھا تھا، شاید وہ چونکا رہا تھا۔

چھٹیوں کے ہنس و تہنیت شمس کی 'چھٹی' چھوٹے مکانات تھے۔ ایک مرتبہ ہمیں شونگے کے مسمے میں یہاں سے اتفاق ہوا تھا تو میں ملے ہوئے تھا کہ **نائب** نے پیشہ کے سحر مدیہ مکانوں میں سونچیں۔ ان چھٹیوں میں سے چند ایک ٹکڑوں کے آلہ کار بھی

تھے۔ کسی کبھار جنس میں چلے جاتے تھے اور ٹھٹھ سے رہتے تھے
میں ابھی عیش کے درمیاں پھنسی ہوئی ٹیڑھی میڑھی کیوں میں سے ایک میں داخل ہو
ہوئے والہ تھا کہ عقب سے آتا ہوا ایک شخص میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ وہ غایا بخت بیٹ
فارم کی طرف سے آ رہا تھا میں نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ وہ درمیانے قد کا ایک بختہ عمر کا
سیاہ فام شخص تھا۔ اس کا جسم خوب گھٹا ہوا تھا۔ مردوں کو کہ خاصی تھکی مگر اس کے جسم پر
صرف بلیر "ستینوں" کی ایک مٹی سی، رستہ اور ٹخنوں سے اونچی اچھوٹی تھی۔ ہڈیوں میں ریڑ
سے بوٹ تھے جسکی وجہ سے رستہ پر اس کے چلنے سے بدھم کی آواز بھی پیدا نہیں ہو رہی
تھی۔

مجھے یقین ہو گیا کہ وہ بچھیرا ہے۔ میں اس سے مسلحہ کام شروع کرنے کا ارادہ ہی نہ کر رہا تھا کہ اس نے خود ہی پوچھ لیا "کس سے ملنا ہے باپو جی؟"

حرف تو یہ اس کے کہے میں نہایت شائستگی اور مہارت تھی۔

”کسی خاص آدمی سے تو نہیں“ میں نے قدم سے چٹکی ہٹ سے کہا اور غیر راہی طور پر میں ہنسنے اور آہستہ چلنے لگا۔ میرے ساتھ اس کے قدم بھی بہت چڑھ گئے۔ قدم سے تو قہقہے سے میں نے کہا۔ ”مجھے دراصل چند گھنٹوں کے لیے ایک بوٹ چاہیے۔“

”یہاں پولیس کرائے پر تو نہیں ملتیں“ اس کے لیے میں اب واضح طور پر ریلچہ کی جھلکائی تھی۔

ہر ایک شخص محسوس ہو تو نہ ہوتے وائے کام بھی ہو جاتے ہیں۔^{۱۸} میں نے کہا: ”مزید گفتگو کرنے سے پہلے یہ سناؤ کہ تمہارے پاس جو کتاب ہے۔“^{۱۹}

”کیوں نہیں“ وہ مسکرایا۔ ”ہینٹائیس ہاس پارک کی سٹے ماڈل کی بوٹ ہے۔ کیا اب میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ معقول چٹکس کیا ہے جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے؟“ اس کے کچھ کثرت فکری پر اب مجھے بجا طور پر حیرت ہونے لگی تھی۔ میرے خیال میں تو مجھ پر اس سے کسی کہ اس حد تک اردو ہونی نہیں آتی تھی ایک لمحے کے لیے مجھے شک ہوا کہ خلیہ پوئیس کا آدمی تو نہیں لیکن سی مھے وہ ایک ہٹ کے سامنے رگ گیا۔

”یہ میرا گھر ہے۔“ اس نے ہٹ کی طرف اشارہ کیا، ہاتی پانی پانی اندر چل کر گرتے ہیں۔
تشریف دے۔“ وہ ہٹ کی طرف مڑا، اسی دوران ایک عورت نے دروازہ کھول دیا۔
کی ساڑھی میں سٹوڈنٹس کی وہ عورت کی برقع کے باوجود بے حد پرکشش نظر آ رہی
تھی۔ اچھائی میں سب کا ایک بے جگہ سا بچہ اس کی ساڑھی پکڑے ساتھ چل رہا تھا۔

"س ٹھیک ہے۔۔۔ تم اندر جاؤ سندری!" بھئیے نے اپنی چوٹی گونگھم دیا "میں آؤں"

پچھیر مجھے ساتھ ہے جھٹک میں راقش ہوا۔ آپ اچھا بھلا ہنستے دیواروں اور فرش والے کہہ تھا جس میں مفضل قسم کی کئی کرسیاں اور ایک چائے کی بڑے بیچے سے رکھی تھی۔ "میرا نام چھانے" اس نے مجھے ٹیپ کر کے پیش کرے ہوئے کہا۔ "آپ کا نام میں نہیں پوچھوں گا جب آپ مناسب سمجھیں گے تو خود ہی بتا دیجئے گا۔" پھر جب ہم بیٹھ چکے تو وہ بولا۔ "البتہ میں یہ ضرور پوچھوں گا کہ آپ کو بوسہ کس مشاعرے سے چاہیے؟ میری بوسہ بھی نئی ہے اور ایک ہر شے بھی لادہ کا ہاں دھر کرنے میں استعماں نہیں ہوتی۔"

"یہاں میں شکل و صورت سے نہیں سمجھتا نظر آتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔ "شکل و صورت سے تو کوئی بھی سمجھتا، سمجھتا نظر نہیں آتا۔" چھانے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کون کہہ سکتا ہے کہ یہ بڑا شریف، شرمیلی، سپورٹ، ایکسپورٹ کے بوسے، پیشانی، مٹھوے، پیٹھے ہیں؟ ان کے ہاں گئے ساتھ کیا کچھ جاتا اور کیا کچھ آتا ہے اور تو اور مختلف نوعیت کے دردوں والوں میں نہ جانے کتنے یہ دھندہ کرنے والے ہوتے ہیں۔" اس سے شکل و صورت کی بات تو چھوڑیں۔

جہر حال میرا اب کوئی رازہ نہیں رہا۔ ہی مجھے اس قسم کا کوئی تجربہ ہے۔ "میں نے گھڑی دیکھنے ہوئے کہ" اور تم یہ بھی دیکھ رہے ہو کہ میرے پاس اس وقت اس برف کیس کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

"اس برف کیس میں بھی سڑا میٹھ کی بیرونی کپڑی ہے وہ صاحب! پھانسا سڑا دیا۔" لیکن خیر! اس ہاتھ کو پھول پینے میں شہیر کر لیتا ہوں کہ آپ کو اس مشاعرے سے بٹ نہیں چاہیے۔ آپ کو جانا کہاں ہے؟"

"ناتی مندر۔" میں نے اسے بتا دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا۔

"جواب تو درحقیقت میرا ہاں ہی ہے۔" وہ سر کھچتے ہوئے بولا۔ "یہ ساری بحث و محسوس اس لیے تھی کہ آپ مجھے بھی بے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے؟ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کریں تو میں چھانے کی ثابت ہو سکتا ہوں۔ میری بڑے عرصے سے خواہش ہے کہ میں کبھی کسی حوصلہ مند لڑکی کے ساتھ کسی جگہ پر جاؤں۔ معلوم نہیں کیوں یہ شوق کٹھ مجھے بے چین رکھتا ہے اور جب سے میں نے نئی بٹ خریدی ہے تب سے تو یہ بے چینی بہت ہی بڑھ گئی ہے۔ خالی قمچیوں کی بار برداری کرنے میں مزا نہیں آتی۔ آپ سے گفتگو کر کے نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ درحقیقت مجھے آپ ہی جیسے کسی شخص کا نظارہ تھا۔"

میں غصہ دیا۔ "اس قسم کے مکالمے تو دیوانی انسانوں میں ہوتے ہیں۔"

میرے گھر پر کوئی دھپن دینے بغیر اس نے بات جاری رکھی۔ "مجھے لگتا ہے کہ میرے اندر کوئی خاص حساسیت کوئی خاص حالت موجود ہے جسے استعماں کرنے کا موقع

میں مل رہا۔" اس کے لیے میں وہ دبا سا جوش جھٹک لیا تھا۔ "میں نے کیا مجھے اتنی پروا نہیں ایک بار آپ مجھے اپنے ساتھ کسی بھی کام میں شریک کر کے دیکھیں شہید میں بیٹھ کے ہے آپ کا اچھا دست ثابت ہو سکوں۔"

اس کے لیے میں اظہار کی بڑے شہور تھی اس نے مجھے بیچہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ "میرے ساتھ چلتے ہوئے اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو اس کے بدلے دار تم ٹوٹا ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ارے صاحب اس کی فکر نہ کریں۔" اس نے ایک نئے جوش سے کہا۔ "جوں بھی چلی جائے تو پروا نہیں اور آپ سے امید تو نہیں۔" پھر بھی احتیاطی واضح کر دوں کہ مجھے دھوکہ مت دیجئے گا ورنہ میں اتنا بے ضرر بھی نہیں بھگتا نظر آتا ہوں۔"

"میں دھوکہ دینا اور دھوکہ کھانا دونوں ہی پسند نہیں کرتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور میں بھی اتنی ہی درخواست ضرور کروں گا کہ مجھے محض ٹونڈے لپٹوں میں شمار مت کرنا۔"

"مجھے معلوم ہے صاحب! آپ بڑے گہرے پانی میں ہیں۔ میری آنکھوں نے دنیا دیکھی ہے۔" اس نے ہلکا سا تھپتھپاؤ لگا دیا۔ "تم کیا توقع کر رہے ہو؟ میں کسی قسم پر جامہ ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"اب مجھے یہ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں صاحب! اس نے پروا ہی سے کہا۔ "آپ بے وقت دھوکہ دال اور دھوکہ کھانے میں ساتھ لے چلیں کوئی پروا نہیں۔ اس کچھ ہنگامہ کچھ ہنگامہ اور کچھ اور کچھ اور عاجز ہو لی جاہیے۔۔۔ پھیں! صحتے دھرتے ان کی مخصوص بدو سے میرا تو دماغ شل ہو کر رہ گیا ہے اور ہاتھ پیروں کو رنگ لگنے لگا ہے۔"

"میں بہت معمولی سے کام پر جامہ ہوں چھانے! میں نے اس کی دھپنی اور جوش و خروش کچھ کم کرنے کی کوشش کی۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔" آج آپ کے ساتھ چھوٹے در معمولی کام پر چوں گا، کل کو کسی بڑے کام میں بھی جوتی بھانے کا موقع ملے گا۔۔۔ اسی بات پر مدد کریں ہاتھ۔" اس نے ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے گرم جوش سے اس سے مصافحہ کیا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اس کا ہاتھ اس قدر سخت ہوگا۔ وہ بے گانچو معلوم ہوتا تھا۔ ایک عرصے بعد مجھے کسی سے مصافحے کا طعمہ آیا تھا۔

میں نے ایک بار پھر گھڑی دیکھی اور جیسے کچھ ٹوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کوئی یہ گھر میں رہے اور بیوی بچوں سے جو بات کرتی ہے، نہ کر کے باہر آ جاؤ" میں باہر کھڑا ہوتا ہے۔

اس نے ایک نظر لوٹوں کی طرف دیکھا۔ "اتنی رقم کی کیا ضرورت ہے؟ ایک ٹوٹ کافی

ہر جہہ مگر۔^{۱۳} اس نے کہا۔

"اب اتنے بھی رضاکار مت ہو۔" میں نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ "بہش طرح میں کہہ رہا ہوں اسی طرح کرتے رہو۔ جیسی میرے ساتھی بن سکو گے۔"

س نے لوٹ لے لیے اور ندر چلا گیا۔ میں ہٹ سہ۔ دہر گیا۔ چند منٹ بعد ہی وہ بھی گیا۔ اس کے محلے میں صرف یہ فرق پڑا تھا کہ سر پر ایک اونٹنوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ”تمہیں سردی نہیں لگے گی سنو، میں؟“ میں نے پوچھا۔

”آج تک تو کبھی تکی نہیں۔“ اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا ”اور اگر تکی بھی تو بوٹ میں اس کا بندوبست ہے۔“

چند منٹ بعد ہم پختہ پیٹ فارم پر آ پہنچے جو کسی بھی جڑے سے جوڑے سڑے شیش کے پیٹ فارم سے کیس زیادہ سب جوڑا تھا۔ دور سے ہمارے چولے دیکھتے تو وہاں گھسنا ہو چوکیدار ہمارے قریب آ پہنچے۔ اس نے ٹارچ کی روشنی ہم دونوں کے چہروں پر ڈالی اور چھنا کہ: ”مجھ کو خوشی دے سے ہاتھ دینا۔ وہ ایک ایسی زبان میں کچھ کہا جو میری سمجھ سے ہمارے حسی اعضاء پھیریں کی لہاں تھی۔ چھنا نے بھی کی زبان میں جواب دیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ محض ایک دوسرے کی خیر و عافیت دریافت کر رہے تھے۔

ہم اس کے قریب سے گزرتے چلے گئے تو میں نے چھانے پوچھا "تو تم کے اس پر ہمیں پتہ میں جاتے دیکھ کر اسے کسی قسم کا شک تو نہیں ہوگا؟" کچھ پوچھے گا تو میں؟"

چھانے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "یہ غریب کیا پوچھے گا؟ اس کی ذہنی سرفرازی ہے کہ کوئی یہاں سے کچھ اٹھا کر نہ لے جائے۔ کوئی کب آ رہا ہے؟ کیا ل رہا ہے؟ کیا لے جا رہا ہے؟ ان باتوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس کی معلومات میں اسے سب کشتی کی اجازت ہے۔ بعض ٹھیکرے تو یہیں زمین سے گولٹ مار کر ڈالے بھی یہ سواں نہیں کرتے۔"

یہاں تک کہ اس قسم کے سوالات کہنے والوں کے ہاتھ بند ہو جاتے ہیں۔

بہتر پینٹ فارم کے کنارے تک پہنچے تھے۔ میں نے دیکھا نیچے چھ سو سوڑ پوش قطار در قطار پانی میں دھیرے دھیرے اچکھوٹے کھا رہی تھیں۔ پینٹ فارم کا وہ حصہ جس سے سمندر کا پانی ٹکرا رہا تھا اس پر قطار میں سینکڑوں بک نصب تھے۔ بولس کے رے یا زنجیروں کے سرے انہی کنڈوں میں بندھے ہوئے تھے چھنا مجھے میڑھیوں کی طرف لے گیا اور میڑھیوں اترتے ہوئے بولا۔ ”آپ ہمیں کھڑے ہوں میں بوٹ ہمیں لاتا ہوں۔“ ایک بوٹ کا رس وہ بک سے علیحدہ کر چکا تھا دوسری بولس پر چڑھ کر انہیں چھانگتا ہو وہ اپنی بوٹ تک پہنچا اور اس کے ڈیک ہاؤس میں داخل ہو گیا۔

ۛ تقریباً چالیس فٹ لمبی کمرے کی ایک خوبصورت موڈرن ٹی ٹی وی جس سے سامنے
 داب جیسے ۛ ڈیٹا سکرین کے نیچے ستر گا بستر اور موٹے موٹے حروف میں سٹا نام ٹی وی

شاربہؒ لکھا نظر آ رہا تھا جالنگلوٹ کا رنگ کسب سے بھی دھات میں رہا چند لمحے بعد میں نے اس کا انجن بیدار ہونے کی آواز سنی اور کبھی دوندے کی خرخراہٹ سے زیادہ بلند نہیں تھی اور مھل آواز ہی سے میں نے انجن کی عہدگی کا اندازہ ہوتا تھا

ہوت بڑی صفائی سے دوسری بولس کے درمیان سے اٹکی اور پیڑیوں کی طرف بھٹی۔
چھانے ڈیک ہاؤس کی سب سے اگلی کھڑکی سے سر نکال کر مجھے ایک ہر کوہنے کا اشارہ کیا
اور میں پیڑیوں کے قریب سے گزرتی ہوئے ڈیک پر کود گیا۔ جب تک میں ڈیک ہاؤس
میں چھانے کے پاس پہنچا ہوت رہا پھر پکڑ چکی تھی۔ دیر باڑے میں گھوم کر مستدر کا سینہ چیرتی
سہرے پانیوں کی طرف چل دی میں چھانے کے قریب جا گھڑا ہوا۔ کاندہ آج بھی آواز ہل
کے ٹکڑے کے پیچھے جا چھپا تھا اور جہاں تک ہوت کی طاقتور ہینڈ لائٹ کی رسائی تھی
صرف وہیں تک سمندر کی ہریں چمکتی نظر آ رہی تھیں۔

”آپ جوئے مار کر اٹھیں گے۔ دیکھ کر گھبرائی ہوئی جاؤں گی۔“ چھانے نے مجھے مشورہ دیا۔ ”ماتنی مندر پہنچنے میں ہمیں بیس منٹیں ملتی ہیں۔“

میں نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ میں واقعی چند منٹ سستائی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحے بعد چپا بھی اٹھیں گولڈ کرتے میرے قہقہے سن کر اس نے زاری سے کہا: "مکہ وید سکھن سے اسے سچ سمجھنا کہ اس کا منظر روز تک نظر آ رہا ہے۔"

”کوئی بات کریں۔۔۔ آپ تو بالکل چپ چپ ہیں۔“ چھتا نے دوستانہ سے انداز میں کہا۔

میں اس وقت سوچ بچار میں دلچسپا ہوا تھا۔ چند مئے خاموشی سے دہس گئی طرف دیکھنے کے بعد میں نے کہا: ”چھٹا اگر کوئی ہے، اتنا دولت مند غیر ملکی شخص جو سرکاری طور پر بھی اہمیت کا ہنگامہ ہو، تمہارے ملک کو بھلی قسم قرضہ کا ادارہ سمجھ کر مستعد کرے، صرف دولت کے غلبے پر ہی جسم نہ غریب بلکہ طاقت کے غلبے پر بھی اپنی من پسند لڑکیوں اور عورتوں کو انھوا لے اور اپنے ساتھیوں سمیت جنس برہمت اور درندگی کا نشانہ بنانے کے بعد ان کی مافیس سڑکوں یا پارکوں میں پھینک دے اور اس کے بارہو جنگ نام رہے۔ اس کے سچے تم کیا سزا تجویز کرتے ہو؟“

س نے ایک لمحے کے لیے میری آنکھوں میں جھانک اور کچھ سوچ کر "نکراتے ہو گے" ۱۔ "میں اس کے لیے قتل کی سزا تجویز کر دیتا ہوں۔"

[illegible]

میں نے "ایک منٹ بھی نہیں گئے گا۔" دھننا اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔
 "مافی مندر پر ایک افریقی شہزادہ کا محل ہے جس وہ کبھی کبھی آکر قیوم کرتا ہے۔ آپ کا
 اشارہ اس کی طرف تو نہیں؟" اس نے پوچھا۔ اس کی تنگ سی پیشانی پر شکلیں ابھرتی
 تھیں۔

"بالفرض میرا اشارہ اس کی طرف ہو تو کیا تم میرے ساتھ چلے کا ارادہ ترک کر دو
 گے؟" میں نے متکراتہ ہوئے پوچھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ فوراً بولا۔ "ایک بار دوستی کا ہاتھ بڑھا دو، سو بڑھا دو۔ اب
 ہاتھ کھینچنے کا کیا سوا؟ اب تو مقابل شہزادہ یا شہنشاہ ہو ہو گا، سو دیکھا چلے گا۔"

اس سے وہ مجھے پتا نہ چلا اور جی دار آدمی معلوم ہوا۔ اس سے میرے دل میں
 پندہدگی کی لہر فوٹی ہو گئی۔ اسی اثناء میں دور کہیں، ایک سمندر کے سینے پر کچھ روشنیوں
 جھلساں دکھائی دینے لگی تھیں۔

"یہ روشنیوں کیسی ہیں؟" میں نے پھنساہے پوچھا۔

"یہ اسی شہزادے کے محل وغیرہ کی روشنیاں ہیں۔" چھاننے جواب دہ۔ "میں کبھی
 جزیرے پر گیا تو میں نے کبھی نہ دیکھا کہ وہاں کئی طاقتور جریر پر مشتمل ایک چھوٹا سا پاور
 ہاؤس بھی موجود ہے جس سے شہزادے نے اپنی ضرورت کی جگہوں پر روشنی کا انتظام کر
 رکھا ہے۔ وہ شعلوں وغیرہ کی لوٹ کی وجہ سے بعض اوقات یہ روشنیوں زیادہ دور سے نظر
 نہیں آتیں۔"

روشنیوں میں یہ محض دھند تھوتی تھیں، ہر جزیرے تک پہنچے۔ بوٹ ہاؤس کی
 تلاش میں ہم نے جزیرے کے گرد چکر لگانا شروع ہی کیا تھا کہ ہمیں چند فرنگ کا ہمسد
 ملے کرتے ہی وہ نظر آیا۔ وہ اصل سمندر میں کچھ فاصلے تک بڑھی ہوئی ٹکڑیٹ اور
 پتھروں کی ایک کشادہ سرنگ سی تھی جس میں اس وقت روشنی تھی۔ چھاننے بڑی صبراً
 سے بوٹ اس میں داخل کر کے انجمن بند کر دیا اور پسند لگے بعد بوٹ ہٹکے سے جھکے سے
 رکتا گی۔ بوٹ ہاؤس میں اس عجیب و غریب روشنی برابر پر کھڑی کمرے کی گتیاں کھلی تھیں اور
 کنارے پر ان کی سیڑیاں یا ڈیڑھوں بلند مٹنے کے چپ بھی اٹھتے تھے اور ان سے آگے ایک
 چوٹی دروازہ تھا جس سے گزار کر چارہ پے پہنچا جا سکتا تھا۔ یہ دروازہ اس وقت کھلا ہوا تھا۔
 حیرت کی بات یہ تھی کہ بوٹ ہاؤس میں اس وقت کوئی اور بوٹ موجود نہیں تھی۔

میں نے چھان سے تارچ لی جو ایک ہاؤس ہی میں موجود تھی۔ دیر رہنے مجھے پتا چلا کہ
 تارچ سے تین مرتبہ سنبل دینے پر میڈیٹیشنائی ایک شخص نے گاہ بوٹ میں آئے وہیں
 کو پرس شومیں کے ہمارے ساتھ آئے گا۔ میں نے چھان کو اس سے تیار رہنے کا
 اشارہ کیا اور تارچ کا رخ اس کی طرف کر کے سے تین مرتبہ بولا۔

تیسری مرتبہ میں نے تارچ بھائی ہی تھی کہ ماحول کی تاریکی سے ایک ہیول بوٹ پر کود
 آیا۔ بوٹ کنارے سے کافی فاصلے پر تھی اور ہولے کی جسامت دیکھتے ہوئے مجھے اس کا
 بوٹ پر کود آنا کسی حد تک ناقابل فہم لگا کیونکہ وہ پورا ہاتھ کا ہاتھ تھا۔ چالیس فٹ لمبی
 بوٹ بھی اس کے وزن سے ڈوب کر رہ گئی تھی۔

وہ ہیولا وہب وہب کرتا، پیدا ایک ہاؤس میں آیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اسے دیکھ
 کر چھان کا رد عمل کیا ہوا۔ ایٹھ میں ضرور کئی سے ہے، وہم بلکہ وہ گہرا وہ دراصل مرد
 ہیں عورت تھی اور اتنی خیم خیم عورت میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ اس کا قد
 کم از کم چھ فٹ، رنگ اسے لوہے کی طرح سیاہ، آنکھیں نگارے کی طرح سرخ اور
 صورت انتہائی بھونک تھی۔ افریقی معیار حسن سے شاید اس کے عین عکس مراد تھا۔
 مشتاق رہے ہوں لیکن کم از کم میں نے خواب میں بھی تھی بھونک شکل نہیں دیکھی تھی۔
 پہلی نظر میں وہ عورت نہیں کسی الف بیوی من کی مادہ معلوم ہوتی تھی۔ موٹے
 موٹے بوٹ بھی اس کی طرح لمبوترانہ اور بھی اس کے دانتوں جیسے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے
 چوڑے چوڑے دانت، اس کی ہانسیں کسی گہرے پھان کی پی موٹی موٹی مچھلی سے بھی زیادہ
 موٹی تھیں اور پلکیں جیسے تھیں ہی ہیں۔ پلکوں سے محروم سرخ انگارے سی آنکھیں مینڈک کی
 آنکھوں کی طرح باہر کو ابھری ہوئی تھیں۔ پیشانی سے کافی دیر تک ہاں نہیں تھے سر کے
 وسط سے اس شروع ہوتے تھے اور وہ بھی بھل بھل کی دن کی طرح کھوڑی سے چپکے ہوئے
 تھے۔

اس کے بازو شہتیر دور ہاتھ پلچے سے مشابہ تھے۔ اس نے اسکرٹ نہ جو ایک ڈھیرا
 ڈھیرا ہار پہن رکھا تھا، وہ محوور ہا نہیں جھٹکتا بڑے سارے کے ایک خیمے کے برابر تھا۔ اس
 کے پیروں میں چوڑے کے بوٹ تھے جو یقیناً کسی کاریگر نے خاص طور پر اس کے لیے تیار
 کیے ہوں گے۔ کم از کم بہت متال کی کسی ڈاک پر اس کے سارے کے ہونے، متیاب نہیں
 ہوں گے۔

اس کا سر پہ جائزہ سے کر میں سے چھان کی طرف دیکھا، وہ دیر دیر مسرہ میٹھا ایک
 تنک سی عفریت رادلی کی طرف رخ رہا تھا مگر مجھے یہ کچھ کر خوشی ہوئی۔ اس کی آنکھوں
 میں خوف کی جھلک کی بجائے عجیب کی چمک تھی۔

میں ایک بار پھر عورت کی طرف متوجہ ہو گیا جو اس دراز متلاشی نظروں سے ڈیک
 ہاؤس کے گوشے گوشے کا رخ لے رہی تھی، پھر اس کی طرح پھر مونتکو ہو گئی، میں اس
 سے چند فٹ سے فاصلے پر ہی کھڑا تھا۔

"تو میں ہے؟" "ہن" ایک ہاؤس میں جیسے تقریبی گفتگو تھی۔ سوال انگریز
 میں آیا تھا اور آواز ایسی نرم ریز تھی کہ میں سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ اس عفریت

زادی کے طلق سے ہر گز ہوئی ہوگی۔ سچہ اتنے شستہ اور غلط نکات بے عیب تھا کہ مجھے کالج سے ریسٹ کی اپنی پروفیسر موہنی شامہ رام یاد آئیں جنہوں نے مسطورہ میں تعلیم پائی تھی اور اب تک وہاں طالب علم کے رائل تین ہندوستانی طالب علموں میں سے ایک تھیں۔

”لوکی“ میں نے بے مقصد سے سچے میں دہرایا۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید وکرم نے کسی غلط فہمی کی بنا پر یہ پھر ہوش و حواس تھکانے نہ ہونے کی وجہ سے مجھے بتا رہا تھا کہ فیوشیا کوئی مرد ہے ورنہ درحقیقت وہ یہی عورت ہوگی۔

”تم فیوشیا ہو؟“ میں نے سنبھل کر پوچھا۔

”فیوشیا کو تو میں یاد رکھ کر اس کے کمرے میں ڈال آئی ہوں۔“ اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ”اس سے یہ معلوم کرنے کے لیے مجھے اس کے درانت والے پرے کے آج رات پرئس کے لیے کچھ لوگ بوٹ میں ایک ہی لڑکی سے کر رہے ہیں جس کے لیے پرئس دیوانہ ہوا پھر رہا ہے۔ مجھے شامہ سے پرئس اور فیوشیا کی ہر سرکاری حرکات و سکنات دیکھ کر شک پڑ رہا تھا کہ ایک بار پھر وال میں کچھ کا ہے۔ اس سے میں نے پرئس کے گھر سے نکلتے ہی فیوشیا کو دیوچ کر دیا تھا۔“

”مگر خاتون تم ہو کون؟“ میں نے قدرے بلند آواز میں پوچھا۔ میرے جواس لب صحیح طور پر کام کرنے لگے تھے۔

”بہائی ٹیس میڈی شامہ آف ٹکاراگوچی۔“ اس نے بڑے وقار سے کہا۔ ”پرئس شوہری کی پری... مجھے بہت عرصے سے خبریں مل رہی تھیں کہ ٹکاراگوچی کی لڑکیوں سے وہ بھر جانے کے بعد پرئس نے ہندوستان کو اپنی عیاشیوں کا مرکز بنا لیا ہے۔ میں نے اس مرتبہ وہ ٹکاراگوچی سے آنے لگا تو میں بھی اس کے ساتھ چلی آئی۔ میں ب مزید برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ میچوں میری طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھے اور دیا بھر کی ست نئی لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ شہزادوں وغیرہ کی بیویوں کے لیے ان کے شوہروں کی عیاشی کی خبریں کسی خاص اشتعال یا عیاشی نہیں بنتیں کیونکہ وہ خود بھی اس قسم کی سرگرمیاں شروع کر کے بے اشتعال کا کھڑا ٹھنڈ بنتی ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ میں اس قسم کی بولالی فارروائی بھی نہیں کر سکتی۔ اچھے بھلے مرد مجھے دیکھ کر چپکے دھڑکتے ہوئے بھاگ جاتے ہیں۔ شروع شروع میں تو خود پرئس کا ایک حال ہوتا تھا۔“

”پھر اس نے آپ سے شادی کیسے کر لی؟“ بے ساختہ میری زبان پر یہ سوال اُٹھ گیا۔ ”کیونکہ میرے خاندان کی بدولت ہی اس کے خاندان کی ہر شامت قائم ہے۔“ میڈی شامہ اپنی مسرت شہسی نے نخوت سے جواب دیا۔ ”اور انہیں شامی خاندان کا رتہ بھی میرے ہی آقا جی دے دیا ہے ورنہ یہ بات تو معمولی ہوتا۔ مجھے میرے دیوا پرئس کریم میں کمانڈر جنرل تھے۔ انہوں نے بھاگت کی اپنے خاندان اور وفادار ساتھیوں میں سے سینکڑوں

کی جانوں کی قربانی دی اور انگریزوں کا تختہ الٹ کر راتوں رات پرئس شوہری کے دا کو تخت پر بٹھایا اور مشہور کر دیا کہ وہ شہزادے ہیں اور ٹکاراگوچی کے تخت کے اصل وارث ہیں۔“

”تو اسی لیے پرئس شوہری شوہریت کے پوچھ تلے کر رہا ہو گا۔“ میں بڑبڑایا۔ ”اور شاید ہی بے رحمان شادی کے رد عمل میں وہ اتنا بے راہ دور انسٹی حوادث کے معاملے میں مطلق انسان ہو گیا ہو گا۔“ لیکن فوراً ہی میں نے سوچا کہ اس کے حالات میں ان لڑکیوں کا تو کوئی قصور نہیں تھا جو اس طرح کسی کے ہاتھ کی بھی نہیں تھیں مگر انہیں بھی نہ صرف اس کی اور اس کے ساتھیوں کی برصغیر کی حیوانیت کا نشانہ بننا پڑا تھا بلکہ زندگی سے بھی ہاتھ دھونے پڑے تھے۔

میری پڑچاٹ عفت پریت زادی کی سمجھ میں نہ آئی تو وہ کچھ اور آگے کو بڑھی۔ ”کیا کہا تم نے؟“ اس نے ایک بار پھر مسکراتے کی کوشش میں اپنی شکل کو اور تیز دھیا لگ بٹا لیا۔

”کچھ نہیں۔“ میں نے نفی میں سر ہلایا۔

”میں نے اتنی باتیں کر ڈالیں اپنے اور پرئس کے متعلق سب کچھ بلکہ کم و کاست بتا دیا۔ اب تم بھی بتا دو کہ لڑکی کو تم نے کہاں چھپا رکھا ہے؟“ اپنی دانست میں وہ بڑی لگاوت سے مسکرائی۔ ”میں صرف اس کا چہرہ تھوڑا سا بگاڑ کر اسے سمجھانا چاہتی ہوں کہ دولت کے عوض اپنا آپ نہیں بچا کرتے۔“

”اور فرض کرو کہ وہ اتنی مرضی سے نہ سنی ہو اسے اغوا کر کے دیا گیا ہو تو پھر تم کس کا چہرہ بگاڑو گی؟“ میں نے نفی سے پوچھا۔

”ناخو گرنے والوں کا۔“ اس نے پلاٹنل جواب دیا۔ ”اب تم کو لگے کہ میں ڈنڈہ دار تو پرئس ہوتا ہے تو تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ اس کا چہرہ تو میں کچھ بگاڑتی ہی رہتی ہوں۔ آج بھی وہ باہر کہیں اپنے کسی ٹھکانے پر لڑکی کا انتظار کرتے ہوئے ہو کر جب گھر واپس آئے گا تو میں خوبگاہ میں کھونسوں اور لڑکیوں سے اس کا استقبال کروں گی۔“

”خیر...“ چہرہ اگھڑو معلوم ہے کہ تم اس کا استقبال کس طرح کرتی ہو؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بہر حال تمہاری گفتگو سے مجھے یہ سبق ملا ہے کہ شہزادوں کو بھی انسان کو بیوی کے مقام سے نجات نہیں۔“ پھر میں ایک سخت دست دیواہ سنجیدہ ہو گیا۔ ”تاہم تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اس بوٹ پر کوئی لڑکی نہیں ہے۔“ یہی ہم کسی پرئس شوہری وغیرہ سے ملنے کے ہیں۔ ہمارا حصہ تو دھرا کا مال ہے۔ ہمارے اپنے ایک ساتھی کی تلاش میں ہیں جو اس کے گھر نہیں آتا ہو گیا ہے۔

”کیونکہ کوئی کرنے کی ضرورت نہیں۔“ عفت پریت زادی کی آواز سے ایک سخت زخم غالب ہو گیا اور تیوری چڑھ گئی۔ ”اگر تم وہی آدمی نہ ہوتے جس کا پرئس کو انتظار ہے تو تم

میں بوٹ ہوس میں اگر نہ رہتے، تاریکی سے تین مرتبہ شکل نہ اسے اور فیوض کا نام نہ دیتے۔ غیر۔ تر مت بناؤ میں خود دیکھ جی ہاں۔"

بہائی نہیں پہنچی مستان۔ تب کارگوچی تک لخت پھری ہوئی تھیں، میں بھی اس کے ساتھ رہ کر رہتا رہا جس پر چھاپا تھا۔ چھاپا کچھ دور جا کر اور ایک کھنی کے پاس میں بیٹ گیا۔ اس کے تاثرات میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ اب بھی اسی طرح مشرق و غربت کی حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا جیسے میں کے سامنے کوئی لپسٹ لٹھ چل رہی ہو۔

مجھے سے پھٹکارے ہوئے وہ ہر چیز کو انتہائی ادھر سے دھر پھینکتے تھے۔ چند ہی لمحوں میں اس نے انیس کی ہر چیز کو تھوڑا سا کر کے رکھ دیا۔ عیب اسے دماغ کی عورت تھی۔ بوس میں بڑی کاہلی نام و نشان نہ پا کر اس کا عہد بھٹا ہونے کے بجائے بھڑکنا چاہتا تھا۔ "بہائی نہیں!" پاؤں میں نے عقب سے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے نظر کیجے میں کہا۔ "لڑکی ہر حال بڑی ہوتی ہے، لکڑی کا کوئی ٹکڑا نہیں ہے، کوئی حد رہے میں پھینک کر اوپر سے اس پر کانٹہ کہنا ڈال دیا جائے اور نہ ہی اسے جیب میں چھپایا جاسکتا ہے۔ اب آپ یہ بڑا رنگ ختم کریں اور گھر جا کر آرام سے سائیں۔"

"لکڑی کی موت کہو!" وہ غرور کی اور نہایت غیر متوقع طور پر اس نے ٹھوٹے ہوئے مجھے اسے ہاتھ کا ٹھنڈا رسید کر دیا۔ کچھ دیر پہلے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے میرے دماغ میں ان کے سبے بچوں کی تشبیہ ملنے لگی تھی۔ مجھے یہی محسوس ہوا کہ میرے رخسار اور تھپکی پر کسی نے پتھر پوری قوت سے گھما کر دیا ہے۔ میں پتھر دیا ہوتا ہے یا فکر، اور۔ لکڑیوں کے سامنے پھینکتی۔ یہی سے مجھے اندیشہ محسوس ہوا کہ اب میں پتھر لگا کر چوں کا لیکن میں نے فوراً ہی سانس روک کر سر جھکا، پتھر لگانے ایک خاص ارادے کے تحت کئی گہری سانس لیں۔

وہ گھونٹہ میرے لیے میری طرف تھی۔ "بچ بچ بتاؤ کہ لڑکی کو تم نے کہا پتھر لگا رہا ہے؟" اس کی آواز اب نہایت کمرے محسوس ہو رہی تھی۔ "اس بوٹ میں ضرور کہیں کوئی حبیب خان ہے، عہد بتاؤ وہ کہاں ہے۔" اس کے منہ پر "اس نے پتھر لگایا، پتھر سے میرا رخسار پتھر یا دریاں ہاتھ گھونسنے پر شکل میں میرے چہرے کے سامنے لڑا لے گی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کا ایک ہی گھونٹ آدمی کی شکل بگاڑ سکتا تھا۔

اب اسے درجے کا اہل تھا، تھا جو میری کہنیوں میں موٹو ہوا تھا۔ میری پیشین گوئی و طرح تک ٹکڑے لگی تھی۔ شاید اس کے دماغ میں کوئی رنگ چھڑک رہی تھی۔ اس عفریت زدگی نے مجھے خاموش پا کر گھونٹ بند کیا اور جیسے ہی اس کا دماغ نیچے گرنے لگا، میں نے اسے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس کی کاندی پوری طرح تو میری گرفت میں نہ آئی بلکہ جتنی آئی تھی اتنی ہی آئی تھی میں نے اسے اس طاقت سے گرفت میں لیا تھا۔

اس سے ایک بار تو اس عفریت زدگی کو بھی گھبراہٹ ہو گا کہ اس کی کاندی شاید کسی آنکھ میں پھنس گئی ہے کیونکہ میں نے اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھے تھے۔

دماغ میں ہاتھ سے میں نے اس کے پیٹ سے دریا اوپر ایسے مجھے پورے طاقت سے گھونٹا رسید کیا جہاں عام آدمی کو اگر اس طرح گھونٹ پڑ جاتا تو وہ خون تھوکتے ہوئے وہیں چھڑ کر رہ جاتا۔ وہ تھپکی کی پکی بھی اپنی جگہ سے اچھل پڑی اور اس کے جوتوں کی دھبہ کہیں میں گونج کر رہ گئی۔ اس نے بکان کی لی اور پہلے سے زیادہ غلبہ تک ہو کر اپنی کاندی چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دوسرا گھونٹہ میں نے اس کی کہنی پر رسید کیا۔ وہ لڑکھائی مگر فوراً ہی سر جھٹک کر اس طرح سنبھل گئی جیسے میں نے سنبھال لیا تھا۔ اس عورت کی کاندی کاہلی میں رکھتے ہوئے مجھے دانتوں پیٹھ آگے لگا تھا۔ اس کا پاپاں دواؤ آزاد تھا۔ میرا گریہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔ یہی بات گھبرا کر اس نے میرے منہ پر ٹھنڈا رسید کرنا چاہا لیکن میں بروقت جھٹک گیا۔ اس کا ہاتھ چوبلی دیوار پر پڑا اور وہ مہل کر رہ گئی۔

وہ پیچھے کو لڑکھائی۔ اگر میں نے اس سے اس کی کاندی نہ پھوڑ دی ہوتی تو میں بھی اس کے اوپر جا کرتا۔ وہ کانٹہ کہنا لڑا پھر ہونے کے بعد بھی نیچے کی کوشش کر رہی تھی اور اپنا ہوا سا سر بار بار جھٹک رہی تھی مگر پھر وہ بے بسی سے ساکت ہو گئی، اور اس کے ساتھ ہی جیسے کانٹات بھی سانس ہو گئی۔ اس کی اچھل کود اور ڈر ڈرانی سے جیسے بوٹ پر سنبھال لیا ہوا تھا۔

گوشت کے اس پتھر کو غصے میں ایک ٹھوکر رسید کر کے میں مڑا تو درمیان دروازے میں چھٹا کھڑا نظر آیا۔ وہ حسین سمیرا نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"اے صاحب دماغ! وہ سمجھو سے کچھ میں ہوں۔" تھی تو عورت مگر سے دیر گنا تب جیسے شہزادوں کی کاہلی تھا۔ وہ تو قریب آنے کی سمت نہیں پڑ رہی تھی۔ ایک بار سوچا کہ پہلیوں میں چاہو گھونپ کر اس کا کام تمام کر دوں۔ پھر۔ سوچ رہا تھا کہ شاید آپ اس کا دراجنا پتہ نہ کریں۔ اگر اسے ہک ی کرنا ہوتا تو صاحب آپ خود ہی کوئی تصویر استعمال کر لیتے۔" اس نے یقیناً میری جھٹکی کی جیبوں سے بھدوں سے ریوڑوں کی موجودگی کا اندازہ لگا لیا تھا۔

"مل کر اسے کسی نہ کسی طرح ڈیپ گے کنارے تک لے چلتے ہیں۔" چھٹا لے کر کھجاتے ہوئے کہا۔ "ڈنک کے کنارے سے ساحل تک میں قوت لگاؤں گا اور اسے تختے پر لڑھکا دیں گے۔ قسمت بھی ہوئی تو کنارے پر پہنچ جائے گی اور۔" اس میں ڈنکوں کا لڑھکاؤ ہی ہوش میں آئے گی اور نکل جائے گی۔

میں نے یہی طریقہ سنتوں یا بمشکل تمام سے کھینچے ہوئے ایک کے کنارے تک

لئے پھر تھک رکھ کر اس پر لڑکا دیا۔

شیر نے اپنا بریف کیس دھچکا دیا۔ ٹارپن سنبھال اور ہم بھی تختہ ہی کے ذریعے کنارے پر اتر آئے۔ چھاننے بوٹ کو دسی کی مدد سے بل سے باہر نکلا۔ جڑے پر پہنچ کر چند منٹ کی تلاش کے بعد ہی ہمیں وہ گاڑی مل گئی جس میں سزشومیس یہاں آئی تھی۔ یہ سلیڈ رنگ کی ایک کھوکھلی آکر تھی۔ سزشومیس لکی ہی گاڑی میں سر کر رہی تھی۔ بند ہندوستان گاڑی میں داخل ہوتا اس کے ہاں کی بات نہیں تھی۔

سزشومیس کو سم نے ویب پڑا رہنے دیا اور خود گاڑی لے کر اندازاً اس پلٹے پٹی کی تلاش میں چل پڑے جو دن اسے کام دیتی تھی۔ میں نے وقت دیکھ پونے دو بج رہے تھے۔ واکرم نے بتایا تھا کہ اسے روپا کو لے کر دو بجے جڑے پر پہنچنا تھا مگر اب وقت سے کچھ پہلے ہی پہنچ گئے تھے جس کا مطلب تھا کہ ہم اطمینان سے دن دسے تلاش کر سکتے تھے۔

دن دسے تلاش کرنے میں ہمیں زیادہ دیر نہیں لگی۔ ہر ٹکڑے کی ایک پلٹے پٹی پر پہنچے تھے جو ہمارے دائیں بائیں دو تھک پھیلی نظر آ رہی تھی۔ میں نے گاڑی روک کر دونوں طرف نظر دوڑائی۔ علیحدے کا کیس نام و نشان نہیں تھا۔ بہت سڑک دونوں طرف سے دائرے میں گھوم رہی تھی اور اس دائرے کے درمیان بھی چونک بھڑکیں دو اونچے اونچے درختوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ اس لیے یہ دیکھنا مشکل تھا کہ سڑک کے گھماؤ سے آگے کیا ہے۔ میں نے بغیر کسی اندازے کے گاڑی دائیں طرف موڑ دی۔ دن دسے کا ٹیم دائرے میں کرتے ہی مجھے طیارہ نظر آیا۔ ٹارپن کی مدد میں بدلتی جلی اس کے وہ مجھے چمک رہے تھے جن پر چٹ نہیں تھا اور اس کے دونوں طرف سیاہ جلیوں جلی بچھ رہی تھیں۔ میں نے غیر راہی طور پر فوراً بریک لگا دی کیونکہ طیارے کا سیاہ تارکی طرف تھا اور پتہ نامش کی روشنی اس کے پیچ پر پڑ چکی تھی اور طیارے میں موجود افراد یقینی طور پر ہماری گاڑی کو دیکھ چکے تھے۔



قرآنہ لائبریری، ڈیڑھ ایکڑ ٹنگ سٹریٹ

ٹھکانہ چشتہ سبھتو

قرآنہ لائبریری، ڈیڑھ ایکڑ ٹنگ سٹریٹ

ٹھکانہ چشتہ سبھتو

میرا ایک ہاتھ شیرنگ پر اور دوسرا جیب میں موجود مشین ہاتل پر تھا۔ چند لمحے یونی کٹرہ گئے۔ پھر میں نے گاڑی دسوا دسے سے ہٹا کر چھاڑیوں کے قریب جا روئی۔ اس دوران طیارہ بدستور سکوت میں ڈوبا رہا۔ طیارے کے ساتھ المونیم کی ہلکی پیڑھی لگی ہوئی تھی اور میری نظر اسی پر تھی۔ میں نے گاڑی کی مائیکس بجھ دیں لیکن سٹارٹ نہ ہونے لگا۔

چند لمحے بعد میں نے طیارے کی پیڑھی پر ایک ہیوا نمودار ہونے دیکھا۔ یہ چھریے جسم کا کوئی دروازہ کھل گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس بھی نظر آ رہا تھا۔ پیڑھی سے اتر کر وہ بڑے مطمئن اور پروقار انداز میں گاڑی کی طرف آئے گا۔ وہ قریب آگیا تو میں نے دیکھا وہ تھری پیس سوٹ میں لمبوں ایک دھا پتلا اور لہا افریقی لوجوان تھا۔ اس کے رخصتوں کی ہڈوں بدلتی کی حد تک ابھری ہوئی تھیں۔ تاہم موٹی موٹی آنکھیں خاصی دلکش تھیں۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں چھوٹی سی ٹارچ بھی موجود تھی۔ اس لیے جب اس نے قریب آکر اچانک میرے چہرے پر روشنی ڈالی تو میں گڑبڑا سا کیا لیکن ساتھ ہی میں نے محسوس کیا کہ مجھ سے زیادہ وہ خود گڑبڑا گیا ہے۔
”واکرم کہاں ہے؟“ اس نے غطراتی طور پر پوچھا۔ میں کی انگریزی میں قرآنیں سب دلچسپی کی جھلک تھی۔

”مجھے واکرم سے ہی بھیجا ہے۔“ میں نے سبھل کر منکر نہ ہوئے کہا۔
”فیوٹیا کے خیر تم یہاں کیسے آچے؟“ اس نے چھان کی طرف ایک نظر دیکھ کر گاڑی کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ”اور یہ میری بیوی کی گاڑی تمہارے پاس کیسے نظر آ رہی ہے؟“
اب تعارف کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میرا اندازہ درست ہی نکلا کہ وہ پرنس شومیس ہے۔ یہ تصور کر کے مجھے عجیب سا احساس ہوا کہ بیوی کے ساتھ اس کی جوڑی کیسی نکلتی ہوگی۔ اوجھل اور پھرتی ہی کی مناسبت تھی ان میں۔ ”اے بچاؤ شومیس! ایک لمحے کے لیے مجھے اس سے ہمدردی محسوس ہوئی لیکن اس کے کراتت یاد کرتے ہی اس ہمدردی کی جگہ مجھے نے لے لی۔

”تھوڑی سی گڑبڑ ہو گئی تھی۔“ میں نے اب نہایت پر سکون لہجے میں کہا۔ ”اب کی

یہی نے فیڑشیا کو قابو کر کے اس سے معلوم کر لیا تھا کہ سچ آپ کے لیے کوئی تحفہ پہنچے
وہ ہے اس لیے ماسٹر پر فیڑشیا کے بجائے وہ خود ہی ہمارے منتقل ہونے سے موجود
تھی۔

"اور... یہ تو بہت بڑا ہوش ہے۔" شوہر کی طرف سے میں نے محسوس کیا کہ اس کے جسم
میں ایک لمحے کے لیے کھینک بڑھ گئی تھی۔ اگر اس کی رنگت اتنی سیاہ نہ ہوتی تو وہاں
روشنی کچھ زیادہ ہوتی تو شاید اس کی رنگت کا تحریف بھی نظر نہ آتا۔
"مجبور ہیں اس کے ساتھ تھوڑی سی بدتمیزی کرتی ہوں۔" میں نے معذرت خواہانہ
ہجے میں کہا۔

"کیا تم نے سے گون مارا؟" اس نے خوفزدہ ہونے میں پوچھا لیکن اس بچے کی قسم
میں ایک ہلکی سی مسکراہٹ بھی پھانسی تھی۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "ہم نے انہیں صرف یہ ہوش کیا ہے۔" سی ہے۔
کی گاڑی ہمارے پاس کھڑی رہی ہے۔

اس نے سب کچھ سے میری طرف دیکھا۔ "تم سے بے ہوش ہیں کر سکتے" ترے
بیتا کوئی ہتھوڑ استعمال کیا ہوگا۔" اس نے حیاں ظاہر کیا۔

"نہیں بھئی تو چھوڑیے کہ ہم نے کیا ہتھوڑیں کیا اور کیا نہیں۔" میں نے قدرے
ظہاری سے کہا۔ "اور کلمہ کی بات کیجئے۔" اب اب بھی ڈکی کو سے کر قریب کی طرف
پرواز کرنے کے لیے تیار ہیں؟

"ب تو یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔" اس نے خود کلمہ کے سے سے میں کہا۔
"جب تک سناں کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا" میں اس کا ساتھ دینا نہیں کر سکتا۔ ڈکی کلمہ
ہے۔"

"بوت ہی میں ہے" میں نے کہا۔ "آپ رقم لے کر آئے ہیں؟"
"ہاں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سوٹ کیس قدرے پسند کر کے مجھے دکھایا۔ "لیکن تو
ڈکی کو بوت میں کیوں چھوڑ گئے ہو؟" میں نے اس پر سوال کیا۔

"ہم نے احتیاطاً ایسا کیا ہے۔" میں نے کہا۔ "اپنی بیوی کی آپ فکر کریں وہ ماسٹر
سے کئی فاصلے پر ہیں اور کم از کم ایک گھنٹے تک ہوش میں نہیں آئیں گی۔ ڈکی بھی بے
ہوش ہے۔ آپ اسے اسی گاڑی میں ڈال کر لے آئیے گا۔ وہاں سے رخصت ہو جائیں
گے۔ تشریف رکھئے۔" میں نے ہاتھ بڑھا کر پیچھے ہٹا دیا۔

اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا۔ پتہ رطوبت کی طرف دیکھا۔ پھر گاڑی میں
بٹھ گیا۔ سوٹ کیس اس نے اپنے پیروں کے قریب رکھ لیا۔ میں گاڑی کو رن کرنے پر سے
کیا مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں آنے کا صحیح راستہ کون سا تھا؟ میں نے گاڑی کو پورے تین دس

کر رٹار بڑھا دی۔ پرنس نے راستہ بدلنے کی کوشش نہیں کی۔ میں یا تو صحیح راستے کی
طرف جا رہا تھا یا پھر پرنس اپنے ہی خیالات میں گھویا ہوا تھا۔

حیاء عشب میں ہماری نظروں سے داخل ہو چکا تھا۔ ایک جگہ مجھے بھاریوں اور
درختوں کے درمیان پکڑی گئی تھی۔ میں نے گاڑی رن کرنے سے باز کر لی۔ صرف سوڑ
دی۔ پرنس اب بھی کچھ بڑا۔ میں نے آنکھوں کی آنکھوں میں پھنکا ہوا اشارہ کیا اور چند
سے بعد ایک مناسب سی جگہ رکھ کر ایک سیڈیٹر کو خاص انداز میں استقبال کرتے ہوئے
گاڑی واپس لے آئی تھی۔ دینے اور پھر انجین بند کر دیا۔

پرنس اب چونک کر میری طرف متوجہ ہو چکا تھا۔
"شچہ! عجیب میں کچھ خرابی ہو گئی ہے۔" میں نے ناگوار کی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔
"روانہ گھس کر اترتے ہوئے پوچھا۔" کیا ڈکی میں کچھ ٹوڑ وغیرہ موجود ہیں؟

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے جواب دیا۔ میں نے مزید وقت ضائع نہیں کیا اور گاڑی
سے اترتے ہی اس کے منہ پر گھوم دیا۔ وہ ابھی سیٹ پر ابھیرا ہو گیا۔ اس سے پہلے
کہ وہ کوئی "ٹوڑ" نکالتا، میں نے جھک کر اسے گریباں سے پکڑ کر فاصلے کی گاڑی سے
باہر کھینچ دیا۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئی تھیں اور نیچا ہونٹ پھٹ چکا تھا۔ اس
کے حلق سے گھگھاتی ہوئی سی آوازیں نکلی رہی تھیں۔ مجھے حیرت ہوئی کہ عورتوں کے
معاذ میں اتنا درندہ صفت تو انوں اس قدر چھوٹے ہیں کا مالک تھا۔

اس کے ہاتھ قہر قہر کانپ رہے تھے۔ وہ وہاں کے پیچھے چہرہ چھپانے کی کوشش کر رہا
تھا۔ شاید وہ چونکا بھی چاہتا تھا مگر آواز ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرا جی
جاہل کہ اس کی تکی کی گردن ایک جھکے سے توڑا دل لیکر اپنے آپ پر مضبوط کرتے ہوئے
میں نے اس کی کھینچی پر ہاتھ دس دیا۔ وہ بے ہوش ہو کر میری گرفت میں چھل گیا۔

چھٹا بھی گاڑی سے اتر گیا تھا۔ اس سے پرنس کو دونوں بازوؤں پر سنبھالنے ہوئے کہا۔
"ہیں صاحب جی! آپ کا کلمہ ختم، میرا نام شروع۔"

میرے کہنے سے پہلے ہی وہ پرنس کو دونوں بازوؤں پر اٹھائے گاڑیوں میں غائب ہو
گیا۔ کچھ دیر بعد میں نے سے گاڑیوں سے برآمد ہونے دیکھا۔ وہ اپنے بٹن داسے چاقو کو
دھوئی پر صاف کرنے کے بند کر رہا تھا۔ چاقو دھوئی کی ذب میں رکھ کر اس نے میری طرف
دیکھا اور مسکراتے ہوئے گاڑی میں آئیٹھ۔ میں اس وقت اسٹیرنگ پر بیٹھ تھا۔

لشک ہارر واپس گھر میں نے چھٹا کو اس کے گھر چھوڑا اور اسے مزید کچھ رقم دے
کی کوشش کی مگر میں نے پینے سے انکار کر دیا اور کہا۔ "آپ پیسے جو کچھ چاہتے ہیں
وہی میری توقعات سے بہت زیادہ ہے۔ اتنے پیسے تو اسٹور بھی نہیں دیتے۔" آپ تو پھر بھی
ایک قیب کام کر کے واپس آ رہے ہیں۔"

"نیک کام کے لحاظ پر میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔" رخصت ہونے وقت میں نے کہا "چھنا! غریب مجھے تمہاری ضرورت پڑے گی۔ میں ایک بڑا مصوبہ بنا رہا ہوں اس میں تم بھی میرے ساتھیوں میں شامل ہو گے۔ بعد ہی میں تمہیں لینے آؤں گا۔"

"آپ مجھے ہر وقت یاد رکھیں گے" میں نے خلوص دہ سے کہا۔ "میں خود بھی اس دیا سے لکنا چاہتا ہوں بشرطیکہ کسی آپ جیسے مہربان اور مخلص دوست کا ساتھ دے۔"

"تم پروا مت کرو" میں نے اس کا کدھا تھپکا "میں نے تمہارے اندر چھپا ہوا ہیرا دیکھ لیا ہے۔ خدا ہی مجھے تم جیسے نئی انسانوں کی ضرورت پڑے گی۔"

اسے خدا حافظ کہہ کر میں برف کیس درخت کیس انھوں نے اپنی گاڑی تک آتے ہیں سیدھا تاج محل ہوئے پچھا۔ اس وقت صبح کے چار بجے تھے۔ میں روپا کے سوٹ میں نہیں گیا۔ اس کے بجائے شکاریہ پر رٹ کر میں نے اپنے بچے ایک سنگل کمرہ حاصل کیا۔ یہ کمرہ تیسری منزل پر تھا جبکہ روپا کا سوٹ چوتھی منزل پر تھا۔ پورے میر سوٹ کیس اور برف کیس چھوڑ کر چکا تو میں نے تیزی سے جوتے پہنے اندر کر پھینکے اور سیدھا ہاتھ روم میں گھس گیا۔

لہا دھو کر تازہ دم ہو کر میں نے ہوم سروس کو فون کر کے بے وقت ناشتہ منگوایا۔ ناشتہ کرتے ہی مجھ پر فٹو دیکھی طارنی ہوئے کئی ٹیکس سونے سے پہلے ایک کام کرنا ضروری تھا۔ میں نے فون پر روپا کے سوٹ کا پیرا فٹنگل کیا۔

دوسری طرف سے ریپورر بھی ہی کتنی پراگیا گیا نہیں جب روپا کی آواز آئی تو اس میں غورگی کا بوجھل ہوا تھا "ہیلو۔۔۔" اس نے پراشتیاتی سے میں نے کہا۔

"منصور! میں نے نہایت دھم آور میں کہا۔

"میں تمہارے انتظار میں ہوں کیسے کہاں ہو تم؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"تم سے بہت دور" میں نے بدستور دھم آور میں کہا "بھوکھ میں کہوں" سے غور سے منو اور میں پر عمل بھی کرتے چھین باقی زندگی سکون سے گزرے گی دودھ بخورنا پریشان رہو گی، اپنے زخموں کے ذخیرے میں اضافہ کرتی رہو گی۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ اس دوران روپا نے بولنے کی کوشش کی لیکن میں نے تیزی سے کہ "صرف میں بولوں گا اور تم منو گی۔۔۔ تمہارے بچے ایک اچھی خبر یہ ہے کہ فی اعلیٰ تمہارا بولی دشمن باقی نہیں رہا جو تمہیں کوئی نقص پہنچ سکے اور بری خبر یہ ہے کہ میں اب واپس نہیں آؤں گا۔ دو چار دن تم اسی ہوٹل میں ٹھہر کر کسی پراپٹی ڈیپارٹمنٹ کے نوٹس کو بھی دقت خیرہ بناؤ اس میں مغل ہو کر یا کسی طرح معمول کے مطابق زندگی گزارنا شروع کر دینا جس طرح میری آمد سے پہلے تمہارے شب و روز گزرتے تھے۔ اب ایک اچھا پہلو یہ ہوگا کہ تمہارے ذہن پر کسی جالی دشمن کا خوف نہیں ہوگا تم آرام سے کام لے جا سکو گی۔"

آرام سے سو سکو گی ورے کوئی سے زندگی کے معاملات انجام دے سکو گی۔

"کی واقعی تمہارے بغیر میں یہ سب کچھ کر سکو گی؟" میں نے میری تمام تر تیز گوئی کے باوجود یہ کہنے کا موقع ڈھونڈ لیا۔ کہنے لگا یہ مجھ ایک مہربان سواں تھا مگر لیجے و گور کچھ ایسی تھی کہ میں سے "سپین" پر غیر جذباتیت کا جو خوش چھایا تھا "ختم" لگا اور اس سے لور سے لگا مگر میں بددی اندر اس ہو کوئی گیا۔ مگر میں جڑوں اور ناپوں کو بیروں کی رنجیر بنائے رکھتا تو میں وہ بددی قرض میں چکا مکت تھا جو زندگی نے میرے دے لگا دیا تھا۔

"ماں۔۔۔ تم میرے بغیر سب کچھ کر سکو گی۔" میں نے اپنے بچے میں ارتعاش پیدا نہیں ہوئے۔ "اور بہت عرصے سے کر سکتی گی۔ کوشش کرو گی تو بہت جلد بھوں جاؤ گی کہ تمہاری زندگی میں منصور نامی کوئی شخص نہ تھا۔۔۔"

"یہ میری زندگی میں پورا گزرتا دن جتنی عذاب اس سے ہی آتی رہی گی کہ میرے سو میں ڈھیر گھول کر میرے دل کو پامال پارہ کر کے یہ بیا رہیں نور میں اس میں بھوں جانے کی کوشش کرتی رہوں؟" یہ جیسے پخت پختی اس کا لہجہ ہنسرتی ہو گیا اور آواز "نوفوں میں ٹھیک گئی۔" پہلے میں نے اپنی ماں کو بھائی "ہپ" کو بھائی "نکھوں سے محروم ہو جانے والے شوہر کو بھلا دیا۔" صوبے میں بغیر دوا کے مر جانے دے سنے کو بھلا دیا۔۔۔ ماں نے سنے دے ہر رخم کو بھلا دیا۔۔۔ اور اب تم کہتے ہو کہ میں تمہیں بھی بھوں جاؤں۔۔۔ مجھے ٹھرت ہے اس لحاظ "بھول" سے۔۔۔ اس کی "دار" بچیوں میں اچھل گئی۔ میں خاموش بیٹھ تھا۔

وہ میرے کمرے سے ایک منزل اوپر اور شاید کمرے کے عین اوپر ہی بلک رہی تھی تاکہوں سے لہو بار رہی تھی۔ مجھ سے ایسے سوال کر رہی تھی جس کے جواب مجھے بتاتے ہی نہیں تھے۔ میں اپنے اور اس کے درمیان حائل ایک چھت کے فاسٹے و آسمان در میں کے درمیان لادری میں تبدیل کرنے کی کوشش کر رہا تھا و۔۔۔ میری کوشش کو ناکام بنانے کے درپے تھی مگر میں سے تیرے رکھا تھا کہ مجھے اس "ناقل" سے سرخرو نکالنا ہے کیونکہ یہ میری اس تربیت کا پہلا مرحلہ تھا جو مجھے آئندہ کے لیے "برکار" تھی۔ مگر میں پہلے مرے ہ ہی کمزور پڑ جاؤں تو آئندہ آپ "آپ سے کوئی چھی توقع میں رکھ سکتا تھا۔

"مجبوری سے روپا!" میں نے اب بھی حتیٰ امکان ہموار بھیجے ہیں گے۔ "ہزاروں معریت میرے خاقب میں ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم بھی کسی مصیبت میں پڑو۔"

"اتنی پر تکلف گفتگو کرنے سے ہمارے کہہ دینا مشہور ہی رکھو" یہ کہہ کر میں نے صحت سے فون بند کر دیا۔ یہ شاید روپا کے ایک اور پر غصے باب کا اختتام تھا معلوم نہیں روپا اب بھی اس باب کے عذاب کی مصلحت دیتی یا نہیں۔

میں چند منٹے خاموشی سے ریپورر ہاتھ میں تھا سے خان آمد ہی کے سے عام میں اسے

لہر ہیر کو کاسٹ کروں گا تو د چمپے ہی نہیں ہے گا، فلان ہیروئن کو سامن کرنے چاہوں گا تو وہ میرے گھٹنے چھوئے گی اور میری ڈیٹس مسلسل آر کے مجھے اے دے گا وہ تو غیرہ دھیر میں نے شاید اس رولہ بازی ہی۔ نہیں تھی، اس لیے خوب دلی غای کہ وہ تھا مگر وہ میں نے چہر میں اٹکی۔۔۔۔۔"

”ہونا کہہ تھا اس ہر بخت نے فوراً دلا لکھ روپ چہرے قدموں میں رکھ دیئے۔“ طلبہ نے پراب ناگور سے کہو گویا سیٹھ نے روپ اسے نہیں دیئے تھے بلکہ اس سے چھین لے گئے۔“ وہ کہنے لگا کام شروع کرو“ میں ہاتی کا بھی بندہ دوست کرتا ہوں۔“ طلبہ خاموش ہو گئے۔

”بس پھر میں بتے ظاہر شروع کر دو“ اس نے سادگی سے کہا۔ فلسفیانہ کے علاوہ ہر ظاہر یک حال کا ایسا نمونہ ہے کہ راج بھون میں بٹھارے جا۔ تاپین اور فریجیچر، ہوا یا جس میں اپنی میز سب سے بڑی ہوائی... اس نے ہاتھ اوجھڑی جھوڑ کر اچانک پوچھا۔ ”یاد نہیں معلوم ہے ہم قریب کون سے قریب ان کیوں رہتے ہیں“

صبح نہ کھڑے ہوئے تھے اور گاڑی میں جا بیٹھا۔ اس وقت
 لکڑے کے بعد میں نے گاڑی میں بھی لی گئی تھی کہ ایک گھنٹہ قسم کے چائے پانے سے
 ایک شخص کو گھبرا کر پناہ دے گاڑی کے سامنے سے گزرتے ہوئے گلی عبور کرنے لگا
 اس کے لیے وہ مجھ سے قسم پر ایک اچھا بھلا موٹا لگا ہوا تھا اور اپنے استعمال پر قابو کافی
 شرمندہ نظر آ رہا تھا۔ موٹا ایک تو اس شخص کے جسم پر ڈھیلیا بست تھا دوسرے اس پر
 متحدہ دھنکیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شخص کالی دنوں سے سیدھے
 ہٹ کا کام بھی کر رہا تھا۔

میں نے گاڑی روکی، ہر ترکر اس کے قریب پہنچا "کیا ص ص ص غلبہ؟" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ اچھل پڑا۔
 "اوہ، تم ہو۔" اس نے کھینچان کی ایسے طویل سانسوں
 "یہ بات ہے، ایک عرصے سے کہیں نظر نہیں آئے،" میں نے کہا۔ "استواید میں بھی
 صورت دکھائی نہیں دی۔"

”چھ سالہ بھائی شہری ایسا ہے جو کہے۔“ اس نے پہلے سے بھی زیادہ طویل سہانسی لی۔
 ”ایک مرتبہ جس کا ہاتھ چھوٹ گیا سو پھوٹ گیا۔“ پھر دودھ مارا مشکل سے ہی نظر آ رہا ہے۔
 خاص کر یہ اپنی قمیض دیا میں نے اتنی چکاچوند ہے کہ ماسٹے کھڑے ہوئے آدمی کی شکل بھی
 پہچانی نہیں جا سکتی۔“

’ظفر کر رہے ہو؟‘ میں نے پوچھا۔ ’کیا کبھی ایسا تعلق ہو چکا ہے کہ اسٹوڈنٹس میں
— جنہیں دیکھا اور پڑھا نہیں؟‘

”میں ایسی تو کوئی بات نہیں“ اس نے پریت سے بارو میری کمر میں جا کر کہہ دیا۔
 ”تو ایسے ہی دراز لنگھ میں رہا تھا۔ آج کل لنگھ پر اپنی زیادہ گزارہ ہے۔“
 ”ہو کیا رہا ہے؟ کیا سرگرمیاں ہیں؟“ میں نے پوچھا۔ ”تمہارے جسم پر حادثہ دیکھ کر تو
 شبہ گزارہ ہے کہ آج کل تمہیں کچھ زیادہ کام مل رہا ہے۔“

”مقام تو چھا خاصہ کل رہا ہے۔ دریا اس نے ایک لہر آؤ بھری۔“ وہ نیم نڈی بھی کام کے تھے لیکن اپنی غر مستیوں سے پناہ دہ عرق ر لیا۔ پیچھے دنوں ایک پٹھان سیٹھ کو چنر سے منجا تھا کہ آؤ پڑ مشپ ہیں فلم ہٹائے ہیں۔ میرے فزیشن میں ایسے تعلقات ہیں کہ

سے میں قریبے ہاتھ رہا تھا اس سے میں محمد شاہ رائیے کا وزیر مایات معلوم ہوا تھا۔ ایک روز ہا، فجر لگنے کا نام ملے پانچ۔ "نشان" نام ملے پا چارے کے بعد قدرے فرصت میری تو ہو چکا کہ بیرونی کے طور پر روپ کو سامان کر یا جانے لیکس عین ای روز ایشاف ہو کہ پینک میں صرف پچانوے روپے باقی ہیں یعنی تنی رقم بھی باقی نہیں رہی تھی کہ سائنک ہونٹ کے طور پر کسی بیرونی کو دی جا سکتی۔ سینچ صاحب حالانکہ تمام فرسٹیوں میں میرے ساتھ رہا کہ شریف دے گئے تھے لیکس پینک میں پچانوے روپے باقی رہ جانے کا اس کو آپ سے باہر ہو گئے۔

میں نے "میں سمجھا پانچ" اگر وہ بیس۔ ر کا بندوبست ہو کر دیں تو فلم سیٹ پر چلی جائے گی اور اگر کسی دشمنی بیوٹر سے بات ملے ہو گئی تو فطیس بھی ملے شروع ہو جائیں گی مگر سینچ صاحب نہیں دے اور عیسے میں ایک یکسر لڑکی کو بھل میں رہا ر مسوری سے گئے آج کل وہ نہیں ہیں وہ ہتوں سے میری تلاش میں گھومتے رہتے ہیں۔ "نشان" فلم "نشان" کی آخری نشان میرے جسم پر مہر ہو یہ سہی ہے۔

"کیا فلم کی کس فلمی چاہی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے قدرے شرمیلے بچے میں کہا۔ "میں نے خود کبھی نہیں... بلکہ کسی سال سے کچھ کر رکھی ہوئی ہے۔ پسے میں نے اس کا نام "بہی باقی" رکھا ہوا تھا پھر میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے موٹے شہر سے تعلق رکھنے والے جن لڑکیوں کو آواز لے لے لگا رہا ہے اس لئے انہوں نے کہا کہ وہاں میں چھپتے ہیں ان میں سے سب سے سب سے اس عنوان سے طبع آواز کی ضرورت کر چکا ہے چنانچہ میں نے اپنی کمالی کا نام دیا کہ "نشان" رکھ دو۔"

"چھاپو بتاؤ کہ وہ کہاں رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اسی کھوں میں۔" اس نے قدرے فخر سے جواب دیا۔ "اور اصل وہ کھوں ہی میرا ایک بیا ٹھکانہ ہے۔۔۔" اس سے وضاحت کی "جس کا اس چھاپو سینچ کا فلم میں۔"

"چھاپو میں چند دنوں تک وہیں فلم سے مگروں گا۔" میں نے کہا۔ "اس سینچ کا معاملہ میں خود ہی مناہوں گا اور۔۔۔ دیو۔۔۔ فلم ضرور بنے گی بلکہ ایک نہیں بہت سی فلمیں ہیں گی ایک بہت بڑی فلم کہنی قائم ہوگی جس کے انیکٹر تم ہو گئے۔۔۔ سمجھے؟"

"تم نے بھی تازی پ رہی ہے؟" طیبہ نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"ہو ای طرح کی باتیں کر رہے ہو چھے میں سے اس چھاپو سینچ سے کی تھیں؟"

"تمہیں معلوم ہے میں پتا نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور تازی پیسے کا میں ساری زندگی تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہے۔" اس نے پکا سا قہقہہ لگایا۔ "میں تو مدق کر رہا تھا۔"

میں نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اب میں چلے جاؤں گی الحال میں تاج محل

میں ملیم ہوں اگر چاہے کوئی ضرورت پڑے تو سکتے ہو ویسے میں بہت جلد خود غم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔۔۔ در دیکھو اسٹوڈیو وغیرہ میں کہیں روپا سے سامتا ہو تو میرا ذکر یہ کرتے پائے۔"

"بہت بہت۔" اس نے کہا اور کار سے جھٹ کر ایک طرف گھوم دی۔

ہو کل پہنچ کر میں نے ہوم سروس کو فون کر کے کھانا منگوایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے پانچ میں داخل اور مدللہ والا روپا لپے لباس میں عجیب میں چھاپو سینچ کھانا پر بدھے ہوئے ایک ایسے نیام میں رہتا تھا جسے مخصوص انداز میں بھٹکا دیتے ہی وہ میرے ہاتھ میں آتا تھا۔ تھپتھپ کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے چمڑے کی ٹوپی اور "فلم" شیشوں کی بینک اٹھائی، بریف کیس ایک ہاتھ میں لٹکایا اور کمرے سے نکل

میں نے گاڑی انارٹ کی اور ہوٹل کی پارکنگ اسٹ سے نکل کر سڑک پر چھاپو سینچ پر بعد گاڑی اس سڑک پر فرسے بھر رہی تھی جو پونا کو جاتی تھی کچھ دیر وہ غصہ میں گھبراہٹ میں کی سڑک کے رستے پہنچ گیا تھا۔ اس وقت میں مصمم اور "مارٹن" علم تھا۔ مختصر سے عرصے میں میں نے جسنے کیا تھا، فاضی کے وہ پرسوں شب دروازہ اور مستقبل کے معصوم خواب جاے کہاں کھو گئے تھے۔

میں جب پونا کی حدود میں داخل ہوا اس وقت کے بارہ بجتے کو تھے پہلے پہل مجھے محسوس ہو کہ یہ شہر میرے لیے جیسی اور کلی کوپے ناہوں سے ہیں گھر ہوں ہوں میں اس مکان کی طرف بڑھتا گیا جہاں میں رہا کرتا تھا۔ توں توں سڑکوں اور گلی کوچوں سے شناسائی اور مالوسیت کی حوشبو چوتی محسوس ہونے لگی۔

وہ گلی وہ بھی پچھلے محسوس ہوتی تھی اس میں داخل ہوتے وقت میری دھڑکنیں کچھ تیز ہو گئیں مگر میں نے فوراً ہی سردی کا اختیار استعمال کر کے انہیں اعتدال پر لانے کی کوشش کی اور اپنے مکان کے سامنے گاڑی روکنے کے بجائے سست رفتار سے گزرتا چلا گیا۔ مکان کے گیٹ پر بار پڑا تھا دریا پیچھے کی گھاس وغیرہ اتنی اونچی ہو چکی تھی کہ چار دیواری سے باہر جھانکنے لگی تھی۔

مکان میں پہنچا تھا "مکی" کا فریڈ ہوا تھا مگر میں غصی رہا پھونک کر چوروں کی طرح اس میں داخل ہوا۔ جہاں ہر طرف وحشت اور دہرا میری فطرت تھی اس مکان کا فوش بھی شیشے کی طرح چمکا تھا اس باغیچے کی تہہ جی بولی تھی میں پر تھکے ہی میں رک گیا۔ در خارج تھادی کمروں میں سے کسی کا دروازہ کھلا تھا اور کسی کا بند گھراں میں جانے کی بہت ہی نہیں پڑی اس گھر کے دروازے نے بچپن سے ہوائی تک میری زندگی کا ترشادیکھا تھا اور خاموش رفتی کی طرح میری ہر آواز میرے ہر آنسو اور میرے ہر قہقہے میں شریک رہا۔

وہ باغیچہ جس کے ایک حصے میں اکھڑ تھا اور جمال چندن، بابا سے میری دیکھ سالی
 تربیت کا قلم کی تھی، چھوٹا ہونکار کا مجموعہ بن چکا تھا اور وہاں بکھرے ہوئے خشک پوسے
 وائس چائمن کا تھیں بونڈے بڑھتا تھا، غلاب، اور رات کی دلی سے چوسے پاؤں نہ ملنے سے
 سوکھ کر کاٹھ سکیڑ اور چھوٹا چھوٹا رہی میں مدغم ہو چکے تھے۔

[illegible]

یہاں تک سہلکا ہے اور جس کو اس کی سمجھوت پیش آتی تھی؟ یہ سوچتے ہوئے میں
نوارے تک پہنچا تو اس کی چار دیواری مسور شدہ نظر آئی۔ پتہ فرس اُٹھا پڑا تھا۔ ایک
لمحے کے لیے تو میں مشغور رہ گیا۔ اب مجھے امید نہیں رہی تھی کہ مجی کا چھپایا ہو، عموماً
خزانہ یہاں باقی رہ گیا تھا۔ لیکن سول یہ تھا کہ اس پر ہاتھ کس سے صاف کیا؟ مجی۔ اپنی
ڈریس میں جس نے وہ مجھ سے کاتہ کر لیا تھا، اس سے بھی ظاہر ہوتا تھا کہ انہوں نے کسی
کو اس ہاٹ کی بھنگ نہیں دے دی کہ انہوں نے اپنی عمر بھر کی جمع پونجی سونے اور
ہو ہرات کی شکل میں منتقل کر کے کہاں چھپائی ہے۔ اس پر ز میں انہوں نے اپنی قریب
ترین دو قاتل، غلام ہستیوں میں سے مجی کو شریک نہیں کیا تھا۔ پھر کوئی یہاں تک کیسے
آپنچا تھا؟

دیس تو کچھ رقم مجھے وٹرم کے برقیے کیس سے مل چکی تھی۔ دو ماہ پہلے مجھے پرس شامی کی بیروت میسر آگئے تھے۔ اس دور کے لحاظ سے یہ بہت بڑی رقم تھی اور درمیانہ کی صورت میں ہونے کی وجہ سے تو کسی کی اہمیت اور بھی رہا۔ تھی لیکن مکی کا خزانہ شاید اس ساری رقم پر بھری ہو گیا۔

قوارے کی چار دیواری در شکستہ فرش کے بے کے قریب کھڑے کھڑے دھت " مجھے
 حواں تھا کہ مجھے ایک پوشش قوارے دیکھ چکی ہو۔ اصل فوراً مکتوبہ ہی تھا کھدائی
 لہنے والے لوگوں نے شاید ممکن ہی نہ سمجھا کہ قوارے کے نیچے بھی پتھر ہو سکتا ہے۔

یا نینہزم کا حکم ہے ہونے کی وجہ سے خرابے تہ اس کی رسائی نہ ہو سکی ہو جس اندر میں
سارے باغیچے کو جھڈ جھڈ سے ہوا لگیا تھا اس سے بھی ظاہر ہوا تھا کہ کھور نے باغوں کو
درحقیقت مطلوبہ جگہ کا حکم نہیں تھا۔

میں ملے پڑاؤں دکھائے ہوئے۔ فارم کے گرد بھی خاصہ سب جمع تھا۔ میں جھک کر اسے ہٹائے گا۔ لمبے ہٹ جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ فورہ بیچے تک صحیح سالم تھا۔ اس کا سیٹ کا مینار نمونہ ہے، جسے ایک مگس پلیٹ فارم پر ایستادہ تھا جو دھات ہی کے ایک گنبد نما حصے کے ساتھ ہونٹوں کی مدد سے جڑا ہوا تھا۔ گنبد نما حصہ زمین میں پروست معلوم ہوتا تھا۔ میں نے امرتی میں پڑھنی ہوئی ہدایت کے مطابق لوازم کے ڈھنگ نما کوں پلیٹ فارم کو گھمانے کی کوشش کی۔ بظاہر فورہ کے کسی بھی حصے کو گھماتے کی کوشش حفاظت ہی مطلوب ہوتی تھی۔ لیکن جب میں نے غیر معمولی طاقت صرف کی تو پلیٹ فارم کے ساتھ گنبد نما حصہ بھی گھوم گیا اور مزید ایک چکر دینے پر وہ ٹی بچھوڑ گیا۔ سب اس کے نیچے ایک خانہ نمودار ہو چکا تھا جس میں لب پورا فورہ ٹوٹے یا کسی اور دھات کی رڈ پر کھڑا تھا۔

میں نے چبھتے ہوئے اس خانے میں ہاتھ ڈالا۔ خدو ریدہ گھڑ نہیں تھا۔ اس میں مجھے ایک گندا سا انجرا محسوس ہو۔ میں نے اسے کھینچ کر پیچھے سے کوئی چھوٹا سا دروازہ کھل گیا اور فوارہ مزید دپر چڑھ گیا۔ وہ دروازہ جس پر نورہ اب کھڑا تھا، چپ ایک تختے کے ساتھ زمین سے نکل گئی تھی۔ سب میں خانے میں صحت کرنا کچھ سکتا تھا۔ صحت کر دیکھنے پر مجھے کچھ نظر نہ آیا تو میں نے تاراج کر دیا۔ شمس ڈال دی میری دھڑکن ایک لمحے سے بے قابو ہو کر

خاستے کی تہہ میں واقعی ایک ٹھونسا سا دروازہ کھل چکا تھا اور اس دروازے کے نیچے ایک اور کافی کشادہ پختہ اور صاف ستھرا خانہ نظر آ رہا تھا۔ اس خانے میں سیاہ رنگ کا ایک نہایت عمدہ امیرانہ کرسی بکس بٹھا تھا۔ حشر رنگ بکس کو ٹھونٹے کے نیچے مجھے گھنٹوں کے مل بٹھاتا رہا۔

اس عمل میں شہید میں بہ مشہوب ہو گیا تھا کہ مجھے کوئی اہمیت دے رہا ہے میں ہی نہیں
لیکن جیسے میں سڑک تک پہنچا کہ سیدہ ہوا ایک ڈونے مجھے چوکا دیا

۲۴۔ صدیق کو دشمن پر بھی رحم نہ ہو۔ عید گھرے گھرے کا چاکہ و مست۔ "تو رہیں
 ما۔۔۔ بھی تھی" قلم در ایک دلی دلی سرت بھی "تھہرا بہت بہت شکریہ۔ تم نے میری
 مشکل تسلیاں کر دی۔" اسی لڑانے کی تلاش میں "میں" ہی پہنچتے جتہ سہ مکان میں چھپا ہوا تھا
 وہ اپنی پوتی کا زور لگا پکا تھا لیکن کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا
 یہ ترہوں میری مدد کو پہنچے گئے۔۔۔ وہ ہاں۔۔۔ دیکھو دنیا وہ پھرتی اٹھانے کی کوشش۔۔۔

کرنا۔ میرے ہاتھ میں ریو لور ہے اور اب خزانہ دریافت ہو جانے کے بعد میں اس بات کی پروا نہیں کروں گا کہ فائر کی آواز کوئی من سے گا۔

میں نے اسٹرائک بکس زمین پر رکھ دیا۔ اس آواز سے بدشہ مجھے حیران کر دیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی شخص اس خزانے کی بات میں میٹھا ہوگا۔

”اب میری طرف تھوم جاؤ لیکن اپنی ہڈی سے قدم نہ بڑھانا میں تمہاری شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔“ ٹاویڈ شخص نے کہا۔

میں مسکائی سے اس کی طرف تھوم گیا۔ امدادی چاندنی میں میں نے دیکھا کہ وہ ایک موٹا قامت ٹھکر مصبوط اور پختہ اجڑا شخص تھا۔ اس کی آنکھوں میں مکالمات چمک رہی تھی اور ہونٹوں پر شہرانیہ مسکراہٹ تھیں۔ وہ بھی مہری نظروں سے میرا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

”تدر چلو۔“ چند منے بعد اس نے ریو لور سے گھروں کی طرف اشارہ کیا اور خود ایک طرف کو ہٹ گیا تاکہ میں اس کے سامنے سے گزرا کر مثال کی طرف جا سکوں۔ میں نے سزاوت اس کی ہدایت پر عمل کرنے کی جتنی مصمت سمجھی۔

میں برآمدے کی طرف چل رہا تھا۔ وہ مناسب فاصلہ رکھ کر ایک ہاتھ میں اسٹرائک بکس لٹائے ہوئے دوسرے میں ریو لور سنبھالے میرے پیچھے آ رہا تھا۔ اس طرف سے برآمدے کی بیڑھیاں پڑھ کر سب سے پہلے اس کمرے کا غلطی برو نہ سامنے پڑا تھا جو کبھی میرے بیڈ روم ہوا کرتا تھا۔ میں اس کی طرف بڑھا تو ریو لور ہڈی سے مجھے منع کرتے ہوئے اس کمرے کے دروازے کی طرف بڑھنے کی ہدایت کی جو اسی زمانے میں میری گورنس کے سنبھال میں ہوا کرتا تھا۔ اس کمرے سے لیکن ملحق تھا۔

دروازہ بند تھا لیکن شخص نہیں تھا۔ اسے کھول کر میں نے اندر قدم رکھتے ہوئے دیکھا کہ کمرے کے ایک گوشے میں بڑا سیپ ریشم تھا جس پر ایسا شیڈ لگا ہوا تھا کہ اس کی روشنی ایک دائرے میں محدود رہے۔ تاہم قطعی روشنی میں کمرے کے باقی حصے کا بھی جائزہ پتا لیا۔ وہ مشکل نہیں تھا۔ بیڈ پر کافی بد تک صاف تھر بستر لگا ہوا تھا۔ در کمرے کی حالت بھی بتا رہی تھی کہ یہاں کوئی فانی عرصے سے نہیں ہے۔

”روشنی کے دائرے میں بڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔“ مجھے حکم ملا۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ریو لور بردار کا ہونٹا لگے اندھیرے میں مجھے بیڈ کی پٹی پر بیٹھا دکھائی دیا۔ اسٹرائک بکس اس کے بیڈ کے نیچے کھدکا ہوا تھا۔

”سب میں تمہارا نام جانا چاہوں گا۔“ اس نے اب نہایت پر سکون لہجے میں کہا۔
”تمہارے خیال میں میں کون ہو سکتا ہوں؟“ میں نے اس سے سوال کر دیا۔
”مجھے شبہ پڑتا ہے کہ.....“ وہ جیسے ذہن پر غور دیتے ہوئے رہا۔ ”کہ تم عزیزہ خانم

کے بڑے ہو گئے۔ یہ بات صحیح طور پر کسی کو بھی معلوم نہیں کہ اس کی کوئی اولاد تھی یا نہیں۔“

”اور تمہیں یہ علم کیونکر ہو کہ اس مکان میں کوئی خزانہ بھی موجود ہے؟“ میں نے حمایت دامت سے پوچھا۔

”اب اس کی بات ہے۔۔۔۔۔“ اس نے قدم سے شرمیے سجے میں کہا۔ ”کہ اگر تم عزیزہ سے لڑکے ہو تو کچھ زیادہ باعزت آدمی میں بھی نہیں۔ میرا تعلق بھی بازاری سے ہے۔“ وہ خاموش ہو گیا۔

”میں نے پوچھا تھا کہ تمہیں اس مکان میں خزانے کی موجودگی کا علم کیونکر ہوا؟“ میں نے اپنا سوال دہرایا۔

”ایک روم میں ہے۔“ وہ بتاتی میں بد اجازت عزیزہ خانم کے رہائشی کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس سے کہو کسی بچے کے حصار پر کوئی کمائی شروع کرتے ہوئے کہ۔ ”وہ کمرہ میں نہیں تھیں۔“ میں نے محسوس کیا کہ وہ شخص مجی کا ذکر پوچھے احترام سے کر رہا تھا۔ ”ان کے بچے کے قریب ہی تپائی پر چڑے کی سیہ جلد وان ڈائری کھلی لیکن میں رکھی تھیں۔ قریب ہی قلم پڑا تھا۔ وہ غالباً لکھتے لکھتے کچھ کر ہاتھ روم میں چلی گئی تھیں۔ ہاتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے پونسی بے استعداد سے انداز میں ڈائری کھلی اور یہ منظر میرے سامنے آیا اس پر پونا کے کسی عفتان اور خزانے کا تذکرہ تھا۔ عزیزہ خانم کسی کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ لکھ رہی تھیں۔ اب مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ شاید تم ہی تھے۔“ اس نے ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر گہری سانس لی۔

بہر حال میں نے جب ڈائری کھلی تھی تو مجھے اس قسم کی کوئی تحریر نظر آنے کی توقع نہیں تھی۔ اس نے ہمد کلام جوڑتے ہوئے کہا۔ ”اس لیے میں محض اپنی نظر سے منظر کو دیکھ رہا تھا۔“ وہ۔ ”ہاتھ روم کے دروازے کی جانب گھومنے کی گورتا آئی اور میں نے بڑبڑا کر ڈائری وہیں رکھ دی۔ تاہم پوتا..... خزانہ فوار..... یا نیچے.....“ یہ الفاظ میرے ذہن پر نقش ہو کر رہ گئے۔ اس دن کے بعد کبھی مجھے اس ڈائری کو دوبارہ دیکھنے کا موقع کوشش کے باوجود نہیں مل سکا لیکن میں بہر حال تک وید میں لگا رہا۔

”مجھے پتا چلا کہ عزیزہ خانم بچتے میں ایک مرتبہ چند گھنٹے کے لیے نہیں جاتی ہیں۔“ ڈرائیور دن کا وفادار تھا۔ اسے کچھ سے کے باوجود مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ہالہ اگر ایک روز میں ان کا تعاقب کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے انہیں یہاں آتے دیکھا۔ میرے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ رہا۔ نہ خزانے کے سطلے میں ڈائری میں پونا کے جس مکان کا ذکر تھا۔ وہ یہی ہے۔

میں نے بعد میں اس مکان کے کئی چکر لگائے لیکن مجھے خواہہ غلط کرتے کا موقع

نہیں ملے۔ اپنے نئی چٹریں سے درمیان میں سے یہاں نہیں بھی دیکھا تھا۔ اس وقت تھوڑے دیر میں کسی بھی چٹری سے اندر میں عرصہ خانم کی موت واقع ہو گئی اور میں سے تاکہ اب کی موت سے قبل ایک ہوجوال کے بارے میں پوچھتا ہوا تھا اور عزیزہ خانم کے کمرے میں آئیوں کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ مجھے فوراً نہیں آیا کہ وہ لودھان مالہ تم ہی تھے در نہ شاید عرصہ خانم کے بیٹے ہو لیکن میں سے زیادہ بڑی رکھی میں کسی بھی الجھن میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے صرف خزانے کی فکر تھی۔

کچھ عرصے بعد میں نے اس مکان کا چکر لگایا تو یہاں تال کا ہوا دیکھا۔ اپنے طہیناں کی خاطر میں نے مزید کچھ انتظار کیا پھر ایک رات چھٹی دیوار سے اس مکان میں کود گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا کہ باغیچے اور فوے کے تالاب میں کہیں کھدائی نہیں کی گئی تھی۔ چھٹی بھی کسی نے خزانے کو نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں کچھ ضروری سامان اور خشک خوراک وغیرہ لے کر یہیں آچھپا اور محفوظ وقت کے دوران خزانے کی تلاش کا کام کرنے لگا۔ مجھے صحیح طور پر معلوم نہیں تھا کہ خزانہ کس جگہ دفن ہے۔ اس اتنا ہی پتا تھا کہ وہ باغیچے میں اور غالباً فوے کے آس پاس کہیں مدفون ہے۔ میں نے اندازاً ایک سڑے سے کھدائی شروع کی اور اس وقت سے کہ اب تک کھدائی کرتے کرتے میرا تھل چکا تھا مگر خزانہ تو کیا کہیں سے یہ کھوٹا سکھ بھی نہ نہیں ہو تھا۔

وہ ایک گہری سانس سے کہ مسکریا اور گویا بات ختم کرتے ہوئے ہوا۔ "اور پھر نہ خزانہ رحمت بن کر رہے۔"

"میں تھوڑے لیے خزانہ اجل بھی تو ثابت ہو سکتا ہوں۔" میں نے سر ہلے میں کہا۔



سڑے سے میں موت کی دھمکی تو پوشیدہ تھی نہیں مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کیسے صورتحال کو پھٹ سکتا تھا۔

"میں اس پہلو پر غور کروں ہوں۔" اس کے ہاتھوں سے مستراہٹ تک غائب ہو گئی اور چہرے پر غناؤ چھا گیا۔ "اس بے مناسب مٹی سے کہہ۔۔۔۔۔" اس نے ریوڑا دیوارہ صبح طور پر سنبھال لیا۔ "میں شمس گون مار کر یہیں باغیچے میں دفن کر جاؤں۔"

"اتنی ہی بات کے لیے اتنی ہی تہجد باندھ رہے تھے۔" میں نے ناگواری سے کہا۔ "گوئی مارلی ہے نہ ہر بھی چٹو ہلکہ مہری رش گر باغیچے ہی میں دفن کرنا تھی تو وہیں گوئی مار دیتے۔ یہاں تک کہ ان کی رحمت کیوں نہ لاش کو گھسیٹے ہوئے پھر ہا میچے تلے سے چوڑے گئے؟" میرا انداز یہاں ہی تھا جیسے میں پتہ میں کسی اور کی لاش کی بات کر رہا ہوں۔ وہ کچھ غڑبڑا سا گیا مگر پھر سنبھل کر بولا۔ "اسان جسے جال سے مارے گا ہو اس سے دو رو ہائیں تو کر مٹی چائیں اور کچھ نہیں تو تم از کم اس کا نام تو پوچھ لینا چاہیے۔"

"میرا نام جلیں کشیہ ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "محو صورت نام ہے ناں؟"

"میرا بننے کی کوشش کر رہے ہو؟" اس کی آواز میں نفی در تلی۔

"اور اصل مجھے مرے دن بہت جلدی ہے اور نہ یہ کیے جا رہے ہو۔" میں نے گویا شکوہ کیا۔

"یہ وہ۔۔۔" اس نے ٹیکر دیا دیا۔

میرا اب تک کا ذاتی تجربہ یہ تھا کہ آج صبح وہ فطرتاً ہی ہوئی ہے جو۔۔۔ صبحی میں کسی موت سے کہنے۔۔۔ گوئی سے لے کر بہت دیر سے تیار تھا۔ میں کوئی سے پھنسا اور ساتھ ہی میری بات میں پانی پر پانی ہنس پر کیڑوں میں لپٹا دکھا تھا۔ یہ سب کہیں دور کا سرا ہے مجھ گریز نہ مجھے مدیشہ تھا کہ وہ مجھنے کے بجائے کہیں مٹی کا مٹی لٹھ جانے کی وجہ سے مرنے لگا۔ پکڑ لے۔

اس شخص نے دوسرا فار کرنے میں تاخیر میں نہ مرنے وقت تک مدحیر چھپا تھا گوئی مالہ اس کرسی میں گئی تھی جس پر ایک سیٹھ پٹے میں بیٹھا تھا کیونکہ کلائی کے پرچے اسنے کی توڑ مٹی تھی۔

مجھے احساس ہو رہا تھا جو میری خوش فہمی بھی ثابت ہو سکتا تھا کہ وہ شخص اندھیرے میں مجھ سے بہتر نہیں دیکھ پا رہا تھا حالانکہ وہ کافی دیر سے کم روشنی میں رہنے کا عادی ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ وہ خود بھی ہو چکا تھا۔ میں نے لڑکی میں اس کی شبیہ کا بیٹے کے بچے محسوس کیا۔ پھر میں نے اسے اسٹریٹ نکسے بیٹے سے لگائے ایک کھسی اور پیٹ کے بل کھینچے ہوئے بیٹے کے دو مری طرف سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا۔

پٹی درخت میں خود کو گرنے کے لیے اس نے اندھیرے میں ایک فائر ور ہینک دیا۔ میں نے اس کے ساتھ لگ کر فریج سے چپکا ہوا تھا اور سانس دیا اور میرے ہاتھ میں آچکا تھا۔ اس نے دبا دے کے قریب رہ کر قالین لپکے کے لیے اسے سوچا کہ دروازہ کھولے پر اس کا ہول مجھے نظر آجائے گا۔ اس نے حتی الامکان پھرتی سے کار لیتے ہوئے پسے ہوئے فائر کیے پھر تیزی سے دیواروں کو کھنکھراتا کر اسٹریٹ لکس اندھیرے میں چھٹک لگا دی۔

اس کا خیال رہا ہو گا کہ وہ بڑے بڑے کو پھار لگا ہوا سپر مارٹین کی ہتی زمین پر چکرے گا اور وہاں سے نکل کر بھاگے گا۔ وہ پیٹھے کی ہتھی لٹس پر گر ضرور لیکن مردہ حالت میں گینگ چھٹک لگائے وقت میرے رخ دور کی دنگیاں اس کے جسم میں دھنسن گئی تھیں۔

میں نے یاد کر دیکھا وہ حربہ ریدہ پنجاب کے ستر پر پڑا تھا اور زندگی سے محروم ہو چکا تھا۔ اس کے جسم سے بہتا ہوا خون زرد تھا کہ سرخ بنا رہا تھا۔ میں سے دوپڑا کمرے میں چا کر بیٹے کے پیچے سے اسٹریٹ لکس نکال دیا اور مزید وقت ضائع کیے بغیر مکان سے نکلی۔ مجھے ہمیشہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس شخص کے دیوالیہ سے فائرنگ کی آواز یقیناً دور تک سی گئی ہوگی۔ رات کے سکوت میں تو ویسے بھی مہمیں آواز بھی بند محسوس ہوتی ہے۔ میں اپنے مکان میں شش پھولا کر جاتا نہیں چاہتا تھا لیکن سب اس کے سوا کسی چارہ نہیں تھا۔

میں نے رات راست ہلی وہ گاڑی نہیں کیا بلکہ مختلف رہائشی علاقوں سے گزرتے ہوئے ادھر چالنے کا فیصلہ کیا۔ ایک گلی میں دھیرے دھیرے کار ڈرائیو کرتے وقت نہ جانے کیوں وہاں میں ایک لخت ہی کھنکھاتی ہوئی تھی۔ شاید یہ گردش ایس کی گھڑی تھی وہ نئی پٹی تھی۔ اس گلی سے کوئی ماٹری کی خوشبو گڑی تھی جس نے ماحول کی گڑبڑ سی گھول دی تھی۔ بڑوں کے گڑے ہوئے ستر خانوں میں گھینٹاں سی بج اٹھی تھیں۔ اس گلی میں ایک سیاہی دہشت تھی؟ یہاں کی ہوائیں داسی گیر ہوتی جا رہی تھیں؟ سہ کیوں ریخیر بنا چکا تھا؟ دور دورہ ایک سرگوشیاں کر رہے تھے؟ یہ کیا جرات تھا؟

میں اپنے آپ سے پوچھتا رہا کہ ایکسپریس سے میرا پاس بالکل ہی سہل گیا۔ پھر خود ہی بریک پر پڑ گیا۔ تب تک فٹ جیسے۔ خود کے اندھیروں میں سینکڑوں "قرب

طعن ہو گئے اور سے کسی سب کچھ یاد تو تھا

کی بات۔ کی دو گلی میں جہاں ہتھاب رہتی تھی

حالات خود کچھ بھی تھے میرے محسوسات میں حال، حتیٰ ہی تبدیلیوں پہلی تھیں اور میں نے جی دانت کے کنڈر پر بدشہ ایک کی عمارت تعمیر کر لی تھی لیکن میں جب تقدیر نے ایک بار پھر کوئی جانناں میں پہنچا دی تو جیسے سارے دشمنوں کے منہ کھل گئے۔ ساری راتوں تمام میں انگڑیاں سے گر اٹھ کھڑی ہو گئی۔ تمام محسوس میرے خواب ایک ہزار پھر گھومیں میں جھڑا اٹھے۔ سب تقدیر میں حاصل حیات سے ملے کو دل پہل اٹھ

میں گاڑی سے اترا اور اس مکان کی طرف بڑھا جو کبھی تمام گڑبڑوں اور آفتوں کا مسکن ہوا کرتا تھا اور کبھی جس کے دورے پر پہنچ کر دھڑکیں اٹکی جو ہو چکی کرتی تھیں۔ دھنک کپٹیوں میں سانی دینے لگی تھی۔ سچ بولے کیوں اس کے در پر پہنچ کر جسم سرد سا پڑ گیا۔ پھر یہ دیکھ کر نہ تھیں میں دھڑکاؤ میں گیا کہ وہاں کے گیت پر بنا جاتا تھا۔

مجھ پر ایک صحت شخص سی طاری ہو گئی۔ پیسے تو تھیں چاہے توڑا اپنے راستے پر چلے دیوں اور ایک بار پھر وہاں سے یہ خیر ہٹک دوں گا۔ میں وہاں میں کوئی ہتھاب نہیں ہوتی تھی مگر یہ وہ گھر کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح سوچتا اپنے اس میں نہ رہا۔ میں نے ہنگوں کی طرح دھڑا دھڑکیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر اس کے سوا کوئی طریقہ نہ سوچا کہ کسی پڑوسی سے معلوم کرنے کی ہوشی کروں۔

میں نے پروردگار کو غصے کی قال تیل بھالی۔ میں چار مرتب طویل وقور تھیں بل دینے کے باوجود کوئی جواب نہ آیا۔ میں ماٹریو سو کر ہتھاب کی کوئی سے مشکل دوسری نوعی کی طرف بڑھے گا تھا کہ اندر ہاتھ دوش پر تھمت سالی کی کوئی سے گھڑی نہ رہا تھا۔ پھر یہی گیت میں سی ہوتی چھوٹی کی غڑی دراصل اور ایک پھر سے چھوٹے سے مراد۔ چہرے کا ہاتھ صبر نظر آیا

"صاف کیجئے گا۔ میں سے آپ کی بڑی رحمت دی۔" میں نے نہایت محضت خواہہ سے میں کہا۔ "کہا براہ روم آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپ کے پڑوسی کہاں گئے ہوئے ہیں؟" میں نے ہتھاب کی کوئی کی طرف اشارہ کیا

میں نے اس شخص کی غٹوں پھر "گھومیں میں کسی سے محسوس سے جد ہے کی پرچہ کیاں اترے ہیں۔ شاید یہ خوف تھا لیکن میں اس وقت کوئی فیصلہ نہ کر سکا

"تم کوں ہو؟" میں نے گھڑی مرید دایکے پھر کھڑے لپکے میں پوچھا

میں کہنے لگا تھا کہ کیا یہ حال ضروری ہے؟ مگر میں نے حتی الامکان تحمل سے کار لیتے ہوئے کہا "میں کا ایک فیملی فریڈ ہوں۔ کافی عرصے بعد لندن سے رہیں آیا ہوں۔"

اس شخص کی "کھوں سے میں صاف پڑھ سکتا تھا کہ اسے میری بات پر لکھا نہیں
میں نے انہیں اس نے سپاٹ ہے میں کیا۔" وہ لوگ کو بھی لکھ گئے ہیں اور انہیں ایک بھی
اس میں محنت نہیں ہوا وہ نہیں کیا ہوا ہے۔

"یہ کب کی بات ہے؟" میں نے پوچھا

"کافی عرصہ گزر گیا۔" اس نے مجھ سے جواب دیا

"آپ کون سے کے ایڈریس کا کچھ علم ہے؟" میں نے پوچھا

"جی نہیں۔ ان کے لئے ایڈریس کا کیا کسی کو بھی کچھ علم نہیں؟" میں نے ایک بار
پھر کھڑے رہے میں کہا وہ کھڑک سے کھڑی ہو کر وہ مزید کسی سوال کا جواب نہیں
دینا چاہتا تھا۔ میرا جی ۴۴ کہ گیت پھاٹک کر اس شخص کی گردن موڑ ڈالوں۔ لوگ یہ
جانے نہیں اتنے بے حس بے محوت در روئے ہوتے جا رہے تھے کسی کی بات کا تسلی
بخش جواب بھی نہیں دے سکتے تھے۔ وہ کچھ نہیں معلوم ہوا تھا وہ بھی کسی پریشان حال کو
میں بنا سکتے تھے۔ بغیر کسی وجہ کے، اجنبی کے دہریوں کو بھی لکھ کر کہیں بھی جاتا
میری کچھ سے بات نہ تھی لیکن فی الحال خاموشی سے سوچ جاتے کے جا کوئی چارہ نہیں تھا۔

پیرامونٹ ٹریڈرز دو کثیر القصد کاروباری ادارہ تھا جس نے مجھ کو اس کے قلیل عرصے میں
صرف بمبئی میں نہیں بلکہ ہندوستان کے ایک بہت بڑے حصے میں پھیلے ہوئے کاروباری محفلوں
میں تھمکے پھاڑا تھا۔ بمبئی سے سب سے بڑے کاروباری مرکز "بڑا شیمپڑ" کے قریب موجود تھے
اس کے دفاتر پچھلے چکے تھے اور نہ صرف بمبئی کے دفاتر توں میں بھی دیہی دفاتر موجود تھے
بلکہ کلکتہ، مدراس اور دہلی تک اس کی شاخیں پہنچ چکی تھیں۔ اس دورے کے کسٹمر کش
کمپنیوں میں بھی شہیر تھے۔ بنارس، ٹیکناٹر کے نام سے ایک مل بھی اس ادارے نے
فریدی تھی جو یو۔ای۔ جوکر بند ہونے کو تھی مگر اب نئی نظامیہ کے تحت اس کے شیئرز کی
قیمت میں زبردست اضافہ ہو گیا تھا۔

پیرامونٹ ٹریڈرز ہی کے زیر نظام ایک قسم بمبئی بھی قائم کی گئی تھی جس کے شیڈول
پر چار قسمیں تھیں۔ وہ دو قاتل سوچا تھا۔ محفلوں، ڈسٹری بیوشن کا ایک دورہ بھی قائم کیا
گیا تھا۔ پیرامونٹ ٹریڈرز کے حق سے ایک دورہ سہ ماہی کاری کا بھی قائم کیا گیا تھا۔
اس میں بمبئی کے چار بڑے محفلوں سے خاطرہ نہ سروایہ فراہم کیا تھا جو سبزیں مصالح کی
شرح پر دوسرے پر سٹیس میں لگنا شروع ہو چکا تھا۔ صرف بمبئی میں اس دورے نے
لشکر کے کام میں بھی ہاتھ ڈالا تھا۔ وہ پیرامونٹ ٹریڈرز کے حصے سے ایک مل کمپنی قائم کی
تھی جس نے حکومت کے ساتھ مصدقہ کے کام میں شراکت گرن تھی۔

کاروباری ادارے تو انہی میں اس سے بھی نہیں بڑے بڑے موجود تھے لیکن پیرامونٹ
ٹریڈرز کی سب سے اہم اور قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ اس کا بیٹنگ انٹرکٹر میں تھا

اس کے مختصر فیصد شیئرز کا میں حد تک تھا وہ باقی تین فیصد بمبئی کے چار محفلوں میں
تقسیم تھے جن کا میں سے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔

میں نے جب کاروبار کی دنیا میں قدم رکھنے اور ایک محنت اچھے لوگوں پھالنے کا فیصلہ کیا
تو مجھے چاروں طرح یقین نہیں تھا کہ مجھے اتنی جلدی کامیابی نصیب ہوگی۔ بہر حال یہ حساس
امشوری طور پر ضرور تھا کہ یا تو ہنگامہ یک دم ہی "خانہ" پر جا چڑھے گی یا پھر ڈور ہاتھ پر
سے کٹے گی لیکن داؤ سیدھا ہی پڑا۔ حد درجہ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ کاروبار میں عقل کا
کرار معنی ہوتا ہے۔ زیادہ بھر کھار آپ کی قسمت کھڑے کا ہے۔

میں نے جب کاروبار کی منصوبہ بندی کی تو کاندھوں پر مجھے یہ سب کچھ شیخ علی کا خواب
محسوس ہو رہا تھا۔ یوں تو اس وقت میرے پاس وہ کمبوڈ کے قریب رقم موجود تھی لیکن جس
پانے پر میں سوچ رہا تھا اس مناسبت سے اس رقم کی شکل اونٹ کے ات میں دیر دوان
تھی اور پھر میں یہ رقم بھی لے کر ایک دم کاروبار کے میدان میں میں کود سکتا تھا۔ لیکن
ڈیوار محنت دے پٹے محاذ پر میرے پیچھے پڑ جاتے کہ اتنی بڑی رقم میرے پاس کی کس
سے؟

مگر کہ انہی میں اس وقت بھی بلیک جمی کاروبار کرنے میں لگا رہے پر توجہ ہو جانے دوسروں
سے حکومت کی برقی جمی میں کوئی خطرہ سہل پنے کو تیار نہیں تھا۔ ایک چھوٹے سے
سینو کی سحریت سب سے پہلے تو میں نے ایک ایجنٹ کو بکھڑا جس نے رقم تو خاصی خرچ کرا
دی لیکن حمایت کھل ور سے مجھ ہی دستاویزات انتہائی مضامی سے تیار کر دیں جن کی
رو سے میں نے جس میں حال ہی میں فوت ہوئے واسے اپنے مہول کی خاصی بڑی چاہیاد
فروخت کی تھی نو دہائیہ ہندوستان میں کاروبار کرنے میں لگنے لگا تھا۔

میں نے دفاتر بہت شاندار قائم کیے۔ منصوبہ قطعی ہے جب تیار کیے وہ اس کے
میسے میں ایک ٹھکانہ جس ایڈرڈر سے بھی مدد حاصل کی۔ یوں ایک مرتبہ تو میں نے کر
پونجی کے بلوہو بھی کے اوپے کاروباری حلقے میں بحال چا دی۔ میں نے بینک آف انڈیا
چار کمبوڈ روپے قرض کی درخواست پیش کی۔ وہ کمیشن نے ڈیڑھ کمبوڈ روپے قرض منظور
کیا۔

میں نے ایک تجربہ چ بھی حاصل کیا کہ کاروباری دنیا میں ایک تجربہ اور بھی شام رہتی
ہے۔ اسے آپ ایک طرح کی "رہبت" کہہ سکتے ہیں۔ ایک بار آپ کی دہشت پھیل
جائے تو راستے خود خود آپ کے سے کھٹے پے جاتے ہیں۔ سینو لوگ چپکے بگس در لوگوں
سے بھرے پریک کیس لے کر آپ کے دفتر کے پھر لگاتے لگتے ہیں۔ اس کے بعد سنا کہ
مرطہ آتا ہے۔ ایک بار آپ کی ساتھ بن جائے پھر چاہے کسی کام میں ہاتھ ڈال دیجئے
صرف ذہن حاضر رکھئے۔ بمبئی آپ کو پورے اوپے لے جائے گا۔

تپ کو شاید یہ جان کر بھی حیرت ہو کہ میری فلم کمپنی کا ڈائریکٹر طلبہ تھا مگر کہ اب اس کے دفتر پر اسے اسے لکھائی (عاشق سی ماحالی) کی نیم پیٹ اور اس نے وہ معمولی تعلیم یافتہ شخص ہو زیادہ سے زیادہ ۳۰ روپے روز پر ایکسٹرا کے طور پر فلموں میں کام کرتا تھا اور بعض اوقات ڈبلٹ کے طور پر کام کرتے ہوئے جان کو خطرے میں ڈالتا تھا اور اس کے مدام ٹالوئی میوے مر جو اب نہیں دیتا تھا فلم نہیں تو بڑے عمدہ طریقے سے چلا رہا تھا۔ میں نے کام اسے سوچنے وقت آپ لکچر دیا تھا اب اس کا سابقہ تجربات کو دہرانے یا اپنی دھوری حسرتوں کو پورا کرنے ٹالوئی راہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔

اس کے دفتر میں اب بھی لڑکیوں کا ناٹا بندھا ہوا تھا۔ یہ مان ہی انکی غمی گرا اب وہ نہیں دیکھنے کمرے میں نہیں داتا تھا۔ وہ صاف ستھرا سات پہنے اپنی چھوٹی سی گاڑی میں، فٹر آتا تھا اور بڑے وقار اور سنجیدگی سے دفتری اور فاروہاری معاملات چلاتا تھا۔ چودہ آدمیوں کا مستقل ایڈف اس کا تحت تھا۔

میری لفنگ نہیں اس سربراہ چھٹا تھا۔ وہ جو کہ اب بھی سو ہی پڑھا لکھا تھا۔ وہ سب بھی دھاتی کرتے میں دفتر آتا تھا لیکن یہ کام حدیت عمدگی سے چلا رہا تھا۔ یہ مانی آؤٹ سے پتا چلا تھا کہ اس کے شعبے نے سب سے کم مدت میں نتائج کی شرح سب سے زیادہ دی تھی۔ وہ بڑے سنجیدہ انسان تھا۔ اس کا تحت ایڈف اس سے بڑا خوب رہتا تھا۔

میں سے ہیر ماؤنٹ ٹریڈر کے اسی طرح کے کئی شعبے کا کران کا ایک ایک سربراہ مقرر کر دیا تھا اور میں تقریباً آدھا دن طور پر کام کرنے کے لیے چھوڑ دیتا تھا۔ اس طرح مجھ پر کام کا دس زیادہ نہیں تھا اور میں مخصوص سازوں اور بھاگ دوڑ میں زیادہ وقت صرف کر سکتا تھا۔

تاہم کاروبار کو میں نے اپنے حوس پر سو د نہیں ہونے دیا تھا۔ یہ تو میرا ذراہ تھا۔ منوں کچھ اور تھی کاروبار کو میں نے ایک فلم کی طرح میٹ کر دیا تھا جو ایک بار شارت ہونے کے بعد خود بخود چل رہا تھا۔ میرا کام صرف انہی کی آواز پر اہلیاں رکھنا تھا کہ نہیں کوئی پردہ کھرہراہٹ تو پیدا نہیں کر رہا۔ کہیں آؤٹ بوٹ آجیے تو میں پڑ رہے؟ کوئی پردہ تبدیل ہونے والا تو نہیں؟

ایک روز میں الٹر پچا ڈ میری بیکریزی نے بڑے مسرت غم سے مجھے میں بتایا۔ "میرا میڈم روپا.... آپ سے ملنے آئی ہیں میں سے انہیں اندر آپ کے دفتر میں بٹھا دیا ہے۔" اپنے ساتھ پروف یہ کٹر شڈ دفتر کا دروازہ کھول کر میں بیرونی حصہ عبور کر کے اندر پہنچا۔ روپا ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے پر پڑے تھے ٹانگ لگائے تھے جوتھاک میں آٹھوں سے زائد رے ہی کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے میری راہ دیکھتی رہی ہو۔ اس نے اپنی جگہ سے جھٹ نہیں کی۔ وہ یوں میری طرف دیکھ رہی تھی جیسے میں ایک دیو اب ہوں اور اس

سے راپاکا چھٹی ڈ کھر جاؤں گا۔

وہ موتی رنگ کے ایک عجیب و غریب کپڑے کی ساڑھی میں لمبوس تھی جو ٹیلی وینڈ کی طرح گویا اس کے جسم پر جم ہو تھا۔ ایسے ہی کپڑے کے کنیوں تک کے دستانے پس رکھے تھے بالوں کا بڑا بہت ہی خوبصورت تھا۔ اس کے وجود کی مسکور کن خوشبو وسیع کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ وہ سدا بہار عورت تھی، ہمیشہ کی طرح آج بھی بے پناہ حسین، تروتازہ اور خلقت نظر رہتی تھی۔ بس آنکھوں کی گہرائیوں میں ٹوہیدہ اداسی کے رنگ تھے اور گہرے ہو چکے تھے۔

میں نے ہریف تیس ریگ پر رکھا اور مشترکاتے ہوئے اس کی طرف مڑا۔ "موتی کچھ گامینہ صاحب! میں آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنے آئی ہوں۔" اس کے رسیے ہوئوں نے حرکت کی، لہجہ پات تھا مگر لفظ سپاٹ نہیں تھے۔ "دیکھو.... اب طرور کرنے کی کوشش نہ کرو۔" میں اس کے قریب جا بیٹھا اور اس کے ہاتھ تھام رہے۔ "اتنے دوست بہت ایک طویل عرصے کی جدائی کے بعد ملنے ہیں تو ایک دوسرے پر دہریے نظروں کے حیر نہیں برساتے۔"

"خصوصاً جبکہ ایک ہی شہر میں رہ کر جدا رہنے کی ضرورت کو شش کی گئی ہو۔" اس کا ہوجہ سے جیسا ہی رہا۔ "بس انداز میں آپ نے دوبارہ کہا تھا اس سے آپ کی مراد غالباً یہی تھی کہ میں آنکھ آپ سے ملنے کی کوشش نہ کروں سینہ صاحب! پھر افسوس کہ میں نہ جانے کس جذبے سے شکست کھا کر چلی آئی جاں نکل میں بڑی خود ر عورت تھی سینہ صاحب! "اوہ.... خد کے لیے سینہ صاحب! سینہ صاحب کی گردنوں بند کر دیا۔" میں نے پناہیت بھرے غم سے اس کے درد کو ملکا سا جھٹکا دیا اور فور ہی انتہائی مددست اور نکساری سے کہا۔ "میں آج بھی تمہارا ایک حقیر غلام ہوں، دوست ہوں، رازدار ہوں، خیر خواہ ہوں، پیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روایتی عاشق نہیں۔ میں محبت کا ثبوت سے ہی نہیں سمجھتا کہ تمہارے در پر پڑ رہوں یا بلاناغہ تم سے ملتا رہوں۔ میری محبت کو میرے ہی انداز کا اسیر رہنے دو، میں خواہ کہیں بھی رہوں۔ کتنی ہی عرصہ تم سے نہ ملوں لیکن تم مجھے ہمیشہ یاد رہو گی، محترم رہو گی، محبوب رہو گی.... اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہ مانگو۔"

"میں تو تم سے کچھ بھی نہیں مانگتی۔" وہ ایک سخت ٹوٹ گئی، اس کی آنکھیں چمک آئیں.... گویا سمندر دوسے کو تھا۔ "لیکن تم ہی کو.... یہ کوئی انداز ہے، خلق، دی کا شے یوں خدا حافظ کہہ کر اچانک روپوش ہو گئے جیسے پاتال میں اترنے لگے ہو.... اسی شہر میں برس کرتے رہے۔ اتنی باتیں پچید ہیں، فلم کمپنی بھی قائم کر لی لیکن تمہیں بھی بھوں کر بھی میرا خیال تک نہ آئے؟ کبھی ایک فون ہی کر یا ہوتا۔ تمہاری کمپنی کا کوئی نمائندہ مجھے سائن کرنے آیا اور باتوں باتوں میں تمہارا ذکر نکل آیا۔ میرے گریہ کر پھر کر پوچھنے پر وہ

تہارے متعلق بتاتا رہا اور مجھے نہیں ہو گیا کہ یہ تم ہی ہو۔ تہاں خیاں تھا کہ اسی شہر میں وہ کرتا کاروبار پھیل کر ہر خصوصاً فلم کے دھندے میں بھی ٹانگ اڑانے کے باوجود تم میری نظروں سے اوجھل رہو گے؟ میں نے کنٹرکٹ تو سائن کر دیا لیکن ایک حسرت ہی محسوس ہوئی کہ کاش یہ کنٹرکٹ ماس کروانے تم نے ہو جتے۔ اس نے بہت رنگ کے ہی ایک چھوٹے سے ٹیس روپ سے تمہیں بچا کر پونچھیں اور پھر جھری سی سے کریم منہیں گئی گویا پہلی اس کیفیت پر شرمندہ ہو اسے دست ہو کہ وہ اپنے آپ پر قلم کیوں نہیں رکھتا رہی۔

”یہ تو ایک غیر اہم چھوٹا سا کاروباری معاملہ تھا جس کے متعلق مجھے علم بھی نہیں کہ کوئی نمائندہ تہارے پاس گیا تھا۔“ میں نے اس کے گدار ہاتھ تھپکتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں حسرت محسوس ہوئی کہ کنٹرکٹ سائن کروانے میں تہارے پاس آیا ہوتا بالکل بیکار کی بات کی تم نے خدا ن کرے جو میں کسی کاروباری اور وہ بھی نے معمولی کام کے لیے تہارے پاس یہ ہوتا۔ تم سے میرا تعلق کاروبار کا نہیں جذلوں کا ہے۔ تم سے میرا معاملہ میں دین کا نہیں اس کا ہے۔ میں تہارے پاس گر آتا تو کسی جذبہ اس کی تجدید کے لیے آتا۔“

”اور وہ وہ شاید کبھی نہ آتا۔“ اس نے میری بات کاٹ لی۔ ”جو میں نہیں سکا تم آگئیں۔ تم نے مجھے عزت بخشی، میرا مال بڑھایا۔“ میں نے غلوں سے کہا۔ ”میں پسے بھی تمہارا زبیر بار تھا اب تمہاری اچھائیوں کے بوجھ تلے کچھ اور دب گیا ہوں۔ اب ان گلے غلوں کو بھونڈو۔۔۔ یہ بتاؤ کیا بیوی؟ جو کچھ تم مانگی ہو وہ بھی یہاں دستیاب ہے۔“

”تمہیں بند ہے گھر سے نکلنے کے بعد میں نہیں پتی۔“ وہ مسکرائی۔ ”میں صرف کافی بیوی کی نہیں پسے مجھے یہ بتاؤ کہ پھر اس اڑامی قلعہ تعلق میں کیا مصلحت تھی؟ اس کی تم میں کوئی عید ہے جو میں کھونڈ چاہتی ہوں۔“

”کوئی عید نہیں۔“ میں نے تیزی سے ہاتھ بایا۔ ”میں محسوس کر رہا تھا کہ تمہارا میرا تعلق عشق بنا جا رہا ہے۔ بہت سے کاموں میں عشق سمیٹ ثابت ہوتا ہے۔ آپ کہ تحریر دیتا ہے تیزی سے۔“ اس کی بدولت اس سے معجزے سرزد ہونے لگتے ہیں لیکن بعض کاموں کے رستے میں عشق دوبار بن جاتا ہے۔ انھوں کی تاثیر دکھانے لگتا ہے۔ ”دلی پوست کر رہا ہے۔ میں زندگی میں جو کچھ کرتا چاہتا ہوں اس کے سبب میں بھی مجھے مدیش تھا کہ عشق میرے لیے سمیٹ ثابت نہیں ہو گا، انھیں بن جانے کا۔ عشق کے سوا میں کچھ نہیں کر سکتا گا۔۔۔ اور تعلق داری کی دور چو تک بہت اچھی ہوئی تھی اور اسے مستہ آہستہ سمجھانے میں مجھے کامیابی نہیں ہو رہی تھی اس لیے میں نے جھٹکے سے اسے

تو لا لیکن یہ مست سمجھو کہ اس کے ساتھ تعلق خاطر بھی ٹوٹ گیا۔۔۔ میں نے کہا کہ یہ میرا اپنا انداز ہے۔۔۔ وہ میری صحبت کو میرے ہی انداز کا اسیر رہنے دو۔“

”تم تو پتا لے کر کہتے ہو کہ میں اس میں ٹپک رہی ہوں۔“ اس کے لہجے میں خلعت خوردہ سا لہجہ تھا۔ ”وہ سہے گی مدد تمہارا، ہو گئی تمہیں اس سے کیا غرض۔“

میر کے قریب جا کر میں نے سر کام پر کر لیا، کو کافی بھجوانے کے لیے کہ اور دو دو دو کے قریب پہنچا۔ ”اور سادہ یہ گھر ہوا یا تم نے؟“ میں موضوع بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”ہو یا نہیں۔۔۔ بتا دیا ہو تھا پورا میں ہے۔ انٹور میں تہاں نے خاصی حیرت کے بعد بہر حال کلیمہ دیا کر رہا تھا۔ میری کوئی خاص نقصان نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ ذہنی حلقے سے پہلے میں خاصی دلچسپی لی اور بہت سے ضروری گفتگوات اور ماضی کی کچھ لٹائیاں ضائع ہو گئیں۔“ وہ دھیرے دھیرے تاری تھی۔ موضوع بدلنے سے اس کا سہجہ بھی معمول پر آ گیا تھا اور میں نے چاہتا تھا۔۔۔ ذاتیات پر تکلیف دہ موضوع بھی ہے اور بڑا حیرت انگیز بھی۔

”بہر حال۔۔۔ یہ گھر بننے کو بی نہیں ۲۵“ وہ بتا رہی تھی۔ ”لیکن جو خریدا ہے یہ بھی خاصا خوبصورت ہے۔“

میں نے کوئی تبصرو نہ کیا تو وہ میری طرف دیکھتے ہوئے ہچکچاہٹ آمیز اور قد سے شرمیلے سے انداز میں مسکرائی۔ ”تم کہہ رہے ہو کہ اسے اپنے وجود کی روشنی سے نکال دے۔“

”دہا! ایک تو تم میری اتنی عزت افزائی کرتی ہو کہ میرا باغ ساتویں آسمان پر جا پہنچا ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”ویسے مجھے محسوس ہوا ہے کہ مجھے جد ہی تمہارے گھر آنا پڑے گا۔“ میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ”میں تمہیں بھی کسی ایسے دھندے سے لگانے کے بارے میں سوچ رہا تھا جس میں ایچ کر زندگی کے بارے میں تمہاری سہا اور تعلق ختم ہو جائے گی۔“

”تمہارا جین ہے کہ میری فلمی مصروفیات تم ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم میں فلمی مصروف۔۔۔ یہاں تو میں سے آہٹ ہو۔“ میں نے مسکرتے ہوئے کہا۔ ”لیکن فلمی مصروفیتیں تھکا دینے والی ہوتی ہیں میں تمہارے لیے کوئی ایسی مصروفیات پیدا کرنا چاہتا ہوں جو تمہیں تھکانے کے بجائے تمہارے دل خوش و خروش سے بھر دیں اور اس وقت بھی ہر قدم دہیں جب فلمی یا میں تمہاری مصروفیات گنت جائیں گی اور حصہ بہت بڑھ جائے گی۔۔۔ اس دراصل بہت دور کی سوچ ہے لگا ہوں۔“

”گو تو تمہاری کے لیے تہذیبی موبائے جو رستے ہو۔“ وہ ایک بار پھر شرارت سے

سکرائی۔ "کاش تم مجھے اس وقت سے ہوتے جب میں شادی کی صداقت کو دہرائے سکے
ملنے میں پوری طرح سنجیدہ ہو رہی تھی مگر قدرت نے بال بال بچا دیا۔"
اور کاش تم اس وقت بھی میرے قریب موجود ہو جب میرے دل میں شادی کی خوشی
پیدا ہو جائے۔" میں نے بھی شرارتاً کہا۔

"وہ دن آئے تک پہنچنے تو نہ مند میں دانت ہو گا نہ ہیٹ میں کنت۔" اس سے
مصنوعی طور پر کہا۔

"مجھے تم اس وقت بھی جہاں ہے اور بھی ہے" کی بنیاد پر قیوں ہو گئی۔ "میں نے کہ
"کیسے حال پتا ہو گا تم سے کچھ مختلف نہیں ہو گا۔"
دفعتاً وردہ لڑے پر ہلکی سی دھمک ہوئی 'غالبا کافی سنی تھی۔

"میں ہوائے کافی کی ٹری لے کر آ رہی ہوں اور دو گتہ پور کر کے ہمیں دے کر خاموشی سے
واپس چلا گئی۔ کافی پینے کے بعد وہ بھی پلاسٹک تختہ سے اندر میں رخصت ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں سوچ تک اپنی جگہ جاگت بیٹھ گہری سہری سانسیں لیتا رہا۔
میرے اعصاب میں کچھ ارتعاش سا پیدا ہو چکا تھا جو میرے نزدیک کوئی بھی علامت نہیں
تھی۔ میں جذباتی پہل و غیرہ سے اپنے آپ کو حتی الامکان محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے کام
شروع کر دیا پھر چند منٹ بعد ریشہ کو دیا۔

"انگریزی کے دو گیس بڑے اخباروں میں صبح کے ایک شمار دسے دو کر سبھا۔"
مجھے ایک سنیو ٹائپسٹ کی ضرورت ہے جو بطور سنیو ٹائپسٹ خواہ چھی نہ ہو نہیں نہایت
جو بصورت ہے عیب و درگزر امر کی غلطیوں سے پاک انگریزی لکھ سکتی ہو۔ سے ہر بات
وضاحت سے نہ سمجھائی پڑے۔ میرا مطلب سمجھ رہی ہو ناں؟"

"جی ہر! مجھے بھی تو سی صداقت کی بنا پر آپ نے ترجیح دی تھی۔" اس نے مٹا
اداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کسی اچھے ادارے کی تعلیم یافتہ ہو۔" میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ جتنی
لڑکیاں بھی انگریزوں کے "تیس" لائن میں سے دو یا تین لڑکیاں منتخب کر کے انہیں اب گئی فائلیں
دسے کر میرے پاس بھیج دیتا۔ ان میں سے ایک کو میں خود منتخب کر لوں گا۔ یہ کام پور کو رکھ
لا آج سے ٹھیک پہنچ دن بعد۔"

"او کے ہر! اس نے مستعدی سے کہا اور سمجھ گئی کہ اب مجھے مزید کچھ نہیں کرنا
ہے۔ اس لیے تیزی سے دورانے کی طرف ہٹ گئی۔

پھر کو میں دہلی میں ایک بینک میں شرکت کر کے میاں بیچے کی لائن سے پہنچی وہاں
پانچواں اور ایئر پورٹ سے سیدھا دفتر چلا گیا۔ ابھی میں بریف کیس رکھ کر بیٹھ ہی تھا کہ اشرف کام
پر مائل ملا۔ میں نے دیکھ کر اچھا... وہ دوسری طرف کر سہا تھی۔

"سرا! شیڈول کے مطابق آج آپ کو اپنے لیے ایئرو ٹائپسٹ کا انتخاب کرنا تھا۔"
کر سہا ہوئی۔ "میں صبح سے کانفرنس روم میں ان لڑکیوں کے ساتھ مقرر کھپ رہی تھی پولیس
چوہیں لڑکیاں آئی تھیں۔"

"تم نے ان میں سے کتنی منتخب کی ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"صرف دو۔" کر سہا نے جواب دیا۔ "بلکہ سچ پوچھئے تو میرا ووٹ صرف ایک ہی کے
حق میں تھا لیکن میں نے اپنے طور پر اس کیس پر انحصار نہیں کیا کہ آپ شاید اس کی
مذاہمتوں کے باوجود اسے منتخب کرے۔ تاہم یہ کریں اس لیے میں سے ایک اور دوسری
لڑکی کو ساتھ رکھا ہے اور دو لڑکیوں کو بینک منٹ پر بھی رکھا ہے۔"

"اس لڑکی کے بارے میں تم نے یہ کیوں سوچا کہ میں شاید اس کی مذاہمتوں کے
باوجود اسے منتخب نہ کر دوں؟" میں نے پوچھا۔
"سرا! کر سہا نے چمکتے ہوئے کہا۔ "ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ اس بری طرح ہر حق
میں اپنی ہوئی ہے کہ صرف سمجھیں نظر آتی ہیں دوسرے یہ کہ مجھے اس کی وجہ بھی اتفاقاً
معلوم ہو گئی اس کی شکل اتنی خوبصورت ہے کہ شاید آپ سے سارے بیٹھے دیکھ کر اترتے رہا
کریں۔ ویسے اس کا اسرار ہے کہ وہ دفتر میں بھی اسی طرح برقع لپیٹے رکھا کرے گی لیکن یہ
بھی عجیب لگے گا۔"

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک میں کسی دنیاوی چیز
سے نہیں ڈرا۔" میں نے کہا۔ "بہر حال تم چلے اس لڑکی کو اندر بھیج دو جو بہ صورت میں
ہے۔" میں سے ریشہ پور رکھ دیا اور مٹن دیا کر دوسرے پر سبز بلب روشن کر دیا۔
چند سیکنڈ بعد جو لڑکی اندر آئی وہ مجھے بال ہی نظر میں بھی گئی وہ سرخ و سپید نور دور نہ
قد تھی۔ عمدہ ٹرائل شراش کے لباس میں تھی۔ اس نے بہت ہی ملکا مٹک اپ کیا ہوا تھا۔
اسے خوبصورت لڑکیوں میں شمار کیا جا سکتا تھا۔ وہ دہلی سے انگریزی بول سکتی تھی اور اس
کی حرکات و سکنات سے بلیقہ جھلکتا تھا۔ اس میں سستے پن کی کوئی عامت نہیں تھی۔ وہ
کسی اچھے گھرانے کی فرد معلوم ہوتی تھی۔ تعلیم بھی اس نے اچھے پور معروف تعلیمی
اداروں میں پائی تھی۔

میں نے چند نکات بنا کر اسے ایک میٹر ٹائپ کرنے کے لیے کہا وہ میرے دفتری کے
ایک گوشے میں پڑے بی ایم، لیکٹرک ٹائپ ریکٹر پر ٹائپ کرنے لگی اور میں کچھ فائلیں
دیکھنے لگا۔

چند ہی منٹ میں دو خط ٹائپ کر کے مائی اسے پڑھ کر میں دل ہی دل میں عیش عیش کر
تھا۔ میں اس کے تقریر کا فیصلہ تقریباً کر ہی چکا تھا۔ جب مجھے یاد آیا کہ کر سہا نے ایک
اور لڑکی کا تذکرہ کیا تھا جو حد سے زیادہ بہ صورت کر اس کے خیال میں بہت زیادہ ہیبت کی

مک تھی

میں نے اس لڑکی کو جس کا تحریر کا نمونہ میں دیکھ چکا تھا یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ کل تک نیلی فور پر سے حتیٰ لیکن سے مطلع کر دیا جائے گا پھر میں نے کریم کو ہدایت کہ وہ نقاب پوش بد صورت لڑکی کو اندر بھیج دے

سر سے ہاتھ نہ دیکھتا رہتا تھا میں نے پتہ پکڑا ہوا وہ سرو قد لڑکی اندر آئی اس کی ناک اور پیشانی تک نقاب میں چھپی ہوئی تھی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں سحر آنکھیں حاصل آنکھیں غزالی آنکھیں یہ سب تشبیہات ان آنکھوں کے بے جج تھیں وہ شاید ان کی حسین ترین آنکھیں تھیں مگر ان کے میں نے پتی رنگوں میں اس سے زیادہ نہیں آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔

مگر تمام تر حس و کشش سے قطع نظر یہ آنکھیں اس قدر سوں تھیں کہ ان میں جھانکتے ہوئے مجھے اندر ہی اندر جھرمجھری سی لگتی۔ اس نے اپنے کو ناف کی فائل نہایت سہولت سے میرے پر رکھ دی وہ سیدھی کھڑی پلکیں چھپکائے بغیر میری طرف دیکھتی رہی۔ پلکیں چھپکائے میں مجھے بھی ہنس رہی تھی میرا دل اس کی جیسے پتھر اٹھ گیا تھا۔

وہ بھی پتلی آنکھوں میں تر پتے پھرتے کسی جذب و مدافوں رقص کی کوشش کر رہی تھی اور مجھے یقین تھا کہ اس کوشش میں دل اس کا بھی سونا ہو رہا ہو گا مگر وہ حوصلہ خزان کا مجھے معلوم تھا کہ وہ شروع ہی سے ایک غیر معمولی لڑکی تھی اس لیے ابھی تک اسے ہر دور پر کھڑی تھی۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا میرے سکوت کو دیکھتے ہوئے شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اسے پچھتاہیں شاید اس سے اس کی انا بھی مجبور ہوئی تھی اور جیسی شاید وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ وہ خود بھی کچھ نہیں کہے گی۔ نوکری کی علامت جس کی ہوائی امیداری ہی بنی رہے گی۔

شاید اس کا خیال تھا کہ اپنی آنکھوں سے مگر غر میری طرف دیکھ رہی تھی انکس ان کی مدد سے میں اسے میں پتوں سکا کتنی بھولی تھی وہ سحر آنکھوں کو بھلا میں جیسے بھول سکا تھا؟

یہ میری بہتات کی آنکھیں تھیں۔

میرے سامنے بیٹھنا بہتات اور چہرے سے نقاب ہٹا دو میرے سینے کی قمر سے یہ داناں سر مرد کی سر کی طرح برآمد ہوئی جسے کسی مغرب کے تحت، میرے دھبے زندگی مل رہی ہو۔

اس کی آنکھوں میں ڈولہ سا آیا سوؤں کا ایک سیدھ تھا جسے اس نے روکنے کی کوشش کی تھی "آؤ تو میں جانے دوں گی" اس نے کسی طرح سرگوشی کی

"یہ پوچھو کہ خوشی سے مراد نہیں جاؤ گے" میں نے اب قدرے ٹھہرے ٹھہرے سے میں کہ "پھر میرے مسخ شدہ چہرہ دیکھ کر تمہیں خوشی ہوگی" اس کی سرگوشی میں اس مرتبہ کہ خنجر کی سی چھین تھی

"نہیں۔۔۔ خوشی تو تمہارے من جاے کی ہوگی کسی بھی عالم میں سہی تو نہیں۔" میری آواز اب پر سکون ہو چکی تھی "مسخ شدہ چہرے پر غور کرے گا مراد بعد میں آئے گا پچھلے من کی لذت سے تو حلف دے رہا ہوں" میں نرم نرم چہرے کی کوشش دی مگر اسے وار کر کے میں نے تو احساسا چہرہ تھا یا پھر کرسی سمیت فضا میں بند ہونا چاہا تھا میں نے اس موقع پر بھی اپنے محسوسات کو اعتدال پر رکھنے کی کوشش کی۔

میں اٹھ کر اس کی طرف دوڑا نہیں۔۔۔ میں نے اس کے ٹھہرے ٹھہرے وجود کو ہاتھوں کے حلقے میں سمیٹنے کی کوشش نہیں کی میں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر یہ نہیں کہہ کر جو "نہ تو تمہارے من کر اسے مدد ہی اندر جھپٹا رہے ہیں" نہیں وہ میرے دامن میں ڈال دے" میں سوچوں کی طرح میں سہماں کر رہیوں گا یہ سب کچھ کرنے اور سننے کو میرا دل چاہ رہا تھا مگر میں اپنی جگہ سادگت بیٹھ رہی۔

بہتات میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔ ہمارا میرے چہرے اس نے نقاب چہرے سے ہٹا دیا مجھے نہ تو حیرت کا بھٹکا لگا اور نہ ہی خوف آوا۔ میں نے ایک فنکارانہ فری سی پارک اپنی سے اس کھنڈر چہرے کا چہرہ لیا۔ "آنکھوں کے سوا اس چہرے پر کچھ بھی سلامت نہیں تھا۔

جد جگہ جگہ سے پھٹ چکی تھی۔ میں سے سیاہی بھانک رہی تھی اور کہیں سے ہڈیوں کی سفیدی۔ وہ رخسار جو کبھی گلاب کو شہاتے تھے "جیسے نگاروں پر چھل چکے تھے وہ ہونٹ جس سے یاقوت کی سی سرخی پھلکتی تھی چٹکبوتے ہو چکے تھے اور نچلا ہونٹ تو "دھ غائب ہی تھا اس جگہ نیچے نیچے اتار حسین ہونے کے باوجود ڈروٹے لگ رہے تھے۔ ستوں ناک سے اس پاس گوشت بھی چکا تھا جس کی وجہ سے ناک قدرے ٹیڑھی لگ رہی تھی ناک کی پھٹنگ بھی غائب تھی اور ہاتھ جسے پر بھی سیاہ غ غ تھے

یہ وہی بہتات تھی جس کے حسن نے کالج میں قسند بچا دیا تھا جسے کچھ کر تو ہوا اس کے دس دھڑکتا بھول جاتے تھے وہ بڑے بڑے سنجیدہ اور معمر پروفیسروں نے چہرے پر بھی رونق آجاتی تھی۔

یہ وہی بہتات تھی جس کی محبت میری زندگی کا حاصل تھی جسے میں نے پوجنے کی حد تک چاہا تھا

چند لمحے کے لیے ہم دونوں خاموش رہے وہ یہ چند لمحے کوپا صدیوں پر محیط تھے پھر میں نے ٹھہرے ٹھہرے لمحے میں "اب مجھے سب کچھ بتاؤ کہ یہ کیسے ہوا" کوئی پسو

۱۰۷

”کیونکہ تم نے سن کر“ میں نے سچے میں اب بھی رہا تھا۔ ”مطلب نکل جائے؛ لیکن
پہلے کا فائدہ“ میں نے جب نہیں آؤ میں نے کر دیا کہ پاپا تھا کہ تم مجھے کس حد
میں گھری ہوئی چھوڑ کر جا رہے ہو؟ اس وقت حد سے زیادہ جذباتی بنے ہوئے تھے، اب حد
سے زیادہ سرد مزاج بنے ہوئے ہو۔“

”تم مجھ پر دھرم میں بچے ہوئے جتنے بھی تیرے سادے۔۔۔ بلکہ نہ دھرم بھر رہا ہو گی تب بھی اس لڑکے کا حساب چڑھا سیں اور گا جو میری وجہ سے تمہیں پہنچا ہے لیکن جو کچھ میں پوچھ رہا ہوں خدا کے لئے اس کا جواب ضرور دے۔۔۔ یہ بہت ضروری ہو گیا ہے۔“ میں نے یہ سب کچھ اتنے دھیمے ہیں سے کہا تھا کہ ایک ایک لفظ اُن کے دامن میں اتر جاتے۔ چند لمحے نہ میرے پیچھے کسی چیز پر نظر جمائے بیٹھی رہی پھر میری طرف دیکھنے لگے دھرم سے ہنسنے۔ ”سب کچھ ایک خدا کا حساب لگتا ہے۔ کتنی جلدی سب کچھ ہو گیا۔ آئیں اُن کے لئے میں بڑا وقت لگتا ہے۔۔۔ نکا نکا پختے پختے عمر بیت جاتی ہے لیکن ادا کرنے میں کچھ دیر نہیں لگتی“



وہ چند لمحے خاموش رہی گويا اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ ہاتھ کس سے شروع کرے۔ آخر اس نے دھمکے سے کہا "تمہارے غائب ہونے کے چند روز بعد ہی ابو کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔ وہ دکان کے سامنے اپنی گاڑی پارک کر کے سڑک پار گزر رہے تھے کہ ایک تیز رفتار ٹرک اچانک نمودار ہوا اور انہیں پھٹکا ہوا گرز گیا۔ ہم نے اسے محض ایک حادثے کی سمجھ کر جس طرح مرنے پر آمادہ داشت کیا لیکن بعد میں ہمیں یاد دلانا تھا اس وقت ہوئی تھی جب پتا چلا کہ یہ حادثہ نہیں تھا۔۔۔ یہ بتانے کی تو کوئی ضرورت نہیں کہ اس ٹرک کا کوئی چراغ نہیں لگ سکا تھا۔ بھی میں اور ابی چوبیسویں کے بعد ایک دو سرے کے "نسو پونچھے" ہی میں مصروف تھے کہ صرف بازار میں رات کو حشمتی پوہیں کے نئی سپاہیوں اور صراف بازار کے اپنے چوکیداروں کی موجودگی میں ہماری دکان پر اکبر پڑا اور ڈاکو گزروں دکان میں جھاڑو پھیر گئے۔ ماکھوں کے قیمتی زیورات اور ہیرے موتیاں میں سے ایک ارد بھی ہمیں چھوڑا بلکہ ایک سیف ان سے نہیں ٹوٹا تو سیف ہی دیوار سے کھڈا کرے گئے۔ ہم نے اب بھی یہی سمجھا کہ نظریہ ہمارے خلاف سازش کر رہی ہے ورنہ ہم نے محض بس منقولے سے اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کی کہ معصیت تھا نہیں تھی۔ جو ہرات اور زیورات کی دکان میں ابو کی ایک چند سینٹھ ارجن دس سے پار نمبر شپ تھی، وہ بہت ہی اچھا اور عمدہ قسم کا ڈول تھا۔ ابو اپنی زندگی میں اس پر بہت اعتماد کرتے تھے، اس لیے ظاہر ہے اس کی نظر میں بھی اس کا مقام محترم تھا۔ ڈاکو کے چند روز بعد وہ ڈولی ای کے پاس آیا، نہایت افسردہ لبوں تھا لیکن اس نے مجھے اور ابی کو بہت ڈھارس دی۔ اس کی شیریں بیٹی کا کوئی جواب ہی نہیں تھا۔

سینٹر اور جن دس نے ہی کو بتایا کہ دکان کے حصے کی رقم اور یو ٹی بی کے بیلنس وغیرہ حاصل کرنے میں انہیں بہت دقت لگے گا اور بہت سے قانونی تنازعات کی وجہ سے شاید انہیں کسی ایک یا دونوں چیزوں سے محروم ہونا پڑ جائے اور چونکہ انہیں قانونی معاملات کا ورثہ نہیں ہے اور وہ محض وکیل پر منحصر کر کے معاوضہ معاہدات سے نہیں ٹھٹھکتیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ ان میں سے نام پادری، آئمرل، نکھ دیس، وہ خود ہی معاوضے کا کام سر اٹھ کر لے گا۔

کی کاروباری مساعرت میں بالکل ناڈی تھی، سیلو اور جن، اس کی شہریت جانی کے جمل سے نہ بنی تھیں۔ انہوں نے نہ صرف پاور تک اپنی لکھ دی بلکہ وصیت نامہ بھی اپنے حوالے کر دیا۔ مگر اس کا مقنا تھا کہ پاور تک اپنی کے اخذات کے ساتھ وصیت کی ایک حدودہ نفس بھی منسک ہوگی۔ حدودہ نفس تیار کرنے کے بعد وہ اصل وصیت نامہ وہیں کر لے گا۔

اس کے بعد سیلو اور جن، اس کا کوئی پتا نہیں چلا۔ بی کے اکاؤنٹ میں کچھ رقم تھی لیکن وہ کب تک ساتھ دے سکتی تھی؟ ہاتھ ٹک ہونے پر انی نے انشورنس کمپنی اور بینک وغیرہ سے رابطہ قائم کیا تو معلوم ہوا کہ سیلو اور جن، اس انشورنس کا قلم اور بینک بیلنس دیکھو سب دھس کر چکا ہے۔ انی نے اس کے گھر فون کیا، وہ رونا دھنا کر اس کے رو بیٹے کی بیویوں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اسوں نے بتا دیا کہ ان کا ہاں ڈائلیمنڈ ہلکا گیا ہے اور وہاں کوئی کاروبار سیٹ کرنے کے پکر میں ہے، اس لیے وہ سب تک وہیں نہیں آئے گا۔

انی نے حواس پھٹنے کے نام میں اپنے دور میں کے مشورہ وکیل سے رابطہ قائم کیا تو نصیحت روحانی سے پیش آیا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی رجن دس سے ش چکا ہے۔ اس نے جلد کر اور جن داس کے خلاف مقدمہ قائم کرنے کے لیے کوئی ٹھوس بیاد موجود نہیں ہے۔ وہ اگر مقدمہ کیے بھی گیا تو سالوں پہلے کا اور انی کو کچھ حق کے بہانے اپنا مقدمہ کے اخراجات ادا کرنے پر جانیں گے۔

ادھر سے دوسرے ہو کر ہم بھی کوئی دوسرا راستہ تلاش بھی نہ کر پائے تھے کہ ایک بدو میں موہن ۱۱ بدو مشن کے ساتھ ہمارے پاس آیا۔ اپنے اپنے لیے بڑے مفید ہونے لگے۔ ہمارے حالات پر غور ہو کر وہی یہ بھرائی سے کہنے لگا کہ اگر وہ اپنی بیوی کا ساتھ اس کے ساتھ میں قصاصوں کو مارے سکتے ہیں ہو سکتے ہیں۔

مجھے شہ تو پسے ہی تھا، اب یقین ہو گیا کہ تم از کر ٹرک دے دے حادثے اور وکٹ کی اپنی کے پیچھے اس کا ساتھ تھا۔ کی غور ہے، اس کی بات سن کر آگ لگی۔ ہو گئیں۔ تب اس کا انداز غصہ بکھر رہا گیا۔ اپنے مخصوص دور۔ لیے میں بول۔ ”بڑا باری میں ملی مگر میں نہیں گیا میں چاہوں تو بھی تمہاری بیوی کو خا کرے حالت لیکن میں تمہارے کو اپنے قدموں پر بھٹکا چاہتا ہوں۔ وہ دن یاد میں جب تم خود اپنی بیوی کا ساتھ بکڑ کر اسے میری بھول میں ڈالتے آؤ گی۔ وہ یہ خود بھی میری نظر کرم سے ہے سو سو جتن کرے گی۔ میری وارشات کے سے ترستے ہی

انی نے اس کے منہ پر ہلکا سا رید کر دیا۔ تب وہ مجھے سے مار مار کر ہوا گیا، اس نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا اور ان سے پتہ چلا کہ وہ بھلا بھلا شخص کرانی کے بیٹے میں

مقتبہ کی کواڑ دنیا کی تمام تر کوششوں کے باوجود ہر امنی اور کھوس کا سوا نہیں رہا۔ کچھ دنوں تک وہ کے پنے ہونٹوں کو بچھنے لگی رہی۔ ہر جگہ بھری سی سے کر تک حویل سالن پہتے ہوئے ہوں۔ ”تم اس وقت کا قصہ نہیں کر سکتے، ایک جون لڑی کے گھر میں رات گئے تھیں درندہ صفت بد سچائیں تھیں ہائے ہوں، سامنے طنز میں ست پتہ مل کی، اس پڑی ہو لوہا پس پڑاں میں ایسا کوئی بھی نہ ہو جو آپ کی آواز اس کر دیکھنے کے لیے آئے کہ ساتھ کیا ہے۔ اس لڑی کا اس وقت کیا عالم ہو گا، یہ تم نہیں سن سکتے

میں سہیں نے قہر لگاتے ہوئے جہاں جہاں جہاں سے میری طرف کچھ کر کے ”میں چاہوں تو بھی تمہیں لڑ“ سے جاؤں نہیں ب بات اس سے بد گئی سے ”تم میری غلامی تھی ہو۔ اب میں اس وقت کے سے تھوڑ سا انتظار کروں گا جب تم گھنٹوں کے مل رہی ہو گی۔ آؤ کی اور پاتری کی طرح میرے قدموں میں دانا کر دی۔ میں جب چاہوں گا تمہیں جھکی دیا گا اور جب چاہوں گا ٹھوکریں دوں گا۔“

دل اور اس کے ساتھی بڑے طینتل سے رحمت ہو گئے تھے کچھ ہوا ہی نہ ہو میں دیر تک انی کا سوا ہاتھ غلامی کے سرانے کم صبر بھی رہی۔ اس امید پر نہ شاید یہ کوئی اذنا خواب ہے، جلد ہی وٹ جاے گا۔ لیکن ہر مجھے یقین کرنا ہی پڑا۔ مجھے پوچھ ہی معلوم نہ تھا کہ ہمارے عدسے کا خاندان کس طرف ہے۔ آدمی رات کے قریب میں پوچھتی پوچھتی گرتی پڑتی تھکتے پھٹی وہاں پر موجود ہر پوچھنے والا اپنے اپنے عہدے کے مطابق میرے جسم کے مختلف حصوں تک رسائی کی کوشش کرتے لگا۔ ہاتھ لڑیں سے جب گھر پر کی گئی نہیں گویاں دیں تو وہ کچھ کچھ پیچھے ہٹے۔ پھر اس اچھی اڑنے کے قوانین دہشت کر سب کو ان کے کاموں پر لگی۔ بڑی قویہ اور بھاری سے میری پہلی سی

میرے حواس غفلت اور مصائب منتشر تھے لیکن مجھے بھی مجھ سے بڑا پڑا۔ میں نے من موہن کے متعلق سب کچھ تفصیل سے جاننے کی کوشش کی، اس نے مجھے بڑی قصیدیں سنائیں۔ مجھے انصاف کچھ پہچانے کا دھماکا۔ اس قسم کے کئی لاشاک بھی بولے وہ چند بتائی غصوں میں صحت ہوتے ہیں۔ قانون کی بالادستی، معلوم کی داری اور اس قسم کی سہی باتیں۔ محض کواں۔

چالیس آٹھ میری بی کی ماں سے ملے۔ دوسرے روز پوچھا تم سے بعد ماں ملی۔ وہ تریا مادر ثوب کے سے نماز میں دلن کر دی گئی۔ کان سے میں فاسق ہو چکی تھی۔ کاس بیوز سب دھروہ بھر چکے تھے

میں ٹھیک ٹھکر سب کچھ بتا رہی ہوں۔ قصے پکھری کے اڑے میں موہن کا کچھ نہیں بھڑا۔ میں اپنے آپ کو سب مد غیر محسن لڑی سمجھتی تھی لیکن ان حالات میں سب

ومن خدا کسی کو نہ کرے۔۔۔۔۔

میں اٹھ اور سیز کے گر، چکر کاٹ کر اس کے قریب پہنچی۔ ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے میں سیرنگ کے بالوں میں کنگھی سی کرتا رہا۔ جب وہ بالکل پوسکون ہو چکی تو میں نے اس کا چہرہ اوپر کیا اور اپنے دس میں موجزن محبت کے سمندر کی تمام تر شدتوں کو سینے کی میں غلی رکھے کی کوشش کرتے ہوئے صرف اتنا کہ۔ "اب سب کچھ بھول جاؤ" سارے غم سارے نظرات میرے لیے چھوڑ دو۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور "سوئوں سے پورا چہرہ بیگا ہوا تھا لیکن اب وہ مسکراتے پر قادر ہو چکی تھی۔ کیا یہ مسخ شدہ چہرہ بھی ٹھیک ہو جائے گا؟" اس نے انگلی سے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور نیم طنز سے انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اب۔۔۔۔۔ یہ مسخ شدہ چہرہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے وثوق سے کہا۔
"قالا تم پلاسٹک سرجری کی بات کر رہے؟" اس نے گویا میری کوئی غلط فہمی دور کرتے ہوئے۔۔۔۔۔ "لیکن جن ڈاکٹروں نے میرا علاج کیا تھا، انہوں نے باتوں باتوں میں مجھے بتا دیا تھا کہ نئے جگڑے ہوئے چہرے کی درست پلاسٹک سرجری کے درپے بھی تمہیں نہیں۔"
"شاید انہوں نے تمہاری معصی کو دیکھتے ہوئے تمہیں مزید معلومات بہم پہنچانا غیر ضروری سمجھا ہو۔" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے دیکر سے آج بھی دہلی پر اسرار سی خوشبو پھوٹ رہی تھی جو کبھی مجھے دوری سے اس کی آواز کا جانا دیا کرتی تھی۔

"پلاسٹک سرجری کی ترقی یافتہ شکل کا ہیٹک سرجری ہے۔" میں نے کہا۔ "اس میں وقت اور پیسہ تو بہت لگتا ہے لیکن یوں سمجھو کہ ناممکنات کو ممکن بنا دیا جاتا ہے۔ یہی طرح کئے چھنے چہرے درست ہو جاتے ہیں، انہوں کے سر پر بال آگ آتے ہیں اور پوزھوں کی جھریاں لڑھک جاتی ہیں۔"

"ہندوستان میں تو میں نے اس قسم کی سرجری کا کہیں نہ سنا۔" ہاتھاب نے کہا۔

"میں ہندوستان کی نہیں، انگلینڈ اور امریکہ کی بات کر رہا ہوں۔ انتظامات ممکن ہوتے ہی تمہیں لندن یا نئے یارک کی طرف پرواز کرنی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"تم ساتھ نہیں چلو گے کیا؟" اس نے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں زندگی سے دلچسپی دہکتی تھی۔

"نہیں۔۔۔ میرا اندازہ ہے کہ تمہارے علاج میں شاید چوبیس ماہ اس سے بھی زیادہ عرصہ

لگ جائے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں تمہیں بھجوانے وہاں تمہارے قیام اور وہیں آنے کے نہایت قسی بخشن انتظامات کر دوں گا تمہیں اس آغوش بند کر کے ہدایت پر عمل کرنا ہوگا اور تمہیں نہیں۔"

پھر میں نے ٹھٹھے ہوئے کہا۔ "اب کچھ چلیں۔" نیچے آڑ میں نے پارکنگ اسٹاپ سے گاڑی نکالی اور ہاتھاب کو ساتھ ساتھ گھر روانہ ہو گیا۔

میں نے گھر میں نوکروں کی بھیڑ سناؤ نہیں رکھی تھی۔ محض اس سہولت کے تحت کہ میں اپنی نجی زندگی کو کم سے کم افراد تک محدود رکھا چاہتا تھا۔ گھر میں صرف دو نوکرتھے۔ میاں بیوی، دونوں اس قدر مہنجی و مستعد تھے کہ آتن تک مجھے کسی تیسرے ملازم کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ان میں عام نوکروں والے قصائص نہیں پائے جاتے تھے اور میں انہیں تنخواہ بھی عام گھریلو ملازموں کے مقابلے میں چار گنا دیتا تھا۔ میاں کا نام کریمو تھا اور بیوی کا بشیراں۔ کریمو چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا ایک کزیل نو جوان تھا اور بشیراں بھی خوبصورتی کے اعتبار سے کچھ کم نہ تھی۔

میں اور ہاتھاب ہال میں پہنچے تو بشیراں کچن سے اور کریمو درانگھ روم سے آتا دکھائی دیا۔

"میں بہت جلدی میں ہوں۔" میں نے دونوں میاں بیوی کو مخاطب کیا۔ "تم اپنا اپنا کام کر لے رہو۔ مجھے تمہیں صرف یہ بتانا تھا کہ آج سے یہ بی بی اس گھر میں رہیں گی اور تم نے بالکل اسی طرح اس کے آرام کا خیال رکھنا ہے اور حکم دینا ہے جس طرح میرا۔۔۔۔۔" انہوں نے اٹھتے ہی سر ہڈیاں اور وہیں چپے گئے۔ میں نے کچل منہ کے تمام کمرے ہاتھاب کو دکھا دیئے جس میں وہ حوالتیں تھیں "جہاں تمہارا دل چاہے اور وہاں وہ جب بی جائے ہو جایا کر۔۔۔۔۔ اب بی جا ہے اٹھ جا کر۔۔۔۔۔ کسی بھی مسئلے میں وقتاً فوقتاً بیویوں کی طرح میرا انتقاد کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ کیونکہ ابھی تم صرف وفاقاً ہو، بیوی نہیں۔" میں شرارتاً مسکرایا۔۔۔۔۔ "اور میں بھی چونکہ صرف وفاقاً ہوں، شوہر نہیں، اس لیے میرا کوئی معمول نہیں۔۔۔۔۔ اکثر میں راتوں کو بہت دیر سے گھر آتا ہوں اور کبھی کبھی تو کبھی کبھی رات آتا ہی نہیں۔"

"کہاں رہتے ہو؟" میں نے فوراً بے ساختہ پوچھا۔

"نہ کھانا۔۔۔۔۔ بیویوں کی طرح سوال شروع کر دینے ہاں۔۔۔۔۔ اور اب نے کسی بڑی کو گھر ہونپا اور اس نے سوال شروع کیے۔" میں نے اسے چھیڑا۔

"بہت بد معاش ہو گئے ہو۔" وہ کچھ جھپ سی گئی۔ "کیا دولت آتے سے بد معاشی بھی آجاتی ہے؟" اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا، اسے یک بیک جیسے کوئی خیال اس کو اس کو کیا عتاب میں پھپھے ہوئے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہوئی۔ "اس صورت

کے ساتھ کیا میں تھوڑی سی ہوتی ہوں؟" "تصور کر سکتی ہوں؟"
 "کیوں نہ ہو؟ تھوڑے چہرے کو؟" میں نے سادگی سے کہا۔ "مجھے تو قصداً صرف ایک
 چہرہ نظر آتا ہے جو شروع سے میرے ذہن پر نقش ہے۔ اس چہرے پر اگر تم نے کوئی اور
 چہرہ سجا دیا ہے تو وہ یقینی غرضی ہوگا۔"

"تو رکھتے ہیں تھوڑا کوئی جواب نہیں۔" وہ مہموں سے ہمارے منہ میں مسکرائی۔
 "میرا کسی بھی سچے میں کوئی جواب نہیں۔" میں نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا۔
 "تم دیکھتی جاؤ۔"

"دوسرے راز میں دفتر میں خواب دیکھ رہا تھا کہ ایک شہر دیکھ کر ایک لخت نہ جانے
 کیوں چوکتا ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ شہر مانتی مند پر پرست شومیں کے بیس کی فروخت سے
 متعلق تھا۔ پرس کے اسٹیٹ منیجر نے کہا تھا کہ محل کو خریدنے کی خواہش مند پارٹیاں چاہیں
 تو پانچ تاریخ تک اس مسئلے میں پرس شومیں سے مذاقات کر سکتی ہیں۔ مذکورہ تاریخ تک وہ
 تاج محل ہوٹل کے دی آئی پی سوئٹ میں مقیم ہوں گے۔"

اس کا مطلب تھا پرس شومیں زندہ تھا۔ چھتا کے ہاتھوں مرا نہیں تھا لیکن اس کے
 زخمی ہونے پر کہیں زیر علاج رہنے کی کہانی کسی اخبار میں نہیں تھی۔ اس سے یقیناً اپنی
 رہنمائی کے ذریعے سے ہمارے قصے کو دیا گیا تھا۔

میرے ذہن میں جیسے بچہ چہیاں کی تیزی سے گھومنے لگی تھیں۔ میں نے نرگام کی
 طرف ہاتھ بڑھایا لیکن پھر رت گیا۔ کچھ دیر مزید۔ بچے کے بعد میں نے ڈائریکٹ لائن
 واسے نی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور تاج محل کا ڈائریکٹ نمبر ڈائل کیا۔ میں نے پرس
 شومیں کے سوئٹ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا تو آپریٹر نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔
 "آپ کی تعریف؟"

"اں سے اس تناظر میں کہ پرس کی خریداری کے سلسلے میں ایک پارٹ بات کرنا چاہتی
 ہے۔" میں نے اپنی آواز بالکل مدلی ہوئی تھی۔

"بہت بہتر ہے۔" آپریٹر نے کہا اور فوراً ہی سلسلہ مدد دیا۔ شاید اس معاملے میں سے
 قصہ صی بہ ایت تھیں۔

فون پر پرس شومیں نے خود دیکھو کیا اور پہلے میرا تعارف چاہا۔

"آپ کا یہ خادم بہت گمنام سا آدمی ہے۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز اور مدہم
 سے سچے میں کہا۔ "حالانکہ بہت سے ناموروں کے نام بتانے یا بگاڑنے کی حالت رکھتا ہے
 مگر خود آپ کے اس خادم کو اس کے پاس پڑوس میں بھی کوئی چھی طرح نہیں جانتا۔"

"سیدھے سادے الفاظ میں بد تعارف کراؤ اور انصاف سے اپنا مقصد بیان کرنا۔"
 دوسری طرف سے پرس شومیں نے قدرے جبرامی اور نخوت سے کہا۔

"سیدھے سادے الفاظ میں یوں نہ جاسکتا ہے کہ آپ کے اس خادم کا تعلق تھوڑا ہی
 ایک بہت بڑی یوز انجنس سے ہے جس کا اعلق فرانس پرست اور وینز وولٹ ٹیوز سے بھی
 ہے۔ مزید سیدھے سادے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا یہ خادم بہت کوئی
 خالص اور چست پٹی خیر اپنی انجمنی کو فراہم کرتا ہے تو ہندوستان کے علاوہ دیگر کئی ممالک کے
 بڑے بڑے اخبارات بھی سے نمایاں انداز میں شائع کرتے ہیں۔"

"تو تو تم انٹرویو دیتے چاہتے ہو؟" پرس شومیں نے سب قدرے ضیق سے سچے میں کہا۔
 "لیکن آپ بیٹھے تو جانتا تھا کہ تم میں کی خریداری کے سلسلے میں۔"

"آپریٹر نے ٹھیک ہی بتایا تھا جو رہا ہلی میں۔" میں نے قدرے استغریہ سے سچے میں
 کہا۔ "لیکن میں جانتا ہوں کہ اس سے پہلے آپ سے میرا مفصل تعارف ہو
 چکا ہے۔ آپ کو شاید معلوم ہو گا کہ رچا رندی عجیب سی تعلق ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ان کے
 کالوں میں سرگوشیاں کرتی ہیں اور دور دراز کی خبریں نہ سنا تی ہیں۔ کسی ضرورت کے تحت
 بعض اوقات بڑے بڑے بد معاشرے بعض قیمتی راز ان کے کالوں میں ظاہر ہاتے ہیں اور
 بعض اوقات یہ خود بھی بڑی عجیب عجیب اور ناقابل یقین باتوں کا کھوج نکال لیتے ہیں۔"

"میں سب بھی نہیں سمجھتا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" پرس نے بھص زندہ سے لہجے میں
 کہا۔

"آپ کیسے سمجھ سکتے ہیں جبکہ میں ابھی اصل موضوع پر آیا ہی نہیں۔" میں نے بیٹھی
 بیٹھی آواز میں بڑے نقل سے کہا۔ "میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ کافی عرصہ پہلے وہ
 بد معاشرے نے مجھے ایک بڑی دھچپ کہانی سنائی تھی۔ کہانی کا مرکزی کردار ایک عیاش شہزاد
 تھا جو ایک پرانے ملک میں بد کردار دوست یہ طاقت کے بل پر اپنی من پسند عورتوں اور لڑکیوں
 کو اپنی ہوس کی ٹشپیں کے لیے حاصل کیا کرتا تھا۔ اس شہزادے کا ایک دل اتفاق سے
 ان بد معاشرے کے بہتے چڑھ گیا۔ بد معاشرے نے اس کے ساتھ جو سوک یا سوک لیکیں
 نہیں جانے کیا سوچیں کہ انہوں نے اپنی سوچ کے مطابق ایک پیگ کام کی بھی ٹھکان دی۔"
 میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔ دوسری طرف یہ سکوت طاری تھا جیسے پرس نے
 سانس بھی روک رکھی ہو۔

"وہ دونوں بد معاشرے رات کے اندھیرے میں مانتی مند پہنچے۔" میں نے بات جاری
 رکھتے ہوئے کہا۔ "شہزادہ جو اپنے دماغ کے انتظار میں تھا ان بد معاشرے کو اپنے دماغ
 کے اندھیرے سمجھ کر ان کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چل رہا اور ان بد معاشرے نے ایک جگہ
 تھاڑیوں میں سے چا کر شہر دے کے پہلو میں چھ تو گھوٹ دیا۔ اپنی دانست میں شومیں نے
 شہزادے کو سزا دی تھی۔ سب یہ شہر دے کی خوش قسمتی تھی کہ وہ زندہ بچ گیا۔ شاید اس
 کے بعد سے شہزادے کے خالص خالص آدمی جس کو وہ کٹر دعوت شیراز دیا کرتا تھا بڑے

پریشان ہیں کہ اب شہزادہ نہ تو دروں کے ذریعے کسی حینہ کو ہوتا ہے ورنہ ہی خوشنوار قسم کے کمرے کے موشوں کے ذریعے کسی شریف زادی کو شہزادہ سے۔ وہ حیران ہیں کہ شہزادے کو ہوا کیا ہے۔ کیا خیال ہے۔۔۔ کیوں نہ اخبارات میں یہ اچھپ تھپ مچاپ کر ان کی ابھمن اور کراہی جائے؟ صرف کسی کا نہیں اس کے پڑھنے سے اور بھی بہتوں کا بعد ہو گا۔ بہت سوں کے لیے اس میں عبرت کا سامان ہو گا اور بہت سوں کے لیے بعض طبع کا۔۔۔ تھو موگوں کو یہ جال کر بھی بڑی حیرت ہوگی کہ شہزادے کی دیو زادی بیوی جس کی وجہ سے شہزادے کی شہزادی قائم ہے، اب شہزادے کو ٹھونسوں اور لٹوں سے بھتی ہے جبکہ پیسے وہ صرف ٹھونسوں پر اتکا کر لی تھی۔

دوسری طرف چند بچے کے لیے خاموشی رہی۔۔۔ پھر شہزادے کی ساموں کی تدار سنائی دی اور خود کھائی کے بچے میں بڑبڑاہ۔۔۔ "بلک بلیٹنگ۔۔۔" پھر تدرے بند آواز میں ہوا "کیا چاہتے ہو۔۔۔ روپیہ؟"

"نہیں۔۔۔ روپے پیسے کی ضرورت ہوئی تو بہت پیسے تم سے رابطہ قائم کیا ہوتا۔" میں نے تدرے حقارت سے کہا۔ "مجھے خود تم سے کچھ نہیں چاہیے۔ میرا ایک محسن ہے جسے شاید اب میرا نام بھی یاد نہ ہو، اب جبکہ تم نے میں فروخت کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اسے میرے محسن کے ہاتھ بیچ دوں۔" میں نے کہا لیکن اپنی مضبوط قیمت پر نہیں بلکہ جتنی بھی رقم وہ تمہیں فوری طور پر آسانی کے ساتھ دے کر سکے گا، تدرے ہی کافی سمجھ کر رکھ لو گے، فخر دوسری پارٹوں کی طرف سے تمہیں کتنی ہی رقم کی پیشکش ہو چکی ہو۔۔۔ سمجھ گئے؟"

وہ چند لمبے خاموش رہا۔۔۔ پھر یہ ستور ہوا اور لہجے میں بولا۔ "سمجھ گیا۔۔۔ کون ہے تدرے وہ محسن؟" در اس سبب میں تمہارا اس سے کتنا پیش قدمی ہے؟"

"غیر ضروری باتوں سے بچنا، بر تو تو بہتر ہے۔" میں نے اپنی بدن ہوئی آواز میں عراہٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ "دروید ہو سکتا ہے کہ میں اپنے محسن کا احساں اتارنے کا ارادہ فی الحال ملتی کہ وہ اب اس کہانی کو ٹائپ کرنے بیٹھ چکا جس کے اہم نکات پر مشتمل چند کاغذ کتب سے میری میر کی در لاش واپس پڑے ہیں۔"

"اُس کے۔۔۔ اُس کے۔۔۔" پر نہیں نے تدرے بڑبڑائی در غلط سے کہا۔ "تم اپنے ان محسن صاحب کو میرے پاس بھیج دو۔"

"وہ تاگرا پڑا آدمی نہیں ہے کہ تم اس بچے میں سنا کر کرو؟" میں نے گویا ہر مناتے ہوئے کہا۔۔۔ "اور نہ ہی وہ تم سے ملے گا، تم خود اس کے پاس چو گے۔۔۔ فوں نمبر میں دے رہا ہوں۔۔۔ پہلے تم اس سے ملاقات کا وقت طے کرو گے۔" میں نے اسے اپنا ہی فون نمبر دیا، نام بتایا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں اطمینان سے فائلیں وغیرہ دیکھنے لگا۔ چند منٹ بعد ہی میرے عام نیلی فون سیٹ کی گھنٹی بجی جس کا نمبر پورا کے توسط سے ملتا تھا۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ میرا اندازہ درست ہی نکلا، کرشنا کہہ رہی تھی۔۔۔ "سر!۔۔۔ پر نہیں شوہنیں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" پر نہیں کے بچے میں میری توقع کے عین مطابق شکوت و احساس کی برتری کی جھلک نہیں تھی بلکہ وہ حتی الامکان دوستانہ انداز میں بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا حتی کہ اس نے اپنا تعارف بھی کرنے کی کوشش کی۔

میں نے خاص نامزدوں کی خوش خلقی سے کہا۔ "بہرستان میں آپ جتنے بھی گناہ نہیں پر نہیں؟" فرمائیے اس خادم گناہ سے آپ نے کونسا گناہ رابطہ قائم کیا؟ کیا ضرورت کن پڑی؟"

"میں تو ملے پر ہی بنا سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "بہر حال آپ چونکہ کاروباری آدمی ہیں، اس لیے اطمینان کی خاطر یہ بتا دوں کہ میں آپ کو کچھ دینے ہی آؤں گا، بیٹے نہیں۔" اب اب بھی نہیں تھا کہ کاروباری ذہنیت پر اس کے طنز کو میں سمجھ نہ پاتا۔ میں نے ہکا بکا تھپہ لگایا۔ "کچھ لینا دراصل ہر ایک کے بس کی بات نہیں، لیکن مسٹر! میں نے اسے کہا۔

"درست کہا آپ نے۔" اس نے فوراً تسلیم کر لیا۔ "تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔"

"کہنے کے وقت تک اب میں فارغ ہی ہوں۔" میں نے کہا۔ "آپ چاہیں تو کھانا میرے ساتھ ہی کھائیں۔"

"کھانا پھر کبھی کسی۔" پر نہیں نے کہا۔ "لیکن لال صرف کاروباری بات ہوگی میں آگے گھٹے بعد حاضر ہو جاؤں؟"

"بھد شوق۔" میں نے کہا۔ پر نہیں نے خدا حافظ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد میں محض دستخط وغیرہ کرتے اور ہی اسٹیو کے ٹائپ کردہ خطوط پڑھنے کا کام کرتا رہا۔ تقریباً پینتیس منٹ بعد کر ٹیپ اندر آئی۔ پر نہیں شوہنیں کو اندر بھیجنے کی میں نے اسے پہلے ہی ہدایت دے رکھی تھی۔

"سر! پر نہیں شوہنیں کو تو میں اندر بھیجے گی تھی لیکن وہ گھٹے لگے کہ اس کے دونوں ہاڈی گارڈ بھی اندر آئیں گے۔" تو ٹیپ نے ابھمن آمیز بے میں کہا۔ "اس سبب میں کیا حکم ہے؟"

پر نہیں سے کہو کہ ہاڈی گارڈ کو باہر ہی چھوڑ دیں۔ ہارے دفتر میں ان کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔" میں نے کہا۔ "دوسرے میں بھی گفتگو کے دوران ہاڈی گارڈ وغیرہ کی موجودگی کو پسند نہیں کرتا۔"

چند لمحے بعد پھر کس شوخی ندر آیا۔ کافی عرصہ ہنسنے میں سے ماتی مندر پر اس دست اسے زیادہ غور سے نہیں دیکھا تھا لیکن اس کے باوجود اب دیکھ کر احساس ہوا جیسے اس کی عمر میں کئی برسوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے رخساروں کی ہڈیوں تھیں اور ہڈیوں کے گوشوں پر خشکی کی ہوداد ہو چکی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں گہری دورے صاف نظر آ رہے تھے۔ خود کا دروازہ اس کے عقب میں بند ہو گیا۔ وہ وہیں کھڑا ایک تک مجھے دیکھ رہا تھا لیکن میں غلط رہا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اس وقت مجھے دکھانے نہیں پہچان سکتا تھا۔

میں نے مجھ کو اسے خوش آمدید کہا اور مصافحہ کرنے کے بعد اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کی موٹی موٹی آنکھوں سے دھندلائی نمایاں تھی اور لمبی لمبی انگلیوں میں ہکا مرار تلاش تھی۔ اس نے ایک بوڑھے سے نقش و در نقشے نگار بکس سے ایک سوٹا سا نگار نکل کر ہے۔ رخصت سے انداز میں چوڑے چوڑے دستوں سے اس کا ایک سر توڑ کر روتی کی نوکری میں تھوکا۔ میں نے تیسرا نظر اٹھا کر لمبی چوڑی میز پر کچھ کسے جھک کر اس کے نگار کو شعلہ دکھایا۔

شکریہ ادا کر کے اس نے طویل کٹیاں یا درجوں کے مرغوبوں کے عقب سے پر نہیں نظروں سے میری طرف دیکھا رہا۔ میں نے بھی بدستور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اپنی اصل آواز میں کہا۔ ”میرے لیے آپ کی آمد نہایت غیر متوقع ہے۔ کیا آپ میرے تجسس بود کرنا پسند فرمائیں گے؟“

وہ اب بھی خاموش رہا جیسے تنگنوں کے لیے مہربان الفاظ منتخب کر رہا ہو۔ پھر غالباً اپنی دست میں اس نے نہایت موثر کس انداز میں تنگنوں شروع کرتے ہوئے کہا۔ ”آج کا دور حسان فراموشی کا ہے لیکن آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کے احسان کو کسی نے یاد رکھا ہے۔“ پھر اس نے ایک ہر وقت کر کے ہر مالی انداز میں پوچھا۔ ”کسی نے زنجبیلی میں آپ کا کوئی دوست رہا ہے؟“

”مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ میرا کوئی دوست اس قسم کے پیشے سے بھی تعلق رکھتا ہے۔“ میں نے بظاہر دہن پر زور دیتے ہوئے کہا، ”مگر اس وقت مجھے ہنسی آ رہی تھی۔“ ”دوست نہیں ملاقاتی ہی ہو گا جس پر آپ نے کبھی کوئی احسان کیا ہو گا۔“ اس نے کہا۔

”ملاقاتیوں کے نام تو مجھے یاد بھی نہیں رہتے۔ اور خدا ہی میں کسی پر احسان کر کے یاد رکھتا ہوں۔“ میں نے یہ بیانی سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ مجھے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا پڑے گا۔“ بھانک اس کے بچے میں سختی اور سختی

”اس رپورٹ کا پتا چھاننے کے بیٹھے میں۔ جس کے ساتھ ملی بھگت کے ایسے تم مجھے دیکھ میں کر کے میرا جیسے سستے داموں مجھ سے بھینانے کی کوشش کر رہے ہو۔“ وہ ساپ کی طرح پھٹکارا تھا۔

”آپ اشرف سے جانتے ہیں مسٹر پرس!“ میں نے سکون سے کہا۔ ”پہلے آپ شوق سے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر رہے ہیں اس کے بعد آکر مجھے ٹاؤن جتنے گا کہ بات کیا ہے؟ مجھے بھی تک یہی معلوم نہیں کہ آپ کس رپورٹر کس جیسے اور کس ملی بھگت کی بات کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں اس طرح تو ہیں۔ میزبانہ زمین تنگنوں کرنے والوں کو اٹھوا کر دفتر سے باہر پھینکو دیا کرتا ہوں اور یہ تحقیق بعد میں کرتا ہوں کہ وہ کس ہیں یا شمشاد..... اور جس تک اثر و رسوخ کا تعلق ہے تو اس ملک میں چھوٹے موٹے شہزادوں کی صرف عزت ہوئی ہے۔ اثر و رسوخ نہیں۔ اثر و رسوخ یہاں صرف تاجر کا ہے جو سب سے زیادہ فیکس ادا کرتا ہے۔ اور میں صرف تاجر ہی نہیں اپنا ان صنعت و تجارت کا جس سیکرٹری بھی ہوں جس کے مکان کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زیادہ ہے جو صرف بھینائی کی نہیں ہندوستان کے اور بھی کئی علاقوں کی معیشت کو چلا رہے ہیں جو میرے ایک اشارے پر اپنی اپنی صنعتوں کا پیسہ جام کر کے تم جیسے شہزادوں کا منہ مار کر کھسکے۔ جو اتفاق سے پہلے ہی کالا ہے، ملک ہر کوئی کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ سمجھے؟ اس لیے ہنر ہے کہ جو بات کہتی ہے سیاق و سباق کے ساتھ گروہ۔ دھمکیاں دینا تمہارے حق میں نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔“



میں سے چند لمحے غور کیا۔ یہ اتنے سات بچے کا وقت دے دو۔ وہ کھڑا ہوا اور
مہارے۔ یہ بچے بڑھاتے ہوئے ہیں۔ "تو اسات بچے ملاقات سے ہوئی میں
فوجیت کے سلسلے میں تمام کاغذات تیار رکھوں گا۔ اس شام خود کچھ بھی ملے پائے بہرحال
درمیان عمل کر کے کاغذات پر دیکھ کر دین گئے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے انھیں کہا اور وہ رخصت ہو گیا۔ اس
کے جانے کے بعد ہر ایک میرے پاس میں گھس گئی سی ہوئی رہی۔ ابھی تک قسمت حرموز
پر مین مدد کر رہی تھی۔ مجھے مستقل کے مانتی محدود پیمانے پر واقعہ پر اس
شومیں کے پیش میں ایک عمارت کی سخت ضرورت تھی۔ قدرے بڑے صرف میری مرضی
نے میں مطابق ہند کا بندوبست کر دیا تھا۔ وہ مجھے گولڈیوں کے بعد پڑ رہی تھی۔ اس نے
توایت ہی اندر میرے میں ایک تیر پھاٹی مگر وہ مجھے نکلنے پر ہنستا نظر آ رہا تھا۔

دوسرے روز اس ملاقات کے لیے گھر سے نکلے وقت میں نے گھڑی دیکھی اور نہایت
کم رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے میں ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرا رادیو طور پر میں
دیر سے دیر سے چلتی بھی ہو رہا تھا۔ بظاہر جیسے میں نہیں تفریح پر جا رہا تھا لیکن اندر ہی اندر
میرے اعصاب کی اعلیٰ مستی سے وہ پلو چوکا ہوتا جا رہے تھے۔

لشک دربار پہنچ کر میں نے اس مبارکوت کی تلاش میں نظر دوڑایا جو ہماری کبھی
لشک کے شعبے کی ملکیت تھی۔ اس وقت ہماری لشک نہایت کے پاس چار بوش
تھیں۔ ان میں سے تین ہی تھی جو ابھی چھائی وائی ملکیت تھی۔ اس وقت مجھے کسی کی
حلاش تھی۔

بہت دور ایک مقام پر سورج کا کھنڈ تھا۔ وہاں سندھ میں تیرا نظر رہا تھا۔ یہ
برادری کی بیشتر کشتیاں واپس آچکی تھیں اور بہت سی گری تھیں۔ وہاں شادک مجھے ہلہ
و نظر تھی۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ میرے پاس اس منٹ داخل تھا۔ میں وقت سے پہلے ہاتھی مندر
میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اس منٹ میں نے ڈک پر قیستے ہوئے گزرا دیکھے اور گھبراہٹ سے بچے
میں نے وہیں منٹ پر وہاں شادک کی بندش ہوئی اور اس میں ہاتھی مندر کی طرف روانہ
ہو گیا۔

جیسے کہ آہل نظر نے ایک شام کا بعد کا گھبراہٹ تھا۔ تاہم ابھی روشنیوں کی
جی ضرورت نہیں تھی۔ اس پر اس شومیں کے ہٹ ہاؤس پر مجھے دور سے ہی کئی بڑی بڑی
دھنیں کی نظر آئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ اہتمام اس سے کیا گیا ہے کہ کہیں میں
بھگدڑ کسی دور طرف نہ لگ جائے۔

میں بوٹ کو سیدھا ہڈی کی سرنگ سے مشابہ بوٹ ہاؤس میں سے گلیا بوٹ ہاؤس کا

وہ کھڑا تھا۔ پر اس شومیں کو میں نے دور ہی سے ساحل پر گھڑے دیکھ لیا۔ اس کے
میں بائیں دو اور اشخاص بھی موجود۔ وہ میں گھڑے تھے۔ دونوں ہی سوتوں میں تھے۔
اس بھی سوت میں تھا لیکن اس کے ساتھ بوٹ کے بجائے۔ جیسے کہیں اس نے رکی
وہی سر پر رکھی ہوئی تھی۔ مسلمان قریبی علویا یہ گزار اختیار کرتے تھے کہ سات کے ساتھ
رکی آؤں پاس بیٹے تھے مگر پاس شومیں کو چھو نہیں تھے۔

وہ تینوں مجھے ساحل پر اترتے دیکھ کر کچھ سی انداز سے آگے بڑھے۔ جب پروڈکٹوں کے
مطابق کسی ملک کے سرکاری مسکن کا رہیو کرنے آئے ہوں۔ اس نے نہایت بد وقت
میں مجھ سے ہاتھ ملایا۔ وہ پھر پیسے ہے۔ اس کی طرف گھڑے ہوئے مھل کا تعارف کرایا
"مسٹر موگا ہے شوم۔ میرے پاس ٹیکسٹریں۔"

اس مھل نے ضرورت سے زیادہ منہ چڑھا کر کے منظر سے ہوتے ہوئے سے معافی لیا۔
... میں نے تو ایک ایسے عرصے کوئی تھا کہ ایک قریبی کی نظر کی ایک لگائے ہوئے تھا۔
"مسٹر حورے گا۔ میرے اسٹیٹ بیکر۔" پاس نے بائیں طرف گھربے ہوئے مھل
کا تعارف کر دیا۔ یہ لگنے ہوئے جسم کا ایک اور تھوڑا بھون تھا۔ انھوں نے نہایت
غیر لار اور شاعر معلوم ہونا تھا۔

میں نے پاس کے پیچھے سائیزوں کے قریب دو اور سیاہ فام لوبوں کو گھڑے دیکھا۔
پاس سے اس کے تعارف کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ وہ دونوں بھی سوتوں میں
تھیں۔ وہ دور ہاتھ پشت کے کھڑے تھے۔ مجھے اس کے بارے میں اندازہ لگائے میں وقت
میں ہوئی کہ وہ پاس کے بائیں گھرا تھے۔

پاس نے بوٹ ہاؤس سے اندر اور دور تک مسدود کی سطح پر سر ہڑاتے ہوئے ہے
بچے و سرسری جانے کی کوشش کرتے ہوئے کہ "آپ تمنا ہی آئے ہیں؟" اس کے لیے
اس کی بی بی مدت بھی تھی۔

"جی ہاں۔ کیوں؟" میں نے سادگی سے پوچھا۔ "اب مجھے سی و ساتھ رہنا چاہیے تھا؟"
"میں نہیں جانتی۔" پاس نے جلدی سے کہا۔ "میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔" اس نے
شریب ہے۔ "اس نے مجھے ساتھ ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ چند قدم دور ہم ہلتا پگڑنڈی پر
سیا سیاہ مرینڈز اور اس کے پیچھے شیورلیٹ گھڑی تھی۔

میر خیاں تھا کہ پاس پہنچ کر بھی مجھے پاس کے لازم خاصی غدا میں نظر آئیں گے
نہیں یہ میں ہوا۔

وہاں تک کر سب سے کا لوچا ہو گیا۔ جس سیاہ فام مھل نے کھڑا اس کا قہہ ہاتھ اور
میں کی نہایت غیر معمولی تھی۔ وہ سبے شمار سلیوں والی مصری خدوں کی سی شلو اور لٹی
کے طور کی مختصر سی دھلتے پہنے ہوئے تھا جو اس سے بھی تھی۔ قسمت کا جسم کو آہوی

چرخہ ٹوٹا کر ایک شہر بنا دیا تھا۔ اس کا قہر اتنا بڑا اور چھاتی اتنی بڑی تھی کہ ہم قسم مکہ درویش تو اس کے گزرنے کے سبب کافی نہیں رہتے تھے۔ اور اسی حرکت کے ساتھ اس کے بابوں کی پھیبوں پر چڑائی تھی جسے ابھی ہلکا چڑا کر باہر نکال دیں۔

ماریت کشہ درویشوں کے پاس سے گزرتی ہوئی روکی اور قرآن پڑھنے لگی تھی۔ اسے اس شخص سے شکاروں میں ہلکا چڑا کر اس نے اشاروں میں ہندو سے سنی کی آوازوں کے ساتھ چھوڑ دیا اور تب مجھے مل گیا۔ وہ گویا تھا۔

اس سے بات کر کے پتہ چلا کہ وہ میری وصاحت کے لیے مجھے بلاتا ہے۔ وہاں ہے۔ چاہے سب لیکن حاکم کے ساتھ ہے کہ میرے اور آپ کے توبوں کو صرف ایک گھنٹے میں ہلکا کر سکتا ہے۔ اس میں مسکرا دیا۔ اس نے مجھے گھر سے ہی جیسے آدھوں میں ٹھہر کر رہا تھا۔ کھانڈی کے ساتھ کوئی تصویر استعمال کرتا میں چھ ماہین صرف کھانڈی ہی سے ایک آدمی کا سورت سے ہوا کرتا ہے۔ وہ شیر کو گلوں میں تصویر کر سکتا ہے۔ دیکھتے ہیں وہ سنا ہے لیکن میری نظر میں ایک بڑا قادیان قسم کا جوان ہے۔

میں سنا ہی انداز میں مسکرا دیا۔

باقی گارڈز اسٹیشن لیبر ورنیکل بھی گاڑیوں سے اتر گئے تھے۔ میں نے سرسری نظر سے گرا دیکھ کر دیکھا۔ کل دو طرفہ تھا اور مشرقی وسطیٰ مرز تھیں۔ ایک خوبصورت استخراج تھا۔ اس نے باقی میں پر سارے کی طرف سے۔ طرف کی ایک لکڑی کی ہلکائی تھی جس کی دو در حقیقت، ریل کے خوبصورت چھوٹے چھوٹے ستونوں کی ایک لمبی قطار تھی۔ اس کی تعمیر میں بے حساب ریل ستونوں ہوا تھا۔ اونگھی سی بیرونی کارروائی پر تھوڑے تھوڑے قاصد پر پڑی پڑی تھی۔ اس نے سب تھیں۔

کارروائی کے وسط میں اصل عمارت تھی۔ وہ اس کے تین طرف میں سرسبز لانا پھیل ہوا تھا جس کے ایک حصے میں بیٹھتی ہوئی تھیں۔ چاروں طرف تھا۔ ماں پر مجھے دور ایک جگہ پھولدار پودوں کی پیادوں پر دو دیلی فلم کرتے نظر آئے۔ انہوں نے کن انہیوں سے تھاری طرف ایک دروازہ دروازہ میں لک کے۔ مجھے اس کا کہہ کرنے کا انداز مسخوری سا لگا۔ اس نے ہڈی کو روڑ سمیت اپنے چاروں طرف سے گھومنا شروع کیا۔ "آپ لوگ اپنے اپنے کمرے میں جائیں، جس کی ضرورت ہوگی اس سے ہوں گا۔"

میں نے قیصرانہ سر ہلایا۔ درختوں میں چلتے ہوئے عمارت کے پہلوؤں میں بیچ کر غائب ہو گئے۔ اس طرف شاید بجلی دھار سے تھی۔ باتیں کرتے کرتے ہم مرکزی دروازے سے نہیں میں داخل ہو چکے تھے اور ایک چوڑی و عریض ہالی سے گزر رہے تھے جس کا درمل کا پتھر شد فرش "تیسرے کی طرح ہلکا ہوا تھا۔ وہ تاریکی بیرونی کی وادگشت میں بول گھونک رہی تھی جسے ہم کسی جگہ سے گھبراتے بیٹھے چل رہے ہوں۔

"قانا ہم نے اصل مقصد کی طرف توجہ دی نہیں رہے۔" شہزادے سے مدد سے کہہ۔ "یعنی نہ میں آپ کو پیش دکھاتا ہوں۔ وہ نہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہم دونوں ہی ناک کی سیدہ میں چپے پڑے ہیں۔ اور بچے آپ کے آگے نہ آئے۔ ہم بچے چھوڑ آئے ہیں۔"

میں ہندو قدم پیچھے آئے۔ اس کے انتظام پر دونوں گوشوں میں دو کمروں کے دروازے تھے۔ سامنے نظر آ رہے تھے۔ دونوں کی بجلی دو دو گولی میں تھی۔ یہ لمبی منزل کا درنگ رام ہے۔ شہزادے سے دیکھیں ہاتھ دلا دروازہ کھولتے ہیں کہ۔ اس نے مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا لیکن میں نے دروازے پر ہی کھڑے ہو کر اندر کا چاند پر کھڑا نہ رہا۔ اس نے اس میں اعلیٰ درجے کے ہارنگ رام کے تمام زینت موجود تھے۔

"میں حسب مرضی طور پر اپنے اندر شہزادے کے سرور میں گرم رکھنے کا بھی بندوبست ہے۔" اس نے بتایا۔ اس کا بعد اب واقعی اس شخص کو سنا ہو گیا تھا جو اپنی کوئی چیز فروخت کرے گا۔ وہ در اس کی غیبوں میں تھا۔

اس سے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ یہ اسٹریٹ سب سے اس میں بھی تمام فرنیچر و میز موجود تھا۔ اس کا چاند سے کے بعد ہم اس بات پر راہ کی میں طرے چل کر لڑیں پر دھڑکا میں پہلے ہو تھا۔

اس راہ رنی میں گئے سارے دو سو وسیع بڑے دروازے تھے جو لوہارے سے بنی تھیں۔ دروازوں سے بھی بے ہوئے تھے۔ ہر ایک کی پست اور اچے رول میں بیسیوں پہلو دار آئینے لگے ہوئے تھے۔ ایک گوشے میں دار بھی موجود تھا۔ اس نے کمرے کے وسط میں موجود عمارت پر گھر کی طرف اشارہ کیا۔ یہ بد کا بنا تھا۔ وہ اس کے دیکھ گئے پر کھلی ہوئی ہے۔ تنگ اور بے داغ چمکیا تھا۔ چاروں طرف روشنی میں صمدی تھی کہ اس پر بیٹھ کے بجائے خطی پہلوؤں کے رنگ انگلیں گزرتا تھا۔ صرف اس کے گرد سے تکی دیئے جاتے تھے۔ اس پر روشنی لڑی جا سکتی تھی۔ اس کے میں لوہارے پست میں ایک پھتری کی لگی ہوئی تھی۔ یہ دو سو بڑے دروازے تھا جو ہم دیکھ رہے تھے۔

"اس بڑے دروازے تمام دروازوں کے ساتھ سے بجلی بھی ہیں۔ اس پر بیٹھے ہوئے کوئی سی بھی حق بھی دیکھتے۔" اس نے بتایا تھا۔ دیکھتے کھڑکی سے پست میں لگی ہوئی یہ عین کی پھتری تھیں کہ آپ کے بڑے دروازے میں ہے۔ وہ آپ ہمیں کہتے ہیں کہ آپ ہمارے کے دروازے پر چارہ کر رہے ہیں۔ پھتری بنا دی جائے تو آپ تمام عینوں میں اپنے آپ کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ دروازے دیکھتے کھڑکیوں پر تمام انتظامات ابھی صرف لڑنے کے کوڑ پتوں تک ہی محدود ہیں۔ عینوں میں سے سے جڑے بیٹوں کے گھر میں اس طرز کا بڑے دروازے ہیں۔"

خیر... میرے لیے اس سانس میں کوئی خاص کشش نہیں ہے۔" میں نے بے یارزی سے کہا "اگر تجھے یہاں رہنا ہوتا تو بہت سی چیزیں مجھے یہاں سے ہٹا لی پڑتیں۔"

"تو کیا آپ رہنے کے لیے جیس نہیں خرید رہے؟" پرس نے حیرت سے پوچھا۔

"جی نہیں" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میرا برس شہر میں ہے اور روزانہ مجھے شہر کے مرکز سے یہاں تک آنے کے لیے ہینڈ کھنڈ اور چر جانے کے لیے ڈیڑھ گھنٹہ درکار ہوگا۔ کبھی مسجد کا مزاج اچھا ہوتا ہے اور کبھی غیر متوقع طور پر ہتم ہو جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر میں ہاتھ پر ہاتھ دھڑک کر بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ چنگیز تو بڑا مہذب ہے بعد رہنے کے لیے مناسب ہے یہ پھر آپ جیسے شہزادوں کے لیے موزوں ہے۔"

"تو پھر اسے عس سے خریدنا چاہتے ہیں؟" پرس نے پوچھا۔

"بھی تو مجھے خود بھی معلوم نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کاروباری لوگوں کی دیتے ہی عادت ہوتی ہے کہ سستے داموں کوئی چیز مل جاتی ہو تو اسے کر دیتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی کام آجاتا ہے یا پھر چھ مٹانے دے جاتی ہے۔ عس ہے کہ میں ریٹائرمنٹ کے بعد یہاں رہنا پسند کرتا ہوں۔"

پرس نے صرف ہنکار بھرنے پر اکتفا کیا۔ اب ہم عس کے عقب میں پیچھے تھے۔ یہاں بھی اسی ہی کی طرح کا ایک بل تھا جس کے وسط میں ایک بست مائے ستوں کے گر گولی میں نہیں قسم کی تمیں گدوں والے کاؤچ لگے ہوئے تھے۔ ہر اس بال کا کوئی مصروف نظر نہیں آتا تھا۔ یہ ایک طرح کی انتظارگاہ معلوم ہوتی تھی۔

"بالائی منزل بھی بالکل عس ہے۔" پرس نے بتایا اسے دیکھنے سے بہتر ہو گا کہ پیسے آپ تہ خانہ دیکھیں۔"

تہ خانے میں داخل ہو کر ہم ایک قدم آگے بڑھے۔ پرس نے دروازہ کھینچ کر چھوڑ دیا تھا اور ایک مائٹ بھی آگے کی تھی۔ اس کے باوجود یہاں روشنی ناگانی تھی۔ اندر قدم رکھتے ہی حلقے زبانی محسوس ہونے لگی تھی۔ یہاں تو ایسی قدر تھی کہ دیواروں پر بوندیں سی پڑتی نظر آ رہی تھیں جیسے نہیں جیتے تھیں۔

"یہاں روشنی کا کوئی محترم نظام کو دینے کے سلسلے میں آج تک توجہ ہی نہیں دے سکا۔" پرس نے معذرت خواہانہ ہنسنے میں کہا۔ "کیونکہ اسے بھی مستحق کرنے کی بھی گورت نہیں آتی، حالانکہ ہے بڑے کام کی جگہ۔"

"یہاں ہے ہی تاہم ہم دیکھے آئے ہیں؟" میں نے کہا۔ "ہاں یہ ایک سیدھا سا تہ خانہ ہے۔"

"اس سیدھا سا تہ بھی نہیں ہے۔" پرس نے غلٹ میں ابھی آپ کو گھٹا ہوا۔"

بھٹا تہ خانے میں روشنی چھ اور م ہو گئی کیونکہ دروازہ کھلا اور رکھنے کے ساتھ بند

ہو گیا تھا جس نے مزید دیکھنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی چند حلقوں سے میرے باروں، گرنٹ میں سے پشت کی طرف مڑا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس چوبیس میں میرے بار پہنچ چکے ہیں جس پر اس طاقت بھی صرف مردوں تو نہیں چھڑا سکتا اس پر نہ ارازم وہ طاقتور آدمیوں کی مضبوط گرفت تھی۔ سوس نے میرے لیے اتنی چھٹنگ لگائے کی بھی گنجائش میں چھڑی تھی۔ میں نے ان مزاحمت میں کی

میرا نہیں تھا۔ اب پرس فلمی دس کی طرح ہاتھ بڑھتا ہی لگا۔ گائیکو خواہش رہا وہ مجھ سے کچھ لمبے پر روشنی کے قریب جا کھڑا ہوا تھا اور پر خیاں نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا جیسے کوئی سائنس دان اس پوچھے کا چاہے کہ وہ جس پر وہ تجربہ کر چکا ہو یہ تجربہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہو۔

ساتھ اندر جرت گھسٹے سے دور دور کی فلمی گزیریں طرف بڑھے۔ یہ وہ سوسے قد کے جھٹھے ہوئے یاد نام نوجوان تھے اور خاموشی سے میرے قریب آئے اور مشاقات سے انداز میں میرے لباس پر ہاتھ پھیر کر سوس سے غائب اطمینان یہ کہ میرے پاس کوئی ہتھیار موجود نہیں ہے اور خاموشی بات سوس نے اپنی زبان میں پاس کوئی ہتھیار

"ہاں جیسے ہو سکتا ہے۔" پرس نے میری طرف دیکھتے ہوئے اپنے مخصوص فرنیچر سپ دیکھنے میں انگریزی میں پڑھ دیا۔ "تم ہاں آتے ہو اور پھر ہتھیار کے آتے ہو۔ یہ ناممکن ہے۔" پھر وہ قدرے مصعبہ لہجے میں عابیا پی ماری دیاں میں اسی دووں کو انہوں سے کچھ کہنے لگا۔ "نوجوانوں سے اب باقاعدہ میری حدیثی بیٹا شروع کر دی۔ سوس نے میری ہر حیرت میں ہاتھ ڈال کر دیکھا جنیں ٹوئیں ٹانگوں پر ہاتھ دراز دیکھا پھر پرس کی طرف دیکھتے ہوئے بے بسی سے ہی میں سر ہٹا۔

اس دوران میری توجہ اسی کی طرف رہی اور میں اس وقت چاکا جب عقب سے ایک کھٹکے کے ساتھ میرے ہاتھوں میں جھکڑی اٹل دی گئی۔ مجھے انہاں ہو گیا میرے ہاتھوں میں یوں جھکڑی لگ جاتا میرے حق میں مسلک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔

وہ دونوں آدمی بھی میرے دائیں بائیں آکھڑے ہوئے سوس نے میرے بار پشت پر حکم رکھے تھے۔ تہ خانے میں گھر سکوت طاری تھا جیسے وہاں کوئی مقدس فریضہ انجام دیا جا رہا ہو۔ "دعوت" میرے عقب میں بھاری قدموں کی دھپ دھپ مانی دی۔ میں گروں ڈور ہی کھانے بغیر رہ سکا۔ میرے پیچھے گئی آریک گرشے سے وہی قوی پہل گونگا نکل کر روشنی کی طرف رہا تھا۔ وہ اندھے پائے اور یہاں ہی چل کی کھڑی تھانے ہوئے تھا۔ تھے چوڑے در ہونے پہل کی فٹروں میں سے آج تک نہیں دیکھی تھی۔

گوشتے کے موئے مٹے بھڑے ہوئے ہونے پر حقیقت مسکراتی تھی لیکن اس میں ایک عجیب سی سفاکی بھی شامل تھی اس کی ان سوسے ٹھکوں سے جین کی پیاں جھلک رہی

میری طرف دیکھتے رہے اس نے کسی اور سے بڑی طرح دوستوں پر مانتا پھیرتی
 پر اس نے یہ دیکھا کہ قریب جا کر کوئی سوچ دیا اور پورے تھ خائے میں روشنی
 پھیل گئی۔ یہ میں نے دیکھا کہ تھ جانے کا ایک حصہ عجیب و غریب کاٹھ کہاڑ سے بھرا
 ہوا تھا۔ اسے 'تھوڑے' چھوٹے 'چھوٹے' پڑی تھوڑے 'کڑی' کا ایک بہت بڑا پوور تھوڑے
 نکلے۔ ایک بے میں میں میں کوڑے سے مشابہ ایک بہت بڑا پوور ہا صوب تھا اس نے
 ساتھ ساتھ کی نیکی کی کی صرح پڑی پڑی بھی مسلک صلی نیکی کے ساتھ بڑے جینڈاں
 رنجھ بھی لکھی ہوئی تھی۔ یہ گوشت کن سائی مخلوق ہوتی ہوتی ہوتا تھا ہر انسان سے تم
 اور میں میں کہا پڑی ہو سکتی تھی

نورِ قلب! میں نے گہری غیبت ہے نہ۔ "میں ایسا یاد پھر تمہیں خبردار کر رہا ہوں کہ تم انصاف ٹھہرو۔" اسی وقت سے کہ تم مٹاؤں سے مجھ پر قابو پانے کا خیال ترک کر دو۔ میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ ہمیں ایسا نہ ہو کہ میں پھر بھولوں بھی تو تمہیں معاف نہ کر سکیں۔"

”میرا اچھی تمہیں کوئی خوش قسمتی ہے“ پر اس نے قدمے حیرت سے کہا: میں اس طرح کچھ کاسہ نہیں کر رہا۔ تم جریب پہ تمنا کرتے ہو، مگر تمہارے پاس کوئی تسخیر بھی نہیں اس کے باوجود تم مجھے پر اعتماد بناؤں سو میں یہ راز جاننے کو مشتعل رہ رہا ہوں۔“

کلاس میں بڑی کڑی بات تھیں۔ حیرت مندی یہ ہے کہ میں چاہوں بھی تو خوفزدہ نہیں ہو سکتا۔ موت میرے لیے ایسا سادہ سی حقیقت ہے۔ اس کے تصور سے میں خوفزدہ نہیں ہو سکتا۔ مرنا تو سر حال سب ہی کو ہے۔ ہمیں تو گھر کے آرام و بستر پر کسی گھومیدار جنگل میں درختوں پر چڑھ کر جیسے کیسے۔ شکاریوں کے ہاتھوں میں ڈھونڈتے غائب ہوں۔ اس لیے یہ تو کوئی شوش کی بات نہیں مگر تم سچ دیکھو اگر چاہک موت تمہارے سامنے آنکھری ہوئی تو تم کیا کرو گے؟

نی مجال میں محض باتوں سے خوفزدہ ہوئے کہ موڑ میں نہیں ہوں۔ ”پرنس نے
 دہرائی سے کہا۔ ”اور تم جتنی چاہے شہی بھاگو۔“ بھی جب صحیح طور پر محبت کو سمجھنے
 عزت کھو گے تو چھپیں مارو گے۔ رستم کی خلیک، ننگے قدموں ہو، حوالہ دے ہو، محبت
 مدد ہو، تم جیسے وہ دونوں سے مجھے عزت ہے۔ تمہارے قتلے ہوتے دیکھ کر مجھے بڑی خوشی
 ہوتی۔“ اس نے ایک حد توقف کیا۔ ”کیسے اگر تم مجھے اپنے اس رپورٹر دوست کا نام دے دو
 بتاؤ جسے میرا ایک راز معلوم ہے اور جس نے مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی تو
 میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ تمہارے مجھے کی موت اس کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اس کا
 مشہور ہو جائے گی۔“

"اور یہ؟" اس نے کہا۔

[illegible]

میں سے حد یہ اسی چھوڑے پر چند منٹ کے طور پر دوسرے اعضاء تک الگ کر کے اس بڑے ٹیوز میں لٹائے گا اور ٹینگی کی زنجیر کھینچے گا دوسرے ہی لمحے تمام فلش ہو جاوے گی جس طرح دنگ ہاتھ روم میں عدالت فلش کر رہتے ہیں اسی طرح یہ تمہارے اس تندرست و توانا جسم کے ٹکڑوں کو فلش کر دے گا۔ فرش، گھاناڑی اور چوبلی چوڑا دھواں بک گا اور یہاں تمہارا نام، نشان تک نہیں رہے گا۔ اس ٹیوز کی مجلس کا بہت بڑا پتہ مختار میں جائے گا۔ یہاں سب تمہارے اعضاء پیو سے پیو رہیں جائیں گے۔ ان پر سے گوشت پھینک دوں گے کہ جانیں گے اور مٹیوں ڈوب جائیں گی اور ٹیوز تمام اپنے آپ کو اس مزمل سے نکھوڑ رکھ چاہتے ہو تو صرف اتنا کہ تمہیں اس پر پورے ۲۰ سے ۳۰ منٹ تا دو تا کہ جس اے صرف تاتا اور کہ جو ہے وہاں وہ بیک میل کرنے میں ہے شک دوست بھی کسی وقت تو ہے نہیں کبھی کبھی ایک غلط جذبہ ہوتا ہے کہ جتنا ہے کہ میں بھری کئی کا حساب نہ دیتا ہوں۔

خدا نہ کرے کہ مجھ پر بھی ایسا وقت آئے وہ میں اپنے دوستوں کی زندگی کا سودا کر کے
اپنی زندگی بچاؤں گا۔ میرے ہاتھ میں ہے انتقام اپنا تمام ضرور ملے گا۔

پرنس نے عمارت میں آدمیوں کو شہرہ کیا۔ وہ میرے کندھوں اور بازوؤں پر گرفت مضبوط کرتے تھے پہلی چوڑے کی طرف سے پہنچے اب مجھے خطرناک محسوس ہونے لگا تھا مجھے اُڑ جانی طبعاً نہ تھا صرف یہ کہ میری ٹانگیں اٹھائیں۔ بازوؤں کے استعمال سے سسے میں بعض اوقات ٹانگوں کا آہر ہونا، تھوہ کے آواز ہونے سے زیادہ اذیت دیتا ہے۔

حاش کھڑی کھڑے پر رہے میرے۔ "تے" چل رہا تھا کھڑی کا چل تیر روش
میں چل رہا تھا۔ دیکھنے سے پہلے چہرے کے پاس پہنچ کر ان چہروں سے عداوت صرف
کر کے مجھے چہرے پر جھٹکا۔ میں صرف دیکھنے کے لیے تھوڑی بہت مزاحمت کر رہا
تھا۔ میں چاہتا تھا ان چہروں کی گرفت سے نکل سکوں۔ لیکن میرا اصل مسدود نہیں تھا کہ
میں اس کی گرفت سے نکل جاؤں۔ بد میری سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ اس طرح
اس ایوارڈ مارش کے ہاتھوں سے کھڑی نکل جائے۔ سب سے زیادہ خطرہ مجھے اس کی
گرفت میں کھڑی کی موجودگی سے ہی تھا۔

[illegible]

جہاں تدریس جگہ کرکھڑی کو نکالنے کے لیے دورانیہ رات کو سب میں نے
 ایک کچھ پیوں پر مدت پر بند کی۔ جو دوئی اصطلاح میں یہ "چھپے سون" تھی۔ جہاں
 ایک دو پیسوں ٹوٹی تھی۔ وہ سہ تو گھر گھر دو دو علیحدہ علیحدہ بچے ہوتا تھا۔ کھلے ہر
 دکاندار کے ہاتھ میں اس کے طبقے کے طبقے سے کسی نہ کسی طرح ہوتی۔ دو دو کھڑکی
 کا خیاب ترک کر کے مجھ پر جھول گئی۔ جھکائی دے کر درمیان سے گئی۔ دو دو ایک وقت
 سب چاروں آدمیوں کے ساتھ جیتے ہوئے لڑتے پر اصرار ہو گیا۔ جنہوں نے پتہ لگے چلے تک مجھے
 رات میں سے رکھی تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنے سگیا چیس میں کہیں گویوں سے دھماکے مچانے لگے۔ سب پڑ
ایسی جگہ ملات ہو گئے، جہاں "ٹیپ" کے دو ٹرکوب نے ہوشیاری سے پستول نکالے اور
رہے کہ صرف ٹیکے۔ باقی دو ٹرکوب کو چپاٹ کے ہاتھوں نہ چاہے یہاں ضرب چھی جلی
تھی کہ وہ تقریباً چہرے ہو چکے تھے اور ہائی پریس آ رہے تھے

”دشمنہ! پتلی سے تیرے دلوں کو علم بنا جو دیوانہ ہے دروازے کی طرف بڑھ رہے
تھے یہ قتل سخت تندہی پر مشتمل نظر آتا تھا۔ ہوں میرا عام کرگے رات پر پٹ لیکس اس سے
پہلے کہ پرس دشمنوں حکم دے پاتا، تمہ نے کی جیوں مجھ میں نہیں وہ چھاپ ادھر چھا
نہیں جس فوج ان رنگ کر چوٹی چوتھے کی آڑ میں چد گیا، تمہ حالت میں نہ سکوت چھا
نہ تھا۔ ایسا گنا تھا جیسے سب نے راستوں تک رسائی حاصل

۱۰. خازنگ جس قدر چنی تھی۔ اُنہی ”تہہ خاٹے“ کی میزھیوں پر، ہڑبھڑکی آ رہی

پھر کسی نے اردو لکھ کر لکھوئے ماری در کہ: ”پاس! جو پُرس۔“

دوسرے دن مجھے سہمہ محبوظ اور موٹا چولہا دروازہ ایک فرزند کے ساتھ
 کھڑے میں تبدیل ہو کر ٹریش پر آگرا در تھوہ طلبے میں بارود کی یہ پھینک گئی۔ دروازہ ٹرنڈ
 سے اڑا دیو گیا تھا۔ یہ مجھے تھوہ طلبے کی بقیہ پھینک اور میں نے پھینکا ہوئے ڈوب
 و خطر تھوہ کی طرف بددلتے درخت میں سے ہاتھ میں ڈسٹین کرتے تھے۔ یہ شس
 کے دھوے گر کے جتنس میں نے ریو اور نکال کر دروازے کی طرف لپکتے دیکھا تھا۔ بھی نکال
 پتا جگہ سہمہ ہی کھڑے تھے نیکس۔ کی عقل مگر تھوہ پھینک رہے تھے

پھر تمہوں نے بے مقصد سے دیا میں ریو مور بند کرے کی و شش کی نہیں چھٹانے
 بلکہ شش میں سے برکت مارا اس میں سے ایسا نا جسم تو ہو، ہر پر سے دو حصوں
 میں تقسیم ہو گئے۔ دوسرا ہوا جس کی فست اچھلا اور کرش پھر گر کر سمات ہو گیا۔ دوسرے ہو
 فرش پر چھڑے تھے، ان میں سے ٹیکہ ہوا کی تلاش میں پیرے قریب ہی پہنچا۔ میں نے
 اس کی کھینچ کر ٹھوکر پر پہنچی، وہاں الجھا کر دو دو چھڑا۔ دوسرے میں سے ملیں گھرن کی جویوں
 اتے وہ میں کے ساتھی سے عذراہ سناش و بھی چاٹ گئیں۔

سرفراز احمد کی دلچسپ زندگی کا ایک ستر

چھٹا اٹیس مکن کا کچھ روزہ ہی شروع ہوا تھا۔ میں نے سے تھی خیرین کی ہدایت نہیں کی تھی لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ پرس میر کیا حشر کرنے لگا تھا وہ اس سے پسے یہاں۔ چاہے کتنے انسانوں کو زمانہ قدیم کے جاہل صفت صحراؤں کے رویے اندامیں موت کے گھاٹ ادا کیا تھا۔ تب میں نے چھٹا کو اس سہیلے میں سمجھ کرے گا رہا تھا۔

میں نے چھٹا سے کی سڑ سے دیکھا۔ چھٹا میں مکن تھا۔ تہہ خانے کے وسط میں تھا کھڑا تھا اور اس شام میں اس کے ماتے چند قدم کے فاصلے پر فرش پر ادا ہوا تھا۔ اس نے دو ہاتھ گدی پر رکھے ہاتھ سے بڑھ کر مطلب تھا کہ وہ کوئی عزت کرے گا حال کر رہا ہے۔ اس نے حلق سے عجیب جھرنی ہوئی کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

"یاس! تم کس ہو؟" چھٹا نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے پکارا۔

میں چوتھے کی سڑ سے نکل کر

"وہ وہاں ہے چھٹا؟" میں نے پوچھا۔

"یاس! وہاں پر کس کے محافظوں کی نگاہیں مار میں ہاں کر سمندر میں چھٹے چارہ سے"

چھٹا نے جواب دیا۔

دندار یوں تو میری کہنی میں پہوا کر رہا تھا لیکن وہ حقیقت میرے ہاتھ ہاتھوں سے اس دستے میں شامل تھا وہ میں اور چھٹا کی گڑبگڑ کر رہے تھے۔

ابھی تک میں اور چھٹا ایسے صرف دو ساتھی احمق پائے تھے۔ ایک کا نام دندار اور دوسرے کا نام چھٹا تھا۔ دندار تو پوز چنگ ورتھ اور خوبصورت جوں تھا۔ اس کی مضبوطی اس کی جسمانی طاقت سے ہی مادیوں بھی نہیں تھیں۔ چھٹا کا بطن تھا بڑا ہر وہ قافوں کا، آؤں سمی نہ شاعر تھا، تھا بین اس کے اسے پسے جسم میں قدرت سے حیرت انگیز حیلوں پر کی تھیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ بیوی طور پر وہ الیکٹرک جیٹو تھا۔ اب یہ بات شاید سے وہ بھی صرف ضرورت پڑنے کی سڑ تھی اس بیوی سے سے قطع نظر خیرین کی بی کی سب سے زیادہ ہی دربار میں استعمال ہونے والے منتخب قسم سے شکم تیار رہا میں اس کا ہاں بنا مشکل نہ

حیرت کی بات یہ تھی کہ اس قدر دبا ہوا ہونے کے باوجود بد ظاہر اور سخت جلی تھا۔ مکن کی طرح مگر کسی کو گرفت میں سے بیٹا تو وہ آپ کو چھڑا نہیں سکا تھا۔ اور سخت جوں کا کہ تین چار دن مسلسل بھوکا رہے کے بعد جو اس کی جسمانی پھرتی اور جھٹکوں میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

"لاٹیس سمندر میں بھی اسے طاقتور نے باقی ڈال دیا۔" میں نے چھٹا سے کہا۔ وہ جہاز کی سڑ کے کھوکھلی طرف اشارہ کیا۔ "نہیں سمندر میں پھینکے جاتے ہیں نہایت علی نظام ہے۔" ایک لمحے کے توقف کے بعد میں نے پوچھا۔ "تو تم کس میں رہتے ہو؟"

"وہ سوچ بورت میں تھا۔ کر رہا تھا۔ آ رہا ہوگا۔" چھٹا نے جواب دیا۔

"چھٹا پر کس کو تو میں سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "تم ان چاروں سپر فامول کی تلاش میں ہو۔ اس میں سے کسی کی جیب میں اس کی شکاری کی چابی ہوگی جو میرے ہاتھوں کو لگی ہوئی ہے۔"

چھٹا چابی کی تلاش میں۔ شام کی جیبیں ٹوٹے بگاڑ میں نے پرس کی تھوڑی پر ہکی سی ٹھوکر رہا تھا۔ "یہاں ہے پرس؟" میں نے پوچھا۔ "تم نے واقعی پتہ نہیں کر لیا تھا کہ میں تم جیسے کیسے دشمن سے ملنے کے لیے بغیر کسی انتظام کے نکل کر ہوں گا؟"

"مجھے مت ڈرانے۔ خدا کے سوا۔ پرس نے میری ہات پر اطمینان دیا ہے بغیر کسی سہولت کے۔"

"تمہیں درنا ہی تو میں نہیں چاہتا۔" میں نے مہری سانس سے کہا۔ "اور وہ پہلی ملاقات پر ہی تمہارے قصہ پک کر رہا۔"

چھٹا نے ہتھکڑی ایک طرف پھینک دی اور پانچاں تھوڑوں سے پرس کی طرف دیکھا۔ "وہ وہ بول رہا ہے۔" "اب تو تم میرے ساتھ کیا ملوک کر رہے؟"

"ملوک؟" میں نے حیرت سے کہا۔ چھٹا کی طرف دیکھا۔ "پرس کو چاہو کہ ہم میں ایک معنوں کی رحمت رہ چاہتے ہیں۔" چھٹا نے تھیلے سے ٹاپ ٹیڈہ مذاقی اور ساوا غلغلہ کا ایک چندا نکال کر پرس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ "میں نے قلم اس کی طرف پڑھا ہے۔" "اب سب پر دستخط کر دو۔" ہاتھ میں ہمارے وکیل مل گئے۔ میں نے اس وعدے پر دستخط کیا۔ بعد میں ہمیں ہمارے ہتھیار کی طبیعت ہو جائے گی۔

اس نے فرش پر قلم اٹھا کر چھٹا کی تھری سے کاغذ پر دستخط کر شروع کر دیے۔ چھٹا میں اس کی تان سے اسے بتاتا رہا تھا۔ میں اس دستخط کرتے ہیں۔

"اب تم وہ چاہو۔" اسی صورت کی چیزیں ایک ایک اس میں ڈال رہے تھے۔ اس کے بعد ہم تھوڑے تھوڑے کیسے تک چھوڑے چھیں۔ "میں سے اس سے"

سے سے مصلحت سے بہرہ ور ہونے سے روکنا۔ یہی ہے کہ وہ اپنے اپنے گھر سے نکل کر اپنے گھر کی طرف سے روکنا۔ یہی ہے کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر اپنے گھر کی طرف سے روکنا۔ یہی ہے کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر اپنے گھر کی طرف سے روکنا۔

"میں نے بھی نہیں سنا کہ... میرے پاس سے کسی نے گزرنا..." وہ جلدی سے

نہاں ہو کر اپنے خال کو چھو رہا تھا۔ اس کی کوشش نہ ہوتی تو خال کو لہو لہو بھی ل

جنا اور اسے ساتھیوں سے ملتا بھی۔ دھونے پاتے "میں نے ک۔"

اس نے بھی نہیں سنا کہ... میرے پاس سے کسی نے گزرنا..." وہ جلدی سے

نہاں ہو کر اپنے خال کو چھو رہا تھا۔ اس کی کوشش نہ ہوتی تو خال کو لہو لہو بھی ل

جنا اور اسے ساتھیوں سے ملتا بھی۔ دھونے پاتے "میں نے ک۔"

اس نے بھی نہیں سنا کہ... میرے پاس سے کسی نے گزرنا..." وہ جلدی سے

اس کے ساتھ میں دیکھیں سہا کی آپہ انتہائی جیسے عورت تھی جس کے ہاتھ پر

پارنگ مٹ میں پہنچ کر وہ سیر رنگ کی یہ چھوٹی سی اسپورٹس کار میں بیٹھ گیا

اسپورٹس عورت سے ہی سبھا تھا اور وہ اس کی گاڑی معصومہ ہوتی تھی۔ اس کے قدموں

پہنچ گئے اس کے حلقہ میں چلا کر اس کے بعد ایک چھوٹے سے خوبصورت بچکے کے پورچ میں

رہی۔ اس بچکے کی دیوہوں پر مشق دیکھ کر اس کی بینیں سیت شاعرانہ رہیں چڑھی مولی

تھیں۔ "یہ کے ستاروں پر صرف بچکے کا سر نظر آتا تھا، مولی بار نہیں تھا۔ میں آئے گرتا

بہنوں سے پیچھے رہنے کے لئے بھی کوئی تیار نہیں تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس کا رشتہ نہیں ہو سکتا وہ نہ۔

میں نے دوبارہ گاڑی درختوں سے پیچھے لے لی۔ ایک ٹکٹے کے کنارے بعد جہد میں مانچ رہا تھا۔ میں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ گاڑی سے اتر گیا تھا۔ چاہے وہ مجھے پا کر نہ ہو، میں نے اس کو دیکھا تھا۔ وہ سے گیت ٹپ پھوڑا۔ میں نے اس کے پاس کوہ گیر بھی نہیں تھی۔ وہ مجھ سے ہنسنا پیر ہی ایک طرف تو چلا گیا۔ وہ اپنی جگہ میں اس کا قلم لکھ رہی تھی۔ پٹنگل میں ہالوں سے وہ بھی پی ٹھی، وہ شاید اسی جگہ کارور میں سہی سہی کے ہاتھوں سے پی ٹھی

جب وہ سرنگلی میں گرچکا تو میں نے گاڑی کی دیکھ کر اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر رہ گیا۔

"اسے کہہ دو۔ تم یہاں کیا کرتے ہو؟" مجھے مدھم سے میں نے اس کے کھڑے سے اس کے بدن سے بولی اور میں اسے چاروں طرف منظر اور پڑنے کی طرح گردوں کے آگے مجھے بچا۔ کی کوشش رہنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی اس قدر کہ تھی و ہن پر نماز اٹھا کر آپ تھا کہ اس کی یہ کوشش بھول ہی تھی

"اسے کہہ دو۔ تم یہاں کیا کرتے ہو؟" میں نے اس کے کھڑے سے اس کے بدن سے بولی اور میں اسے چاروں طرف منظر اور پڑنے کی طرح گردوں کے آگے مجھے بچا۔ کی کوشش رہنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی اس قدر کہ تھی و ہن پر نماز اٹھا کر آپ تھا کہ اس کی یہ کوشش بھول ہی تھی

"اسے کہہ دو۔ تم یہاں کیا کرتے ہو؟" میں نے اس کے کھڑے سے اس کے بدن سے بولی اور میں اسے چاروں طرف منظر اور پڑنے کی طرح گردوں کے آگے مجھے بچا۔ کی کوشش رہنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی اس قدر کہ تھی و ہن پر نماز اٹھا کر آپ تھا کہ اس کی یہ کوشش بھول ہی تھی

"اسے کہہ دو۔ تم یہاں کیا کرتے ہو؟" میں نے اس کے کھڑے سے اس کے بدن سے بولی اور میں اسے چاروں طرف منظر اور پڑنے کی طرح گردوں کے آگے مجھے بچا۔ کی کوشش رہنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی اس قدر کہ تھی و ہن پر نماز اٹھا کر آپ تھا کہ اس کی یہ کوشش بھول ہی تھی

"اسے کہہ دو۔ تم یہاں کیا کرتے ہو؟" میں نے اس کے کھڑے سے اس کے بدن سے بولی اور میں اسے چاروں طرف منظر اور پڑنے کی طرح گردوں کے آگے مجھے بچا۔ کی کوشش رہنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی اس قدر کہ تھی و ہن پر نماز اٹھا کر آپ تھا کہ اس کی یہ کوشش بھول ہی تھی

"اسے کہہ دو۔ تم یہاں کیا کرتے ہو؟" میں نے اس کے کھڑے سے اس کے بدن سے بولی اور میں اسے چاروں طرف منظر اور پڑنے کی طرح گردوں کے آگے مجھے بچا۔ کی کوشش رہنے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی اس قدر کہ تھی و ہن پر نماز اٹھا کر آپ تھا کہ اس کی یہ کوشش بھول ہی تھی

بہنوں اور اس کے واسطے ہائی ہیں پر پری تھی

"یہاں پیدل مال دھسے جارہے تھے" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میری گاڑی شہر میں جڑی ہے" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔" میں نے اس کے دھاتے ہوئے پوچھا۔

”جیو۔ میں سے نپا۔ سے + سے + علم یہ ”کوئی چوپڑی۔ ہر طرف ہی

[illegible]

تہ جس میں جی 'ا' اور 'و' کے ساتھ برقی طرح پہنچتا رہا، پھر اس نے
 غوغا کی نظروں سے 'ا' پیش کیا۔ یہ چھوٹا سا تہ جس نے جس لکڑی کی
 کچھ سوئے ہوئے پتھروں کے ساتھ سے گئے ہوئے چھوٹے اور چھوٹے اور کچھ
 دوسرے صوفیوں کے ساتھ ساتھ گئے۔ انہیں بھی تھیں۔ یہ بھی میری ضرورت کی
 ہونے چاہیے تھیں۔

میں نے یہ سب افسانے لکھ کر تھک چکا تھا۔ اس لیے میں نے ایک نیا سب سے پہلے لکھنا شروع کیا۔ یہ سب افسانے لکھ کر تھک چکا تھا۔ اس لیے میں نے ایک نیا سب سے پہلے لکھنا شروع کیا۔ یہ سب افسانے لکھ کر تھک چکا تھا۔ اس لیے میں نے ایک نیا سب سے پہلے لکھنا شروع کیا۔

[illegible][illegible][illegible]

میں ہوئی تہ و ترب کے لیے مجھے مجھے سہاراں مسدود ہے اپنی ناکالے سے بعد میں
نے سے مندر سے تھپٹ پڑتوں کے قریب رحمان اور علی علیہ السلام کے ہاں اور
پہ چاہت پیٹ روت کی ریب میں پھرتے ہوئے ماتھ صحت میں ہیں اور تنگ روم
میں چھکی

چاہے اس کی عمر رکھ " میں فوں ۔ قریب تھیٹھ ہر چہ کے کہ کا مہرا نل سے
 گا ، دسری طرف رجوع چھانے ہی لھیا
 "تہیں یاں" میری آواز سنے کی اس نے اپنی اٹھتھیں سجے میں نہ
 "یکساں پارسل میرے ہاں تھیا ، پڑ ہے ۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا "اسے جہاں کے
 تہہ فاصلے میں پہنچا ہے "

”بھئی۔۔۔“ اس نے پوچھا۔
 ”میری طرف تو نہیں“ میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ”بہر حال آج رات کسی بھی
 وقت پہنچ جاؤ چاہیے میں تو آپ کو سنا سنا کر سو جاؤں گا تو کسی بھی وقت آکر سے جانا
 کر مہربانہ ہوں دے گا وہ ڈیو کی دوسری طرف چلے گا طریت تو تمہیں معلوم ہی ہے۔“
 ”اپ فلر۔ لڑیں باطل۔“ چھٹائے دھیمی آواز میں کہا ””طمینان سے سو جائیں اور
 مجھے میں پارسل میں بھیجیے۔“ میں نے فون بند کر دیا۔

۱۰۔ سرے دس میں شہر کو نقش سے عاریت ہو، امانی مسدود پہنچا اور سیدھا جیسے کہ تہہ
تھا۔ میں چلا گیا۔ وہ اپنی ایک طرف اسے چھوڑ کر کسی شے میں غل میں نے دن میں وہی
ہر نہ رہا تھا۔ میں نے اپنی کاتالہ کھو، اور اسے کا چہرہ کھینچ کر نکال لیا۔ وہاں اس کی
خوش مزہ نگاہ کی طرف دونوں ہاتھوں سے سہا نہیں مضبوطی سے پکڑنے پھرے میں انہوں نے
تھا۔

[illegible]

ایک ہی رات میں وہ سب جا چکا تھا۔ حال یہ کہ اس نے اپنے حلقوں میں گھر رہ گیا تھا۔ اس میں وہ نہیں
 رہا تو جیسے کسی نام و نشان نہیں رہا تھا جسے میں جانتا تھا۔ مگر مجھے تک تو وہ ایک ٹک مجھے
 دیکھ رہا جیسے بچوں کی ہنسی ہو۔ پھر بھٹکتی ہی اس نے اب جو غیر ارادی طور پر
 چہل کر کھڑا ہوئے گی خوش کی جین کے اس کا سر بچرے کی سہ گلوب سے ٹکرایا

پاٹ ہے وہ تمہارا مقرر دست برد ہو گا۔“

”وہ سب ترقی پا کر اپنی اپنی ہو گئی ہے“ ”میرے بڑے بھائی کہ ”سرمل“ اس نام ہے
 میں کہتا ہوں اب وہ ہاتھ سے علاقے کے تھکائیں نہیں آتے کوٹوں میں بیٹھتے ہیں۔ بھاری
 بھرنا آتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی مشاغل یہ ہے کہ اس کی ٹانگ کی ٹوک پر ٹیٹا مس
 ہے وہ جسے بھی نہ خاصا معروض آتی ہے۔ نہ سہا سہا آتے ہیں تو تمہیں معلوم ہو
 جائے گا۔“

میں مہین کے سچے میں غلبہ ترازہ لگا سکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا تھا وہ وہ اس سے چاہتا تھا کہ میں تو اس پر ماتم نہ ہوں اس کے حیا میں ایک ذی ایسی ہی پڑ جاتھ دہائے کی کوشش میں میرے بے رنگ چائے کے کافی مکانات تھے۔ مردست میں اس کی یہ سوچ پر صرف مسکراتی سکتا تھا

تیسرا آدمی حسن نے مانتاب کی پہچانی میں اہم کردار ادا کیا تھا، اس کی جگہ اب اس کا بڑا پرانی
 ڈیئر تھا لیکن مانتاب کی منتقلی سے مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ عدل موہن کا ساتھی نہیں تھا۔
 اس نے صرف سنا رہا ہے۔ ایک سکارور کیسے عدل کی طرف موقع سے دیکھ رہا تھا۔
 ایک مجبور لڑکی کی آخری پوچھی جاتی تھی، سرخاں کا مشتاق یہ بھی تھا۔ اہم فی الحال
 مجھے اس کی فکر نہیں تھی۔

”اے دل! مجھے اس دلی کا نام دے دے، جیسے جس نے ماہتاب سے چہرے پر حجاب پھینکا تھا“ میں نے ایک ایک لفظ زور دیتے ہوئے کہا۔

اس دور کو کچھ بھیچپن کہیں اس سے ندر کوئی ایسی موت نہیں تھی جو میرا وہ مزاحمت کر سکتی۔ اس سے حلقہ ہی موجود ہوں تھا۔ اس کا نام وشتو ہے پوتا کے چاندنی چوک کے قریب ہی ایک چھوٹی سی یہ ہے۔ کاسرہ پاتہ پڑوں میں۔ عاری کا شربہ خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ وشتو در شام وہاں ہوتا ہے۔ کاوٹرچ ٹوٹی بھی موجود ہو۔ اس سے پوچھ سکتے ہو۔

”نہیں... مجھے سزا کا حیدر بھی ملتا تو تاک مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔“ میں نے کہا۔

"وہ تقریباً پینتیس کی عمر کا وہ چمکا ٹھولہ لقاقت میں مل گیا ہے۔ رگت مری مانوں ہے،
پرو ہوتا ہے..... نکسیر کٹ مرچ رہتی ہیں اس کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ سرکٹ
تاگل پیب اگی سے بھاڑتا رہتا ہے۔ تین دن چوموش ہو گیا۔"

میں سے ابوری اندام، شکہ ہاتھ پیرہ اور ساتھ ہی اس سے منہ پر تھوک دی۔ وہ چلے
 گئے تھے اس کا چہرہ آسمان کا نہیں کسی حلیط حیوان کا، صافی دیتا تھا۔ اس سے تاثرات میں
 بڑی تبدیلی آئی۔ اس ماسک سے ایک نکل مہر کی طرف، نیچے رہا۔ میں واپسی کے لیے مڑ

”یابِ ہکی پنی پتھر پلہ“ کے معنی ہیں ”میں نے کمزوری اور زہنِ عقب سے پکار“

”تم نے جو ہنڈ پوچھا، اس میں نے تمہیں دے دیا۔“

”پانی خدا کی ایک نعمت ہے۔“ میں نے سڑک دیکھی بغیر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہ ”اور میرے شیوں میں اس نعمت پر تم جیسے ظالموں، فرعونوں اور سب رخصوں کا بچاؤ حق میں ہونا چاہیے کہ جب چاہو یوں تمہیں مل جائے۔“

اس کی پیڑ پھٹ اس وقت بھی جاری تھی بسبب میں دور زہنوں کو لاہر گیا۔ دروازہ بند کر کے ہی اس کی آواز اور میری سماعت کا ناطہ ٹوٹ گیا۔

تذکرے سے جب میں راجس بھی پہنچا تو میرے وہاں میں ان محنت خیزات میں
 دوسرے میں گھنڈ ہو رہے تھے میں نے ایلو کیا کہ بوشو کو تلاش کرنے سے پہلے
 سے مل پائے۔

نہایت کم رفتار سے گاڑی دوڑ رہی تھی۔ میں غمزدہ نظر پہنچا۔ پہچاننے پہ چھوٹے چھوٹے مکانات اور فلیٹوں پر مشتمل ایک دور دراز پستی تھی۔ درمیان میں متوسط طبقہ رہا کرتا تھا۔ یہاں کئی گلیاں ایسی تھیں جن سے میری ترائیٹل عکازہ کا ٹکڑا کے پالے ہی نہیں آتے تھے۔ پالے پالے ہی رک کر پہنچنے لگے۔

گلیوں ہی کیوں تھی چند صنف کی اور میو کے حد میں تو رہے کشادہ سڑک پہ پہنچا پھر
ایک جگہ ایک دستہ رات کے سامنے میں نے گاڑی روک دی۔ اس علاقے کی مناسبت سے
ایک خاصہ مہر، قسم کا ستوریاں تھا۔ اس کا اردو ترجمہ ہے کا تھا بورڈ ٹکریڑی میں لکھا ہوا

”لہذا“ وہ میری طرف دیکھتے ہوئے شرمیلے بچے کی طرح جھپک جھپک سے آنسو
سکرایا اور سر جھکا کر ہوا..... ”میں تو لاشی ہوں یہ جا رہا ہوں جیسے تجھ میں آج بے سربخواب

مجلس

رہا کرتے ہوئے کہ۔ ”یہ غلط باتیں ہیں جو یہاں پر دہرائی جاتی ہیں۔“

کا ہوا کہ جو قسمت مجھ پر مہیا ہو رہی تھی خدا کے آپ کا اشارہ نہ ہو تاکہ آپ نے میرے سر پر ہاتھ نہ رکھا جو نہ تو قسمت بھی مجھے میرے دلوں پر سزا نہیں کر سکتی تھی۔ میں راکھ کھائے سی نالی میں دندھا ڈالت جہاں سے آپ نے مجھے نکلایا تھا۔

اس کا بعد یوں ہر دم موہکا جیسے سی فالتو راستے ناچار وہی سے جا رہا رہا سمجھنے لے گیا۔ میں بھی نہ باتوں کو تقریباً سمجھ ہی گیا تھا مگر اس نے دیر چھوڑ کر پیچھے ایک بھولی بھرتی کی گھائی جس میں غمر جلتی

اب دنوں میں نے یہ چاہی کاروبار کی دنیا میں قدم رکھتا تھا اور میرے پاس ایسی جھمکنوں
 ہوں کہ کئی جگہ میں نے ڈکرم اور اس کے ساتھیوں کو ٹھکانے لگاتے کے بعد چھپنے میں کر
 تھی۔ ایک روز میں شہرٹ شہر سے چھپنے غرض سے ایک مہمان کی طرف نکلا جہاں پہ
 میرے سے تو کسی سہولت جسم کا بہت بڑا سرس لگا ہوا تھا۔ میں حیدر سے کہتا کہ اپنے کا
 ارادہ رکھتا تھا بلکہ یہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا کہ سرس کیوں وہاں سے رخصت ہو چکا تھا اور
 یہ وہ طویل و عریض میدان میں صرف اس کے پڑاؤ کے آثار باقی رہ گئے تھے۔

میدان کے گردیم وارے میں ٹھہر کر میں جیسے ہی انہیں طرف مڑ تو پسہ اس ہستی کی اس گلی میں اس طرف ہی ایک مکان و خانہ کے قریب ٹوڑی ٹھنڈی ہو اور صاف دھکیلی ہو کہ اس کا سرور یک ماتہ نالی میں تھا۔ وہیں ٹانگیں چھپی ہوئی تھیں جن پر یک بوسیدہ سی پٹلی پٹلی خالی چٹوں پر مٹی مٹی مٹی چٹوں میں مڑ چلنے کے شگفتہ سے ہوتے تھے اور دراصل میں دوسرا ہوتا تھا۔ ہادی القلم میں یہ دونوں سوراخ کسی لاوارث لاش کی گھون کی طرح رخت طلب ہو رہے ہیں پہلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

کلی سے ملنے والے تھیں تو گزرتے تھے ایک نہیں کسی نے ہاں میں دنگے سے
ہوئے اس شخص نے قیام سے ہلکے صبح صوبہ پر اس کی طرف دیکھنے تک کی رخصت نہیں
کی میں بھی گاڑی جیسی سے آئے سے کیا لیکن کچھ موڑ پر پہنچے سے پتے ہی۔ جانے
کیوں میرا ہاتھ تھوڑا۔ ایک پر ہنسی کی۔ وہی جیج جیج۔ کھلتی ہی میرے دھڑکے میں غم کی
صوت بدست ہو کر رہ گئی تھی۔

اور صل مجھے یہ کہنا تھا کہ مجھے میں بھی کیا طرح سے سوتل ہو کر پہنچے گی کسی بھی میں
مگر پڑھا تھا کہ دو میرے قلوب میں تھے اور میں بالکل تھک رہی تھی۔ اور وہ دیکھ رہا تھا۔
میری ہڈی کی طرح زخمی تھی تب مجھے بھی کوئی ہمدانت محسوس نہ ہو رہی تھی۔
اور اپنی آغوش چلی جس سے میری مرہم پڑنے لگی تھی۔

میں بے سوچ رہا تھا کہ اگر میں رات محلہ مجھے نہ ملتا اور اپنی کہوں میں نہ ملے گی
ہو تو آج میں کہاں ہوتا؟ میرا دل مجھے یہ سہاں کا کوئی وسیع جواب نہ دے سکا، تاہم
مجھے جہ جہاں نہ صواب رہی۔ میری جہاں نہ نیچے جیسے دیکھیں وہی ہے سر کرنے کے

بالکل مشینی انداز میں سے گاڑی یورپ کی اور وہیں وہیں سے ہاتھ دیر مگر صرف ایک
 ردِ خاطر تھا گاڑی سے، کمر میں لٹے سے پیدا کیا۔ اس کا چہرہ اور یہ میرے ہم بھی ہیں
 پانی اور مٹی میں تھمرا ہوا تھا لیکر، گھٹے، گھٹے حیرت ہوئی کہ وہ ٹھنڈے پر ہوا سے
 نہیں تھا پیدا ہوتے ہی اس نے نکلیں تھیں کہ مسکرائے کی کوشش کی اس کی
 - کہیں چڑھی چڑھی اور انکاروں کی طرح صبر تھیں

اس کی باچھوں سے کبھی یہ نہ پتا تھا کہ طبع پانی میں نہ لگے جو دماغ

”تمہیں ضرور سے کیوں بتا رہا ہے؟“ وہ تقریباً ناقابل فہم سی آواز میں مسیج

”مجھے مریجنے سے روکتے۔ بزدل نہیں کہہ تم کی کو مرنے بھی۔ میں۔۔۔ ایک سنیے“

اب مجھے معلوم ہوا کہ موصوف کوئی ریزدست قسم کا شے ہوئے تھے تو ان کو دوسرے

مجھ کو ڈوبنے کی کوشش نہ رہے تھی۔ پہلے تو میں — بڑا بچہ تھا کہ اسے وہیں چھوڑ کر

گماری میں بیٹھوں اور اپنا دستہ عرب فیکس میں شخص کے خدو کا ور چہرے جو بیادری

میں نے بھی اس کی تہہ میں سے مجھے ایک شاندار کتب خانہ اور اسی کا بیٹن ماضی جملہ نظر آ رہا

۱۳۔ صرے اس کے مل رہی تھی کے مام میں تھی جس لیے میں مرے کی نسبت کا قصد

پا تھا جس سے میرے درمیں بھی فرقت کی تکی ہو گئی۔ میرا اب جو ہاشمہ بخش نشان تھا

ملک پر جس نے غیر ہدایت کی مثالیں دی ہیں

س جس کے ہاتھ دیوں پر ریشم سدا طاری تھا اور دلے دینے سے اس کے حلق سے
طاغوت ان کے ریشم سے نکلتا تھا۔ (کتاب محمد آریہ جلد ۱ ص ۱۰۰)

میں بھی اور یہ سبھی کسی سی کوئی نظر نہ پڑی تھی۔ نہ جانے کیا میں اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

لو کہ کوئی سلف و استقامت ہو کہ جس سے جو غلبہ ہو اور غلبہ ہو

میرے کپڑوں میں سے کوئی چیز نہیں نکلا۔ گیسٹ روم میں بیٹھا تھا کہ دو ہندو تو کھڑے

نئے نئے بوائے کھڑے رہ گئے کیونکہ اس کا چہرہ مجھے گھر کے لگا ہوا گھر پر تھا۔

دوسرے مہیج ایک ہی گیسٹ ہاؤس میں است رکھتے تھے تو وہاں بھی یہی آئسٹن نظر

۲۔ غالباً یہ وہ نصاب تھا جو اس نے شیو بھی پڑھا تھا اس کے بعد اس کے جسم پر

یک پڑا لیکن صاف معمر اور مشرقی قیمت سیدنگ موت تھا۔

حضرت اس ظفر تراشہ کل درجہ کے مختصر سے واپس آئے۔

میں زمین سے کافور پانچا تھا اور قد سے میرے کی کا پانچا تھا۔

یہ کفر پر کفر کہہ رہا تھا۔

مجھے نرس میں آئے اچھے نرس نے کاندھ پر

اگر "عز" ہے، جسے رخصت طلبہ کے ساتھ ہے۔

”منہ جا۔ ابھی تم نہیں سو۔“ ہے۔ نا۔

کا پر گنا ہو تھا جو قسم اس نے بیٹھے ہوئے جواب دیا۔ جو اثر سے عادی تھی میرے سر پر ہاتھ چھو رہا تھا۔ یہ لکھ رہے تھے؟ میں نے بھی یوں ہی بیٹھے تھی۔

"وہ لوگ نہیں مر گئے دور سے پڑتے ہیں یا؟ اس قسم کے شے کرتے ہیں کہ جتنے جتنے گر پڑتے ہیں اپنی نیپ میں لے کر اس قسم کا رتھ لکھ کر رہتے ہیں کہ کوئی صاحب اگر نہیں کہیں پڑا ہو پڑے تو طالب پیرس پہنچا دیں۔" اس نے بدلتی سے کہا۔
"بھلا میں نے سر ہلایا تو اس قسم کا رتھ لکھنے کا تمہیں بھی خیال آ رہا؟"
"ہاں۔" اس نے جلدی سے اپنی منہ گردن ہٹائی۔ "میں تو یہ لکھ رہا تھا کہ جو شخص مجھے جیسا کہیں بھی پڑے وہیں پڑا رہنے دے کہیں کے جانے کی رحمت نہ کرے اور اپنے کام سے فارغ نہ ہو۔"

"بدلتی سے بہت پرہیز ہو؟" میں نے سے گھبراہٹ۔

"انہی کی۔" بدلتی نے عجب سے انداز میں قہقہہ لگایا جیسے کسی کھنڈر میں کوئی بدلتی تھکھو تھی ہو۔ بدلتی نے کہا کسی آگنی اس کے ہونٹوں سے بہت گزرا۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ پھر ان پر کسی بھاری اور حالات کی ناہمواریوں کا اثر تھا۔

"ظہرانہ سے ہے۔ سب کوئی فلمی قسم کا کالہ لاک نہ ہو نا۔" میں نے جلدی سے کہا۔
"یہ بھی طرح بتاؤ تمہیں تکلیف یا ہے بلکہ مجھے آپ متعلق سب کچھ بتاؤ۔" تمہارے سینے پر بہت پرہیز ہو رہا ہے۔"

پہلی بار اس کی آنکھوں میں ٹپکی کی چمک پیدا ہوئی۔ "اس کو جوئی میں نہ بڑی مردم نماں غریبوں ہے آپ سے۔" اس نے فکرت سے ہونٹوں پر مسکراتی رہتی ہوئی۔
"نیکس یا آپ کے پاس اتنا دولت ہے؟ آپ بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں اور بڑے آدمیوں کا وقت بڑا قیمتی ہوتا ہے۔ چھوٹے آدمیوں کی زندگی سے بھی بڑا قیمتی۔"

وہ لکھ لکھ کر کے کی ضرورت نہیں۔ "میں نے کچھ غور کر لیا۔" اور میں اس قسم کا بڑا آدمی نہیں ہوں جس قسم کا تم مجھ سے ہو۔ تمہید اور دھرم دھرم کی باتوں کو چھوڑنا اور اصل مجھے یاد دہانی۔ وہ غور سے سننے میں ہو چکا تھا۔ اس کا کہ تم کرتے کہو ہو گا۔
تمہارا حق۔ تمہارا میرے خواب ہے۔

میری کال ہون صبح رچی تھی۔ تب مجھے توجہ دے کر اس نے مجھے بھی بتا پندت کردوں اور اپنی آخری چٹائی اس نے میری عمر بڑی

میں اب سو رہا تھا کہ اگر اس رات چھوٹا "میں نے پلکیں جھپکائے بغیر" سے بیٹھے ہوئے ہوتا تو آج نہ کہیں جاتا۔ میرا نہیں مجھے۔ مرے کی گوشیاں کو رہے ہو، لیکن ہے کہ میں مجھے نہ کہیں کی صراحتی میری حد سے بہت ہی رنگ کا قرض تمہارے سر سے اتار دلوں۔"

"آپ کو شاید بہت سی رحمت ہو۔" وہ مسکرایا۔ "میرے ہاتھ میں کچھ صرف ایک ستر ہے۔ یہ ستر تو شہر بھی میرے آگے مہیا ہے۔" میں نے کہا۔
"مگر تمہیں معلوم ہوتا چاہیے کہ میں شیر نہیں ہوں۔" بدلتی نے یہ۔ اور میں نہیں ہے جسے میں تمہارے آگے ہاں سکوں۔" میں نے حلق بچے میں کہا۔ "اب شروع ہو جاؤ۔"

"اس کے کندھے گویا سڑ گئے اور سر جھک گیا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے سر اٹھایا تو اب کی آنکھوں میں گویا صدیوں کی تھکن تھی۔
"میں نہیں ہوں۔" بدلتی نے مدھم سے بچے میں کہا۔ "ہر طرح سے خیریتاں جانوروں کو سدھانا ہوں یا بھروسہ آپ کے یوں کہنا چاہیے کہ سدھانا کرنا تو ایک بے میر اس بچے کو چوری رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ ہوائی میں بڑی تورا گراہی گئی۔ تقریباً ساری رات یہی لیکن پچھلے چند سال سے ہر سیریں سرس سے ہوتا ہو گیا تھا اور چند دن پہلے خستہ اس سے بہت تھا۔"

"یہ وقت سرس کے ہاں ہاں میں بھی سے رہتے ہو۔ یہ اور اس سے شہر است اختیار میں کیا کرتے تھے۔" میں نے پوچھا۔

"نئی ہاں۔" اس نے شات میں سر ہلایا۔ "آپ کو شاید اس قسم کی تحریکات سے دلچسپی نہیں دے۔" بدلتی کی تقریباً ساری آواز ہی یہ سرس دیکھ بھلی سے بڑی پڑا۔ قسم کی لڑکیاں کام کرتی ہیں اس میں۔ کار بھی اس میں سے ایک تھی۔"

"اور تو تم اب عشق کی بات نہ سناؤ گے؟" میں نے قدرے بڑی سے کہا۔
"آپ نے کار کو نہیں دیکھا؟" اس کے ایک طویل سانس دیا۔ "اور وہ اس کے ڈائری آپ اتنی قدرت کا اظہار نہ کرتے۔"

"جیہ۔" اپنے من کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے یہ بات چوری دہرائی۔ "میں نے کہا۔" وہ مناسک کے کرتب دکھاتی تے۔ "بھکھو نے ایک لمحے کے وقفہ سے کہ کہیں تو تقریباً ہر جسم سے کا جسم ہی ہے جو سڑوں جاتا ہے۔ مرنار کو تو قدرت نے عجب ہی چیز بنا دیا ہے۔ اسے دیکھ کر آپ کی سانس اور پیٹ کی پیچھے وہ جاتی ہے۔ وہ لڑیں ہیں۔" وہ بھارتی سے سناچے میں بھلا ہو۔ جیہ اور میرے تیرے سے تخلیق کیا گیا ایک عجیب تھا جس میں بدلتی کی جگہ اس میں بھی بھارتی تھی تھی۔"

اس سے یوں بھر پور کی سببہ داخلی کا ہاتھ تھا۔ مجھے تو پتا تھا۔ پر اس سے عجب رحم طلب کی غلوں سے میری طرف دیکھا جیسے ہوا مطلب مجھے سمجھا۔ یہ سنا پر حدت خواہ ہو۔

"لڑکیاں تو سرس سے بہت ہوتی ہیں مناسب۔" چند لمحے بعد اس نے دلتی سے بچے

"وہ اور اترا تھ بیٹھ کر سنے تو میں بھی خوشامیوں میں جا بیٹھا اور پورے شو کے
دول پلٹ چھپکاتے پھر ان دونوں کی قہقہے سن کر اس کے صدمہ میں وحشت زدہ ہو کر بھی
بھی سرگرمی کی حدود سے دور بھی چلا گیا اور وہ بھی کئے عالم میں رہتا رہتا بھر تیس گلی
توڑتا میں پڑا رہتا۔"

"اور جب میں اس بار ہو جب میں میں ہوں دھوس کے عالم میں پڑے کر پڑے
کے جیسے میں نہیں تھا۔ پھر دیکھتے ہیں ایلانی تھا میں سے بے دریغ اس پر اثر رسوائی
شرع برآ ہے۔" وہ کہتا ہے۔ اور مجھ سے کہیں یہ وہ طاقتور تھا جتنا تو میری ہڈی ہل
نیسا۔ "جنا کر عاشقی سے تھرا تھرا کر رہا تھا۔" وہ کہتا ہے۔ "میرا جیسے میں آتی وہ اس نے مجھے کہہ
سے پڑ کر سر سے وہ پانچ کے رشتہ پر دے رہا۔ میں بے ہوش ہو گیا۔"

"اور تیس تکلیف دہ اس تھا جس کی بدولت میں ہوش میں آیا۔ میں نے دیکھا میں
میں سے درمیان میں جگہ پر اور صاف پاؤں اور۔۔۔ مجھ پر ہنر برسا رہی تھی۔ سرگرمی کے
بست سے کارکن ہوتے تو دیکھ کر ڈالے تھڑے تھے۔ جیسے دور تماشاخوں کو ٹھیل کر شہر
دھاتے دھاتے ہوتے تھے۔ کوئی چپ تھا، ایسے لگے تھے۔"

"مجھے ہوش میں آتا تھا یہ رمار لے کر اس سے پلو کے مجھے اٹھا اور میرے حشر پر
ٹھوکتے ہوئے ہوں۔" "تیس میں میں۔۔۔ اس وقت سرگرمی سے تھن بھون بھون رہی۔
میں نے اسے نہیں کر سکا۔ مجھے اپنی زرخیز دھڑکی سمجھتا ہے، زندگی بھری ہے۔ میں
سے جس طرح ہاموں کی گزاردوں کی جس سے ساتھ چاہوں گی گزاردوں کی اگر آگیا
تو لے میری۔ میں نے اعلیٰ کی فوج کے شہر سے ہی مدد لے ہوئے شہر کے سامنے
ہاں دونوں کی۔" اس نے مجھے میں پانچ دو درجہ سے جیسے کی طرف چل رہی۔

"پھر اس کے پیچھے پیچھے ہر لمحے سعادت مند بچے کی طرح چل رہا تھا۔ اس کے
پس پر تھوڑے سے تاثرات تھے جیسے اس سے سارے مسئلے میں سخت تکلیف لگتی ہو۔ میں
میں کوئی شک نہیں کہ جتنا کہہ گی وہ ہوئے کی وجہ سے تار کے جسم میں بڑی عجیب و
عجیب تو میں پوشیدہ تھیں لیکن میں چاہتا تھا اسے زبردستی کر سکا تھا مگر مسئلہ یہ تھا کہ میں
یہ چاہی میں سنا تھا۔"

"مجھے تو ان کی طلب سے دور سے دور رہنے دیا تھا وہ رات۔۔۔ اسٹیل نے
اسی طور پر سلوک کر دیا تھا۔ ہوش و حواس میں رہتے ہوئے مجھے سخت تکلیف محسوس ہوتی
تھی۔ اب میں جی دوسرے تھیں۔ یہ کاوتھ ہلکا کرنے کے اشتیاق میں آپ سے ہے۔ قاتلی
موت و حواس نہیں ہے۔ مایا ہوں دور۔ اتنی دیر ہوش میں رہتا مجھے تو اس میں ہوا۔"

میں نے اس سے یہ نہیں کہی۔ وہ آخری تجویز تھی۔ اس کے بعد سرگرمی والوں نے
سے اس سے اس کے۔۔۔ میں نے اس کی دروازے میں ٹکا دیا تھا۔ اپنے بھی سرگرمی

نے شہر میں قوم کی مدت ختم ہو رہی تھی۔

ملاؤ چند روز پہلے سارا سالانہ ٹرکوں میں لا دیا گیا۔ وہ سرگرمی آتی اور شہر کی طرف
دولت ہو گیا۔ مجھے جیسے جھوڑ کر میں نے بھی ایک ڈک میں چڑھنے کی کوشش کی نہیں
اسوں نے دیکھے اسے دے کر مجھے چپکے انداز میں سے اپنی دھڑکی کے صدمہ طویل برس
اس سرگرمی کے ساتھ گرا رہے تھے جن میں سے تیس برس تو بہت ہی جیتی تھے کہ اس میں
مجھے تارا حاصل تھی۔

"آپ کئی دن سے یہی سمجھتے تھے کہ میں اور ہر آدمی گھڑی کو تھیل ٹھوکر پڑ کر
اس میدان کی طرف جا لکھا تھا۔ میں سرگرمی کے۔۔۔ اڑ کے نشانات باقی تھے۔ میں رات کو
تو میدان کے کنارے بیٹھ رہا تھا۔ پھر میری آنکھیں مجھے پتے عجیب عجیب دکھائی دیتیں۔ مجھے
سرگرمی میں کاوتھ پانچوڑے نظر آتے۔ اپنا طیسر بھی دیکھتی رہتا اور پسوں میں تار بھی پھر
دھڑکتے دھڑکتے یہ سب کچھ عجیب ہو جاتا۔ کوئی ڈراؤنا منظر اس کی جگہ لے لیتا اور میرا پی
چاہتے لگتے کہ خود بخود کروں۔ پھر میں مرنے کے لیے کوئی ٹونڈوں جگہ اچھٹے لگتا۔۔۔ میں
میں اپنا سمجھتا ہے۔ خود بھی زندگی کی کل ملتی۔۔۔" "شہر غلاموں ہو کر پوری طرف دیکھتے
ہوئے عجیب سے انداز میں سڑکا اور لپکتے ہوئے پورے۔" "آپ اپنا ہت ہے؟"

"بہت سے لپکا، اپنے جاؤ۔" میں نے اپنا ہت سے کہہ۔ "میں تم سے کچھ
پہچان چاہتا ہوں۔" "مجھے پتا تو میں لے گا۔" "کسی تو نے سوچا ہے کہ اپنے ساتھ تھم
کچھ کر رہے ہو؟" اس سے کہیں کیا فائدہ ہو گا؟

"فائدے اور نقصان کا وقت تو آپ گزر گیا ہے صدمہ۔" وہ قہقہے سے ہنس رہا۔
"یو ہائی تو لا سوچتے ہیں جنہیں میں گریں گولی ہے۔ یہ سے تو گزرا ہی، جتنی گزراں
تھی۔ اب تو سالوں کا کچھ داخل سرمایہ چکا گیا ہے جسے بیرونی سے لٹا رہے ہیں۔"

"ہائیں تو بڑی عمدہ اور مشکلوں کی گرتے ہو لیکن جتنی حق باتیں ہیں۔" میں
نے کہہ۔ "مجھے صرف یہ پتا کہ اگر تم ہی طرح است و خوار کی سے زندگی کے بچے کچھ
دن گزارتے رہے، براکت کھا کھا کر باغوں میں گرتے رہے تو کیا تمہیں تھوڑا لپکا ہٹے کی
س کو قہقہے حال کی خبر تھی رہے گی اور اس کے فٹ میں قصہ ہے سے ہر دہائی پیدا ہو
جائے گی؟"

"نہیں۔" اس نے تنہا کہہ۔ "لیکن میں اس غرض سے آیا یہ سب کچھ نہیں کرتا، مجھے
تو اس اپنے آپ کو برباد کرنے میں حواس لگے گا ہے۔"

"تھوڑا۔" میں نے کہہ۔ "اپنے آپ کو برباد کرنے میں کسی کو حواس نہیں۔" یہ قہقہہ
صرف اس وقت گھڑا جاتا ہے جب اپنے آپ کو سوار کرنے کا کوئی بہانہ کوئی وسیلہ نہیں
رہتا۔ تم ایک ہوش مند انسان ہو اور اس ملک میں کاوتھ ہوئے بھی کہیں تو اس عرصہ

نی گرفت سے نکلا اور دروازے کی طرف لپکا کر دے اس ہارڈ پکڑنے کی کوشش کی لیکن اس نے بازو کو پیچھو اس انداز سے بھٹکا وہ جیسے سانپ نے سیرا کھایا ہو اور نرمو اوندھے منہ کر پڑا اب یقیناً سے عصر آیا تھا اور اس کی بھی معرکہ کرنی کی وہ حد جتنیں ابھرتی تھیں جس سے میں بخوبی واقف تھا۔

اس نے فرش سے ٹپختے میں رہ بھی دیر میں لگائی شیکھر اس وقت دروازہ پر کھڑا تھا نرمو نے اس پر چلائی لگائی جیسے کوئی مقابل فائنٹ پہچان ہو پھر اس انداز میں وہ چاروں باتوں کی مدد سے شیکھر کو دھج کر فرش پر اندھا کر گیا۔ شیکھر کے لیے اب چھلنا نہ رہا۔ جسٹش کرنا بھی ممکن نہیں رہا تھا۔

"صاحب جی! اس کی کوئی ہڈی میری تھیں، دلی؟" نرمو نے نرموں گھما کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ "ایسا ہی تھا جیسے پوچھ رہا ہو۔" صاحب جی! آپ کی چائے میں چینی زیادہ تو نہیں ڈالتی؟"

"نہیں... تھیں نہیں" میں نے اپنی جگہ بیٹھ بیٹھا جواب دیا۔ "میں جو کچھ میں نے بتایا ہے وہی کرو۔"

نرمو نے شیکھر کو اس طرف بٹھا کر اس کے دونوں بازو پیچھے کمرے ہوئے تھے اور کمرے کی کھلی گرفت میں تھے وہ اسے دھتکتا ہوا ایک ٹانگہ کی طرف لے گیا جہاں سے وہ خانے کی دروازہ کا تھا۔ اس کے بعد میں نے دلی شیکھر کا تصور بھی اس سے جھٹکا۔

چورے ایک بار بعد اس سے "اب ہدایت مجھے شیکھر کی یہ دلی میں نے تم خانے میں جا کر سے لیکھ اور حیرت دیکھی وہ فحش طور پر بدبو ہوا۔" اس نے کہا۔ صحت مند درجست و چالاب صاف تھیں۔ پڑوں میں خوب صبر تھا۔ ادھائی۔ رہا تھا۔

"اب یہ حال ہے؟" دماغ ٹھکانے پر آیا۔ "میں سے پوچھا۔"

"بالکل اچھی۔" اس نے مسرت سے جواب دیا۔ "میں نشہ پھولنے اور تار کے سر سے تار ہونے کو مانگتا تھا مگر یہ تو تمہیں چندوں کی تکلیف ثابت ہوئی۔ مجھے دوبارہ دلی سے محبت ہو گئی ہے۔"

"اب یہ کہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں آپ کو یہ تکلیف دے رہی ہیں مگر جتنا کچھ آپ نے کیا یہی کچھ پرانا ہوا حساب

سے کہ میں اس کا صبر نہیں کر سکتا۔" اس نے شائستگی اور محنت سے کہا۔

"تکلیف پہنچاؤں... میں بھی تم سے صدمہ مانگ بھی نہیں رہا" میں نے نرمو کوئی پھوٹا

مہوٹا کر دیا۔ "اے سکتا ہے اسے چھانے کی کوشش کرنا" میں نے کہا۔

"اور تو مجھے کسی کام کا ہاتھ خاص تحریر نہیں" بالآخر اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ "مجھے

کوئی غریبانہ مار ستوران کھوا دیجئے۔ مجھے امید ہے کہ اسے میں چھوڑوں گا۔" میں نے کوئی نئی جگہ بیٹھنے اور نئے سہارے سے فام شروع کر دینے کے بجائے شیکھر کا کاڑی میں ساتھ ساتھ کر دلی نہیں بہتوں کا چکر لگایا۔ ایک وہ جگہ بات کی دور ہار دس ہزار پگڑی پر ایک ریسٹوراں میں تھی۔ اس کی حالت بہتر بنانے کے لیے میں نے شیکھر کو اس ہزار مزید دیئے اور اسے اس کے حال پر بھروسہ کیا۔

اس کے بعد اس سے میری وہ مزید طویل گفتگوں ہوئیں۔ اب مرتبہ میں اس کی طرف دیکھتا تھا جہاں وہ رہتا تھا۔ وہ ایک بار وہ میرے دفتر آیا تھا۔ "نوں۔ مجھے کٹر رہتا تھا۔ حالات بتاتے تھے کہ وہ بالکل صحیح ڈگر پر جا رہا تھا۔ میرے تئیں نرمو سے پرچال، "تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ میں نے یہ صرف ایک کارٹڈ لڈنگی صانع ہونے سے بچا لی تھی بلکہ ایک ایک کر کے نہایت منتخب قسم کے جو پورے میں لگا رہا تھا۔ اب میں ایک کا صاف ہو گیا تھا۔ ایک قیمتی جج دیکوں کے بیرون سے کچلے جانے اور صانع ہونے سے بچ کر تھا۔"

"آپ کس خیالوں میں کھوئے؟" شیکھر کی کمرے میں مجھے پوچھا۔ وہ اب بیٹھ

سے رُخ میں دروازے کی طرف لے گیا۔ اور کار کی کھڑکی کے قریب کھڑا

تھا۔ شیکھر نے انتہائی حیران سے ایک گلاس مجھے پیش کیا اور دوسرا خود تمام یہ

"شیکھر" میں نے چند گھنٹہ بھرے کے بعد کہا۔ "تمہیں وہ ہو گا پچھلی ملاقات پر

ہم نے ایک موضوع پر ہوی دلچسپ اور تفصیلی گفتگو کی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ غلطی کے

اظہار سے کچھ لوگ وہ حقیقت جہاں کہانے کے مستحق ہوتے ہیں انہیں قدرت نے اپنی

سے کام بیٹھ ہوئے انہیں اس پر دیا جاتا ہے۔ تم نے حیوانوں کو سدھارے میں رہنے کی

مکمل دہی ہے، انہیں انسانوں کی سی حرکتیں کرنے کی ہدایت دیتے رہتے ہو۔ مجھے یقین ہے

کہ تمہارے لیے اس تجربے کو اس طریقے سے کام میں لانا زیادہ مناسب ہو گا یعنی تم

انسانوں کو حیوان بننے کی ہدایت دے گے۔ حیوانی طور پر تو انہیں بھی حیوان ہے اور جن

انسانوں کا میں ڈر کر رہا ہوں، ان میں چونسہ حیوانیت کا عنصر غالب ہے۔ اس سے تمہیں

کوئی رہنمائی وقت پیش نہیں آئے گی۔" زبانی طور پر میں نے پہلا شکار ایک جزیرے پر پہنچا

دیا ہے۔۔۔۔۔"

پھر میں نے اسے مالتی سدھار اور بیٹے پلاس کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ کہ "وہ

جگہ تمہارے کام کے لیے مولوں میں ہے۔" ختم خانے میں ابتدائی مراحل مکمل کرنے کے

بعد تمہیں بعد کے تجربات و میرد کے لیے وسیع و عریض جنگل بھی میسر ہو گا جہاں کوئی تمہیں

دیکھنے والا نہ تمہارے کام میں مداخلت کرنے والا نہیں ہو گا۔ میرا پسند شکار جو تہ خانے میں

ایک پتھرے میں بند ہے، اس کے مظاہر کا میں تمہیں کچھ پسند نظر آوے گا۔ تمہارے دل

میں اس کے لیے کبھی رجم کی رہتی ہے۔ اب رہا۔۔۔۔۔"

میں نے سے بدن موسیٰ و در جس کے رتوت سے بارے میں تھا۔ ماہتاب کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا تھا وہ بھی مایہ نگیں۔ وہ صبح میں کیا کہ ماہتاب سے میرا کیا تعلق تھا پھر میں نے کہا: ”میں شخص کو انسان سے بن مایہ بنانا سے تمہیں اربتہ کے شیطانی جرحوں کے طریق کار کے متعلق تو مکمل معلومات حاصل ہیں ناں؟“

”جی ہاں“ شیکھر نے وہ بولا۔ ”بلکہ مجھے اس کے بیشتر فارموں کا بھی علم ہے۔ انسان کو بن مایہ کے قالب میں ڈھالنے کے لیے وہ اس کی جلد پر کچھ کے لگا کر ایک محسوس ہوتے ہیں جس سے کھال جٹی پڑ جاتی ہے اور ایک خاص قسم کا پس چھوڑے لگتی ہے اس کیفیت کے وہ اس کے جسم پر بن مایہ کی کھال منڈھ کر جگہ جگہ سے ایک خاص قسم کے دھاتے سے سی دی جاتی ہے۔ یہ دھاتہ بھی رفتہ رفتہ بڑو بدن بن جاتا ہے اور کھال بھی اصل بدن حال ہی سے ایک جان ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس دوران مختلف مرحلوں میں اس انسان کو کھانے کے اشیاء سے بھی بدن مایہ بنانے کا عمل جاری رہتا ہے۔ بالآخر رفتہ رفتہ وہ بدنوں کی طرح پختہ کھانا پینا حتیٰ کہ پوسا تک بھرتا جاتا ہے اور مکمل بن مایہ بن جاتا ہے بعض افریقی قبائل میں جس شخص کو سزا دینا مقصود ہوتا ہے اسے اس طرح بن مایہ بنانے کے لیے شیطان جراثیم کے خواب ڈال دیا جاتا ہے۔



میں صبح ہی میں اس کی معلومات کی داو دیکھ بھینٹ رہا تھا میں نے بالکل موزوں آدمی کا انتخاب کیا تھا۔

”بالکل درست“ میں نے متاعی لہجے میں کہا۔ ”میں مایہ بن مایہ کی کھال تمہیں وہ ضرورت ہو ایک ہفتے پہلے مجھے مطلع کر دینا۔ وہ تمہیں ایک خاص قسم کے پس میں محفوظ کی ہوئی بالکل تازہ حالت میں مل جائے گی اس سے میں میری وہ شکایوں سے معاف ہو چکا ہے جو وہ زہر بدن میں پڑاؤ ڈالے رہتے ہیں۔“

”بالکل ٹھیکہ ہے“ شیکھر نے دلچسپی سمیڑتے ہوئے کہا۔ ”تو پھر میں کب سے اپنا کام شروع کروں؟“

”اس سب سے پہلے تو اس کے معائنہ اور مایہ بن مایہ کے جسم سے تاجو“ میں نے کہا۔ ”میں ایک آدمی تمہیں بتاؤں گا۔ تمہاری ضرورت کی بیشتر چیزیں تو میں میں موجود ہوں گی پھر بھی اگر تمہیں کسی چیز کی کمی محسوس ہو تو ہی دیتا دیتا یہ تمہیں پہنچا دے گا۔ اس کا نام چھتا ہے۔ میرے اس پسے شکار کو بن مایہ بنانے کا عمل جاری رکھنے کے دوران تم اس کے چہرے کی حالت تبدیل کرنے کے لیے آلات جراثیمی استعمال کرو گے یہ لیکن ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر روزانہ ایک یا دو قطرے تیزاب ضرور ڈالتے رہنا یہ ایک اصلی سزا ہے جو میں اسے دینا چاہتا ہوں۔“

”کیا ہی ہو گا۔“ شیکھر نے معائنہ مندگی سے کہا۔ ”بہرہ گاڑی سے تڑکیا وہاں سے میں سیدھا گھر آیا اور چھتا کو لوں گا۔ اس سے میری گفتگو آدھے گھنٹے جاری رہی اسے تمام ضروری چیزیں دیں گے۔ بعض معلومات پر ڈاؤن خیال کرے گا بعد میں اسے فون بند کر دینا۔“

چھتا سے گفتگو سے فارغ ہو کر میں نے کھانا کھایا کچھ دیر آرام کیا پھر ٹیچ کر اپنے جوتے میں معمولی سی تبدیلیاں کیں۔ یہ معمولی سی تبدیلیاں بھی مجھے ناقابلِ مباحثہ بنا دیتی تھیں۔ آئینے میں اپنا تعبدی جائزہ لینے کے بعد مطمئن ہو کر میں نے اپنا خصوصی سفر میں استعمال ہونے والا ہر ایک کپڑا اور شکر سے نقل کھڑا کر دیا۔

پھر وہ بعد میری کار چوڑا جانے والی سڑک پر رات کی تاریکی میں قرائے بھر رہی تھی

ہوا کے بہتے میں چہرہ گرہ سے چھوٹے ایک پھوٹا سا قبرستان تھا۔

میں نے اپنا ایسا قبرستان کے قریب سے گزر رہا تھا جب ایک شخصیت سے بصورت سراپا میری نگاہ کی جھلک لائی۔ اس کی دودھ میں کیا کچھ بھر میں نے اس کا سر پہا چارہ نے یا وہ بھی تو میں نے گرا اس میں بھر سے پھل سے مشابہ ہو چکا کر شاخ سے ٹھک چکا ہو۔ خاصی پختہ تاریکی تھی اگر پختہ کارنہ ہوتی تو رات نے اس پہا ہلی دے پر قبرستان کے نزدیک نما کیسے پکی جاتی؟ اس کا چہرہ بیوی اور بلی تراشیدہ تھے جو اس نے کندھوں کو چھوٹے کی کوشش کر رہے تھے۔ سر پر وہ ایک پھوٹی سی پٹی کیپ رکھے ہوئے تھی۔ وہ ٹھک چلون اور جڑی میں لمبی تھی۔ پیچوں میں جوتے بھی مڑے تھے اور اپنے سے تھوڑا سی یونانی دیو کی جیسے کی طرح تھے جو جسم سے ساتھ ساتھ خاص پروکار نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پھوٹا سا سری ایک تھا جس کا ہر فیٹہ اس نے مٹھی کے گرد پیٹ کر اسے لپا ہوں سے اندر میں لٹکا دیا تھا۔

میں نے بڑی دانت سے اس کے لیے اٹھ بھاڑا تھا لیکن میں گزرتے چلا گیا، اہم غیر راہی ہو کر آہستہ آہستہ میرے پاس آیا اور ضرور کہہ گیا تھا اور وہ اس لیے کہ اس بڑی کی صورت مجھے کچھ غماں محسوس ہوتی تھی۔ میں نے کسی گوشے میں ہولی مٹھی سی بی تھی۔

میں دوبارہ دور میں جا چکا۔ رکتے رکتے ہلا فرار میں گیا پھر میں نے گاڑی میں دوس کی۔ اس کے قریب پہنچ کر میں نے بریب لگا دیا اور اندازہ کھول کر بغیر کچھ کے بغیر کچھ پوچھے میرے قریب آئیں۔ دور سے وہ جتنی صاف تھیں اور نرولہ نظر آ رہی تھی اتنی شدید تھی نہیں۔ مجھے اس کے جسم سے پچھنے کی ہلکی سی بو چوتی محسوس ہوئی۔ کار میں اندازہ بند کرتے وقت وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی اس کا چہرہ کچھ سستا ہوا تھا۔ "مٹھوں نے کوشش کے قریب ہلکی ہلکی ٹھکیں تھیں۔ ہونٹ بھی خشک تھے" اہم مجموعی طور پر اس کی دانت زہد ٹھک دور سے قریب دانت چال تھی۔

"شکر ہے میں نے پہلی بار جو ہاتھ لگا دیا وہ اس میں لٹک لی۔" چند لمحے بعد وہ بولی۔ کچھ پہلے اوڑنے کی وجہ سے مٹی ٹپ اس کی سانسوں میں ارتعاش تھا "اور نہ مجھے تو یہی اندیشہ تھا کہ یہ وقت دینے میں تمہاری کو دیکھ کر کوئی شریف آدمی گاڑی نہیں روکے گا۔"

انگوٹہ ہاتھ میں پر قریب سے یہ فیصلہ دے دیا کہ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔ میں سے مدد ہم آ رہی تھی۔

"ہو سکتے ہو نہیں کچھ مدد میں۔" اس کے لیے میں مٹی سی شری تھی۔

"اور اگر ضرورت مدد کے ساتھ کوئی شریف آدمی گاڑی نہ داتا تب تم یہ

رہیں؟" میں نے سرسری سچے میں پوچھا۔

"میں ترک میں تو طقت مل ہی جاتی۔" اس نے باپروئی سے کہا۔

"ترب والوں سے تمہیں خوف ہے؟" میں نے سادگی سے پوچھا۔

"خوف؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا "پھر چہرے سے جس دلی اس کی ہنسی میں حذر کا بحال پن تھا اور اس کی وجہ فہم کی کی نہیں تھی۔ اب مجھے دہرا ہوا کہ وہ دلی شہر میں کیے ہوئے تھی۔

"مذمت کر۔" وہ ٹھک دہرا لہجے میں ہوں۔ "مجھے یہ پتہ دینے کی کوشش مت کرو کہ نہ مجھے کوئی مصیبت ماری شریف راوی کچھ رہے ہو۔ تمہیں بھی معلوم ہے کہ میں کوئی پاکیزہ بلی تی نہیں اور مجھے بھی خاص حد تک اندازہ ہے کہ تم کتنے پالی میں ہو۔"

"میں دراصل پانی کا سین" فحش کا جاہور ہوں۔ "میں نے سمجھ کی سے کہ میں دلی پر مسلسل دور دے رہا تھا اور یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ میں نے زندگی میں کبھی سے نہیں دیکھا ہے؟"

چند لمحے خاموش رہی۔ اس کی طرف دیکھتے پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ بھی سارے دور کبھی عقب نہا اپنے کی طرف دیکھ رہا تھی۔ دور دور ٹھک مٹی گاڑی کی بیڑوں میں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ تب لڑکی نے وہی خنک کی جس کی مجھے کسی حد تک توقع تھی۔

اس نے صحت غیر محسوس طور پر غالب اپنے بیک سے پتھر نکالا اور میری پیٹھ پر رکھا۔ نکالا کہ اس کی ٹوک میرے کپڑوں سے گزر کر کھل میں پھینک لی۔

انگوٹہ ہاتھ حرکت کر رہا۔ پتھر میرے ہاتھ میں گر رہا تھا جس پر ہوتا ہے کسی کی ذرا سی ہے احتیاطی برداشت نہیں کرنا۔ "اس نے میرے قریب پورے سرگوشی کی "تو کوئی فحش ہیرو کی محبت اور جذبات سے جو جھل کوئی نکالہ پل رہی ہو۔"

میں نے اس لیے میرے دہن میں مجھے پھنکا کا سا ہوا اور چانک ہی مجھے یاد آیا کہ وہ کون تھی۔

کئی برس پہلے میں نے نو عمری میں ہی ایک غمناک متا ہے کے بعد اپنے استاد شالی جس سے بخوبی دور کرائے میں ایک ہیٹ حاصل کی تھی اور قریب ختم ہوئے پر اپنے گھر جا رہا تھا تو احساں مرزا کے جس عین گھر میں مجھے اس کے سامنے چل کرے کے لیے انخوا کرتے کی کوشش کی تھی اس میں سے ایک ہی لڑکی تھی۔ اس کے بارے میں اس کے ساتھیوں نے کہا تھا کہ پتھر استعمال کرنے میں اس کا جانی ملنا مشکل ہے۔ مجھے یہ بھی یاد آ گیا کہ انہوں نے اس کا نام شکسلا بتایا تھا۔

"بہت دراصل یہ سے کہ مجھے اس وقت ایک کار کی سخت ضرورت ہے کچھ کہ "دارہ گردی میری زندگی کی واحد مصیبت ہے۔" میں نے پتھر ہر گوشہ نما سچے میں کہا۔ "اور

عام ہے۔ رات میں جس جگہ کر سناں ہو گلوں سے مفت کھانا دیکھنا نہیں چہرہ سناں اس لیے مجھے چہرہ کی بھی ضرورت ہوگی۔ تم یہ کہو کہ گاڑی ایک طرف رک کر پرف کیس اندر ہی چھوڑ کر آؤ گا۔"

"اس میں اسرار سوچ تو ہی دیرانے میں خاں ہاتھ گاڑی سے تر کر میرا کیا بنے گا؟" میں نے ممتحنی وجہ سے کہا۔۔۔۔۔۔ "تم یہ کیوں نہیں کرتیں کہ گاڑی بھی لے آؤ پتے بھی لے آؤ کیس مجھے پوتا تک چھوڑ دو۔"

"یہ تو ہی صورت میں نہیں تھا جب میں پرے درے کی احمق ہوتی اور عرض کرتی کہ میں پوتا تک گاڑی اور یہ گلوں کی اور اس دور میں نہایت معافیت مندی سے گردن جھٹکے میرے پاس بیٹھے رہا۔ پوتا پتہ کر میرا شکریہ دکر کے اتر گئے اور پتہ بہتہ ہو گئے۔" اس سے منجھ پر ہاتھ پڑا۔ "اس میں اب روت اور شکاری مزدوں کی طرح مزید تنگنہ کرتا مجھے شکاری قسم کے مزدوں سے تخت لڑت ہے۔ سیدھے سادھے اور معصوم مزید بہت اچھے کتے ہیں نہ بد قسمتی سے یہ کوئی مجھے مشکل ہی سے نظر آتا ہے۔ وہ تو میرے قریب پھلتے ہوئے ہیں۔"

"تم اپنی نظر خاص سے نہیں دیکھ رہیں۔" وہ مٹی تو میں بھی حادہ سیدھا سدا اور معصوم ہوں شکستہ دہی! میں نے تھکے شہی سے کہا۔

"وہ بڑی محنت تھی۔ حیرت سے اچھی نہیں؟" تم نے ہاتھ شہی سے ہاتھ پتہ پتہ پیچھے ہٹ گیا۔ چند لمحے تک وہ عاجز رہا۔ "گوئی فعدہ نہ ہو رہی ہو کہ؟" کیا کہے۔ میں نے ہاتھ پتہ اور سوچ دیا۔ بہت ہی جلدی غلامی غلام میں وہ صوبہ کی بدشگ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔ "میں نے دیکھا وہ عجیب سوٹ و انتول میں رہائے مجھے گھر واپس نہیں۔"

"تم کوئی پرے شہر معصوم ہوتے ہو۔" بالا خروہ بڑی بڑی۔۔۔۔۔۔ "شکستہ میرا اس دور کا نام ہے جب میں حساس ہوا کے پاس ہوا کرتی تھی۔ اب تو میرا نام کافی عرصے سے کیچڑ چڑا رہا ہے۔"

"گوئی اب تم احسان مرزا کے پاس نہیں ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہیں۔" میں نے اختصار سے جواب دیا اور ایک لمحے کے توقف کے بعد دوبارہ میری شکایت کے موضوع پر آئے۔ "وہ بڑے ہوں۔" مجھے رہوں میں تھے مزدوں سے اسطہ پڑا ہے کہ میں اس سب سے نام اور صورتیں یادداشت کے خاتمے میں محفوظ نہیں رکھ سکتی اس سے قرضہ ہی تاؤ کہ تم بول ہو۔"

میں نے اسے بتایا تو یہ وہ پھل پڑی۔۔۔۔۔۔ "بال۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔ مجھے یاد کیا۔" وہ خوش لمحے میں ہوں۔ "اس وقت تم بہت پیارے ہو جیسے کیوں سے کرتے تھے۔ طرے کے ساتھ پختگی تہہ میں اس کی تھی لیکن تم پتہ دیوہی ہر سے دے سے لگ رہے ہو۔"

میں مزدوں کے بارے میں یادداشت ہے حد کمزور موت نے یاد ہو شاید تمہیں بچوں جی کیونکہ پہلی بار جب میں نے تمہیں شیخ پر شادی تن سے مقابلہ کرتے دیکھا تھا تو میرے اس میں کھب کر رہ گئے تھے۔ تمہارے بارے میں میں نے جاننے کی یہاں جب دیکھے تھے۔ ایک لمحے کے اندر غور تصور ہی تصور میں تمہیں اپنی ذات میں مدغم کرتے جاسے اس مشاہد کی طرف پرواز کر گئی تھی۔"

"ان خوابوں میں سے کوئی ایک تہہ ٹوٹا پھوٹا خواب بھی بے اشوب میں ہوتی ہیں۔" کیا؟ میں نے کس اکھیر سے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھ کر شرع کیے میں پوچھا۔

"اس نے اب اپنی طرف کے دواؤں سے ٹیک لگا کر جسم اٹھایا چھوڑ دیا اور منجھ ڈنڈ بورڈ پر رکھ دیا۔ پھر اس نے اپنی لپا کیپ اتار کر سر سے پیسے پیسے لیکر غلام ہالوں میں اٹھایا پھرتے ہوئے تھکے تھکے کتے میں کہہ۔۔۔۔۔۔ "میں۔۔۔۔۔۔ اب کوئی خواب ہوتی نہیں۔" میرے لمحے کی شرارت کے برعکس اس کے لمحے میں غم میں پٹی ہوئی ایک عجیب سی یاسیت شام تھی۔ "وقت نے سارے خواب چھین لیے۔ دیکھو بھی ہم پیسے دگور ہو رہے ہیں کی ہیں کہہ خدا کی دیہ میں رہنا ہوتا ہے۔ وہ تو میں دیکھ ہی رہا ہوں بلکہ کو خواب دیکھ کر کرتی تھی۔ اب ان کی بھی حالت نہیں رہی۔"

گرد و پیش پر نہایت بوجھل سا ساٹا پھایا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ رات کے شامے میں صرف دو دو رائے کے ٹیچر کی نور سولی ہوئی تھی کی ترخراہٹ کی طرح بھر رہی تھی۔ پھر کبھی کبھار گونچے والی کسی بھیجنگ یا گیدڑ کی آواز اس سکوت کو بھرنے لگتی تھی۔ "ویسے تم اتنے زیادہ کیوں بدل گئے ہو؟" اس سے کھڑکی کے شیشے پر سرکہ پھیلا حصہ نکال کر نیم دانگھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔۔۔ "مجھے کچھ زیادہ ہی جی اچھی لگ رہے ہو۔ نہ جاتے میری کوئی حس کہہ رہی ہے کہ تمہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا؟"

"ہیں۔۔۔۔۔۔ تغیرات ہیں زمانے کے۔۔۔۔۔۔ میں نے مسکرت جواب دیا۔ میں نے اسے یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ میں نے اپنے حلقے میں معصومی تھوپیوں بھی کر رکھی ہیں۔"

میں نے ایک لمحے توقف کے بعد پوچھا۔۔۔۔۔۔ "احسان مرزا کا ساتھ چھوڑنے کے بعد کیا کرتی رہی ہو؟"

"میں میں عجیب و غریب زندگی گزارتی رہی۔" نئی پتنگ کی طرح دھر سے لادھر ہوتی رہی۔ "آوارہ گردی کرتی رہی۔" اس نے تھکی تھکی سی عموں سانس دی۔ "بھئی میں کہیں خدمت حاصل کر رہی اور شریفانہ انداز میں شب و روز گزار رہی۔" اس سے دل بھر جاتا تو ایسوں کے کسی گروہ میں شامل ہو جاتی۔ اس سے بھی میں اتنا ناواقف ہی نہیں کی رہا۔

ہی جالی میں بیٹھ لوگوں سے میری باتیں سنیں تھی کیونکہ وہ جلد ہی محسوس کر لیتے تھے کہ میں کوئی خطرناک چیز ہوں۔ شرفاء و اشراف کے بیٹے ہی سہے ضرور قسم کی لڑکیوں کو دوست بناتے ہیں۔

جبھی میں ایک نئی سی مائل قسم کے ہاتھوں سے لاسی بیٹھی اور اس سے اپنا چہرہ بدھ لیتی۔ اگر یہ مسند بھی لوٹ جاتا اور وہ اپنے پیچے کی طرف سے میرا ہاتھ مسدود کر دیتا، تو میں ظلم کا شہری شہر دیکھ کر آنے والوں میں سے کسی کو کسی تاریک گلی میں روک کر اس کی گریب پر بٹھرتا کہ اس کی جیب میں جو کچھ ہوتا، نکالوا لیتی۔ کسی میں لے لے کر سہارے والی درجے فار و غیرہ کی ضرورت ہوتی تو وہ بھی میں اسی طرح ملت سے کر کسی سے چھین لیتی اور جب میری ضرورت پوری ہو جاتی تو میں پھوڑ دیتی۔

وہ دن جب سے ہذا میں کسی اور عارضہ ہو گئی۔ "سائوش" کیوں ہو گئی؟ میں نے ایک سے کے انتظار کئے بعد کچھ دنوں کے پوری کو شش کی غمی کہ میرے لیے سے خاص نقش کا نگار ہو۔

"میرے کہ گئے عشق ہو گیا اور وہ بھی ایک شکاری ہے۔" میں نے پسو چوں کر ایک بار پھر دلوں میں لگیاں بھرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو کوئی قسم میں کے ساتھ رہ کر مجھے مدد نہ کر سکتے محسوس ہونے لگی۔ ہم آہستہ شکار پر ہونے لگے۔ کھینک کر لے۔ میں گویا بغیر شادی کے اس کی پہلی بھیر گئی غرض کے اس کی دوست اور بغیر کسی معلوم سے اس کی سسٹم میں گئی تھی۔ ایک مدت بعد مجھے کوئی شخص اچھا لگا تھا اور مجھے کئی بار گنا گزرا تھا کہ اب زندگی میں اسی وصف سے گزر چائے گی۔ حالت میری یہی ہے کہ جو ہستی ابھی جیتی ہے، میں سے زندگی کا کوئی پسو خفیہ نہیں رکھتی، اس لیے بھگت سنگھ سے بھی میری کوئی بات پوشیدہ نہیں تھی۔ بھگت سنگھ اسی شکاری کا ہم خاص نام میں لگ کر رہی ہوں۔ میں کی نظر میں گویا کسی بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اہمیت تھی تو صرف میری۔

"ابھی چند دن پہلے ہم نے وہاں قریب ہی رہتے ہوئے گھر کے دروازے میں کھپ لگا جہاں سے ترے مجھے ملت دی ہے۔ وہاں بھگت سنگھ کے بچپن کے وہ در شکاری دوست بھی لی گئے۔ انہوں نے بھی ہمارے قریب ہی بٹھ کر لگا یا۔ رات کو انہوں نے ملاقات کا جشن منایا۔ خوب شراب پی۔ بہت سے مئے ہوئے تیر کھائے۔ میں اور بھگت سنگھ اپنے پیچھے میں چپے گئے۔ وہ کہنے لگے کہ ایک بھگت سنگھ نے مجھے کالی سے بکڑ اور لپٹے دوستوں کے پیچھے میں لے جا کر بولا۔ "سیارہ" ہو تو جب بھی شکار پر نکلتے ہیں، اپنا ساتھی پر وار کرتے ہیں بلکہ ناظران کی کے لیے رات و رات کی خاطر دوستوں کا اوجھار بھی دے دیتے ہیں۔ سو صبح کو۔ چپے کہہ کر اس نے مجھے ان کی طرف دھکیل دیا۔

"میں بھگت سنگھ سے لڑنے پر آمادہ تھی۔ میں تو بھگت سنگھ کو دیکھ کر پوچھنے

کی تباہیوں کر رہی تھی وہ تو دلوں سے بھی بدترین میں گیا تھا۔ میں گھر گھر اس کی طرف دیکھنے لگی تو بولا۔ "تو جہاں کیوں ہو رہی ہے؟" میرے لیے کوئی مشکل کام ہے کیا؟ کوئی نئی بات ہے؟

"سوال تو اس کا یہی تھا لیکن میں گینڈے کے بچے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ عورت کا بدن بھی کوئی چیز ہوتا ہے۔ اس نے یہ مان توڑ دیا۔ میں صرف اسی کی ہو کر رہنے کا خواب دیکھنے لگی تھی مگر اس نے میرا یہ خواب توڑ دیا تھا۔ میرے ماضی کی وجہ سے مجھے بھل ایک بھری سمجھا تھا کہ شوکر ماری تو دھڑکا دیا اور شوکر ماری تو دھڑکا دیا۔

"بھگت سنگھ نے مجھے دھکا پہ دیا، میرے پیچے میں مجھے کوئی چیز نہیں سے ٹوٹ کر رہ گئی۔ میں نے اس سے کہا۔ "میں تمہاری مادی ہوں، تمہاری خوشی میری خوشی ہے لیکن پہلے اپنے پیچھے میں مل کر میری ایک بات سن لو۔" وہ میرے ساتھ نیچے میں پہچا تو میں نے اڑ گئی گا کر اسے گرا دیا اور اس کے گلے پر بٹھیر پھیر دیا۔ پھر میں نے ہاری ہاری اس کے دونوں دستوں کو بھی گواڑ دے کر بلایا اور انہیں بھی قہقہے کے کہوں کی طرح لڑا کر دیا۔"

"تم نے ان تینوں کو قتل کر دیا؟" میں نے ہلکی سی حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ فوری طور پر میرا کی تو تھا۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔ "ایک ہفت تا دھکے لگائے۔"

"مجھے اب شکلا مسد کو۔" اس نے میری بات کاٹ دی۔ "یہ ہمارے اب ابھی ابھی سالگیا ہے اور جب احساس ہوتا ہے کہ مجھے ہی غائب کیا جا رہا ہے تو وہ کہہ بہتس ہو جانے کے ہر دور کی پرانے زخموں کی اہمیت جاگ اٹھتی ہے۔

اب میں کہیں کھانے کی جگہ پر چکی ہوں۔ اب پہچاننا پوچھنے لگے تھے۔"

"میں یہ پوچھنے لگا تھا کیونکہ اگر میں تمہیں پتہ دوست، اپنی ساتھی شمار کر لے لگوں تو تم کسی حد تک مجھ سے وقار ثابت ہو سکتی ہو؟"

"میں اب زندگی میں کسی بھی مرد سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتی۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "لیکن پہلے میں ایک ہفت میں ضرور جاتی ہوں۔ کچھ عرصے میں شہرت کی ہوئی ہوئی ہیں، کچھ عہد کی اور کچھ دوست کی نیکی میں صرف تھوڑی سی عزت کی بھوک ہو رہی۔ میں نے دنیا میں سب کچھ دیکھا، ہر چیز سے میرا دل بھر چکا ہے۔ میں نے جو کچھ گواہا، اس پر مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں۔ حالات کی مجھے کوئی شکایت نہیں۔ تقدیر سے مجھے کوئی شک نہیں۔ کچھ پسنے کی کوئی حس نہیں۔ شاید میرے اندر وہوں عورت کی کسی رنگ میں مانی کوئی رشتہ ہائی سے جو مجھے تمام تر وہاں ہی کے باوجود سہ چھین رکھتی ہے۔ میں اب مجھے تھوڑی سی عزت، تھوڑا سا احترام چاہیے۔ میں چاہتی ہوں کہ میں اب کتوں کے

مول میں بڑی ہائی ہڈی میں کر رہا رہا۔ کوئی ہو جو بے شک میرے وجود سے ہاتھ دھو کر
پہ جائے لیکن اس کے لئے میں نے مجھے صرف عزت دے رکھے۔ میری ہائی ہڈی عزت نفس
کو مرید نہ رکھے۔ میری ہی فقروں میں مجھے کرے نہ دے۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو
نہ۔ اس کے لئے میں نے بھی تمہاری وہ ایک سو سو سی امید بھی

"عجب کچھ دیا ہوں" میں نے جواب دیا۔ میرے دامن کے کل پر اسے جھڑی سے
دست کر رہے تھے۔ "اور تم مجھے ہی بھی اسے کچھ وقت پر ہو۔ یہ وقت جو ہم دونوں
ہی کے لئے بہت مناسب ہے۔ میں عام طور پر کسی پر اندھا اعتماد نہیں کیا کرتا لیکن
تمہارے معاملے میں میں یوں کہیں رہا ہوں۔ آج سے تم میرے رفیقوں میں ہو۔ اور
اپنے رفیقوں کو میں اپنے دست و پا رکھتا ہوں۔ میں صرف تم سے جانکاری کی توقع
نہیں رکھتا تھا، تو ابھی ضرورت پڑنے پر سا پر قریاں ہو جائے کے لئے تو رکھتا ہوں۔"

"مجھے تمہاری بات پر یقین ہے اور میں نے اس پر راضی ہے کہ مجھے ہر سوال کا جواب
مل گیا ہے۔" اس نے فیصلہ کن سہم میں کہا اور بیٹ کے خاص سانس کے چلنے سے سر
ٹکا کر آنکھیں بند کر دیں۔ "میں اب سونے لگی ہوں۔ مقررہ وقت ہو جائے تو مجھے جگانا۔"

"میرا آپ ختم ہونے ہی والا ہے اب سونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔ "میں
پوتا کہ تم اور سب ہم پوتا کے مصافحات میں داخل ہو چکے ہیں۔"

"لو۔" اس نے تھکے تھکے انداز میں آنکھیں کھول دیں اور میری طرف دیکھ کر
مسترائی۔ زندگی بھر کی جلی گری گئے وجود اس کیفیت کا چہرہ کسی لئے بے مسافر کا ہوا
میں تھا۔ نہ جانے کتنے لمحے فیروز نے اس خیزہ حسن و کشش کو دیکھا تھا مگر اب بھی
انہماک ہوا تھا کہ ایک غمزدگی سے ہوشیار ہو کر اسے پکڑ ڈالے تھے۔ نہ جانے اس غم
کوہ راہ لڑی نے کیا آپ کیسی بددلی سے نکالا تھا مگر فیروز میں دست قدرت نے جو
حاجت جو مباحثہ گودھ دی تھی اسے ہر گز شہید کسی گئے جس کی بات نہیں تھی۔

"تمہارے لہان آج کل سسکی میں ہے؟" اس نے پوچھا۔ میں نے سڑک کی طرف دیکھ کر
ہونے اٹات میں سر ہلایا۔

"ہوا دیکھ خیر ہے۔" میں نے بدحال کہا۔ "لیکن کیفیت کی مٹی میں نہ جانے کونسا
مقناہیں چھپا ہو کہ وہاں کا رہنے والا کہیں بھی چلا جائے اور اس کی طرف کھینچا آتا
ہے۔ میں سارا ہندوستان گھوم رہا ہوں۔ مشرقی بنگال بھی چھوڑا۔ نیپال اور تبت تک پہنچ گئی
لیکن محسوس ہوا کہ وہیں وہیں آجاتی تھی۔ اب بھی میرا ارادہ کسی سے کار چھیننے کے بعد چلے
بھی ہی کی طرف جانے کا تھا۔ حالانکہ سروسٹ وہاں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔"

"میرا میرا خاتمہ سب کچھ ہی سمجھتی ہیں سے؟" میں نے کہا۔ "پھر بھی چلے کیوں مجھے
ابا آپ وہاں مسافر رکھتا ہے۔ بسنی چپے میرے ہے مگر ایک پڑاؤ ہے۔ میری اصل

کوئی اور ہے جس کی طرف جلد یا بدیر مجھے جانا ہے۔"

"تم دراصل کوئی لوہنگی چرہ اور کسی عجیبی چکر میں ہو۔" وہ تاتیں پھیلاتے ہوئے
بولی۔ "تمہاری روح ہم جیسوں سے نہیں، وہاں حاکم رہے اور اتنی ہی مصیبت بھی۔"
میں صرف مسکرا کر وہ کیا نہ جانے یہ بات بھی کہ جتنی بھی شاعر اور گڑب گڑب داراں
دیدہ قسم کی مصیبتوں سے میرا واسطہ نہ تھا، پھونکنے ہی اس سب نے میرے ہرے میں تم
میں بھی تیرا کیا اور یہ وہ سب لوگ تھے جنہیں کسی کو نہیں جاننے کی حاجت نہ تھی۔

اس کے بعد ستر خاموشی سے طے ہوا۔ چند منٹ بعد ہم پوتا میں داخل ہوئے اور میں
سے ہونٹ شامیں فارغ کیا۔ شامیں بھیج کر میں نے ایک ایسی کھس سٹا دی کہ وہاں کی
جو ریزویشن۔ سونے کے پورے حوش فضا سے مجھے مل گیا۔ ستر کے تو سوت کے بند
روم میں چکچکے ہی دور سردی سے اسطرح دھکی کی ایک ہولی منگولی اور بے مہر سے وہ
پیٹ تیار کر کے پچا اور احم سے ستر پر جا کر لی۔ میں بھی جوتے بھی سسٹا لگا پاؤ تھا کہ وہ
گھڑی چند سا گئی۔ اس کے ہونٹ نیم داغے اور ٹاک سے ہلکی حرارت کی آواز خارج ہو
رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ ایک مدت بعد سے اطمینان اور آرام کی نیند نصیب ہوئی
ہے۔

اسے سولی پھونک کر میں کمرہ لشت میں آکر اور لیٹی فٹ لٹائے تہیہ رہی ہولی
اور کچھ گھبراہٹ میں اس کی ورتی گردان کر لے گیا۔ لیٹی میں لی برقی داس کے آگے اور گھبرا
دون خیر اور یہ میں نے بطور کسی امت کے مل گیا۔ اس کے گھر کے پڑوس سے مجھے
نوازا ہوا کہ یہ صوف کو سول یا ستر میں بٹھا دیا تھا۔ میں نے کمرہ خانہ طالب علمی میں میرا
دیکھا حال عداوت تھا۔

اس کے گھر کا نمبر و فیروز نے کمرے کے اندر میں کپڑے بدل کر ستر پر جا بیٹا اور کچھ بر
سویچ پکار کر کمرے کے بعد میں سو گیا۔ صبح دن چڑھے میری آنکھ کھلی۔ کئی بدستور بے سرو
ہو رہی تھی۔ میں تیار ہو گیا۔ تب بھی وہ سوئی رہی۔ میں نے اسے جگانا ضروری سمجھا۔ کچھ
اور نہ جانے کچھ ایک رقم تھوکر ماسیٹ لٹھی پر رکھ دیا۔ وہ مجھے نہ تانتہ و میرا منگو
سے "میرا نظارہ کر سہ" نام کر رہی میں سوچا رہا ہے۔

میں نے ناشتہ کیلئے اٹھ کر بال میں تھریا اور پھر دروازہ ہوشیار میں ہمیں سے آہستہ
در سوچ کر چلا تھا لیکن اب نے عداوت کی حاجت سے میں نے اپنے ہاتھ عمل میں کچھ
تبدیلیوں کی تھیں اور اس تبدیلی کی وجہ سے میں نے بارہ سے کچھ چیزیں خریدیں جس میں
ایک فیصلہ پر قیاس بھی شامل تھا۔

میں ہو کل واپس آتا تو اپنی ناشتہ میرا سے فارغ ہو کر بند پڑی رہی مٹی خیر

محسوس کے سامنے بیٹھ چکا تھا تو مجھے اس کی صورت بھی کافی حد تک صاف نظر آتی تھی۔ اس کی بتائی ہوئی دیر شاہیاں بھی اس میں موجود تھیں۔ وہ ذرا پتلا، طویل القامت اور سانوا تھا۔ اس کی مدھم مدھم روشنی میں سیاہی نام کی نظر آ رہی تھی اور اس کی آنکھوں کی سرخی بچھ اور بھی گہری لگ رہی تھی۔

"مجھے کٹ لے جیسا ہے۔" میں نے سرگوشی کرنا بھی نہیں کہا۔

"وہ؟" میں نے سوچا کہ اس سے کتنی ملتی اور کتنی جڑ بھٹکتی جا سکتی تھی اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے جسم پر چھایا ہوا تناؤ اور ہو گیا ہے۔

"کب لے گئے؟" اس نے دستانہ بچے میں کہا۔

"سٹھ پنی۔" میں نے جواب دیا۔

"اس میں کچھ ملاوٹ نہیں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جیسے جیسے جیسا کہتا ہوں۔" میں نے صبر کر لیا۔

"کیا ہم سے...؟" اس نے مدھم مدھم آواز سے پتہ لگایا تھا کہ اس کے کچھ گئے کو بھٹک رہا تھا۔

"میں اس کی..." میں نے غصہ انداز میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہر چلنے میں گاڑی میں بیٹھ کر وہ گردی کر رہی ہے اور ساتھ ساتھ بات بھی ملے گی میں نے۔" میں نے یہ حقارت کر دی۔ "اس نے لگا کر نکلتے ہوئے کہا۔ اس نے گاڑی ایک ہی سانس میں خالی کر دی اور ہم سب کچھ کر پڑ آ گئے۔

"اب آج کل غائب کہاں ہے؟" اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس وقت سبھی کے ایک عائشائی بیٹے میں ایک لوندے کے ساتھ بیٹھا ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ جیسے اصل مشین کی طرف سے ہوتا ہے۔" ہمیں مجھ سے اس نوعیت کا کام ہے۔ "گوں کا سحر؟" یہ اب کیا؟ "تجربہ؟"

"جی ہاں۔" اس کی جلدی بھی ہو رہی ہے۔ "میں نے کہا۔ اور شہر کی بھڑ بھڑ سے تو ہمیں یہ نکل چھیں۔" پھر پیسے مجھے کچھ یاد آ گئے۔ "دیے تم نے اس لڑکی کے بارے میں بڑی صفائی کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہی جس پر ریلوے اسٹیشن پر تیز ب پھینکا تھا۔"

"وہ...؟" اس نے مدھم مدھم مگر سناٹا سا لہجہ لگا دیا۔ "اس کام میں صاف بھی کچھ روک رکھا تھا۔ اس وقت زیادہ تر بصورت بھی ملے۔ اور جیسے جتنی زیادہ حسین ہو، اسے گارنٹی یا سٹائے میں تیار کر دیا۔" وہ اپنے پتلے پتے ہونٹوں پر دبان پھرنے لگا۔ میں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بظاہر سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا مگر پھر انصر سے اس کی منظر سے غلطوہ ہو رہا تھا۔ اس کے میراثی چہرہ پر وہیں گاڑی روک کر

اس بدبخت کو بھڑکی کی طرح درمیان سے توڑ دیں۔ میں نے اپنے آپ کو سمجھا دیا۔

جد باتیں تمہارے بے متوقع ہے برقرار! صبراً سکون سے چلتے رہو۔" پچھ دیے بعد ہم سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔ سڑک نرے نرے سارے فیس چار فٹ کی بلندی پر تھی جس پر اس وقت گہرا وقت نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ یہ سڑک محض دیہات کو جس میں ملتی تھی۔ ایک طرف درختوں کی قطار اور دوسری طرف لہریں موجود تھیں۔ اس سڑک کو سب کو سب حد حد بصورت بنا دیا تھا لیکن وہ میل آگے جا کر یہ سڑک پگھلائی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کے ایک کنارے پر چاہے کچھ درختوں کے پڑے پڑے جھنڈ موجود تھے۔ اس حد سے کبھی کبھار کسی رزہ خیر جرم کی بازگشت جاتی رہے جاتی تھی۔ اس ایرے میں درختوں کے ن پڑے پڑے جھنڈوں میں حرثم پیٹہ رنگ ایسا آرامہ کھیں جاتے تھے جو عرصے تک وہاں رہا کرتا تھا۔ اسی سے شرفاء سیر یہاں قدم قدم کی غرض سے بھی اس سڑک کا سہارا نہیں کرتے تھے۔

یہاں ایک صحنہ کے قریب میں نے گاڑی روکی اور دھنوک کو ساتھ آگے کا اشارہ کیا اور خود پناہ لے لیں اٹھائے ہوئے جھنڈ کی طرف چل دیا۔

ہم آئے مائے لا پتھروں پر بیٹھ چکے تو میں نے بریل کیس ایک طرف رکھتے ہوئے دھنوک کی سیرنگ سرخ آنکھوں میں صاف اور یکجہت کر دی۔ "میں نے کہا۔ اور جیسے جتنی ہوئے کہ "دھنوک اس وقت تم میرے دلی بہت اصرار میں موجود ہو۔ در میں تمہیں کھنٹھوڑی سی دھنوک کی خاطر ایک بے گناہ لڑکی کا چہرہ تیز ب سے منہ لڑنے کے جرم میں موت کی سزا سناتا ہوں۔ میں تمہیں موت سے زیادہ دیتا ہوں تاکہ سارے ملکا تھا میں میں صرف اس لیے یہ سزا تجویز کر رہا ہوں کہ اس لڑکی کا چہرہ درست ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ اگر یہ نام ممکن ہو تا تو تمہاری سر حوت سے بھی زیادہ اہمیت ثابت ہو جاتی۔"

وہ ایک ٹک میری طرف دیکھ رہا تھا اور میرے لفظ گوئی اس کی راحت سے یاد ہی یاد گزرتے رہے تھے۔ اس نے فوری طور پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ تاہم اس کی آنکھوں میں چمکے سے تسخیر کی چمک بھٹکتی تھی۔

"یہ کس قسم کا لڑاق ہے؟" کسی فلمی خدائی فوجدار کے مقابلے؟ اس نے پتلیں جھپکائے بغیر سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں نے تمہارے لیے موت کا یہ طریقہ تجویز کیا ہے۔" میں نے گوئی اس کے ہاں یہ دھمیاں دیئے بغیر بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں دیکھ کر کے تمہاری ش کے لڑکے کر کے نہیں مانتے جانتے ہیں۔ اب تم آواز سے بھر آ کر گھاس پر بیٹ جاؤ اور زیادہ جیس کو دست چڑھا کر میرے کپڑے وغیرہ خراب کر دو۔"

میں نے یارو کو مار مارا بھٹکا دیا اور پھر پتھر آتھیں سے پھسل کر میرے ہاتھ میں آ گیا۔

دشمن نے اب بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی وہ بدستور چلیں بھپکائے بغیر میری طرف دیکھ رہا تھا تاہم میں اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں تشویش کی ہلکی سی لہر نمودار ہاتھ دیکھ رہا تھا۔

”تم پاگل تو نہیں ہو؟“ اس نے پسے سے زور بخیزگی سے کہا۔

”ہاں.....“ ہے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں میری سنجیدگی میرے شکار کو پاگل بن ہی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن صرف چند لمحوں کے لیے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر میں اٹھا اور منہجربہ انداز میں تھکے اس کے قریب پہنچا۔ اس کا بدستور سانسٹ پیٹھے رہتا مجھے کچھ عجیب لگ رہا تھا۔

دلچسپ اس نے وہ خوب پاؤں ہونٹ کر تکی بھرتی سے میرے پیٹ پر مارنے کی کوشش کی جس کی میں اس سے توقع نہیں کر رہا تھا۔ اس کی ٹانگوں کی یہ حرکت ایسی ہی تھی جیسے وہ سے زیادہ کھنچا ہوا ریز کا ہیٹ اچانک ہی اپنی بندش سے نکل گیا ہو۔

میں نے اپنے آپ کو چپا تو یا لیکن میری کھان پر دشمن کے ہونے کے سلسلے سے خاصی روردار چوٹ لگی اور منہجربہ انداز میں حرکت کی ہلکی پڑکائی کہ میں نے سے چھوڑنا ہی بہتر سمجھا۔ وہ اس وقت تک کھپل پر سیدھا ہونے کے بعد مجھ پر چھانٹ بھی لگا پکا تھا۔ شراب کا نشہ اس پر اتنا غلبہ نہیں تھا جتنا میں سمجھ رہا تھا اور اس کا مجھوں سمجھ بھی چکا تھا طاقت ور پھرتی سے اٹھا۔ رہی نہیں تھا جتنا میں سمجھ رہا تھا۔

اس کے گھٹنے میرے پیٹ سے ٹکرائے اور ساتھ ہی ایک ہاتھ سسٹوین کے بازو کی طرح میری گریب کے گرد پٹ گیا۔ اسے اتنا موقع محض میرے عزائم کی غلطی کی بنا پر ملا تھا۔ پیٹ پر اس کے گھٹنوں کی ضرب نے مجھے زیادہ تکلیف نہیں پہنچائی تھی امتداد گردن کے گرد پیٹے ہوئے بازو کا شگجہ حیرت انگیز طور پر تخت تھا اور ماسوں روکنے کے ساتھ ساتھ گویا میری گردن بھی نہانے ہی والا تھا۔

عاماً ایک ٹیکنک کے لیے میں نے اپنے آپ کو مدحوں میں بھی محسوس کیا۔ ایک شخص جسے تباہ سے چوہے سے زیادہ حقیر سمجھا ہو ایک سخت عنفیت کی طرح چون کو آجائے تو کیا محسوس ہونا پڑی بات تھی۔ تب میں نے جھرجھری سی سی۔ اور نہ اپنی توانائی منجمد کی اور اس سائڈ کی طرح جسم کو جھکا دیا جس کی گردن سے سٹاپٹ گیا ہو۔ دشمن دور جا کر اس میں نے گردن کو ہٹا کر جھٹکا دے کر کھپکھپاؤ دور کیا اور میں اس وقت جبکہ دشمن زمین سے اٹھ کر دوبارہ مجھ پر چھانٹ لگانے کے لیے پاؤں زمین سے اٹھ چکا تھا میں نے اس کی پیٹھ پر ٹھوکر رسید کی۔ یہ کچھ بچے زور میں اور کچھ میری ٹھوکر کی وجہ سے ہوا میں خاصا لوہا چھانڈا اور پاؤں شاہ سے چٹا میں پر گر۔

پھر یکھٹ وہ فٹ لپے ہوئے نکرے کی طرح پیچھے ہٹا شاید دروازہ کی ہڈی میں درد کی سر

ب۔ ٹھی تھی اس کا۔ بند کرتے ہی بعد میں نے اس کے پیٹے گھٹا رہا اس سے بہتوں پر اچھی طرح پچھان اور اسے چھوڑ کر کھڑا ہوا۔

وہ رفتی سانپ کی طرح جسم کو بڑھاپے کی باتیں کرنا تھا نہیں شاید مرادیت نہیں سے رہی تھی۔ اس کی پیشانی اور گردن پر کئی ریشم مسلسل پھس چک رہی تھیں۔

”تم نے اپنی موت کو مزید تکلیف دینا یا دشمن“ میں نے ہاتھ بٹھارتے ہوئے کہا۔ بھی اب تک میں تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ رہا تھا تو تمہاری سر پر عمل درآمد کیا یہ وہ طریقہ چانک میرے ذہن میں آگیا۔ اب میں تمہیں ایک ورگہ سے چلتا ہوں۔ مگر اس طریقے پر عمل درآمد ہو سکا تو پھر تمہیں دہس لے دوں گا۔“

اس سے ہی سے سر کو دیکھ پا میں جھٹکتے لیے لیکن میں نے مزید کچھ نئے خیر سے گود میں شاید درگازی میں جھکی سیٹ پر ہاتھ دیے۔ میں دوبارہ سدرنے لگا تو اس نے بندھی ہوئی ٹانگیں درد میں پھنسے کی کوشش کی۔

”اب اتنا کس سے چل رہے ہو۔“ مگر اب جسم کے کسی حصے کی جھنجھکی دی تو میں اسے توڑ دوں گا۔“ میں نے اسے سنبھلائی۔

میں نے جھٹکے سے دوبارہ بند کیا۔ بائیں بھڈ میں کرپا برہم کیس اور منہجربہ انداز پر اسے جھارے اور گاڑی میں بیٹھ کر اس کی طرف روانہ ہو گیا۔



در اندازہٴ بے خبری کے گہرے گہرے

میں نے ایک بہت بڑا شمشان تھا جہاں مندر اپنی درختوں کو غار "نش" کیا کرتے تھے۔ شمشان کا گھر بھی مدر ہی میں تھا۔ پڑی میں تھا۔
میں جب شمشان پر پہنچا تو کسٹ میری قوت کے مطابق کھادی تھی۔ میں نے گاڑی باہر
کی ایک طرف درختوں کی دھند میں چھوڑ دی اور دروازے مقفل کر کے شمشان
کے اندر مجھے گھراسی بھوپڑی کی تلاش میں کافی دور تک چلنا پڑا۔ یا با کڑیوں کے
وچے چڑھ کر انار دیو پیکر بیوی کی جھڑپ راستہ روکنے لگے تھے۔ وہ اس کے درمیان وہ بیوی
میں سر دی تھی جیسے نہ "کٹش" ہو جاسے۔ وہ لے بیویوں کی رو میں لگی جاسے پہاڑ کی تلاش
میں دھڑا دھڑا ہٹ رہی تھی۔

بعض افراد میں پر اڑھان جالی یا بلی تھیں۔ ان کے لیے کی رات گھر میں بوسے
کے سہ سے جالی یا بلی تھی۔ ان کے سولے سولے گھروں کے ڈھیر بھی تنک بکھرے پڑے
تھے۔ کبھی کبھار کوئی کوکھ میرے پاؤں تلے آکر چبچباتا تھا تو رات کے گھر سکوت میں
یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی طرفیت نے کوئی ہڈی چبا ڈالی ہو۔

بھوپڑی کے قریب پہنچ کر میں نے دیکھا کہ دروازہ بند تھا۔ ابتر ہی دیوار میں موکھلا کر
ایک کھڑی چلی تھی۔ میں سے احتیاء سے اس کے درجہ کاٹا۔ میرے سامنے چارپائی پر ایک
قوت دیکھ کر دھوئی پوش جواں لڑکتے ہوئے طریقے سے تھانگی کی چارپائی پر اونٹن بیٹھا تھا۔
اس کے منہ سے رل یہ بوسہ گرے تھکے میں حدب ہو رہی تھی۔ چارپائی کے قریب ہی ایک
کڑی "سوتا" درختی گاڑی بچا رہا ہوا تھا۔ "سوتا" میں یقیناً تنک بکھٹی گئی تھی جو بھی
کافی مقدار میں بٹی تھی۔ چارپائی پر گھر میں صوفیہ تنک لی کر دیں وہاں سے بے خبر لیٹے
ہوئے تھے۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ چلو کیے بیڑی ہی مسئلہ حل ہو گئی تھی۔

بھوپڑی نے قریب ہی مٹی کے قیل کا ایک ڈرامہ رکھا تھا جس میں پتھر کی ٹوٹی گلی
سولی تھی اور قیل کا سہ کے لیے ایک ڈرامہ بھی پڑی پڑا تھا۔ میں نے زمین سے لہا قیل
سے جھرر بھوپڑی سے دور نکل آئی۔ میں نے کڑیوں کا ایک ابر تلاش کیا جو میرے
مقصد کے لیے موزوں تھا۔ یہ بارہ تو بھوپڑی سے بڑا قریب تھا اور نہ چارہ دہری
سے میں نے اس کے نیچے سے پراچھی طرف تین چھڑکا اور دوہا دین پھینک کر شمشان سے

باہر نکلیا۔ گاڑی سے اٹھ کر نکال "میں نے پرفیہ میں سے بے لگائی سداں سے ایک
لاٹ لگا کر اٹھ کر گاڑی میں ٹھہر کر شمشان میں لے آیا۔

اب وہ یقیناً میرے مقصد سمجھ چکا تھا۔ پہلے اس سے میری "وقت" میں چلنے کی کوشش کی
تھر پھر شاید اس کی "مگر" کلیبہ سے بڑھ گئی یہ دہشت کی بودائی کے اسے ملوچ ہو کر
رہا کہ وہ بالکل بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس کی ہڈیوں سے جال سے انداز میں بھول رہی
تھیں۔

کڑیوں کا جو اہل میں نے تعجب کیا تھا، اس کے قریب نہ کر میں نے بچوں کے قیل
کھڑے ہو کر دشنو کو ہاتھوں پر لٹا کر دیر ٹاپا۔ اس کے جسم میں گویا زندگی عموماً گہرائی
اس نے دور لگا کر ہونے سے بڑھنے کی کوشش کی تھیں میں نے اس کے منہ پر گھرت بھڑ
تھوٹ رہیہ کر کے سے دوہا دوہا چوڑا لٹا لٹا کر کے وسط میں چٹپٹا دیا۔ پھر میں نے اہل پر سے
پہ پڑی کی کڑی انجان اور لٹر سے تنک دھا کر چھوٹے سے بوسہ کر لیا۔ کڑی میں
نے اسی خیال سے کھڑی تھی کہ اگر دشنو نے دوہا بڑھنے کی کوشش کی تو سہ دوہا
سے واپس دھکیل دیا گا۔ مگر اس میں شاید کسٹ نہیں رہی تھی۔ وہ سہ ہوش ہو گیا تھا۔
میری حواس میں تھی کہ وہ ہوش میں ہوتا۔ وہ شعلوں کو اپنا جسم پہنتے کچھ دیر کے لیے ہی
اس کی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا۔

شیشے بند ہوتے تھے۔ اہل "کوڑھٹک" کڑیوں سے اتنی تیزی سے تنک بکھڑی کر میں
راہ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دشنو کا جسم سرخ و در تاریکی میں چھپ گیا۔ میں نے
میرے ہاتھ لٹا ضروری نہ سمجھا۔

میں گوشت مجھے کی ہو چلی چلی تھی جو مجھے بے حد راحت بخش محسوس ہو رہی
تھی۔

گاڑی میں بیٹھے وقت میں سے کڑی ابھی "تیار" ہو رہی تھی۔ مجھے بہت تاخیر ہو چکی
تھی۔ میں نے کوئی بے اوقات سے لڑا تھا۔ میں تیز رفتاری سے ہوش کی طرف رواں
ہو گیا۔

ہوش کے کمرے میں پہنچا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مٹی سر سے قیل بڑا دیوار
سے سارے کھڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ سرخ و ہلکا تھا۔

"ہیہ کیا ہو رہا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کوڑھٹک..." اس نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔

"یہ کونسا وقت ہے اور کس وقت میں؟" میں نے کہا۔

"میں چونکہ وقت کی پابندی نہیں کر سکتی" وہ یہ بھی ہوتے ہوئے بولی "اس لیے
ابھی بھی وقت ملتا ہے کہ جتنی ہوں۔ ویسے بھی تمہارا انتظار کرتے کرتے ختم ہو گئی

گلے بدرجہا بیدار ہوئے۔ بہت دیر بعد بستر سے اٹھے غسل اور ناشتے سے فارغ ہو کر وہ ڈرائنگ روم کے سامنے جا بیٹھی اور ہاتھ دھو کر شیشے کے گلاس میں شراب پی کر اس نے غصہ سے اپنے دل کی آواز سنائی۔ پھر اس نے پیسے سے پتلوم لگانے اور سرے میں دھکی اور جو بٹاک ہی سبک چھیل گئی۔

پھر وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر میرے سامنے آٹھنی ہوئی تو ایک جوائے دہری سے بولے۔ "تم اچھی لگی رہی ہو یاں؟"

میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا "جی ہاں۔" میں نے اس وقت بھی نہیں لگی تھی جب میں نے سے پہلے کیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ صبح کی شکل اور کچھ بلی بلی نہیں تھی۔ اب وہ آندام شعلت اور سپر جھڑکی لگ رہی تھی۔ پچھلے عرصے کی خوشبو سے صبح نظر دو دین میں اس کا اپنا وجود بھی خوشبو دینے لگا تھا اور یہ خوشبو میرے سرسام میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ اس لڑکی کی قربت میں مجھے جیسے بول پار پار دیا آئے لگی تھی۔

پھر۔ صرف چھ لڑکی ہو سکتی تھیں جو بھی۔۔۔ میں نے اس کے ہاں غصہ میں غلے کر دیا اور غلاب روتے ہوئے کہہ دیا کہ وہ بڑی محنت سے اسیں سو کر آئی تھی۔ "تمہارا لپ صرل یہ ہے کہ تمہیں تمہاری چھوٹیوں کی قدر کرنے والی کوئی نہیں دے۔" وہ گڑبڑی "سو کر آئی" اس نے "تمہیں بند کر دیتے ہیں۔" مجھے میرا غصہ مت

یاد دلاؤ میں ان پر گڑبڑ کر رہی تھی۔ ہاتھ کے ساتھ دس کر آئی ہوں۔ میرے گڑبڑے ہوئے دل کو شب کی قبریں مت کریں۔ صرف وہی گڑبڑی میری ہے جو گڑبڑی ہے۔ میں دینا میں غصہ مت آئی تھی "تمہاری دست بیک ہواں گی لیکن مجھے اب کسی بھی بات کا کوئی کھ نہیں دے۔" حوش ضرور ہے کہ مجھ پر کچھ ایسے ہے تو ہوسے راستے ایک ہوئے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم یہ قدر کی پائی میں میرے ہے کیا ہے لیکن مجھے پہلے بھی اس کی پروا نہیں تھی ورنہ تو بالکل ہی نہیں رہتی۔

وہ جیسے دم خواب میں ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے وقت میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اس کی ہڈیوں کی شکل مجھے اس قدرے اور دل چاہے گی۔

"معلوم ہے؟" اس نے غلاب سے کہا کہ اس سے لہجے میں سرگوشی کی

صوت۔ "میں نے تمہارے چہرے کو بکھر دیا۔"

"آں مجھے اپنا دماغ سے جھٹکا تھا۔" اس نے کہا "گھٹائے"۔ میں نے "میں نے تمہارے قریب قریب میں پورے دماغ میں میری چار ماہ کی قہر مجھے نہیں سہارا سے چلا۔ میری اس معصوم کی حالت۔۔۔ تمہیں۔۔۔ راجہ اور کلا قسم کی لڑکیاں اور سے سنائی معصوم اور شعلت ہوئی ہیں۔"

"میں جلد چل پڑا کروں گی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اسی ایک جگہ جوں سبک خرمی سے جلدی مند رہی ہوں۔۔۔ صحت مند رہنے پر اسے گھاس ہو۔۔۔ میں نہیں درخت بھی مایہ کیے کھڑے ہوں۔۔۔ اور جوں کی سرسبز ہونے سے ساتھ جھک کر گویا جلدی سے سرگوشیاں کر رہے ہوں۔۔۔ میں نہیں درخت۔۔۔ اور درخت پتے پھرتے پڑے ہوں۔۔۔ وہاں سے چلو گے؟" وہ آنکھیں کھول کر مسکرائی۔

"کیوں نہیں؟" میں نے اس کے رخسار پر تپتپاہے۔ پھر اس کا ہاتھ لیا اور پیچھے

بہ کرانے کی اور میں میں ملے کر سر کی طرف دھاوا کیا۔ موسم سے حد حد شہر تھا۔ سردیوں کی ماحول کی دھوپ پہلی ہوئی تھی۔ "وہاں میں رہا۔۔۔ کئی برس میں میں نے کھڑکیوں کے شیشے اندر سے ہونے لگے۔ وہ پتلی گد میں رہا۔۔۔ پتلی کے نیچے ہاں اور ادا رہا ہے۔" اس کی بولی نے میرے غصہ پر بھی گد گدائی کی کر جاتی تھی۔

سرے کرانے پہنچ کر میں بہت سڑک۔ بہت کم رفتار سے ادا کرانے کا مجھے سے پہلے مجھے کوئی سوچوں تک نہ تھی۔ یہی تھی جی کہ ہم اس حالت میں قحط کے جوں سڑک ایک شہر کی پتہ لکھی میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ یہاں بلاخر مجھے یہ ایک جگہ نظر آئی تھی جیسے کسی نے قصور ہار دیا تھا۔ غلاب کو غصہ میں روک کر ہم اتر آئے۔

کچھ دیر تک وہ دھواں اور سرسبز گدار پر رشتوں اور پھولوں کے درمیان جوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے رہے حتیٰ کہ ان کے جتنے سے وہ گڑبڑاں پر لپٹ گئی۔ انہی جیسے جسم کی طرح خود بخود اس کے اندر سے چوب دست تھی۔ میں بھی کتنی کے دل میں کے قریب پرور رہا ہوں۔

"میں" اس کی طرف دھکیلتے دھکیلتے اس کی اس طرف سے دھکیلتے ہی وہ غصہ میں ہو

گئی جیسے آسمان پر اس نے کوئی آواز نہ سنو۔ یہاں اس کی "تمہیں میں" سے ہوا ہے۔

"معلوم ہے؟" اس نے کہا کہ اس سے وہ وہاں میں مجھے غصہ ہے۔ کہ

وہاں آواز آج شاید میں یہ یہی ساری معصوم۔ یہاں ہی سولی۔۔۔ اس کے جوتے

جوتے میں جوتے۔ "شاید اس طرح سرگوشی کا وہ مجھے سے کوئی ہے اور تم سولی پر

سر میرا غصہ ہو گا لیکن آج میں کتنی غصہ ہے۔"

"میری نظر میں تو تمہیں بھی یہی ساری اور معصوم۔۔۔ میں نے اس کی

آنکھوں سے دھواں پر دھکیلتے۔۔۔ والے، شعلت، سوچ، مجھے،۔۔۔" وہی رہی

دست کہ کہو پھر تمہارا غصہ ہو گا۔۔۔ اس کی اس کی ہے کہ وہ اس کی سہارا رہتا ہے کہ

جوں جوں تو کیا ہوتا۔۔۔ وہاں۔۔۔ تو شہر چلا۔۔۔ یہ بھی تو جوں جوں ہوتا ہے۔۔۔ قطعاً۔۔۔

اور تمہارے دل پہلے تمہیں نہ بکھا ہو۔۔۔ وہاں ہوتے ہی کسی بدلتی ہوئی معصوم سے

نوموان سے تمہارا بیاہا جاتا۔۔۔ وہ دور کا ہی ہے۔۔۔ تمہیں، معصوم چلا۔۔۔ یہاں سے

[illegible]

”سنی ڈیرا میں نے باپوں میں گھنٹیاں پھیرے ہوئے پر بھلے لہجے میں کہا۔ ”خدا کا جیسے جسے سوا میں اسی کو قسم دے کر دیتی ہو“ میں اٹھا اور چار ٹیڈ کے کنارے پر بیٹھا۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے گا۔ پانی میں دو گندہ نسل کی جلتی ٹھنڈا غائب تھا۔ اس لیے مجھے بعد لگے ہوا تھا۔ میرا دل اس وقت جیسے ایک فٹ بل بہت تیز ہو گیا تھا اور اچھیلیں جسے گلی تھیں۔ رات پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنے سے مجھے سکون مل رہا تھا۔ کیڑی بھی اٹھ کر میرے قریب آئیں اور وہ گلی چہرے پر چھینٹے مارنے لگی۔

موسوی مصور دیر " وہ قیصر کے (امن سے امن) چمکتے ہوئے عوید سب کچھ کہن سے
مطلب کرتا " " دراصل میرن کے دل ترخمی ہے اور ہر رخم

میں نے پناہ دہر کر لی تھی۔۔۔ تم جیسا دوست میں نہیں پا رہا ہے اس لیے ایک توجہ
 و علم چھین بیٹھی تھی۔۔۔ اب ہم بھی انہی باتوں میں نہیں آتے۔۔۔ درگزر کیلئے ہونے رکھنا
 چھوڑ دیں۔۔۔ یہ کہ نثری سے جتنی ہوئی اس زندگی کی۔۔۔ جو گھومنا ہوا سے بھرتے ہوئے
 پونہ اور شمل کی دنیا و رات سے بعد میرا اب محسوس کرنے والی پی پی راتوں
 "کیٹی" میں سے وہیں گھاس پر سر بیٹھتے ہوئے کہا "اگر تم اس نثر پر توجہ نہیں
 دے سکتے تو یقیناً میرا۔۔۔ نگارہ نہیں"

”نہیں۔ اگر میں اس بات پر نہ ہوتی تو شاید میں کچھ بھی نہ ہوتی۔“ وہ میرے قریب آتے ہوئے بولی ”باتیں تو مجھے اس بات کے تجربات سے سکھائی ہیں۔“

مزید کچھ وقت صبر کے سہارے گزرنے کے بعد وہیں روکے ہوئے ہے ہم گاڑی میں بیٹھے سائل کے قریب میں پہنچ کر فرش لے جاتے ہیں۔ اور پھینک دی، اور سسر پر اصرار ہو گیا۔

دوسرے روزہ پیدا ہوئے کے بعد گنتی نے پوچھا۔ ”اب کیا پروگرام ہے؟“
 ”کوئس بمبھی چلیں گے۔ یہاں ہمارا کام ختم ہو گیا۔ آئیہ مشین کھل ہو گیا۔“ میں نے

بہمی بھی کر میں کیونکہ جو اپنے اقدار سے جا ہوتا تھا نہیں گاڑی پارنگ۔ اس میں
کھڑی کر کے ہم دوڑ جانے ہی لگے تھے کہ سواری سب ڈالا ایک دروازہ پر پہنچا اور
مجلس اچانک ہمارے سامنے عکس۔ وہ ہمیں شیوہ تھا اور جلد برس کا جیسے کسی معجزہ نور امن
پسند ناچر کا ساتھ لپکس اس کی۔ کھلیں چٹنی تھاری تھیں کہ وہ کسی اور طرح کی تھی تھا
"ارے... شکستہ... اتر کہاں؟" وہ گرجا جی سے بول۔

بچی کے سر پر لٹا ہوں ہے اس کی طرف دیکھو اور پوچھو۔ "تس بپ شکتلا ہمیں" بچی

"شکلا" کی پیشکش سے یہ فریضہ پڑا ہے۔ ہم تو اب بھی تمہارے خادم ہیں۔
پسے بھی تم گاری پاس تھیں۔ "ج" بھی ہمیں اپنے جسم کا علم رکھو۔ "د" سننے پر ہاتھ رکھ کر
مکا۔

”احسان مرزا نے میں کو تو قسمی مراد کاٹ کر تمہاری کھوپڑی چڑھا کر کے غداروں کو پھینکے کے لیے جھجھکا دیا۔“

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔“ وہ فطیخ ہنس رہا تھا۔ ”وہ پتہ تو ہے تھا نہیں ہے۔۔۔“ وہ ہنس رہا تھا۔۔۔

”اپنی تریف“ میں نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چوڑھا
 ”یہ بگا۔۔۔ اچھاں مرز کے خاص آدمیوں میں سے ایک ہے“ بتائی ہے
 عثمانی سے تار۔

میرے اس میں وہاں ایک حدیثِ رقتِ رحیمیہ ہے کہ ہر آدمی کو اس شخص سے مخاطب ہونی چاہیے جس سے اس کی دلچسپی ہو۔ میرے ساتھ یہ جو مصور، محفلِ عذرا میں آئے تھے، وہاں سے وہاں آئے تھے، ہاتھ کی دلی ہمدردی کے ساتھ چلیں گے۔

ی۔ ۲۔ یہ نظروں سے میری طرف آئیں میں نے رضامندی کے سے کھڑے ہوئے۔
 نے آدھے اپنے بھی اس وقت اس سے مل بیٹھے میں کوئی حرج نہیں سمجھ رہا تھا۔
 ۳۔ ویسے ہی دربار میں لوگوں کی طرح وہ تھا کہ اتنے برسوں میں اس میں کیا
 تبدیلیاں آئی ہوں گی۔

”یہاں نہیں... کیوں نہیں...“ جگا حوٹھی سے ہوا، اس نے آنکھوں میں آنکھوں میں
”تو مجھے تو یہ پتا تھا، لیکن یہ پتا تھا کہ میں بھی دھرم کا آدمی تھا۔“

پھر وہ بولے یہ خطر تم دونوں کو میرے مرتھے میں گزاری میں چھ پرست جو
میرے لئے نہیں مانتا ہے۔ یہاں سے پہنچے چل دیئے سوک کے پرلی طرف سیاہ
مکان پہ بندھ کر رہیں۔

مگر وہ پچھلے روز صبح رات ہی میں پاس پاس بیٹھ گئے۔ بگڑے گاڑی
- رات کو پہلے صبح کاؤن میں رہے۔

[illegible]

چند لمبے بعد ہی مجھے یہ پیش آگئی، کہ میں نے عرب، مغل اور منٹو طرز تعمیر کا ایک عجیب، غریب مترجہ تھا۔ یہاں کی تعمیر میں ماربل سے حاشا استعمال پائی تھی جس سے وہ سرد تھا۔ اصل عمارت یہ وہ بڑی نہیں تھی لیکن پر شکوہ تھی ایستہ اس کے ارد گرد چارہ دیواروں سے درہمست وسیع رقبہ چھوڑا گیا تھا۔

عظیمہ شال - سنی میت لحد ہی تھا۔ گاڑی ڈرائیو دے میں داخل ہو گئی میں فوراً مہی
سے ایک - ایک کی پہلی گاڑی میں پہنچ گئی تھی جہاں سے وہ کرسمس پر جاتا

سے قریب واقع ایک بئر سے جو ایک چیلہ کی مدد سے پانی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، ایک شخص لکڑی کی چوڑی ایک طرف پکا اس کا علیحدہ چوڑی اور اس کے قریب سے لکڑی کے چوڑی کے

وہ نہایت عمدہ تہذیب کے موب میں تھا۔ ہاں کی جگہ یہ ہے کہ کچھ نہیں تھا۔ وہ چوں
معلوم ہوتا تھا جیسے چند منٹ بعد ان وہ کسی دکان میں شریعت کی دکان سے جا رہے ہوتے تھے
بڑے بوئے تھے، سب سے پہلے چہرہ دھوپ میں چمک رہا تھا اور ان کی آنکھیں ابھی ابھی
چمک رہے تھے۔

تاہم تمام تر مہنہ ایک وضع قطع اور جگہ پر سے باہر اس کے پہرے سے اس کی
صحت کا زیادہ کرنا مشکل نہیں تھی اس کے لئے یہ سریت غائب اور شفقتی نقاب
اس پر چھاپا ہوا تھا۔ قریب مگر اس نے رخصت کر لگائی تھی۔ حبیب دیکھی مسکرایا اور
ایک لفظ کے بغیر وہیں نہیں مس پڑا۔ اس رخصت میں کسی ورگائی گئے باہر تھی کئی

اصل عمارت کے قریب فرٹ پورج میں گاڑی سے سرسبز باغوں کی چند بیڑھیں چڑھ کر غریب دوستوں سے زور لے کر دوڑے تھے۔ ایک باغیچہ میں آ کر ایک حدی سے دروازہ کھول دیا۔ یہ ایک ایسا عظیم و عیش بلل قلعہ جس میں ایک طرف باقاعدہ سب سے پہلے تھا ایک عظیم و عیش بلل قلعہ جس میں ایک طرف تھیں عجب ہو تھا دور سے محض صفیہ صہبائی کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ پھت میں بڑے

نہ ہوسکتا تھا کہ وہ اس قدر اہل تھے۔ فرشتے کا جو قصور بہت کم تھا اس سے کہ وہ انہیں نہیں تھا
پیش کردہ تھا اور یہ جسم راہی میں بھی چہ نہ رہا تھا

لوہج میں سینئر ٹیمیں پر مشاہدات اور سائنس میں تائید تک موجود تھیں۔ اس جگہ کی ترتیب و ترقی کے ساتھ ساتھ وہ بھی ایک بہت بڑی و مستعدی تھی۔ یہ بھی موجود تھی جس کے پروردگار اور مائے دلوں پر تمام درجات موجود تھے جو یہاں پہلے کے پاس ہونے چاہیں۔ وہ ان کی طرف کچھ سسٹمی میں سے شہرام یا سوچ بورڈ کی طرف باقاعدہ میں پڑھیں۔ مگر بالابالاسیت کی صورت نہیں تھی۔ تاہم کوئی نے نہیں لکھ رہا۔ یہ رجسٹر میں کچھ لکھ تھا۔ لکھ سے قریب ہے۔ راجو

س نے سرگوشی مارنے میں ہمدردی نہ کی۔ "تو سوئے۔ چوں کہ بے غم ہو کر رہی ہو تو
 چپے چپے جاتے۔"

"بے غم تو اب رہی ہوں۔ غم کی بجائے دل میں اب محبت کی لہر ہے۔" بگ نے کہا۔

اور ہمیں سمجھ گیا۔ اس نے اس سے کہہ دیا کہ ہم ایک بہادر اور شہسوار بن جائیں۔

ہنس اور کہے کا سچ جسے گیت سیدھا چلا رہا۔ وہ اپنی کے تختہ پر۔ ہمیں یہ بہتر
کو دیکھ کر وہ بھی مسکرایا۔

"نہیں اپنی پسندیدہ داری پر لے جا رہے ہوں؟" نظر لے کر ہی طرف اشارہ کرتے ہوئے لگا سے پوچھا۔ "تھیں مظلوم ہے تاہم کسی کن مقامات پر سے آریوں کی آمد کو پسند نہیں کرتے۔"

"اے لڑکی! نہیں ہیں گھر سے لے جا لے اسے تین طرف بٹایا اور بڑھتا چلا گیا۔ پچھلے دروازے سے نکل کر، ریل کی چند میزبانیوں پر تھم کھلے سب میں پہنچ گئے۔ سامنے ہی عزت خاں خورشید رت پڑی ہوئی سو رنگ چٹائی کے کناروں پر دو طرف اس بنگہ پر دو رنگین چھتروں نصب تھیں۔ ایک طرف کی میز پر اور آرام وہ سوسیاں کھڑی ہوں تھیں سو رنگ چٹائی سے پرے غارت پر ایک ریشم پر احسان مرد نیم دراز تھا۔ وہ اب بھی تو میں نے تھا مگر بے برسوں نے اس کے سر پر اپنا کوئی نقل نہیں چھوڑ تھا۔ وہی مختصر سا جسم اور بزرگی شکل اور وہی چھوٹے چھوٹے چھدرے ہاں جو پانی میں بھیجے ہوئے تھے باہر یہ بھٹے کھڑے تھے۔

چار سائیت کم عمر، بوخیر لڑکیاں تھیں کے پاس میں اس کے گھر موجود تھیں اس میں سے وہ کسی خاص سے اس کی باش در مساجد میں تھیں آپسے من مکر و کچھ کر چھ ایک عجیب سا جھانسا ہوا لپٹا تھا گیا طورت تکی ہی سستی تھی کہ صرف دھرت سے حریدی چائے؟

لگا سے ہمیں دیکھ رکنے کا اشارہ کیا اور وہ اس کے گرد گھوم کر دو سری طرف چلا گیا احسان مرزا سے وہاں کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ دیکھا کہ صرف لگا کو دیکھ رہا تھا۔ ہم دونوں وہاں موجود تھی نہیں تھے۔

"سور کا بچہ! کتنی ساری طرف دیکھتے ہوئے غیر محسوس طور پر بیڑیوں۔" میں نے اپنی بونگ کے ستر میں اس شخص کی صحت پڑھا دیکھا۔ چائے کتنی مزہ اپنی زندگی فطرت میں الگ کر کے گردوں کا فائدہ پہنچا دیا وہ تین سو میری طرف تھے بھی نہیں رہا۔" میں خاموشی سے کھڑا ہوا میں گلیوں میں رہا اور گھر و پیش کا جائزہ دیتا رہا۔ لگا کی سٹ ٹک صورت مرزا سے مصروف گفتگو بنا پڑا اس کے ہماری طرف بھی اشارہ کیا۔ احسان مرزا نے صرف ایک نظر ہماری طرف دیکھا اور دوبارہ لگا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر لگا سے ایک چٹائی پر سے خوب کیا۔ وہاں ہی صبح سے صوبہ، پس کیا تھا اور اس کی تفصیل احسان مرزا سے توں کر رہا تھا۔ احسان مرزا نے لگا کو دیکھا اور وہ سب سے ہی لگا کے حلق سے ایک پتلی لپکی تھیں وہ تیرہ مجھ سے الگ۔

نہایت غیر متوقع طور پر وہ ٹپٹے ٹپٹے ہلکتی تھی وہاں کی ٹٹ اونچا اچھا اور غریب سے سو رنگ چٹائی پر وہ چھل کی سی تھری، مثالی سے سو رنگ چٹائی پر چکر لگات رہا تھا وہ ہاتھ پیروں کو برے نام جھٹک رہا تھا سائیت میری سے تیرہ تھا تکی پر اس

نے پٹ سے سرنگور اور نیم دیوانی برتن لگایا

خوشی کے علاوہ یہ عجیب سی طرف تھا میں مسکرتے بغیر وہ لگا بھی پٹی تھ لگا مسکرتے رہا تھا اور چاروں رنگوں کا لپٹا تھری شخصوں سے سو رنگ چٹائی کی طرف تھے رہی تھیں جیسے ان کا اس چھتے تکیاں یٹ کر جا میں ہا۔ حر احسان مرزا سو رنگ چٹائی سے نکل گیا

رنگوں نے اس کا اشارہ کیا کہ اسے گاہوں اور ستر پر لے دو لگا کے ساتھ وہاں کی طرف آیا۔ جب وہ میرے سامنے کھڑا ہوا تو بالکل یونہی معلوم ہوا تھا۔ میری طرف اس نے سب بھی نہ دیکھا اور ان کی کہ سر پر ٹھوڑے سے بعد سوں سوں کرتے ہوئے۔ "تمہاری صورت دیکھ میں صرف اس کے گوارا رہا ہوں کہ تم اس وقت ایسا خوشخبری سے ساتھ لگی ہو۔"

ظہور ہم دونوں تھری صورت دیکھا اس سے گوارا کر رہے ہیں لگا ہمیں بھلا مرزا ساتھ لے گیا ہے۔ "میں نے گوارا اس کی طرف سے جواب دیا اور ہم میں سے کسی ہ تمہارے میں چھو دیکھے کا شتیری نہیں تھا۔"

لگا کا رنگ فحش ہو گیا اور ایک لمحے کے لیے تو ان کی رائیت بھی متغیر ہو گئی۔ احسان مرزا بندر کی طرح خوشیاں۔ پھر اس نے باور راست میری طرف کیا۔ اس سے پتے پتے ہونٹ ہم، تھے اور اس پر ایک نیم دیوانی سا چھوٹا تھا ان کے عقب سے اس کے چھوٹے چھوٹے چھدرے لپکی ہوئے سے دانتوں جھانک رہے تھے جیسے ہی بھڑپے نے شکار کی ہو سو لگا کی ہو

اس نے مجھے یوں سرتی دیکھا جیسے بھلا مرزا ہو کہ میرے پارچے سونے کے ہے کو سا طرفہ ساروں سے لگا

"مرزا! کسی عادی سے بول تھی شاید آپ کو یہ حال کر خوش ہو۔ یہ وہاں کون ہے۔۔۔ یہ وہی ہے جس کا آپ نے ایسے پوچھا کہ اسے فائدہ پہنچا دیا تھا اور اسے تنظیم میں شامل ہونے کی دعوت بھی کی تھی آج کل یہ سب جواہر میں سے۔"

"منصور محل۔۔۔" احسان مرزا بڑی ہلکے سے محروم آنکھیں دھپکا سے بغیر یہ ٹک میری طرف دیکھتے ہوئے خودکشی کے سے لپٹے میں بڑھ گیا اور میں اس کی یادداشت پر رنگ گیا پھر اس سے یہ سنتے ہوئے وہ بھی حیرت رہا۔ "نہیں مجھے اس میں کچھ نیکی تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں وہ ہیں ہاں چاہیے تھیں اب لگا یہ اس وقت میں تھا مگر اب ہوں ہو گیا ہے لپکی اب لپکی بھی یا تبدیلی اس وقت اس کے پاس بھلا مرزا سے اب یاد نظر آ رہے ہیں۔ اس وقت اس کی ناک کے قریب سے میں تھا۔"

"بال میں نے لپکی کیے ہیں۔ مساصوئی۔" میں نے پتے سے لپکی سے

میرا خیال تھا کہ میرا کورا سا ناب سب سے بڑا صلہ مراد کی خوش مزاجی جواب دے ہو گا۔ میں نے اپنے دل سے اس کے تاثرات چھوڑ دیے تھے۔

”خیر نہیں؟“ جس نے عرض کیا ہے ”وہ فعل سے وہ اور جواب کا تصور کیا ہے؟“
اس سے مزید نہ۔ ”کیوں کی ذہنی میں نے من لیا ہے کہ تم بہت بڑے پرنس میں بن گئے
ہو لیکن میں تمہیں ماضی کی طرح کسی نوکری دیکھو کی پیشکش نہیں کر رہا۔ میں تو تمہیں پتا
رہا تھا کہ تم وہاں رہنا ہو اور وہ بھی اس طرح نہیں کہ تم اپنا کردار نبھو کر مجھ سے من لو۔
میں نے تم پتا کا وہاں حسب معمول چلتے رہو گے۔ زندگی سب معمول گزارتے رہو گے۔
مجھ سے تمہارا صرف خفیہ رہبر ہو گا۔ ضرورت پڑے پر تم مجھے مشورہ دو گے۔ کبھی کبھی
میری کسی خاص خاص قسم کی قیادت نہ دے گی۔ کبھی صرف ہم کے تعلقات تمہاری
ذمہ داری ہوں گے۔ جس پر سلسلہ ہو گا۔ اسے پتا ہو گا کہ کبھی وہ نہ میں تمہیں متاثر
رہنے کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ تم متاثر ہو سکتے ہو۔ میں تمہاری معلومات
کے لیے غائب ہوں کہ کبھی کے چھوٹے بچے سے بڑے پرنس میں صلہ مراد کی دوستی اور
خلوت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاؤں چھونے کے لیے تیار رہتے ہیں۔“

”رہتے ہوں گے۔“ میں نے باہر کی سے کہا۔ ”تعلقات کی پوجا اس سے ہوتی آتی
ہے۔“

”منصور! تم تو بات دہرائی کے پلو اور اصل تم اپنی کم عمری کی وجہ سے بعض
صوبوں میں غیر ضروری حد تک یہ پڑا ہو۔“ اس نے مرزا سے اپنا جام دوبارہ بھرتے ہوئے
کہا۔ ”جس میں صبح صبح پر انداز میں کہ اس میں مراد کی وفات کا مطلب ہے یہ اس کی
جانشینی کا بھی رکھتی ہے۔ جب میں کسی کو جانشین بنانے کی بات کرتا ہوں تو یہ بالکل ایسا
ی ہے جیسے کوئی پادشاہ ایک بہت ہی طاقتور کسی کے سپرد کرنے کی ہمت کر رہا ہو۔ میری
وفات کا مطلب کی صوبوں کا غیر رسمی قدر حاصل ہو جاتا ہے۔“

”مجھے بخوبی اندازہ ہے۔“ میں نے کہا۔ ”نہیں مجھے کوئی خاص دیکھی نہیں۔ دراصل
میں بالکل صاف تھی۔“ میں پر چل رہا ہوں۔ میرا ہنسی برکت ہے۔ ”قانونی اور بڑا ہے۔
مجھے بے شک تمہارے مقابلے میں بہت کم کوٹ جاتے ہیں۔ کھل چھوٹا ایک عام سے میری

تسامح ہے۔ میں وہ سب میری عزت کرتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا نام ایک منکر کے
بار سے سختی ہونے کی قیادت کسی کے قانون تک پہنچیں۔ خواہ یہ انہیں ذمہ داری ملے
تک ہی محدود ہوں۔ بہت متاثر۔ تمہیں خواہ سستی ہی حالت حاصل ہے لیکن تمہاری
شرت تو ایک بہت بڑے اسکرین کی ہے۔“

میری بات اس نے نہایت قہر سے سنی اور مسکرایا۔ ”بات تمہاری درست ہے لیکن
تمہاری معلومات میں سالے کے ہے پتا چلوں کہ مجھ پر ’’ع‘‘ تک نہ اسکرین کے تمام
میں نہیں چھوڑے ہو۔“ میں نے بھی کبھی گرفتار کیا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”بہت میرے خلاف
وہ بہترے کیس چلے ہیں۔ میرے چار کاروباروں میں ان کی معلومات میں آگئے۔ اس سے
تعلقات ہونے لگے۔ وہ کیس بنے۔ جائیداد اور دین دین کے معاملوں میں کبھی کبھار براہ راست
میرے خلاف مقدمہ بنا۔ میری قدرتی سے کار چلانے میں میرا چالان ہوا۔ اس طرح کے
بیسویں معلومات میں مجھے قانونی کارروائیوں سے واسطہ پڑا لیکن مجھ پر اسکرین کے اثر
میں کبھی مقدمہ قائم نہیں ہوا۔“ اس معاملے میں کبھی میرے خلاف وہ براہ راست ثابت حاصل
میں کیا جا سکا۔ اور اگر کسی بہت ہی پیچیدہ مسئلے کے لیے محکمہ خفیہ کے میرے پیچھے پڑنے
کی کوشش کی تو قانونی یا غیر قانونی کسی۔ کسی طریقے سے اس کا پتا مل گیا۔“

وہ ایک بڑا سا گھونٹ بھر کر یوں مسکرایا کہ اپنی گفتگو سے خود ہی حلق اندوز ہو رہا
ہو۔ ”میرا بہت جاری رکھتے ہوئے ہوں۔“ ایک بار مجھے پتا چلا کہ میرے خلاف وفاقی سطح پر
تحقیقات ہو رہی ہے اور مجھے کسی نہ کسی طرح گھیرنے کا پروگرام بنایا جا رہا ہے۔ وہ کہاں
چلتا کیس کا سبب تھا۔ میں نے جی صوبوں کی منڈیوں میں اپنے آدمی بھیج دیئے۔ انہیں
مدیوں سے ملنے ہی نہیں پئی۔ وہیں چند روزہ کے بعد پر گھر کی گئی اور کرانے
کے محاسبوں میں پہنچا کر منتقل۔ وہی گئی۔ ٹیکسٹل وغیرہ کی صنعت سے وابستہ فرد سے
بہت منڈیوں کا معائنہ کیا تو مدنی کا چہرہ تکہ کیس سمجھ رہا تھا۔ تم ادارہ نہیں کر سکتے کہ
یہ طوقاں ہی نہ ٹیکسٹل کی صنعت خوب ہو گئی۔ طوقاں کو مانے لگ گئے۔ مزدوروں کی
ہاتھوں سے شکایتوں کا سلسلہ لگ گیا۔ صوبائی سیکرٹری بھی گئے میرے پاس آئے۔ میں
سے بڑے قہر سے ان کی تقریریں سنیں اور صرف تاکہ کہ وفاقی سیکرٹریٹ میں میرے
تعلق ایک لائل پڑی ہے۔ وہاں دیکھئے۔ اس سے لگے وہ پاس منڈیوں میں آجائے گی۔
صوبائی سیکرٹریوں نے مرکز میں جا کر مدعا پیش کیا کہ صوبوں کی معیشت کا معاملہ ہے اور
صرف معیشت ہی نہیں امن و امان بھی تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ بالکل مجھے
پتہ لگی اور تحقیقات وہیں کی وہیں رہ گئیں۔ مجھے صرف ایک ڈیڑھ گھنٹہ کا حوالہ دیا گیا تھا
لیکن اس کے بعد سے ابھی تک تو کسی کو کچھ کرنے کی جرات نہیں ہوئی ابھی دانیہ اندوزی
کے خلاف پارلیمنٹ میں ایک بڑا بل ضرور پاس ہوا جس کے بعد دانیہ اندوزی کے خلاف

تو لیکن مزید غلبہ کیے گئے لیکن میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں اسے بھی چاہوں تو یک اشارے سے معیشت اور معن و مال و دسم پر ہم کر ملک ہوں۔ مثلاً ملک یکہ ایسی چیز ہے جسے اگر میں کچھ قصص برداشت کرتے ہوئے صرف ایک سوے کی منتویں سے ہی اٹھ کر بہت دیر میں بیٹھوں تو میرے یہ میرے اچھوتوں کے خلاف و خیرا اندوہی کا کوئی ثبوت نہیں ہوگا اور ہمارے جانے کی۔ تو میری حالت۔ یہ بادشاہت یا نہیں چل رہی۔

”مجھے یہ سب کچھ اس کر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔“ میں نے قدرے مبالغے سے کام لیا بتاتے ہوئے معصومیت میں مزید اٹھنے کے لیے میں یہ چاہتا ہوں۔“ پتی اس سے پناہ طاقت اور جاہ و جوار کے باوجود جنہیں پتی بادشاہت میں مجھ جیسے ایک فقیر آدمی کی ضرورت کیوں ہے۔“

”ہاں۔۔۔ سب کچھ ایسا ہی جاسے جو ہر لمحہ۔“ دو چار ہاتھ میں اٹھائے کرے میں طمنے لگا۔ ”مسلک بہت بڑے ہیں۔ بادشاہت جتنی وسیع ہو چکی ہے۔ مسالیں بھی آئے ہیں وسیع ہیں۔ کچھ عرصے سے صورتحال یہی آئی ہے کہ یوں در تقاضات کے معنی میں تشریف الی الہ کو کافی محسوس کر رہا ہوں اور پھر یہ بات چیت ہی ہے کہ اگر آپ سے وہ ی چوک ہوئی کسی سا جی و کسی عہدہ دار کے انتخاب میں بڑی غلطی ہوں اور آپ کے لیے۔“ میں نے ہاتھ سے گردن کٹنے کا اشارہ کیا۔ ”بہر حال یہ طاقت تو جوں ہوں کر کے چلتے ہی رہتے ہیں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ میری بادشاہت کو خیر و حق ہو گیا ہے۔ میری سلطنت کی دیواریں مر رہی ہیں۔“

اس کے چہرے پر فکر مند و بھٹک آئی تھی اور وہ سر کی کے قریب کھڑا جام کو دھیرے دھیرے لگیوں میں گھما رہا تھا۔

”کیا کوئی دوسرا گروہ شہر کے مال پر ہاتھ ڈالنے لگا ہے۔“ میں نے اس کی ”کیا تو اصل مسئلہ ہے۔“ وہ میری طرف اکتھ کر مڑتا۔ اندر میں مسکرایا۔ ”اگر وہ محض ایک گروہ ہو۔ تو حسرت مرزا کب سے اسے کوشیہ نہ بکھیر چکا ہوتا مسئلہ اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔۔۔ تم نے بھی مایہ کے بارے میں کچھ سنا ہے۔“

”نہ تو نہیں۔۔۔ میں نے اس کے بارے میں پڑھا ہے۔“ میں نے جواب دیا ”بہت خوب۔۔۔“ اس نے ایک گھونٹ پھر کر کہا۔ ”تو پھر جنہیں اس تنظیم کی طاقت انہی سے یہ تنظیم ملتی تھی اور جس طرح اس نے امریکہ، انگلینڈ، فرانس اور چند ایک یورپی ممالک میں اپنے گارے میں اس کا کچھ کچھ جنہیں علم ہی ہوگا اور یہ بھی تو پڑھ چکے ہو گے کہ ترقی یافتہ ممالک اس نظام کے بارے میں کس طرح سوچتے ہیں جنہیں معلوم ہی

ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں قانون کی برتری کا نظام ہی اس تنظیم کے لیے امرت بن گیا۔ ترقی یافتہ ممالک میں کسی جرم کے ثبوت کے بغیر تو پڑے سے پڑے صاحب بھی کسی غیب سے غریب آدمی کو نہیں پکڑ سکتا۔ اسے ہندوستان والی حساب تو ہے جس نے غریب کی دیکھ کر پانی سے بھی چلا۔ بھائیو رسید کر دینے کا اہتمام ہی میں کیا تو قتلے سے ہتھ پائوں نرو کر اٹھا۔ وہاں تو پولیس رین کے پاس سے کسی بہت ہی خطرناک اور غلبہ جن جرم سے کچھ گھرانے کے لیے وہ چار شرطیں لگا رہی تھی۔ اب اسے بھی وحشیانہ اور غیر انسانی شدت قرار دے کر ختم کر دیا گیا ہے۔ قانون کی اس بالادستی سے جہاں ان ملکوں نے بے پناہ ترقی کی ہے وہیں اس قسم کی چٹک کی کڑ میں ہی وہ حقیقت نافہ پروان چڑھی ہے۔“

دو جام سے گھونٹ بھر کے بے خاصاں ہو گیا

”یہ سب کچھ تو مجھے معلوم ہے۔“ میں نے کہا

”میں محض یاد دہانی کے طور پر بتا رہا ہوں۔“ وہ مسکرا دیا۔ ”اور ہندوستان سے اصل موضوع پر۔“ وہاں جنہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس تنظیم کا نظام بالکل ہی طرح چل رہا ہے جس طرح حکومت برصغیر کا نظام اس وقت چل رہا ہے اب اس کی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا جتنی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہ جاتے تھے ملکوں پر اس کی حکمرانی تھی۔ دہلائی بھی جوں جوں شہر اداری سے وہاں اس کے ہاتھوں کے ہوتے پائیں فساد۔ بچوں، سوتدوں اور انتظامیہ کے عہدہ داروں کا تو کچھ شمار ہی نہیں ہے۔ باقاعدہ کارکنوں نے حدود ہر عدالت کا نظام چلانے کے لیے ایک بہت ہی سرد اور جسم کا خدو ان مقرر ہوتا ہے جس کا کوئی خاص نام نہیں ہوتا۔ اسے بس ”فیملی“ کہا جاتا ہے۔ فیملی اس میں سے ایک شخص مافی کو مافائی طور پر قانونی حکمت عملی کے مطابق چلاتا ہے۔ اس شخص کا بھی بظاہر کوئی خاص عہدہ نہیں ہوتا۔ اسے بس ”کونسلر“ کہا جاتا ہے۔ بظاہر فیملی بڑی عزت و آبرو کی زندگی بسر کرتی ہے اور اس سے زیادہ عظیم الطبع اور پائیدار قانون شہری بڑی مشکل سے دیکھے کو ملتے ہیں۔“

”یہ بھی مجھے معلوم ہے۔“ میں نے کہا۔

”فیملی میں جنہیں اب بتانے لگا ہوں۔“ احسان مرزا نے کہا اور تپائی کے قریب سر پہنے سے بے جا جام تیار کیا۔ ”اسی بات یہ ہے کہ ہندوستان میں بھی ”فیملی“ کا تصور ہو چکا ہے۔“

”نہیں۔۔۔ میں اچھل چلا۔“ یہ میرے منکس سے۔ سات منہ دیا۔

”برطانوی سرکار بھی سات منہ دیا اور نہ جانے کس کس صحراؤں کے پار اور تاریف پر حکم لڑتے کے بھی نہ جانے کن کن اور افتادہ گوشوں میں یہ زیر تکیں ملکوں کا نظام چلا کر آئی تھی۔“ احسان مرزا نے صوفی ہاتھ کر کے اور جام تیار کر کے ایک بار پھر غلبے

لگا۔ اس لیے وہ جیسی عقیم کے لیے بھی یہاں قبیل کا مقدر کر دینا ہونی مشکل کام نہیں۔
 جس طرح انگریز ہندوستان کو سونے کی چڑیا سمجھ کر دوڑا تھا، اسی طرح دنیا کو بھی اپنے
 فتنہ فطرت سے یہ ملک سونے کی چڑیا بنی لگا رہا گا اور کسی سے دیکھ ہوگا کہ جرم کے فروغ کے
 لیے یہاں کی فتنہ بڑی سازگار وہ زمین بڑی زرخیز ہے اس لیے اس کے پہلے یہاں تک پہنچ
 گئے ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ قبیل کا سب سے بڑا کام ہونا ہے کہ سب سے پہلے وہ ان
 بوگوس کو ہٹا کر کے رکھ دے جو جرائم کی دنیا میں اس کی ہدایت کر رہے ہوں یا اس کی
 "گھمبوں میں" گھسیں ہاں کر کھڑے ہو سکتے ہوں۔ قانونی اداروں کو ہموار کرنے کی طرف وہ
 بعد میں توجہ دیتی ہے۔۔۔۔۔

اس حکمت عملی کے مطابق قبیل کی نظر سب سے پہلے ختم پر پڑی ہے "میں نے
 قبیل ظاہر کیا

"میں بالکل صحیح سمجھتا ہوں۔" احسان مرزا بولے۔ "میری سلطنت پر بڑے بھرپور انداز میں
 چاروں طرف سے حملے کیے جا رہے ہیں۔ میرے بہترین گھوڑوں کو جس چٹن کر دیا جا رہا
 ہے۔ میرا مال لوٹا جا رہا ہے۔ میری رہائش ڈھونڈ رہی ہیں۔ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو
 مافیہ کی دہشت سے ہی ملک چھوڑ کر بھاگ چلا ہوتا لیکن میں ڈٹا ہوں اور آخری دم تک
 ڈٹا رہوں گا۔ اس غاصت کے سلسلے میں غلامی کے دو تقاضات قانونی اداروں کے علم میں
 ہیں۔ ان میں ان کا کردار کسی قدر اخلاقی کام ہے۔ حکومت کو یہ تو معلوم نہیں کہ دوسری
 قوت کو درحقیقت مافیہ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ وہ اسے محض کوئی دوسرا گروہ سمجھتی ہے
 اور اندر ہی اندر غور ہے کہ پھر اس طرح وہ بڑے گروہ میں گھرا کر ختم ہو
 جائیگا۔ میرے مسائل بہت بڑی طرح اچھ گئے ہیں۔۔۔۔۔ ان اور جانی نقصان تو جو ہو رہا
 ہے ہو رہا ہے لیکن اس سے بھی بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کارکنوں میں خوف و ہراس اور بدظن
 پھیل رہی ہے۔"

"لیکن تو یہاں جس طاقت و بہت کا نقشہ دیکھ رہے تھے اس کی مناسبت سے تو یہ کوئی
 بڑا مسئلہ نہیں۔" میں نے کہا۔ "تم قبیل پر یہ دست چڑھ دو گے۔ اس کی بہت سے بات
 بگاڑ دو سب کو۔۔۔۔۔"

"یہاں مگر تہہ منے کی بات ہوتی ہے۔" احسان مرزا نے ایک طویل تہہ بھر کر کہا۔
 "ایک تو مافیہ کے قبیل کا مقدر اتنا سوچ سمجھ رہا ہے کہ وہ اپنے کو جی چاہتا ہے بلکہ ایسا
 معلوم ہوا ہے کہ قدرت نے اس قبیل کو پیدا ہی شاید اس مقصد کے لیے کیا تھا۔ کسی
 زمانے میں وہ سب بڑا طاقتور و محبوب قبیل رہا ہے۔ پوری تہہ ریاست کا نظام اس کے
 سرور کے ہاتھ میں رہا ہے اور اس کے اعتبار سے وہ پوری طرح مافیہ کے مطلب کا آدمی
 تھا۔ میں بھی بہت بڑا آدمی ہوں لیکن اس کی توجہ اب بھی بہت چٹوں میں بھی اچھائی

کسی کو چھو کر نہیں گزری۔ بہرحال۔۔۔۔۔ میرے لیے یہ بھی کوئی انشا بہ مسئلہ نہیں تھا کہ قبیل
 بہت طاقتور ہے اور اس کے پیچھے مافیہ ہے۔ میں اس کے ہاویوہ چڑ کر شاید کچھ نہ کچھ کر
 سکتا، لیکن قبیل صرف طاقتور ہی نہیں بلکہ ہمارا بھی ہے۔ اسے میری قوت کا مدد تھا۔
 لہذا عملی طور پر میدان جنگ نرم کرنے سے پہلے اس نے بعض ضروری انتظامات میں کیے
 اور نئی بات ملکوں میں سرگرم عمل مافیہ کی زمینوں کے برعکس یہ قبیل ایک طرح سے غار
 کر وٹ چلی گئی۔ کھانا تو تو یہ قبیل ہی کھاتی ہے۔ اس کی حقیقت یہ صرف وہ باپ بیٹا
 ہیں۔ میں ان دونوں کو اس وقت سے اچھی طرح جانتا ہوں جب اس قبیل کا "میرزا"
 نہیں ملا تھا لیکن کچھ عرصہ پہلے یہ دونوں میری نظروں سے چلے آئے اور جمل ہو گئے ہیں۔ کچھ
 دنیا میں تھے ہی نہیں۔ اب مجھے یہ سب کچھ معلوم ہے کہ مافیہ کی قبیل کو کبھی ہے لیکن مجھے
 یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے۔ میں اس کا کچھ نہیں گاڑ سکتا۔ ان کا جو آدمی بھی ہمارے
 ہاتھ لگا ہے اس پر تشدد کر کے کچھ معلوم کرنے کی کوششیں اب تک ہے ۱۲ رہی ہیں
 مافیہ کے نظام میں اس قسم کے قسم کی مداخلتیں ہیں جو اب مافیہ کی طرف سے مجھے پتہ
 مل چکا ہے کہ مجھے تیار رہا کر کے ایک روز پینٹ کے پارٹ میں لے کر دووں طرف
 کنکریٹ بھر کے سندھ میں پھینک دیا جائے گا اگر میں امریکہ میں ہوتا تو اب تک ایسا کیا
 بھی جا چکا ہوتا۔ بہرحال مجھے ہے انجام دے دے تو وہ چاہیے۔ میری سلطنت بکھرنے
 اور میرے خاندانے لگ جاتے کے بعد قبیل منظر عام پر آجائے گی۔ "قبیلان سے حکومت کرے
 گی اور مافیہ کے پاؤں ہندوستان میں بھی خوب مضبوط کرے گی۔"

"آخر وہ قبیل ہے کون سی؟" میں نے پوچھا۔

"نواب شرافت علی خاں اور اس کا سب سے بڑا بیٹا۔" احسان مرزا نے ہوا میں کسی
 غیر مرئی چیز کو دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

"نواب شرافت علی خاں۔۔۔۔۔" میرے طلق سے سرسراہٹ ہوئی سی تو وہ اٹلی اور میں
 نے ہتھ پکڑ کر کھڑے ہوئے۔

مجھے احساس ہوا کہ احسان مرزا مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ "کہا ہے کہ
 مجھ سے اس قسم کے وہ عمل کی توقع نہیں تھی کیونکہ اس نے خیال میں اس کی بھی بات
 پر حیران و غور ہوئے۔" احسان نہیں تھا اور پھر اس کی توقع کے مطابق تو نواب شرافت
 علی کا نام میرے لیے اجنبی ہی ہونا چاہیے تھا لیکن سے کیا معلوم تھا کہ یہ نام میرے لیے
 کیا معنی رکھتا ہے۔

تادم میں نے حیرانہ مہک بھرتی سے دوبارہ پوچھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا پتا تو یہ تم نے؟"

"نواب شرافت علی۔۔۔۔۔" احسان مرزا نے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔۔۔" میں نے سچوئی زمین کا انداز کرتے ہوئے ایک سگری سہانسی کی۔ "میں

سمجھا تھا کہ تم نے ثوابِ سعادت میں ڈاکہ بٹا کر اس لئے مجھے حیرت ہوئی تھی کیونکہ ثوابِ سعادت میں میرے ایک دوست کے والد تھے لیکن وہ ثوابِ سعادت شریف آدمی تھے اور ویسے بھی وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔

”مسلحہ“ جس میں مرد و عورتوں سے منکر یا میں نے اپنے ٹائٹ پر بہت جلد قابو پایا تھا ورنہ وہ ٹائٹ کی گئی تھی۔ جب سے میں نے اپنے جذبات و احساسات پر قابو رہنے کی مشق شروع کی تھی یہ پسند موقع تھا کہ میرا دل اتنا واضح ہو گیا تھا۔ بہر حال بات یہی تھی کہ

میں نے دیکھا کہ اندر دینے کی ڈاکری گرتے ہوئے ٹپک۔ ”ویسے میں غائبانہ طور پر ثوابِ شرف علی کو بھی جانتا ہوں نہیں میری معصومات کے مطابق تو درست ہے۔ ثوابِ سعادت بڑی جگہ ڈاکہ ہے۔۔۔ یہ پلہ سعادت سے اس کے پاس۔ سے بعد وہ فوجی کارکنان کی یا ضرورت تھی؟“

”تسار“ یہ سوال لازم ہے اور مجھے قدرے تفصیل سے اس کا جواب دینا ہو گا تاکہ میں منظرِ تسارے ذہن میں محفوظ رہے۔ ”احسان مرزا سے چار سے ایک بڑا سا گھونٹ بھرنے کے بعد گلاس رکھتے ہوئے کہا۔ ”سب سے پہلی بات تو یہ کہ ثوابِ شرافت علی جتنا بڑا زمیندار ہے یا یوں کہو کہ جتنا بڑا زمیندار تھا، اتنی ہی بڑا اس کا خاندان ہے۔ اس کی میری شری بیویوں کا تو کوئی شمار نہیں تھا، نام اس کی شری بیویوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں تھی جن میں سے بہت سی بیویوں کو وہ ہمیں روپے تنہا کئے حق مرے، طلاق بھی دے چکا تھا لیکن بہت سی عورتیں مردوں یا بڑے خاندانوں سے بھی نہیں لے بیٹے ہی اچھی شرافت پر وہ سب سے پہلی گئی تھیں۔ عریضہ اس طرح ثواب کی اودھ کا سلسلہ بھی شروع دیکھ رہی ہے۔

”موجودہ سرکار نے جب زرعی صدقات کا عوامی نظام اور بڑی چاکریں ضبط ہونے کی فدا کر دی ہوئی تو ثواب نے چاکریں اور چاندی، قسمر کے بقدر حصہ اپنا لیا اور اس کے نام کرنی شروع کر دی۔ اس سلسلے میں اس کے بعض سرکش بیٹوں اور بیگمات کا دباؤ بھی اس پر کافی عرصے سے بڑھ رہا تھا۔ جائیداد غیر تقسیم ہونے سے بعد ثواب کی حالت کچھ ایسی ہی ہو گئی تھی جیسے ماتمی سکر رچا رہا ہو۔ عارضہ روپ پیسے کی بے بسی اس کے پاس کوئی کمی نہیں تھی مگر وہ نہ ایک سو ہوں بے تامل۔۔۔ بڑے بڑے خاندانوں پر حکومت کرنے کی ایک بڑی طاقتوں کا حاکم نظام کے تحت وہ جان و ثروت میں کسے رہتی تھی۔ اس کی ہوس فحش و تفریح کے دور سے بادشاہوں اور سرداروں پر چڑھائی رہنے پر ان کی رہائی ہے اور لگا ہوا درجہ درجہ فحش سے فحش جگہ کی نہ تھی بلکہ اس میں موجود رہتی ہے۔ ایک تو اس جوتی نے ثوابِ شرافت علی کو بے بسی میں رکھا مگر اور دنیا کی ”فحش“ کے طور پر

تفریح کی پیشکش میں کر اس کی اس ٹپک پڑی ہوئی یہ تھوڑی نہیں بننے کا مطلب بھی ایک ایک کی آمد سے اقتدار حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ اقتدار دست کا رہا بھی رہتا چلا آتا ہے۔ فحش کے اشارے پر چلے پڑے وہ ہم ہونے لگتے ہیں۔ وہ سیاست پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔۔۔ اور یہ میں پسے بھی مگر اگر چاہوں کہ شرافت علی کو جاننے کا آدمی بنے

اس سے شاید زندگی میں کسی بھوس تر بھی کوئی چھاکار مرزا نہیں ہو۔ مثلاً اس کے مقابلے میں خواہ میں بھی بہت۔۔۔ کوئی سوں میں جو کچھ بھی بنا ہوں بہت برے پیٹھے سے بنا ہوں لیکن کبھی کبھی جیسے خود خود میں مدد سے کوئی تیلی پھوٹ پڑتی ہے۔ حواشی سے قطعاً مرزا ہوں کہ میرا جڑ ہے۔ شرف علی کسی نہ کسی نام سے کوئی ٹرسٹ قائم ہے جس کی آمدنی سے بیواؤں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ عریضہ صاحب خاندانوں کی لیس د ہوتی ہیں

ایسے ہی ایک ٹرسٹ کی ”لو“ میں نے سنی میں کسی کی ماں پہنے کٹھن سے ساریت سے ٹینس ان دوکوں کے لیے ہوئے تھے جو فٹ پاؤں پر پوش پڑے تھے۔ یہ خیال شاید مجھے اس سے آوے تھا کہ میں بھی فٹ پاؤں پر چلے۔۔۔ تھا۔ بہر حال شخصیت نے سب سے بعد ہم یہ کیا تھا کہ اس پروجیکٹ کے دفاعی پہلو کی طرف دھیان دیتے بغیر اس پر تمام موجد تھیں لگا دیتے تھے۔ بہر حال میں یہ مٹاں اس سے دے رہا ہوں کہ مجھے شبہ کہ بگاڑوں سے بھی کوئی نہ کوئی چھ کلام سرزد ہو ہی جائے۔ لیکن میں نصیحت و توفیق سے کہہ سکتا ہوں کہ ثوابِ شرافت علی سے کوئی چھائی غلطی کے طور پر بھی سرزد نہیں ہو سکتی

ثواب کی شریف اودھ میں اپنے حصے سے کر دھر دھر بکھر چکی ہیں۔ اس کے کچھ بیٹے بیٹیاں دوسرے ملکوں میں رہائش اختیار کر چکے ہیں۔ بہر حال ہمیں شریف خاندانوں سے کوئی عرض نہیں افسانوں بڑا ثواب اور اس کا پیدا ہونا ہے۔

وہ تمام وعدے جو مانو گئے کرتی ہیں اس کی سرپرست میں ہو رہے ہیں۔ اس کے بہت سے آدمی میرے آدمیوں کے ماتحت اور میرے بہت سے آدمی اس کے آدمیوں کے ماتحت رہنے چکے ہیں۔ گینگ وار چلتی رہتی ہے۔

”ہندوستان میں سب ریاستیں انہوں میں اندرون بڑی طاقتیں ہیں اور ہم میں چار۔۔۔ تھا۔ میں ہو سکتا۔ اس لیے ہم میں سے وہی ایک ہی رہی رہے گا۔ میرا ایک منہ رہے گا۔ کہ میرے پاس اس کے تو بہت نیچے درجے سے موجود ہیں ہیں انہیں آدمیوں کی میرے پاس تخت کی سے ایسے لوگ ہو رہے ہیں۔ اس میں ہی صرف مجھے ہی کرنا پڑتی ہے۔ شروع ہی سے میں نے اپنا نظام چھوڑ دیا تھا کہ چھوٹے سے چھوٹا معاملہ بھی میری طرف سے گزارے بغیر سر نہ پائے۔

میں نظام سب میرے ہے تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے۔ تھا میری اتنا کہ تھا تھا

وہ خاص در زکھوں وہ اس میں سے ایک ذیہ نکال۔ اب میں وہ چھوٹی پھونٹ نکلیں
نہیں۔ اس نے ایک قلم کھینچا۔ قلم کے ہر جھکڑو میں لگائی۔ ہر جھکڑو کا سوچ آں
بے اس نے کمرے کی کتھنری

چند سے چند قلم کی سرسریٹ کے ساتھ پوینکا چنے کا اور اسکرین روش ہو گئی۔
پند ٹیکٹا سکرین مار رہی ہر چانک ہی اس پر ایک منظر ابھرتا۔ قلم رنگین تھی اور یہ
منظر کی قلب کا بھی ہو سکتا تھا۔ وہ کسی کمر میں منعقد ہونے والی رقص و سرود کی محفل کا
بھی اس میں صرف چند ڈانسے پویش انداز میں رقص کرتے نظر آ رہے تھے۔ ان کے
چہرے تھوڑے رہے تھے۔ قلم کے ساتھ ساتھ نہیں تھی، تاہم صرف نظر آ رہا تھا کہ ہر قلم
میں سستی کی آہ میں پویشا کو کہ ڈیڑھ سوٹ سندھ ستانی تھے۔ وہ تین سفید فام لڑکیاں بھی
قلم تھیں۔

مرزہ جو کہ چند سے قلم دھڑک رہا تھا۔ پھر جیسے خاص طور پر چند جوندوں پر سکت ہو
یہ پھر صرف قریب کی اس میں اس کی آواز ابھری۔ یہ بھٹی تھی کے ایک ان قلب کا منظر
ہے۔ ان جوندوں سے وسط میں نیچے سوٹ میں ہو جوندوں پہلے اسکرٹ والی ایک صند لڑکی
کے ساتھ رقص دہا ہے اسے غور سے دیکھتا۔

اس جوندوں کا چہرہ بھی بھور ہی ہرے کی طرف ہو رہا تھا۔ پھر جیسے کمرہ ان کے کچھ
قریب پہنچ گیا اور کمرہ وہ ایک جوندوں کے ساتھ وہ مجھے واضح نظر آئے گا۔ وہ ایک آنکھوں
اور بھورے بالوں والے ایک جوندوں کے ساتھ وہ جس جوندوں تھا۔ لڑکیاں بلاشبہ اس پر مڑتی ہوں
گی۔ ان کی ہم رقص تھیں اس سے نہیں پھونٹ تھی نہیں شاید اس کا اس نہیں چل رہا
تھا۔ اس کے گلے میں جھلک رہی تھی۔ وہ پارسے کی طرح تھوڑی رہی تھی۔

سب جوندوں۔ رقص دہا ہے ہم رقص میں تھیں تھے۔ ہفتا میں جوندوں سے دزیدہ
کی نظروں سے اوجھ رہا دیکھ پھر۔ قلموں میں کچھوں میں پٹی سر رقص کو کوئی شروع
یا وہ جوندوں سے غار میں مسکرتی پھر وہ جوندوں رقص کرتے ہوئے جوندوں کے درمیان
سے راستہ بناتے ہوئے غیر محسوس طور پر بھیڑ سے نکل گئے۔

وہ جوندوں کی طرف جا رہے تھے۔ وہ کمرہ ان کا لطف کر رہا تھا۔ پھر قلم میں چند
یکٹ کا وقت کیا۔ پھر جیسے کمرے کے سامنے کئی جوندوں کی جوندہ ہو گئی۔ وہ دونوں
ایک دہر پھر کمرہ کے سامنے سے وہ جوندوں کا یہ توہی شیطاں سوار تھا۔ پھر وہ ایک طرف کو
مڑا۔ وہ کمرہ ان کے گلے سے کمرے سے۔ پھر وہ جوندوں کی حرکت کی چند
پیریں اس کی دامن میں کچھ جن سے تدارک نہ تھا کہ وہ کچھ ہندی سے کسی کمرے کا منظر
نٹ میں سے کسی کو مشغول کر رہا تھا۔ کمرہ کوئی رگڑت دہر میں اس کی تھی۔ پھر اسکرین
پہ ہو گئی۔

اس جوندوں کی صورت میں تھیں ہا معنی سے ہاں "احساں مر نے پوچھ
"ہیش کے لیے" میں نے جواب دیا۔

"اب لڑا یہ وہ سری لکھ دیکھو۔" اس نے ہر جھکڑو کے چپ کی مدغم روشنی میں ہی
قلم تھیں کی

اس پر آٹھ ایم ایم کی چھوٹی سی اسکرین پر جو قلم شروع ہوا، وہ ایک پند ست
تھی۔ پند لکھ لکھ وقت دکھائی دیے اس پر رقبہ ہی ہوئی تھی۔ پھر پانچ ہی۔ پھر
کسی سے وہ ہم آہنگ سے ہال میں پہنچ گیا۔ یہ اس کن حانہ سے مشا تھا۔ اس کی
دیواروں پر مشعلیں روشن تھیں۔

یہ اس جوندوں سے کچھ پہنچا ہوا تھا۔ پھر وہ جوندوں میں سے کچھ انکھوں سے
سروں پر مختلف ہواٹ کی پٹی و فری لہیاں تھیں۔ اس کے پاس کا کچھ انداز نہیں ہا
رہا تھا۔ مجموعی طور پر وہ گلے سے پٹھان معبود ہوئے تھے۔ لکھ پٹھان لکھ تھے۔ اس میں
سے جھٹی بھی تھیں، واضح نظر آئیں، یہ نیچول صورتیں معلوم ہوتی تھیں۔ کمرہ ان سے
ہو گیا ایک بہت بڑے سٹیج تھوڑے سے پوچھ

اسٹیج پر وہ جوندوں کی انکھیں روشن تھیں جن سے تیشف ہا جوندوں ٹھہ رہا تھا۔ اس
کے درمیان وہ پست قد لیکن تناسب در خواہمورتی کے ساتھ اس میں اصلی سولی و لڑکیوں
ماٹھوں میں قلم انجائے سر جھانے کھڑی تھیں۔ ان کے جسموں پر حتی اسکرٹ سے مشا
سفید لبادے تھے جو ہر بغیر سے ہی معلوم ہوتے تھے۔ ان کے تھے ہال شاہوں پر بکھر
ہوئے تھے۔

اس کے درمیان ایک لمبھی ڈھانڈا مار کے سے انکھوں کا رچھ کی خاص ہا محققہ ساہن
پنے سٹیج پتی دہے پند تھا۔ اس کا سر اور شاید کھتوں بھی مڑی ہوئی تھیں اور اس کے
کمرہ میں چہرے پر بڑی بڑی سٹیج تھیں۔ پھر وہاں ہی سیدوں ہر تری تھیں۔ بالوں سے
بے باز اس کا بڑا سا گھٹا ہو۔ سر اور سفید سفید ہا چہرہ کسی بہت بڑے بڑے سے مشا نظر
آ رہا تھا۔

اس کا جسم کمری و چوڑا پنکھا تھا۔ وہ ہاتھ گود میں نکالے اپنے قمار اور اس کے بازووں
کی پھلیاں نمایاں نظر آ رہی تھیں۔ اس کے گلے میں سوٹ صائے انکھوں والی لکھ تھی۔ اس میں
تھیں۔ اس کے ہونٹ مل رہے تھے۔ دھیرے دھیرے اس کے ہونٹوں کی حرکت میں تیزی
آتی گئی اور ان کے گوشوں سے کلم رہنے لگا۔ پھر اس نے بڑے جوشیہ مڑ میں ہندو ہا
کر سواہ نظروں سے حاضرین کے جھوم کی طرف دیکھا۔

کمرہ جھوم کی طرف مڑا۔ لوگ جوش و خروش سے باز ہوا کر کچھ کمرہ رہے تھے۔ ہندو
کسی کی تائید میں کمرے لگائے کا رہا تھا۔ اس میں سے کچھ انڈ بھی کھڑے ہوئے تھے۔ کمرہ

تک ہر پہر اس کی طرف مڑ گیا وہ شخص مشفقہ انداز میں دونوں بازو ہل کر نہیں ہلنے جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔

پھر حال اس خفاہ نگار میں سکوت چھا گیا اور وہ سر ہٹ کر گھٹیں بند کر کے ہوں انہماک میں سر ہلنے کا جیسے وجد میں آ رہا ہو۔ اس کے انہی ہاتھیں دونوں لڑکیوں کو جن کی طرح سائت گھڑی تھیں دیر سے دیر سے جیسے ان میں جوں ہونے لگی۔

پہلے سورہ لے کر کھانا شروع کیا پھر وہ باقاعدہ رقص کرنے لگیں اس دھند سی بلک اینڈ رائٹ طرح کی صورت میں بھی یہ رقص کچھ نہ میرے جسم میں پونہ لیا کی دوز نے لگیں تھیں۔ حال سب بھی انہیں کے ہاتھ میں تھے۔ کبھی وہ سے انہیں ہاتھ پر نکال لیتی تھیں اور کبھی ہاتھ پر۔ ان میں سے ہر بار کسی چیز کی طرح بھر بھر کر وہ حاضرین کی طرف اچھاتی جا رہی تھیں۔ جانے کیا چیز تھی اسکرین پر جنوں سے مشابہ نظر آ رہی تھی۔ فلم بکھت ختم ہو گئی۔

حسان مرزا نے پروٹیکٹور لے لیا۔ کٹ آن لگی اور میرا ہاتھ قلم کر گاؤنٹر کے عتب سے نکل آیا۔ چند لمحوں بعد ہم دوبارہ اس گھر سے آگئے جہاں پہلے بیٹھے تھے۔ حسان مرزا نے اپنا وہی جام لٹا دیا۔ اس نے خوشی میں میرے پر مخ دیا تھا اور جو آگے سے زیادہ چمک چکا تھا۔ اس نے بیٹھ چکا تو اس نے ایک گھونٹ حلق سے اٹھتے ہوئے پچھلے حسان دونوں غلوں میں غٹیں سب سے خاص بات یہ نظر آئی۔

"کی کہ ہمیں کے ایک دوا رب قلب میں تھری ہیں سوت ہیں کر رقص کرنے وہ اور زان کار کے سنانوں کی طرح حال لپٹ کر اسٹیج پر بیٹھ ہو وہ شخص ایک ہی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"ہست خوب" وہ اپنی ریت پر ہاتھ مار کر تقریباً چلا تھا "تر بدشہ ایک ہے مثال انسان ہو۔ اس حقیقت کو شاید ہی کوئی محسوس کر پاے۔ رقصین فلم تقریباً چار سال پہلے کی ہے اور بلیک اینڈ رائٹ فلم ایک سال سے زیادہ پرانی ہیں۔ صحیح طرح سے انہیں بہ حال لکھا کیا جاسکتا ہے فلمیں محض تھک کے دیکھیں یا بول اور ایسے بھائی گئی تھیں یہ ایک عجیبہ دور طویل کہانی ہے جسے ہم نے ادا نہیں بھیڑیں گے۔

رقصین فلم میں تو نے جس سوڈ ہوئے دھوان کو دیکھا ہے ان کا ہر مشیت علی خان سے یہ نوب شرفت میں کی سب سے بڑی کامیابی کا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ میں بھی تقریباً پرتھین ہوں کہ دوسری فلم میں نظر آئے وہ شخص ہے پتا مختلف نظر آنے کے باوجود در حقیقت ایک ہے لیکن سب میں یہ غور رہتا ہوں کہ تین سال یا اس سے بھی کم عرصے میں یہ کیا کیسے ہونے لگا۔ سب تمام پر ایسے ہی جہاں کی وہ تصویر ہے اور وہاں سے لے کر گھر سے پتے یہ فکر کاڑے تو ہر میرا نہیں متروک ہے۔ لکھا ہے۔ وہ نوب زانہ مشیت علی

ی ہے۔

دوسری فلم میں خرمے جو ہال سے دیکھا ہے اور ایک عبادت گاہ ہے۔ انا تو ہمیں یہ وہ ہوا ہی کیا ہوگا۔ یہ عبادت گاہ ایک بلی چھوٹی سی دکانی میں واقع ہے جسے ایک ہونے پر وہ عرصہ نہیں گزرے۔ یہاں کی سڑک کے قریب واقع یہ دکانی ایک پرلے کی شکل کی ہے۔ اس کے تین اطراف میں بلند دیوار پائونڈ کی دیواریں ہیں۔

اندو چائے اور پانی پینے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ چھوٹے کمرے میں بٹائی گئی ہے سڑک صرف چودہ چودہ میل لمبی ہے اور دیر نوں اور دشوار گزار راستوں سے گزار کر اس تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ہندوستانی فیس کے مطابق تو یہ علاقہ ہندوستان کی ملکیت ہے لیکن درحقیقت یہ تبت میں ہے۔ در ہندوستان کے رزمیوں پھیل ہوئی اس کی پہلی سی پٹی میں کی شامل ہے جہاں ان تینوں علاقوں کے مستحب ہلکے کھی کھی بیٹھ جاتا ہے باقی بھی سمجھتے ہیں اور برسوں یہاں کے پرچہ پائونڈ کا دیوار میں روپوش رہتے ہیں۔

علاقہ یہ علاقہ آزاد ہے۔ اس میں اس کی پرانی شہاں تو مستطاب کہہ ہو چکی ہیں اور ان کا اپنا ہی نظام ہے۔ یہ وہی جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ اس کی ہستیوں میں سے ایک نے اس کی بڑی قریب پہنچ کر اس کے باشندے کسی طور پر قس ہیں میں سب کے سب نہیں۔ اس میں دو بڑے بھائی بھی شامل ہیں۔ ان کے وہی نظریات اور معاشی نظام بھی ان تو نیپالیوں سے ملتا ہے اور انہیں میں سے

نیپال کے بیشتر قبیلوں میں رہتے ہیں کی پو پو کی چالی ہے۔ یہ لوگ سانپ کے خست دھڑ ہیں۔ بہت دکان کا دھڑی بیٹھو۔ اور سب سے بڑا دھڑی اولی لامد ہوتا ہے لیکن یہ لوگ اپنے خلی بیٹھو کو شوقی ہتے ہیں۔ اس کا موصوم دہی ہے جو تھامے لکھا ہو ماسی کا ہوتا ہے۔

ان کا ایک حکمران بھی ہوتا ہے جو صرف ایک سال کے لیے منتخب ہوتا ہے۔ وہ انہی میں سے کوئی معتبر اور عمر رسیدہ شخص ہوتا ہے۔ اسے "پانی" کہا جاتا ہے اور اسے ہمارے قبائلی حرموں سے مثلاً ایک کو خلی منتخب کرتے ہیں لیکن وہ برطانیہ کی ملک کی طرف محض حدودے کا سرور ہوتا ہے۔ اصل اقتدار حرم کے در منوی کے پاس ہی ہوتا ہے۔ خاص خاص فیصلے کسی کے اشاروں پر ہوتے ہیں۔

"یہ تو تم سمجھ ہی چکے ہو گے کہ حشمت علی ان کا "سونو" یا بیٹا ہے اور سفاک باب واپ شرافت میں ان لوگوں کا "پانی" یا بیٹا ہے۔ انہوں نے یہ مقام جیسے حاصل کیا وہ وہاں پر عہد کیسے حاصل کیا یہ سوچ کر مجھے حیرانی ہوتی ہے۔ سب شک وہ لوگ ہر قوت کی حد تک سادہ لوح اور بھڑے جہاں کے عادی ہیں، پھر بھی اجتماعی طور پر ان کی نگاہ ہاتھ میں سے لینا بہت ہی چالاک کی بات ہے۔

اس ذاتیہ نو زو میری کچھ میں یہ ہے کہ وادی ایک طرح سے برائی میں شست علی نے تھی۔ دو تیس سال پہلے تہ میں صرف پانچ سات ما افراد تھے دوسری بات یہ کہ میں سے تمام مذہب کے پیروں، فقیروں کے، برعکس شروع شروع میں لوگوں سے بڑے بڑے و عیرو بیٹے کے بجائے میں شیعہ ضرورت تقسیم کیے۔ نہیں مختلف کاموں کا احکام لکھایا۔

اس کے وہاں جاننے کی وجوہات سمجھنا کچھ مشکل ہیں۔ یہ حکمت عملی خادان لوگوں کی تھی یا مافی کی تجویز کردہ لیکن سرحدیں بہت خوب۔ میں اب بھی اس پر قیود کرتا ہوں تو عیش عیش کر بیٹھا ہوں۔ تکی کی پانچ جہ شہر قسم کے مجرم بھی نہیں کر سکتے وہ نہ ہی تمدن زندگی سے دور ہوئے، تصور کر سکتے ہیں۔

میں اس طرح کے دادر دادر علاقے میں ایسی وحشیانہ زندگی گزارنا شاید بہت تکلیف دہ معلوم ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ایسے علاقوں میں اس کو پانچ سات ہزار انسانوں پر بھی اقتدار حاصل ہو جائے تو انہیں ریودہ معیشت اور محنت کی۔ جانے کتنی خوبصورتیاں اس کی نگاہ میں ہیں۔

اب ترس شست علی کو ہی دیکھو تو اس کی تین چار سال پہلے کی شہری زندگی کی لکھ بھی دیکھیں۔ ٹھیک ہے کہ اس وقت بھی وہ صحت مند اور وجہ تھ لکھیں اسے دیکھ کر پھر بھی پیچھے ہٹ اور راکت کا احساس نہ ہوتا تھا۔ پھر تم نے دوسری فلم میں اسے دیکھا۔ فلم بہت ناگھس کی تھی لکھیں غمناک دیکھا وہ کتنا تومید کزابل اور سخت جاں نظر رہا تھا؟ فارزنگ کی آواز میں کیا ہے

”اسے وہاں کی کس چیز کی ہے؟“ اطرا۔ کے تمام مظاہر اور تمام تصویلات اپنے اصل روپ میں سے فراہم سے ہیں۔ بہترین جانوروں کا گوشت وہ کھاتا ہے۔ بہترین شرابی وہ پیتا ہے۔ شہر کی گھاگ لڑکیوں کی جگہ اپنی کسین اور حقیقی معنوں میں حسین لڑکیاں کہہ کے ایک اشرف پر قرہان ہوتے کے لیے دست بہت کھڑی رہتی ہیں۔ ہزاروں بیوقوف کی کے لیے سرگرنے کو تیار رہتے ہیں۔ آلائشوں سے پاپ مصدا ورنہ کی تمیز والا پہاڑی پٹی اسے پیسے کے لیے میسر ہے مگر وہ دھوئیں سے پاک تانہ ہوا میں وہ سانس دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہم سے کہیں بہتر زندگی گزار رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ موت کر بھی آئے تو چاروں میں بے یار پڑ جائے۔“

اس کے سبب میں رٹک نہیں، غمہ اور دلی دلی جھنجھٹ تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ اصل موضوع سے ہٹ رہا تھا تاہم میں خاموش رہا۔



خوبصورتی اور شہر کا ایک منظر

.....

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ غائب اس اصل موضوع پر غلبہ شہری سانس لے کر ہوا۔ ”اب میں اس سے کے دوسرے اور اصل پہلو کی طرف آتا ہوں جیسا کہ میں نے کہا کہ اس غیبت نے خوب ڈاکر یہ جگہ منتخب کی ہے۔ تم کو چشم تصور سے اس پھول کی وادی کی بناوٹ دیکھیں میں دو۔ تقریباً چاروں ہی طرف ہندو پاک پناؤں کی دھڑکیں ہیں۔ صرف ایک ہی راستے سے وادی میں داخل ہونا ممکن ہے اور وہ بھی گلیوں پر نہیں کی بڑے جھوم کی صورت میں ہیں یعنی اس وادی میں رہتے ہوئے اگر صرف سو دو سو مسیح اور جانور اس علاقے کے بھیدی اور آپ کے اشارے پر سرگرنے والے آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ اچھی صلی فوج کو بھی اندر سے سے۔ صرف روپ ملتے ہیں بلکہ اُنہر وہ زیادہ ہی برات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیش قدمی جاری رکھیں تو قسطوں میں نہیں بھولیں گے۔“

”یہ تو ہونی وہاں غلط نظر سے اس کی سمیت.....“ اسے دوسرے مسلوں کی طرف۔ اس لوگوں کا کوئی خاص درجہ معاش نہیں ہے۔ جمال ملک میں معلومات جمع کر سکا ہوں۔ یہاں لوگ کچھ برائی دوزوں اور دیکھوں کا شکار کرتے ہیں اور ان کی جڑیں اور کھائیں وغیرہ میاں یا کسی قریبی علاقے کی طرف بھجوا دیتے ہیں مگر یہ کام ایک طرح سے ہزاروں ہی کا ہے۔

”اصل معاملہ یہ ہے کہ وادی نے پچھلے لمحے میں خشیب ہیں اور خارجی راستے کے دائیں بائیں علاقوں میں جو برم دور بھر پھری زمین ہے وہ سب کی سب قدرتی طور پر ہی جنگلی گیہوں اور ان تمام چیزیں کے چودوں سے فی پڑی ہے جن سے مذہبیت تیار ہو سکتی ہے۔“

شست علی یعنی منورجی صاحب نے یہ کہہ کر سے نہ بیشتر باشندوں کو ہلاک کردہ بھیتی ہادی میں لگا کر روزگار فراہم کیا ہے اور بھیتی ہادی کی مشیت سے چودوں کی ہوتی ہے۔ سدا درج باشندوں کو اس سے عرصہ ہیں کہ سوچ صاحب فصول کا پانچ کرتے ہیں۔ نہیں تو اس بات سے مطلب ہے کہ اس میں ضروریات زندگی اور حسیں ملی ہوئی ہیں۔

”جیسے بھی ان علاقوں میں مشیت کوئی تھی معیوب چیزیں ہیں۔ کو کہ وہ لوگ

خود مشیت برائے نام ہی استعمال آتے ہیں لیکن اس و دیگر عام چیزوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ اور یہاں قرب ہی ہے جس سے مشیت کی نقل و حرکت یا مقامی طور پر قریب قریب دشوار نہیں ہیں۔ اس سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مشیت کی شکل میں کھنڈروں کی ایک بہت بڑی لیبارٹری میں جاتی ہیں جو معتبر معائنے پر ان سے بیرونی تیار کر کے رہتی ہے۔

لیبارٹری ویسے تو ہوائیالہ طور کرتی ہے اور اس کا چارہ اور کائناتی پرنسپل بہت پیارے ہیں۔ ہر کام کو وہ "اور ٹائم" کے طور پر کرتی ہے۔ لیبارٹری وہاں کو یہ نہیں معلوم ہوتے کہ کیا کچھ نہیں کہاں سے آتی ہے اور کہاں جاتی ہے۔ لیکن یہ اس کے حالات میں سے کسی کو معلوم ہو لیکن میرے ہونے کو اس کا پتا نہیں چل سکتا۔

یہاں ہر یہ ہے کہ حقیر اور ذلیلہ روز سہری کے مقابلے میں کم تھن کا سبب معلوم ہوتا ہے لیکن نہیں بن کر حیرت ہوگی کہ سبب کونوں کی سہارہ کوئی ایک پہنچا ہوا ہے اور دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ "حشمت علی اور شرف علی" کے درمیان اقتدار اور قوت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ وہیں بیٹھ کر یہ دوسرے جرائم کو کھنڈروں پر رہے ہیں۔

ہندوستان کی ریورٹن اور ان کے بہت بڑے حصے کا کھنڈروں کے پاس ہے۔ میں پتہ بھی ان کے پاس موجود ہے۔ کھنڈروں کے راستے اس کا رابطہ ہمیشہ درمیان سے قائم ہے۔ دلوں کا پتہ بیٹا ایک محفوظ جگہ بیٹھ کر وہاں بھی درمیان ہی حکومت کر رہے ہیں۔

ہرگز کی بات یہ ہے کہ انہیں یا ہندوستان دلوں میں سے کوئی بھی حکومت اس طرف متوجہ نہیں ہو رہی ہے۔ میں نے اور توجہ دہانے کے لیے وہ یہاں اور یہاں بدلیں مگر ایک تو ہر حکومت کو اس سے نہیں گھروں بیٹھے اور انہم جسے درپیش ہیں جس میں وہ ہمہ وقت الجھی رہتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہندوستان سرحد کی علاقہ اور خودخواہ مسیح تو کیوں تو کوئی بھی حکومت نہیں چھیڑتی۔

کوئی چاہیں ہو گا کہ یہ قریبی حسب پنے نہیں تو اس ملک کے کہ فارم بن جائیں جس روئے قیامے کا میں نے نہیں بتا دیا ہے۔ وہ بھی بظاہر اس "ملک" میں اور بے ضرر ہے لیکن اس کے باوجود اسے اور بڑے کے معاملے میں وہاں کو خطرناک نہیں۔ اگر کوئی حکومت اس قسم کے قیام سے غور کرے گی تو غور کریں۔ وہ ہندو حاصل نہیں ہو گا۔ اس کا کوئی نتیجہ تو بھی نکل سکتا ہے کہ ہندوستان بھی کوئی بڑی حکومت یہ جیسے ہی کر لے کہ اسے اس کی اپنی اپنی غمرانی برص میں قائم رہتی ہے۔

"عام" ہے کہ ایک ہر حکومت کے کچھ قوانین پر سختی کی تو وہ ایک آتش فشاں پر ہر چڑھ کر اس کے دبانے کے اندر گھر کر بیٹھ گئے۔ اس کی مادی کوششوں کے بعد ہر خرابی من نہیں نکالنے میں کامیاب ہوئی۔ وہ انہیں نیچے دیا گیا تو وہ زبردستی انہوں سے بھی ہر نظر رہے تھے۔

جس کے بال و بدن میں جھڑ جھنڈا کی طرح بڑھی ہوئی تھی۔ مسوں پر میل کی نہیں تھیں اور جگہ جگہ جو کچھ قطعہ در قطعہ چلا رہی تھیں۔ اس کے وجود سے ہر کے ہونے کے اندر رہتے تھے۔ پودوں پر انہوں نے اس عالم میں دل کر رہے کہ جو بھی جانور یا پتہ ہر گز قطعہ سے فاصلہ کر کے نہ جانتے تھے۔ تقریباً سب کے سب نیلی کا شکار تھے اور ان کو شوک رہے تھے مگر نہیں جیسے کسی بھی بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔

ان کی، نہیں اور مشینیں گھسیں گوکہ خان ہو چکی تھیں مگر وہ نہیں ایک سے کے لیے بھی اس سے حد کرنے کے لیے تو نہیں تھے اور ہر بار متوقع نظروں سے اپنے ہر ہر کی طرف دیکھتے تھے کہ اگر وہ اب بھی لڑنے کا غم دے تو وہ خان بندو قوں سے ہی رہنا شروع کر دیں۔ میرے ایک دوست سرکاری فہرے بہت سے اس قسم کے واقعات سمجھ رہے تھے۔

یہ مثال میں اس لیے تمنا ہے کہ گوش گزار کر دیا ہوں کہ جس میں صحیح طور پر اندازہ ہو سکے کہ حشمت علی اور شرف علی اپنی ہمدردی میں کتنے محفوظ ہیں۔ میرے پاس "مانی" جی "کا بھی ایک سراغ ہے اور اس کے پیچھے بھی کئی چوٹیں صدقہ کر چکا ہوں۔ میں نے موت کے کئی ہر کارے اس وادی کی طرف بھیے لیکن وہی زندہ وہاں نہیں آسکا حتیٰ کہ کوئی وادی میں دھن ٹپک نہیں ہو سکا۔

مجھے صحیح طور پر علم تو نہیں نہیں مگر اندازہ یہی ہے کہ حشمت علی نے ہونے کی نشاقت اور دھن کا کوئی ایسا نظام ضرور وضع کر رہا ہے جس سے ہر کسی مشکوک جھنی کا وادی میں داخل ہونا ممکن نہیں اور اس قسم کا نظام کرنا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی کیونکہ وادی میں داخل ہونے کا تو ایک ہی راستہ ہے۔ وہ ہر سب سے بڑی بات یہ کہ شاید قدر بھی اس کے ساتھ ہے۔ ایسی ایک اور کمزوری بھی میں نہیں پسے ہی بتا چکا ہوں کہ میرے پاس ایسے ہیں جو میں کی غت کی سے ہر کوئی اپنی ذات میں ایک گرد ہوں۔ کسی قسم کو یہ طور پر سر کر سکتے ہوں۔ ضروری نہیں کہ تم وہاں پہنچنے کے بعد بھی انہیں خطرہ نہ کر سکو۔

"میں لگا سے یہ ایک طرح کا جو بھی ہے۔ لیکن ایک بات تو ہر حال میں ہے کہ ہر ہر یہ اندازہ جس سے درست ہونے کا قوی حوالہ ہے، درست ہی ہوا تو اس ایک سراغ سے سراغ ملتا چلا جائے گا اور ہم اس پوری طاقت کی سہا لیٹ دیں گے جو وہاں بد چھٹی دور اطاعت ہوتی جا رہی ہے۔ اب جو کچھ یہاں چھپنے کے لیے تیار ہو گا۔"

صاف مرزا خاموش ہو کر چلے گئے ساتھ ہی مضبوط انداز میں دھڑا دھڑا چلے گئے۔ اس کی نظر کچھ ہی جی ہوئی تھی۔ میں نے نہایت توجہ اور خاموشی سے اس کی طویل گفتگو کا ایک ایک لفظ سمجھا اور میرا اس میں وقت تا مستعد تھا کہ نیپ دیکار کی طرح ہر لفظ کو

گوں دیکھا کرتا جا رہا تھا

میں نے مہری سانسوں والوں میں انگلیاں پھیریں اور سر جھٹک کر بغور اس کی طرف دیکھا۔ معلوم نہیں کیوں بے پناہ طاقت کا دمک یہ مختصر سا شخص مجھے بھی سی طرح اچھا لگنے لگا تھا جس طرح بقول اس نے، میں سے اچھا لگتا تھا مجھے بھی اس سے انہیت سی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس کی بڑی پر پول اپنی جگہ سے لٹکیں مجھے اس کی چوٹی اور تھراپین بہت پسند آیا تھا۔ تم دو کم مجھے جب سے اس نے دوست کہا تھا تب سے میں محسوس کر رہا تھا کہ میں اس پر انحصار کر سکتا ہوں۔ میرے لیے وہ دیر کا ہر وہ کام کر سکتا ہے جو اس کے سر میں تھا۔ اس کے انداز میں کچھ مجھے شفقت اور نرمی سی بھی تھی۔ وہ میری طرف دیکھتا تھا تو اس کی نظروں میں ہلکے ایسا نہ خروار مان نظر آتا تھا جیسے واقعی بغیر اس کے کسی رہائی کا پیش روایت پس کر کے لگی ہو۔ پسے ہوئی جو محبت اور بہشت پناہی گرنے والے کی مجھے ضرورت تھی

”اسان مرزا“ میں نے مسرت سے ہائے گناہ ”تمہارا دوستی کا ہاتھ تھام کر بھی تو میں نے جوابی تمیلا ہے“ اب مزید خطرات کی کیا پروا کرنا۔ وہ جو ایک عادیہ ہے تاکہ اونٹوں والوں سے دوستی ہو تو گھر کے دروازے دھچکے رکھتے پڑتے ہیں، مڈا بننا اب جب دوستی سنان مرزا سے ہو تو پھر خطرات سے بیا گھبرا کر یہ جو ہے تو جو ہی سہی تمہاری خاطر تمہیں گے ضرور۔“

”جو پورے“ اس نے جام رنگہ کر قریب کر دونوں ہاتھوں سے میرے کندھے زور زور سے تھپتھپائے۔ ”ایک طویل عرصے بعد کسی طرف سے قلب و طمیتان دینے والی ہوا کا جھمکا آیا ہے۔“

مجھے اپنے آپ پر قدرے حیرت بھی ہوئی۔ حالات نے مجھے ڈپلو میسی لکھ دی تھی۔ جو مجھے اس کی خاطر نہیں اپنی خاطر اپنی باب اور اپنے گم شدہ وقار کی خاطر کہیں تھ لیکن سنان مرزا سے اپنی گردن پر اسان ٹکا کر رہا تھا۔

”تو پھر کتنے عرصے تک چلنے کا راہ رکھتے ہو؟“ چند لمحوں بعد میں نے پوچھا۔ ”عرصے کا کیا سواں ہے“ جتنی جلدی بھی ممکن ہو، میں چھ دنوں کا۔ اس نوعیت کے کاموں میں تاخیر قطعی مناسب نہیں ہوتی۔ میں چار سو ڈیڑھ کے رہاؤں اس سے اگلے روز روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔“

”بہت خوب۔۔۔“ اس کی آنکھوں میں دنیا جہاں کی ستائش سمٹ آئی۔ ”تمہاری تہذیب یا کیا ہوں گی؟“

”مجھ نہیں۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔ ”مجھے صرف ایک چھوٹی سی چیز کی ضرورت ہوئی اس کی تمہیں رحمت دوں گا۔ وہ بھی اس سے کہ وہ چیز مجھے جلدی کا ہے اور اس

دن میں میری کوئی خاص واقفیت نہیں۔“

میں نے اپنے گلے سے اپنی طہ کی لاکٹ نکالا اور اسان میرا کی طرف پڑھاتے ہوئے کہا ”اس میں مجھے مختصر ترین حجم کی کوئی ایسی ڈیو مس فٹ کروا دو کہ اس ہاتھ کے اندر گرا چند سوئچز کے دائرے میں ہونے والی کھٹکوں میں کسی ریپیوٹنگ چپٹ پر من سٹوں۔ ریپیوٹنگ کا وہ عمل جس راہ وہ اتنا ہی بہتر ہے۔“

لاکٹ اس نے میرے ہاتھ سے لے لیا اور ہر سری نظروں سے دیکھ کر مسکرایا۔ ”ہاں تمہیں صرف اسی چیز کی ضرورت ہوگی۔“

”کس۔۔۔“ میں نے سختی سے کہا۔ ”وہ کسی چیز کی ضرورت ہوگی بھی تو اس کام میں خود ہی انتظام کر رہا گا۔“

”یہ تو غیر کوئی مشکل کام نہیں۔۔۔ یہ تمہیں صبح تک مل جائے گا۔ کیا ایسے ہی جاؤ گے؟“

”نہیں شکستہ حرف نہیں پھرے ہاتھ ہوگی“ میں نے جواب دیا۔ ”وہ ضروری ہوا تو میرے ساتھ کچھ سا بھی بھی ہوں گے۔“

”میں دراصل یہ بتا رہا تھا کہ اصل مرحلہ داوی میں داخل ہونے کا وقت ہی شروع نہیں ہوتا۔“ وہ اصل موضوع پر آتے ہوئے ہوا۔ پھر وہ مجھ کی طرح شرعاً ایدہ میں مسکرایا۔ ”اس سے پہلے ہی راہ دلا میں اسکا شروع ہو جاتے ہیں۔“ انداز دیا تھا جیسے کوئی نو آموز اپنا پہلا شعر موزوں کر کے جوش ہو رہا ہو۔

”کچھ بتا نہیں چکا کہ جوں جوں تک پھیلا ہوا ہے۔“ اس نے سنجیدگی سے سلسلہ کلام جوڑا۔ ”میا“ کا ہاتھ کہاں تک ہے اور ”لیلی“ کے اپنے دس سال کہاں تک کام کر رہے ہیں۔ میرے وہ جواب نے ہر کارے جن کے دیکھاؤ پر مجھے فخر تھا، جو جہاں بھی گئے، اپنے شکار کو پیغام اصل پہنچا کر ہی اب بچھٹ کامیاب اور کامران ی لوٹے۔ اس میں سے کوئی تو حد تک تک بھی قہقہے نہیں پایا۔ لوگوں داوی کے نواح میں ہی رہا تھا۔ کوئی کسی پڑ پڑ چھچھ کر ڈھلک گیا۔ صرف ایک تھا جو رو دی میں داخل ہوئے میں کامیاب ہوا لیکن رات اداس میں گزار سکا۔ رات اس کی عالم ہا میں ہی گزری۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ تم اپنی طرف سے آنا۔ کھنڈوں میں ہر رنگ و نسل کے لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ مجھے اس مرا فامان بہت کم نظر آتا ہے کہ موت وہاں سے نمودار تہا قب شروع کر دے گی۔ ہر حال بعد تمہیں خود رہنا ہے۔ رات وہم لگنے سامنے رکھ کر تمہیں سے پا کر اگلے طے کریں گے۔ فی الحال تم آرام کرو۔“

اس کے ٹھیک چار دن بعد میں اور کھٹی جاپان ایئر لائنز کے ایک صیارے میں نمایاں کی طرف محو پرواز تھے لیکن اندرون اساتھ نہیں تھے اور اس میں کوئی تعقیب نظر آتا

تھا۔ ۱۰ مجھ سے کئی لکھیں آگے سبز گاہ کے قریب تھی۔ اس کے قریب ایک ٹھکانہ جو ۱۱
 اور ایک چابی کی دیواروں میں تھا۔ میں فرسٹ گلاس کی نشیمن کی آخری قطار میں کھڑی کے
 قریب تھا جہاں ۱۲ لکھیں تھیں۔ میرے قریب ایک دیگر عمر ماہو ڈی سیٹھ
 ہونڈلک میل کھوے حسب کتاب میں مصروف تھا۔

اسی ہی وقت کوئی مسودہ عالی درجہ ہوا اور پورٹن لڑکی اگلائی دے دی تھی اور میں ایک نوورڈیہ کو جو لڑکی بہت سمان ہمارے پاس رہے تھے ہم تھا۔ محض ایک ایک ایک اور وہ بھی تاجپوٹا کہ سے لکچر میں بھیجے کہ ضرورت میں ہی تھی۔

میں نے اعلان میرا کی بی بیات سے مٹی دیوہ اختیار سے کام پانھا اور سفر کا سفر ہی ایک غیر ضروری اور طویل سفر ہے۔ یہاں سے کہے ہم انڈین ایئر لائنز کی ایک پرواز سے بمبئی سے دہلی آئے تھے اور وہاں سے ٹھنڈا جانے کے لیے جاپان جہاز کی یہ پرواز پکڑی تھی جو میکسٹرویم سے گزرتی تھی۔ یہ پرواز کلاس اور ویسٹمنگ سے ہوتی ہوئی ٹھنڈا جاتی تھی۔

پھر اسے سڑک کے دوران میں نے دیکھا، پورا پورا دوسرا آدمی کا لباس اوڑھ کر اپنے کپڑے کی کوشش کی تھی۔ اگلی ٹرکیوں کو جلد سے پہلے سے ٹکھڑا بھی تھا لیکن پھر ٹرکیوں سے متعارف ہونے کی عزت محسوس نہ کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ پھیر کر دیکھتا ہر ٹرکی مجھے گردن پیش کا کوئی ہوش نہیں تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ میں نے اس دوسرے آدمی کو پورا خیال رکھ کر تھا کہ ہمارا تھک تو نہیں کیا رہا لیکن اسے کوئی توجہ نہ دینے لگے تھے۔

میں نے یہیم در سنگ مرمر سے بنی ہوئی انگو والہ ٹائٹ پہن رکھا تھا۔ اس میں ڈیوائس ف ٹھی میرے کوٹ کی بلیسٹ پکٹ میں باجس کی ڈیپ کے برابر ایک آہ تھا جو ہر آلہ سماعت معلوم ہوتا تھا اور میں کا خیال یہ تھا کہ میں بھی میرے کان میں لگا ہوا تھا۔ در حقیقت یہ سب کچھ میں نے سوچا تھا جو کچھ کے مات میں ٹٹ تھی۔ کچھ کے آس پاس ہونے والے غلط فہمی کے آگے میں رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس طریقہ پر پتا ہو تھا کہ آگے سے نظر آتا ہے۔

وہ اسٹ میرا ہی تھا نہیں سے ایسی شکل میں مسالہ مرزا تھے ہی ڈھونڈتے تھے اس کا
 کہنا تھا کہ مہی کے کاغذ یہ نشان اپنی شناخت میں وضع کرنے کے لیے سستوں
 کرتے تھے اسے میدان تھی کہ یہ نشان کچھ کر مالو ڈھونڈتے تھے کی طرف متوجہ ہو گا
 وہ وہاں سے سر میرے ہاتھ آجائے گا۔

[illegible]

پتاؤں ہم دونوں سیدھے باہر چمکے لیکن پتے ہی کی طرح ایسے دوسرے سے نہ تعلق تھا۔

ایک الگ ٹیکسوں میں چلے کر ہم کیپ ہو کل کی طرف رہا ہے وہ تھے۔ آج اس صوفی کے ایک ایجنٹ نے ہمارے ساتھ ایک نئی فلور پر جو کمرے پر مراد گھوڑا رکھے سے ٹیکس یہ کمرے ساتھ ساتھ نہیں تھے۔ ان کے درمیان اور بھی نئی کمرے تھے۔ یہ بدایت میں نے ہی ہ دی تھی کہ کمرے ساتھ ساتھ نہیں ہوئے۔

میں پہلی ٹیکسی کو لیا حاصل چکر بس گزر ایک گاں سے کوئی جے غریب نے کے مٹانے
قدمے تاخیر سے ہوئی تھیں وہ گاں میں دوڑاں گئی پہنچے گاں میں چلا چکے ہیں اب
ہوئی میں پہنچا تو گاؤں میں کھڑک کے میرا نام پتے ہی ایک چوٹی میرے حوالے کر دی اور دیکھا
میں کے لیے اندراجات لا کر اسی میری طرف کھڑا ہوا۔

دعنا کر کے میں سڑ تو پورے کی ادائی میں یہ بومر میں لڑکا دیا سے کھل لگائے
کھڑا میرے بیگ کو بغور دیکھ رہا تھا وہ قرش پر ہنسنے لگا تھا اس کی نظر پر حقیقت ہلک پر چسپاں
ایک ٹیکر پر تھی مجھے ہنسنے لگے اور اس کے ہنسنے سے لپے آگے بڑھا یہ
اٹھ کر روایت کی طرف چل دیا۔ میں اس کے پیچھے تھا۔

کمرے میں پہنچ کر وہ ایک دکانہ جہاں تھیں اسے اپنی رو سوام کر کے جانے کے لیے مڑ لیکن جاتے جاتے اپنے کپڑوں کی قیمت سے ایک چھوٹا سا علیحدہ گارڈ لاکس کو بھیج دیا گیا اس کے جانے کے بعد میں نے گارڈ پر ٹھہر دوڑی۔ میں پر گریزی میں مضمر ہا ہائپ شدہ مضمون تھا۔

"میں رستورانت میں آئی تھی۔ وہاں ہمارے... آپ کی بیس میں سفید روٹال نظر

آتا ہے۔"

مجھے واسے کی ذات و طرف کوئی شمار موجود نہیں تھا، تاہم مجھے معلوم تھا کہ یہ پیغام
لاشوں کی طرف سے تھا۔ انہیں ضرور سے مجھ سے کہا تھا کہ ٹھنڈو پانی کر دو۔ ابتدائی
مسائل مجھے پیش آسکتے ہیں انہیں حل کرنے کا اتنا حوصلہ ہی ہوتا چلا جے گا مجھے اس
سے علی گھر کرے گی کوئی ضرورت میں

میرا سب سے پہلا مسئلہ تو یہ تھا کہ میں خدوستان سے کتنے وقت کم و کم دو ہیواں
تھیں۔ ساتھ ساتھ چاہتا تھا کہ میں ایک بھی نہیں لے سکتا تھا۔ یوں کہ سکیموں میں چینگ۔ بہت سخت
تھی۔ سلامت میں ساتھ ساتھ کبھی چاہتا تھا کہ وہ کبھی سوٹ نہیں لے سکتا تھا۔ جوڑا بھیدہ لڑکے بھی
ہو سکتے تھے۔ سوٹ کبھی تو میرے ہاتھ میں چلے جاتے لیکن پھر بھی ڈھپا ہوا دور تھا
کہ ان کے غیر معمولی بات پر کوئی شبہ نہ کر رہے تھے۔

بیوی تمہیں میری عمر میں ویسے بھی وہی حاس کام کی چیز نہیں تھیں۔ تمہیں کیا محنت ۛ

لئے ساتھ رکھنا چاہتا تھا کہ اس سب سے بڑی بات تو تھیں تو تھیں ہمارے ہاتھ میں رہے جس کی کیفیت یہ کہ اس کے دہشت پھیلانی چاہتے تھے بہر حال احسان مرزا نے اس سلسلے میں میری توثیق دے کر دی تھی اور کہ وہ تھا کہ ہندوؤں یا عیسائیوں کے کسی اور مقام پر بھی مجھے جس قسم کے اسے کی بھی ضرورت ہوگی مل جائے گا اور اس کے برعکس ملک مرحل پر خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہیں گے۔ یہی طرح مجھے کسی بھی ملک کی کوئی اور سوانحی کے لیے کاروبار پیش بھی مل سکتی تھی۔

اس طرح میرے ہاتھ نظر ت کم ہو گئے تھے۔

درد اور منتظر کرنے کے بعد میں نے کبھی بھی نہیں بدے اور سب کچھ میں سے جھٹک کر سوچا۔ جب میری سبکدوشی کھل تو میں ہرگز کہ اتھ جینہ کیونکہ کھڑکیوں کے باہر زلچے ہونے کے باوجود کمرے میں اندھیر سا پھیلا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن گھڑی دیکھ کر مجھے طمان ہو گیا۔ ابھی میں ہی بکے تھے بہت سہاگ پر پادریوں سے سورج کو یوں احاطہ لیا تھا جیسے نامہ دوست مندوں کے گھروں کو چھپا رہا ہے۔ یہی سب کچھ میں دیکھ کر پھیرا پھیرا ہوا تھا۔

تیار ہو کر میں نے ایک بار پھر دروازہ دیکھا۔ اس کے مطابق مجھے نہیں دستورال میں پہنچنا تھا جو امن بل کے عدالت میں واقع تھا۔ کمرے سے نکلے سے پیسے میں نے کارڈ پڑنے پڑنے کر کے فلیش کر دیا۔

کچھ کے کمرے کے سامنے سے گزرتے وقت میں نے دروازے کی طرف نظر انداز بھی نہیں دیکھا اور ٹٹ سے پیچھے ہٹا۔ ہونٹوں کے صدر دروازے کے قریب ہی کئی عیسائی کھڑی تھیں لیکن میں پیوں ہی ایک طرف رہا۔ ہو گیا۔ ہونٹوں سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہواں دروازے کا ایک بہت بڑا بہت نصب تھا۔ اس کے عقب میں بھارتی کامندر سرانجامے کھڑے تھے۔ یہاں سڑک کافی چوڑی تھی اور خوب چل پھل نظر آرہی تھی۔

چلتے چلتے میں نے اچانک ہی ایک ٹیکسی دیکھی اور ساتھ اسے کر رہا اور اس میں بیٹھنے ہی ڈرائیور کو ایک بھلی گلی کی طرف مڑنے کا حکم دیا۔ ان ٹیکسیوں میں چکرارے کے بعد میں نے سے اس ٹول کی طرف چلنے کو کہ مجھے تقریباً یقین تھا کہ کوئی میرا تعاقب نہیں کر رہا تھا لیکن میں حتی الامکان احتیاط کرتا تھا۔

ٹیکسی جب کہیں دستورال کے سامنے رہی تو ایک لمحے کے لیے مجھے شہ سا ہوا کہ یہ واقعی مجھے اسی جگہ پہنچنے کے لیے لایا گیا ہے! میں دستورال میری توقعات سے بھرپور متفق تھا۔

دراصل یہ ایک پائی سڑک تھی۔ عمارت کا قہر خندہ تھا لیکن اس کی حالت ایک بڑے پھیر سے مشابہ تھی جس کی دیواریں ستونوں پر چھتے میل ٹیکسیوں اور دروازوں کے سامنے

دھوئیں کی سیڑی سے بھی نہ ہوتی تھی۔ یہ ہنگام میز اور کرسیاں بہ ترتیبی۔ اور دھوئیں کھڑکی ہوتی تھیں اور صوبہ بھی نہیں جو دوں کے چاروں طرف بچھیں ہی تھی ہوتی تھیں

دستورال کی پیشانی پر بہت لمبا چوڑا رنگ برنگ بورڈ لٹا ہوا تھا۔ دستورال نامیو بھی ان بورڈ پر درج تھا۔ وہ اس مینو میں ٹھیک کے پکوانوں سے لے کر حیش سے بھرے ہوئے سٹریٹ اور الیوں والا سامان تک شامل تھا۔

اندرونی ٹارنیک چھپر ل مال میں ہر رنگ و نسل کے افراد موجود تھے جن میں مرد و عورتیں ہی تھیں، تھیں، تھیں کے ٹھکانے بھی شامل تھے۔ دیواروں پر جاپانی ٹون پھونٹا گھڑی کی گھڑیوں میں اور مردوں کو نوپہ سائی گئی تھی کہ وہ بے ٹھیک دن بھر یہاں بیٹھے رہیں، کھڑے رہیں اور دس چائے ڈوبنے رہیں اور پانی چاہے کریں۔ مین رات گزارنے کے لیے کوئی اور ٹھکانہ تلاش کریں

اس میں حیش فارغواں چلا رہا تھا۔ اس ملک کی ایک ٹون میں نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ ہر ٹھکانہ حوالہ مرد یا عورت، مرد، تھا تھا تب بھی آپ میں ٹھکانے اور مرد کی کا سا ٹھکانہ موجود تھا تو وہ ایک دوسرے ہی میں گھر تھے، کسی اور کی طرف کسی کا دھیں نہیں تھا۔

ایک چھون کی ہر خانی پانچ میں ایک کرسی بٹھال کر بیٹھ رہا اور کھڑی دیکھی چار بجکر چند منٹ ہو چکے تھے۔ درانی دور ایک میز پر مجھے کئی بھی نظر آئی اسے بھی یقیناً میرے ہی جیسا پیغام ملا تھا۔ وہ بالکل صحیح وقت پر یا چند منٹ پہلے ہی یہاں پہنچ گئی تھی اس کی انگلیوں میں ایک سگریٹ لٹک رہا تھا وہ دھیر دھیر اس کے کٹھن سے رہی تھی اور اس کی نیم دھنکھوں میں تھری ہوئی ٹی سی تار رہی تھی کہ سگریٹ میں حیش صرخی ہوئی تھی۔

ابھی میں نے اسے کچھ خاص باتیں شروع نہیں کی تھیں شاید اس لیے کام نہ بچیدگی سے بچانے کے ساتھ ساتھ اپنی طبیعت و آوارگی کی سببیں کا بھی ہکا بھکا سامان کر ہی تھی۔

ایک ویٹر ٹیکسی کی ایک حالی بیٹھی رہے گھٹنے پر بجا، میرے قریب آکر وہ ایتر کم اور ان ہانس دیوہ معلوم ہوا تھا۔ ایسا ہی ہانس جس کی صحت معموں سے کچھ کمزور ہو گئی ہو اس نے جھک کر اپنے چوڑے چوڑے ہاتھوں کی نمائش کرتے ہوئے مجھ سے ہنسنے لگا۔

میں نے ایک کاس پر ہاتھ رکھ کر اسے کہہ دیا کہ مجھے یوں لگا رہا ہے کہ مجھے دنیا سائی رہا ہے اس سے دوبارہ ٹون چھونٹ کر یہی میں پوچھا کہ میں یہاں کچھ کر رہا ہوں۔ میں نے یہی ظاہر کیا کہ میں اس کی بات نہیں کر سکا ہوں، پھر میں نے پتہ نہ دیا کہ

روزِ افسانہ لایا گیا نورِ افسانہ لایا گیا

نورِ افسانہ لایا گیا

میرے پاس بھی اس وقت اختیار صرف یہ تھا کہ نھر کر چلی جاتی تھی میں نے سے بھی نہیں نکال تھا۔ اس وقت مجھے تصویر سے زیادہ گائی کی ضرورت تھی جو مجھے میرے پاس تھی اور چند لمحے کے لیے تو میں بریش ہو گیا تھا کہ سب مجھے کیسے برا چاہیے؟ بھی ظاہر روا نہیں ہوتی تھی۔ میں چاہتا تھا اس سے مجھ کو کتنا حق نگر میں ظلم شیعہ میں نہ تھا تاہم دیکھتے ہوئے بڑی تلاش کرنے سے محروم رہا۔ وہ چہ ستورہ کتنی گونا گونا کہے ہوئے تھے

ساتھ، فوجوں جسے مسجد نامہ میں کے نام سے مخاطب کیا تھا۔ کسی کے برابر بیٹھ گیا تھا اور وہ دونوں نے حمد اور چہ ستورہ کی دعا میں برکتیں مانگنے کی مشق سے ایک ہی ابدال سے غارت پچھلے جسے میں، جیسے تھے۔

”اس کے حسین چہرے، ملاک ہے۔“ میں نے سفید لامنی آؤسی ”نہیں یہ راستے میں اپنے حسن کی بکریوں کو قتل چلے اور یہ بھی میں نے کھانہ کو اپنی حق میرے تعاقب میں نہ چل پڑے۔“

”ترنگہ نہ کرو ثوار“ یہ عالم میں سے آپ کی ”دور تھی“ جنہوں نے اپنی کو قابو میں کیا ہوا تھا۔ ”تم تم سیدھے پر پوتہ رکھ کر بھول جاؤ۔“

”تمہیں معذرت ہے میں بھولے بھلائے کا قائل نہیں۔“ سفید خام سے چٹکے سے قہقہے کے ساتھ کہہ۔ ”اور صدی کی دہائی کوئی خاص ضرورت نہیں۔“ نام میری سکون سے صبح طریت سے ہو رہا ہوتا بھلے زور اور تقری سے یہ لانا ہوتا ہے آپ کو تھکائے کے۔“

کار سب میں پڑی تھی۔ تمام میں۔ عقی شیشے سے تا ضرور اچھا تھا کہ میں نے ایک سے سو سو پہلایا جا رہا تھا جس میں چہرہ بھی چھپ جاتا ہے۔ پھر اس کا سر یوں پیچ رہا گیا۔ عقی شیشے سے اسے میں دیکھتا جا رہا تھا۔

کار سے جیسے ہی موڑ لانا میری نظر سے اٹھل موٹی میں رو رہی تھی اس سے نکل کر گاڑی کے سرے کی طرف جاتے وقت مجھے اس کا عجیب و غریب نظر آیا۔ ہمال گرا تھا میں نے سے اٹھا۔ ”ایک کی جیب میں اس کا“

میں علی کے سر سے پچا تا گائی ”سرن تھی کو ہم میرے میں وہی طرف مز

جکی تھی لیکن میری حالت خراب تھی۔ وہی کہ لورہ تھی مجھے نہیں مل سکتی فاصلہ تو تباہی رنے و میں وہی گالی اور اس طرح کی یہ فوراً جاری ہے اس کا توجہ نہ رہا۔ میں نے کسی کی لورہ کو ہریت کی ”میں وہی ہے“ میں نہیں سہا رہا۔

”وہ سب میرے میں فن پر تو اسٹار میں ہو گی تاہم“

انگلیش میں ہوتی تھمتے ہوئے اس قدر بڑے خوشگلی سے پوچھا ”میں“ معاملہ اتنا بھی غلط نہیں۔“ میں نے بھی نیم سنجیدگی سے ہی سے کسی کی وہ ایک بار ایک کی صورتی ہو چکیوں دا ایک شوشہ شکل کو ہو گیا تھا اور خاص خوش مزاج بھی معلوم ہوتا تھا جس میں روڑ پر اس نے لورہ کا تعاقب شروع کیا تھا وہ خاصی حویل تھی اور اس پر ٹریفک بھی مت تھا اس سے نہ قبول نہ یہ میں ہو سکتا تھا کہ نہ کا تعاقب کیا جا رہا ہے

ابست پچھو دیر بعد لورہ ایک سڑک پر مڑی جاتے چل کر بہت سی سڑک پر تھی اس کا کادہ مل گاڑیوں یا سڑکیں رشتہ دار تھے میرے آواز سماعت سے ایک بار پھر میری مدد فی میں نے سفید لامنی کو دہائی ”ایک بار پھر دیکھو ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا“

چند لمحے بعد یہ آواز بھری ”ایک عکس کالی ہاتھ پر آؤ رہی ہے“ لیکن عکس سے میں کہہ سکتا کہ وہ میرے پیچھے آئی ہے۔ اس میں کوئی نظر بھی نہیں پڑا۔ میں نے لورہ کو آواز سے نہ لکھ کر محسوس طور پر لگا دھکتے ہوئے اس گاڑی سے آگے نکل کر سے وہ ”ساتھ ہی میں بیٹھ کر مجھ کو یہ حد ہو ریٹ سا گیا تاکہ لورہ اب کو خطر نہ سکوں۔“ پھر میری مدد پر عمل کرتے ہوئے سب سے نہیں وار ٹیک کرتا ہو رہا تھا۔

وہ سرے ہی سے میں نے سفید لامنی طمینان بھری آؤسی ”وہ یہ تا حال تھی۔“

”یہ پورے میں رہ جا رہا ہے۔“ وہ سب ناظر ایک بار پھر کئی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے یہ نہ کالی کی خاموشی کے بعد میں نے کئی کی آواز سنی وہ غصے سے میں کسی سے کہہ رہی تھی ”مگر تم نہ“ وہ بتاتا تھا میں جان کی بدلیے بغیر چچ شروع کر دوں گی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ بات وہ متعلقہ شخص کے جاننے اور حقیقت مجھے بتا رہی تھی۔

”ب تم ہر سب شوق سے چچو میری حال“ اس کے قریب تو ہے کسی سے کہ۔“ ”میں نے چچوں میں قصہ سے باتوں کی شایاں لکھنے کی حد بھی شامل ہو گی۔“

میں کہہ کر حواس میں ہو گئی

ہند لکے بعد یہاں رہا تھا۔ میں نے ہر پور و بائیں طرف مڑنے کی ہدایت کی۔
تین چار لمبے لمبے میں نے دیکھا اور انہیں طرف مڑ چکی تھیں۔ ہم مخالف سمتوں میں
پرستے چلے گئے۔ اب اندھیرا بھیجے گا تو ہمارے ہڈیاں میں روٹن کرنے کی ضرورت محسوس
ہوئے گی۔ یہاں سے مجھے عید فارسی کی سڑکی کے رہی تھی جو دھیرے دھیرے
ناقل مہم کی سمجھوتہ میں تبدیل ہوئی تھی۔

پھر یہ سمجھوتہ بھی معدوم ہوئی۔ گویا وہ میرے زمانہ کی رسائی سے نکل چکے تھے
میں نے ہر پور و بائیں میں نے ہدایت کی۔ چند لمبے بعد ٹھیکسی اس سمت میں فرار
ہم نے گلی 'بندھو' کی تھی۔ اب ٹھیکسی لڑا میں دھن و پھل تھیں۔ ورنہ اس
مردہ اسٹیمر میں تھی جس پر ٹھیکسی بعد دور ہی سے پھرتا پھرتا ہے۔ اس لیے اگر فوراً اسے
عقب مارتے ہیں تو ٹھیکسی نہیں لڑا میں دھن و پھل تھیں جو کسی بھی کار کی
موسمی تھیں۔

گورنر کی نکل۔ اس سمت دور نظر نہ تھی۔ ٹھیکسی پر مجھے پسے سمجھوتہ دور
پھر منہ فام کی تو مصافحہ مانی دیتے تھے۔ وہ بڑے شکستہ بچے میں غار۔ ٹھیکسی سے کہہ
ما تھا "یار۔ قحطی کھٹو میں تمہارے ولی سبھی موبہ ہیں۔"

"یہ تو قسموں سے۔" اس سے پلٹے پلٹے میں "میرا رشتہ یہاں موجود ہوتا
تو وہ تم سب کو رہا کرتا۔"

بعد فارسی نے منہ تھک۔ عقبہ لگا دیا۔ میں نے دوراں سے ٹھیکسی چھی۔ "ایک تو تم
مرد متایوں کو یہ رہا کرتے چلے کی بات کر کے گا بڑا شوق ہوتا ہے گویا انسان نہ ہوا
چڑھاؤ فٹ ہو گیا۔"

اس کے بعد کون کچھ۔ پور۔ ٹھیکسی مجھے بائیں طرف میدان سے جسے ان طرف
مڑتی دکھائی کی تھیں۔ یہ علاقہ عام یا یہاں رہا تھا۔ میں نہیں حاصل۔ نہیں حاصل
مکانات پھیلے ہوئے تھے۔ جتنے پلاٹ جان تھے وہاں۔ میں نہیں پے گراؤ بھی
جسے فوراً پسے بن ایک ہڈی کے۔ اسے کر۔ یہی کی سر۔ یہ چار ہی تھی۔ یہاں
دو فنی سمت تم تھی۔ اس لیے پیچ مکانات مجھے یوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔

پھر ٹھیکسی۔ اب اس پٹہ کی ماریاں۔ برآمدگی اس وقت تک نوراست آگے ایک گلی
میں مڑ چکی تھی۔ ٹھیکسی اور بڑا کڑو ہو رہا تھا۔ میں نے دیکھ لیا کہ بائیں ہاتھ کی
گلی میں لورڈ ایک جنگل سے سامنے رہا تھی۔ ٹھیکسی نے مرید کچھ فاصلے کی تو سامنے
پھر ایک پے گراؤ تھا۔ میں نے یہ منہ سب گراؤ دیکھ کر ٹھیکسی کو کوئی دروازہ سے
پوچھا کہ کیا یہ میرا انتظار کتاب اس۔ یہ غلط وار۔ اب یہ کہ سے اگر خطرے
نے کوئی کتاب دکھائی نہ دیتے تو وہ انتظار کرنے کا نہیں کر رہا تھی۔ گراؤ دکھائی دی۔ ابھاگ

سے گا میں سے سے چند۔ دیے اور وہاں اس گلی کی طرف چل دیا۔ یہاں میں نے
لورڈ کو کہتے دیکھا تھا۔

رہنمائی پر میں نے۔ ان کی توجہ سنی۔ "حیرتم کوگ چاہتے کیا؟" کیوں لے آئے ہو
مجھے یہاں؟"

"ابھی معلوم ہو چاہے گا جان میں۔" یہ سناوے ٹوہون کی آواز تھی۔ میں جب مکانوں
کی دیواروں سے پھٹا گلی میں داخل ہوا تو وہ لوگ گلی میں نظر نہیں آ رہے تھے۔ جنگل میں
غل ہو چکے تھے۔ گاڑی بھی جنگل کے پورے میں داخل ہو چکی تھی۔ ٹھیکسی پورے میں اندھیرا
کی اندھیر تھا۔

میں اس وقت عقاب بندہ میں۔ ہر کا چار۔ پٹے کے بعد کپا ہڈیاں سے کو رہا تھا۔
جب میں نے سناوے ٹوہون کی توجہ سنی معلوم میں وہ کس سے کہہ رہا تھا "پاس! ہمیں
عذاب نہیں ملی تھی ٹھیکسی میں اس طرف سے گلی میں کتہ۔ یہ لڑائی میں تھا۔ پھر میں نے
لورڈ کو دیکھا۔ ٹھیکسی اس کوئی نہ پان ہیں۔ اب تب میرے اب پر ہاتھ آگیا۔"

"ہوں" میں نے ایک پوچھ لپکا۔ اس کے ساتھ ہی۔ ان کی توجہ سنی دی۔
ٹھیکسی نے اس لڑائی کی وجہ سے کسی علاقہ ٹھیکسی میں جنگل تھا تو میں نے وہاں کہہ میرا اس سے
کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ مجھے یہ پتا میں ایک سہر
کے کنارے پڑا تھا۔ مجھے پتہ تھا میں نے گھر میں رہا۔"

نی فرار کا ہم جنگل سے تھکے ہوئے میں۔ ہر سیر کی ہمارے پیچھے بھی اس سنا تھا۔ اسی
توجہ نے میری رہنمائی کی۔ درمیان میں اس کے کی کھڑی تک جاتا ہوا وہ لوگ موجود تھے۔
کی اور ان میں نے سناوے۔ لورڈ میں اس کی۔ "اب تھی میں نہ ہو۔ بھی میں وہ
ٹھیکسی نہیں ہوا جو تم نے میری توجہ کی۔ یہاں یہ تھا۔ اور تمہارا منہ کھانا کی ماریاں
کی قربت مانتیہ معلوم ہوتا تھا۔"

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا۔ میں کوئی شریف لڑائی ہوں۔" ٹھیکسی نے ہر مڑی سے کہا۔
"میں تو صرف یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ تم ٹھیکسی لے جانے کس معاملے سے
متعلق سمجھ رہے ہو؟" جب کہ میں اس ایک عام سی توجہ کر رہا ہوں۔"

میں جس کھڑکی پر ہاتھ لگا رہا تھا۔ اب گئے پٹ پٹے کے تھے۔ میں ان کے عقب
میں سے کی گھر تھی۔ اب ہم اس میں تھی۔ دروازہ موجود تھا۔ میں نے اندھیر کھڑکی کو چھینا۔
بغیر دیکھ سکتا تھا۔ سو قہر شدہ اس جنگل کے اس طویل و عریض کمرے میں۔ اسے نام فرنیچر
تھا۔ دیواروں پر رنگ و روغن فرش پر فرش پر فرش پر فرش۔ نام کی کوئی چیز میں تھی
معلوم ہوتا تھا۔ جنگل میں ابھی غشک کا کام ہوا تھا۔

اب لوگ جس شخص کے سامنے پیش آئے تھے وہ ایک پھوٹے پھوٹے سے صوفے پر

یہ تھا۔ وہ مطہرہ جسم کا ایک بابا لیکن چور چٹکا ہوا تھا۔ اس کی ٹانگ لپٹوں کی طرح
قد سے بھی ہوئی تھی۔ لیکن اس ٹانگ کے نیچے موٹی موٹی سیاہ موٹھیں عجیب رنگ رہی
تھیں۔ اس کی ٹانگ نے قریب ہی ایک ٹانگی گن صوفے کے ساتھ گڑی ہونا تھی۔ وہ سٹاک
اور پیرتھ ڈی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے نہایت دہری بڑھی کے گن پوپ پٹے ہوئے تھے۔
سفید عام قد سے ہٹ کر کمز تھا۔ وہ لپٹوں سے بٹار کے گلے سے رہا تھا۔ باقی تینوں
موٹھوں والے کے سامنے موٹے نظر آ رہے تھے۔ سوٹھوں والا سٹاک سرخ آنکھوں سے
کھینچ رہا تھا۔ کھینچنے کے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اس ہتھ کے
سے کالا سفید قام کی ہڈی دستوں کی تھی۔

"کڑی" "مٹا" سوٹھوں والا انگریں میں رھاڑا۔ اس نے کھینچنے کے لیے ایک قدم
تھوڑا سا اٹھل کیا تھا۔ "جی جی" مٹا کہیں یہ بات دے کر بھیجے جاسے گا مٹھو یا ہے؟ تو
میں معلوم ہے کہ کہیں بھیجے جائے گا۔ اس نے کہا ہے۔ انگریں اس نے کہیں یہ جو آئی بٹ
کیوں نہ تھا؟ تو تم میں ہمارے۔ نہیں یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ایک نوٹ لکھی تھیں
ساتھ آیا تھا۔ ہمارے ایک آدمی کی وہ سی سستی سے وہ ہڈی ٹھہرے اور کھلے ہوئے تھے۔
پیر پیرٹل دی کوئی دت سی۔ عدد ہی وہ بھی ہمارے سامنے پہنچ چکے گا۔ اس نے
بھروسے پر زیادہ اڑنوں نہ دھلا۔ وہ تھوڑی دلی ہمدردی سے کہنے لگا۔ اس نے ابھی سے
زبان کھول دو تو بھر ہو گا۔ بھٹی بھٹی کر کے گی اتنی ہی دیہ تھیں اتنی ہی۔

میں کھڑی کے قریب کھڑے کھڑے گزرا۔ اس نے کہا۔ اس کی بات نے مجھے شدید
کرتے رکھ دیا تھا۔ میں تو اپنی دانست میں بڑا ترس میں رہتا تھا۔ اور بڑی میں القوی
ماسوں والی ٹیکنیک استعمال کر رہا تھا۔ نہیں مجھے کیا خبر تھی کہ میری احتیاطوں کا کوئی فائدہ
میں تھا۔ نہیں میرے خیال میں۔ میں معلوم نہیں ہونا چاہیے تھا وہ سب کچھ معلوم
تھا اور مجھے کچھ طور پر یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ سچے کوں؟ وہ دھانچے کے اصل آدمی تھے؟
نہی سے اس کا تعلق تھا وہ دلی قیامت ہی پہنچتی تھی؟ میں نہیں سمجھتا تھا کہ ملتا تھا
میں یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھا کہ ان کی مسمومیت کے ذریعے کیا ہو سکتا ہے؟

ایک لمحے کے لیے تو مجھے غصوں ہوا جیسے سوٹھوں والے کو یہ بھی سمجھتا ہے کہ میں
وقت کھڑکی میں کھڑے ہوتا ہوں اور میں بھی سے وہ قسطنطنیہ انداز میں کھڑکی کی طرف رخ
کرتے کہے گا "خود چاہا پر خود دار" وہاں کھڑے کھڑے کوں ساتھ ہر دے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی شہد پر لگا ہوا بد صورت کھینچ پر مرکوز رہا۔ اس کی کیوں
میں؟ وہ اسے خاموش پکڑ پکڑنے سے زیادہ بڑھی سے دھماکا۔ وہ بہت جلد لہر کھڑا ہوا۔
تک اشتعال میں آجائے ونا کوئی معلوم ہونا تھا
"مگر کہ تو چلی ہو کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

کھینچنے کی بڑائی سے کہا "اب تم اپنی ہی باتیں حاد تو میں یہ کہہ سکتی ہوں" اس نے
دروازے سے گھٹسے پکا دیکھے اور اس کے من عوارے کو سوٹھوں والے کے ہاتھ
سے سرورہ کے گھٹسے میں آگ لگا دی۔ وہ بھڑبھڑا رہا اور شکاری کتے کی طرح کھینچنے پر
بھڑکا۔ اس کا ہاتھ دروازے کی طرح کھینچنے کے گھٹسے پر پڑا تھا۔ اور کھینچنے کا حرکت کھینچنے
جانب ہو گیا تھا۔

کھینچنے اس دوران اپنی جگہ سے ہل گیا نہیں تھی۔ لیکن چہرہ اس سوٹھوں والے شیطان
نے نہ جانتے کیا کیا کہ وہ دیاں مہا کر چکی کہ میرے دو گھٹسے کھڑے ہو گئے۔ میرے خیال میں
اب مصیبت کی حدود ختم ہو چکی تھیں۔ دروازے کی پرکھیے میری امید تھیں کہ میں کو پڑنا
سروری ہو گیا تھا۔

ابھی میں کھڑکی سے بھٹنے ہی میں پڑا تھا کہ سوٹھوں والے نے ایک بھٹکے سے کھینچنے کو
پکچہ کر دیا۔ وہ بے درجہ لہراڑ میں اس کے گلے پر پڑا رہا۔ اور شاید وہ سالن میں
میں سے پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں ہل گئی تھیں۔

میرے بھٹنے میں ہی آتش فشاں چھپا پڑا۔ جو کبھی بھاری مجھے مصوب غصہ ہو کر
اور فرشتہ جل بن کر ہی نہیں کی تعداد کی ہوائیے بلیزات پر ٹوٹ پڑنے پر مجبور کر دیا تھا
تھا۔ شاید میرے پٹے کی رفتار بہت تھی جو میں اس لکڑی سے بچ گیا ہو غائب سے میرے
پہلو میں چھپنے کے سبب تھا۔

وہ شخص۔ اسے کب در کس طرح میرے پیچھے میں پہنچا تھا کہ میں جھلی شہ نے
مجھے راہی چکر میں آیا تھا۔ حالانکہ یہ شاید ہی کبھی ہوا ہو۔ اس وقت تو میری چھٹی
میں ہوں اور لڑتی تھی جیسے میری کھڑکی پر لگنا آتھیں ہوں۔

کوئی میرا اندیشہ بھی نہ تھا۔ وہ بہت ہی تھا کہ وہ دیکھ کر کھڑکی پر میری موجودگی
سے بھی ڈر رہا ہو۔ اگر وہ میں تو ان کا یہ نہ تھا کہ میری سرورہ ڈالنے سے پڑا تھا۔ وہ میر
توق کرتے ہوئے ہی وہاں سے ہٹا ہوا۔

میں تعجب میں تھا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ ہے تعجب کا مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا۔

مگر میرے پہلو میں بھٹنے کے بعد دوسرے سے فرایا تھا۔ سب سے بدترین تو اس
وقت مجھے یہ یاد تھا کہ اب کون اور نہیں کھینچنے پر ہوا۔ اور اسے پکچہ
نے کھینچا۔ بہت وقت ہمارا نوٹ پڑتا تو میں مصیبت میں نہیں ہوتا۔ بلکہ شاید میری مصیبتیں
وہ مسرت سب ہی دھماکا ہو جائے۔ سوٹھوں والے سے پاس ہائی میں بھی سوچ
تھی۔

میری حیرت تو میں تو یہ دیکھ رہا تھا کہ میں بھی نہیں سمجھتا تھا کہ میں نے جسے دور
سے دیکھ کر آئے گا۔ کہ۔ مگر اس کے ہاتھ سے کڑی اور ہڈی ٹوٹنے کی وجہ

سے اس کا ہر ذریعہ ذرا سے غدار میں بھلا رہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کے حلق سے کوئی کھڑا نہ اٹھ پڑے، میرا ایک ہاتھ کھینچ کر اس کے منہ پر جم چکا تھا۔ وہ جھٹکڑوں میں بڑبڑاتے ہاتھ میں اس کی پیشانی دبا کر میں نے مخصوص ہتھکڑیاں اور اسے آرام سے فرش پر بٹا دیا۔ وہ ہرچکا تھا کہ وہ کون ہوئے گی وجہ سے

میں کمرے کے دروازے کی طرف بڑا۔ اور وہ اندر نہیں تھا۔ میں نے غدار سے اسے کھول کر میرا خطر اس وقت تک کہ اس کی طرف سے میرے کھینچنے اور انگلی سے دھمکانا ہوا تھا۔ سوچوں والے نے چاروں ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے حوالہ دیا۔ وہ اسے گالیاں تو ادا کرتے ہی کی طرف تھا اور اس وقت بھی اس کا ہاتھ اس کے گلے کی طرف دبا دیا۔ گالیاں بکھیر کر وہ پکا تھا کہ اس کی طرف پورا ہوا ہے۔

میں نے انہیں دیکھا۔ میرے سامنے کے مطابق واقعی یہ ہے۔ پھر میں نے صرف پھرنا ہی نہیں دیا۔ اس نے اپنے پٹ کمر ہونے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ وہی گالی گھونٹنے کے بجائے چلت میں ڈھکا ہوا رہا اور اس کی چہرے سے نکلا کہ مجھے کمر پر اٹھانے کے بجائے کسی شخص کا کھانا کھانا۔ لیکن پھر آیت بار آپ کی دو انگلیوں کے دھمکانے سے ایک خاص انداز میں نکل جائے تو پھر سناں۔ وہ کتنا ہی پھرنا ہوا اس کی رفتار کو مات نہیں دے سکتا۔

سوچوں والے کو ہاتھ پائی ہی نہیں کیا تھا کہ پھر اس کے حلق میں رستے تک ہیست ہو چکا ہے اور فرش پر گرے۔ وہ تو پائی اور یہ بھی محسوس کرے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا تھا۔ وہ چپٹا گرا تھا اور اس کی آنکھیں کھل کی کھلی ہوئی تھیں۔ میرے پاس اس کا پھر بھی موجود تھا اور وہ میرے ہاتھ میں بھی پھنس چکا تھا۔ میں نے استعمال کرنے کی مجھے سہولت میں مل سکی۔ کیونکہ سفید خام اور ایک دوسرے دھماکے کا رعبہ ہو کر اٹھا تھا۔ جب تک انہوں نے ہار کیا تب تک میں گھومنے کی طرف ان کے ارمیوں سے گزر کر صوفے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن پھر اس نے صوفے پر پھینک دیا تھا۔

اس سے پہلے کے دن کو اس نے میری طرف ٹھونک سکتے تھے۔ میں نے انہیں اس میں اس سے ہائی دو ساتھیوں کو بھی پھنسی کر دیا تھا۔ جو ابھی تک مجھ ہی میں پسہ تھے کہ ہر ایک ہے۔ یہ سب کچھ شاید میں بچار پکڑ میں ہو گیا تھا۔ پانچ اشیں میرے سامنے پڑی تھیں اور فرش پر خون یوں پھیلا ہوا تھا جیسے فرش کی سے مل رہا ہو۔

میں نے انہیں پھنسل میں دبا کر میں نے صوفے سے گزرا کا پھر اٹھا اور اس سے گزرنے کے ہاتھوں کی بندشیں کاٹیں۔

وہ رکی طرح اپنے سینہ اور کلا میں لگی پھر اس نے نظریہ سے سوچوں والے کی بات کو ٹھونک دیا اور چھٹی چھٹی کی آواز میں ہوں۔ "یہ دو دن کے کے دھماکے کی کو مجبور ہوا

کر غدار ہی تو غضب کے پوتا میں رہتے ہیں۔"

میں اس کے حلقہ سے ہاتھ نکال کر اسے صوفے کی پشش سے صاف کرے۔ اس کی کھنکھار میں نے اس کو پکڑ دیا تھا۔ "نہیں، یہ دھمکانے کی طرف سے ایک آواز میں کر میں تیزی سے گھوما۔

"میرا اب وقت صاف نہ کیجیے اور جلد رخصت جہاں سے نکل چکے۔" وہ بڑے مودبانہ نہیں ہو سکتا تھا۔

میں نے دیکھا کہ وہ بے دردی سفید سوٹ میں ہونے لگا تھا۔ میرے ہاتھوں سے وہ نہیں پھینکا تھا اور وہ اپنے سینے سے سوٹ ہونے لگا تھا۔ جوتے تک یوں چمک رہے تھے جیسے وہ ہزاروں سال سے گھر سے یہاں کسی قریب میں آیا ہو۔ اس کے ہاتھوں پر دو ستارے مسکراتے ہوئے تھے اور وہ اس میں کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔ "آپ کو اس میں نے فوراً ہی گن بھل سے ہاتھ میں پھنسا دیا۔ وہ ہاتھوں کو مسراتے ہوئے پوچھا: "میرے جیسے بھی پھنسی مست کر دینے کا ہتھیار کب تک ہو چکا ہے؟" اس کی کالی سے یہ غدار ہم دیریں صبر سے گھر پوچھیں پوچھیں۔ "میرے ہاتھوں میں کشت کرتی رہتی ہیں۔ یہ غدار یہاں اور اچھا اور دیگر صدمے کچھ ڈھکائی ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی پٹ اس کی طرف آئے گا، کوئی سے یہاں تک لے آئے۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔"

"تمہاری تعریف" میں نے سخت لگاؤ سے اسے گھورا۔

"میں اس میں ہوں۔ جسے نہیں سمجھتا میں آپ سے ملتا تھا۔" وہ میرا سامنا کرتا تھا۔ "لیکن اس میں کہ میں جلد ہی طور پر پھولیت ہو گیا اور آپ اسے ساری تکلیف اٹھائی پائی۔ میں نے آپ کو اس وقت دیکھا کہ وہ سفید روٹال کی وجہ سے ہنسیا ہنس رہا تھا۔ آپ نیکی میں سوار ہو رہے تھے۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں گاڑی میں گھڑ کر اس کے کی پینڈی کرتے ہوئے آپ کے پیچھے لپکا۔ آپ بہت دیر ہو چکے تھے۔ پھر حال میں آپ کا ہاتھ قبضہ کر رہا تھا۔ اس وقت میں پہنچ کر ایک گلی کے قریب میں نے آپ کا سرخ لٹورا اب دھڑکنے کی آواز سے موجد ہو کر یہاں پہنچا ہوں۔" یہ آپ وقت صاف نہ کیجئے۔"

وہ چلنے کے سے مڑ گیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ حوالہ دھمکانے سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے کندھے چمکانے کے سفید پوشی دیکھنے کے پیچھے مل کر اس کے میرے ساتھ چلے۔ وہ دونوں ہاتھ ہاتھوں میں دھپٹے پنی کھانے کر پہلی گاڑی میں رہ رہی تھی۔

چلتے وقت میں نے کندھے چمک سے آواز میں اٹھے ہوئے تھے۔ میرے لیے یہ آواز گانا گانا تھا۔ میں نے اس کی دوں ہاتھوں میں ہر طرف اس میں رج اور موجد تھا۔ وہ کہاوتوں کے ساتھ ساتھ چلے ہوئے۔ میں نے چمکے کے چمکی جسے اس کی طرف سے جا رہا تھا۔ "میرے ہاتھ میں نہیں تھا۔" میں نے ہاتھوں کو دیکھا۔

پوچھے گا کہ ہم کیا پیارے۔ میں نے

میں سے کافی اور کافی سے پرندوں غلبہ کی جو میں سے چند سب میں حاضر تھی۔
پہلے سے وہ ہیں کا یہ گلاس چار رسلے گلاس تھے۔ وہ گلاس میں حاکم اسو۔ اب
میں نے پہلی بار سے گھری نظروں سے اس کا جائزہ دیتے دیکھ لیں۔ لی غلوں میں
غریب نہیں تھے۔ وہ قلم خود پر ایک مذہب و شامت تھی معصوم ہوتا تھا۔ اسے وہ اس
بے اندازہ طواری کو رکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ جیسے اس کا وہی تعقل
ہو گا۔

میں اب تک نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے کافی کی چیزیں دیکھتے ہوئے کہا کہ میں
مستور میں جہاز جو اوقات ہوئی تھی اس کا "مصدقہ" تھا۔

"مصدقہ تو آپ سے رابطہ پیدا رہا اور آپ کی ضروریات سے لگاوی حاصل کرنا ہی
تھا۔ اس نے گلاس کو پھر میں گلاس میں لگایا۔ میں گھمٹے ہوئے کہا "مجھے یہ کلمات
سے ہیں کہ میں آپ کی ضرورت کی ہر چیز سمجھ کر رہا۔ گلاس تمام کی ضرورت صرف آپ کی
کو وہ خفیہ رکھے کے لیے کی جاتی تھی۔ دہشتی سے یہ خفیہ کچھ زیادہ کا کہ میں
ہی۔ آثار جاتے ہیں کہ دہشتوں کو نہ صرف آپ کی تدابیر عام سے بلکہ شاید وہ آپ کے
مش سے بھی آگاہ ہیں حالانکہ میں اس سے ناواقف ہوں۔

وہ مسکرایا اور گلاس خن کر کے بڑی سی میں رکھ کر اٹھنے لگا۔ ایک سائیکل میں چڑھ گیا
ہر عیب اور شہرہ جرمس رو اور یوں رہا تھا جیسے اس کی جہاز کی کوئی چیز ہو۔ اس کا
حکمران مجھے خالی ہی معلوم ہوتا تھا۔ راس پر شاہ سے ملنے ملتے بے توجہی کے عالم میں اسے تھا
یاد اور ہتھیلی پر رٹ کر اس کی چیز کو لے لیتے ہوئے ہوا۔ "آپ وہاں چاہیں تو موٹر سے
بہ ہیں۔ میں اس میں سوار ہوں۔ ساتھ کے درمیان حسان مرزا صاحب
کی حال سے توقع سے میری برہ رست کی سے بات ہوئی میں ہمیں حالات سے
مطلع کروں گا۔"

"بہ سسے میں میں صبح کوئی جواب دیں گا۔" میں نے کہا "میرے میاں میں اب زیادہ
حقیت کی بھی ایسی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے اگر تم پراختسوں نہ کرو تو میرا صاحب
سے میں بھی بات کروں۔"

"میں تو خود آپ سے ہی درخواست کرتے رہا تھا۔"

راس پر شاہ صدق سے ہوا۔ "بہر حال آپ آپ پر جادو دیکھتے رہے آپ کو نہیں اس چیز کی
ضرورت ہے؟"

"نہ جانے میں اب میں کی سی چیز کی کوئی خاص ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔" میں
نے نکلنے سے کافی کامیابی پائی۔ کہتے ہوئے کہا "میرا اگر کسی چیز کی ضرورت پڑی

تھی تو شاید میں اپنے آپ کو حاصل کروں۔ میں یہ سب اس لیے کہ اس سبب حاصل کرے میں
فکرت ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

"وہ کیا سب؟" اس سے ملتے ملتے رک گیا۔ پوچھا۔

"اس سال یہ ہے کہ شہنوں کے ساتھ کم کتنی قیمت میں لے سکے ہو۔" میں نے گھری
بجھگی سے پوچھا۔

"کیا؟" اس کا منہ کھلا دکھارہ تھا۔ وہ اس کے ہاتھ میں مسکراتے تھے۔ مگر اس کی
چوٹی اب بھی محسوس رہی تھی۔

"میں نے ایک سیدھا سا جواب دیا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں
"کھیں ڈال کر کہا۔" میں تم عمر بھی ہو۔ وہ ہر حال معاملات میں کامیابی نہیں میں
احسن ہرگز نہیں ہوں۔ تم نے ہمیں مرنے کا بڑا عمدہ تدبیرت دیا تھا۔ میں اب باری پلٹتے
بھی تو معصوم سے رشتہ لگے۔ پرستے بخاری ہو گا۔"

"تمہیں یقیناً علم نہیں ہوئی ہے۔" وہ مسکرایا۔ "تمہیں مرزا صاحب سے پوچھنا
سکتا ہے۔"

"یہ تو تم ہی بتا رہے ہو۔" میں نے کہا۔ "میرا تھوڑا بہت افسوس ہے مجھے ضرورت سے
تمہاری تدبیر سے تمہارے ہر حال معاملات متاثر ہوئے۔ ناظر پیر وہ چار ہسوکا۔ حسان مرزا کی
نظروں سے دور بیٹھ کر یقیناً تمہاری پانچوں تھی میں اس کی اور پھر ہمارا سود تو تم سے دیے
بھی سستے داموں نہیں لیا ہو گا۔"

"تم دیکھتے میں ہی اپنے میں تمہاری باتیں بھی بظاہر ہیں۔" وہ مسکرائے اور میں نے
"میں بارہ سال سے حسان مرزا کے ساتھ ہوں۔"

"پہلے تم یقیناً اس سے قطع رہے ہو گے۔" میں نے تسلیم کیا۔ "اس کا کہہ کی وجہ سے
وہ تم پر ٹپکے ہیں۔ اگر وہاں ہر حال میں بڑی جلدی سے تھا تو کہہ جس سے متعلق یا
کچھ معصوم ہے؟ تم نے اس لوگوں کو اس حد تک تیار کیا کہ میرے سبب تمہارے حاکم
ہیں؟ اور یہ کہ تمہاری بھری کی دیے۔ میں مرزا صاحب سے رشتہ کر سکتے ہیں۔"

تم نے تو میرے سامنے پورا ایک امتحانی پڑھ کر دیا ہے۔" وہ مسکرایا۔ "آج تمہیں
کیا فکر یقین ہو گا۔"

"تم کو تو طول مدت اور دیر رسوا۔" میں نے اس کی بات فائدہ لے کر کہا۔ "میں اس وقت
تک فیصلے کرنے کے معاملے میں غمناک نہیں ہو چکا ہوں۔ تم یہ سمجھنا کہ میں کوئی
انتہائی قدم اٹھانے کے لیے حسان مرزا سے اجازت یا مشورہ طلب کر رہا ہوں۔"

راس پر شاہ بدستور مسکرایا تھا۔ اور اس میں غمناک سے مسکراتے مسکراتے حسان مرزا سے اس نے حال
یاد رکھا۔ پھر کچھ اس طرح سے مجھے اس کی طرف سے مجھے کی توقع تو تھی مگر میرا خیال تھا کہ وہ

سچی ہو سکر سے رہا ہو نکالنے کی ہوشیار کرے گا اور انہی کے لیے میں تیار تھا لیکن مجھے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ خون دہا ہو مجھ پر پہنچے۔ رستے گا۔ تاکہ صطربہ کی طرف میں ایک طرف ہو گیا تھا وہ اس سبیل سے بڑھنے لگے مجھے بچا ہوا۔

ہاتھ میں ہوا کے ساتھ کئی ہوئی تھی۔ پروانہ اس سے ہوا لگایا جیسے کون دہنی ہتھوڑا اس پر مارا یہ ہو۔ اگر ہوجا تو میرے چہرے پر پڑتا تو یقیناً عمر بھر کے لیے میرے لہجے کی تبدیلی ہو جاتے۔

رام پر ٹپکا ہوا تھا یعنی ہولسٹر تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن اس وقت تک میں اس پر چھانک لگا چکا تھا۔ ہاتھ پاؤں کی گھاس میں رہی تھی۔ اس سے اس کی مروت پر رستے کا پتہ ہی ہاتھ سے کھینچ کر دیکھا۔ اس سے یہ بھی لگا۔ وہ قاتل پر پتہ کر کے سہاوت ہو گیا۔ اس کی

”مگر تو واقعی بہت غصت بند نظر آ رہا ہو۔“ یہی ہے برائی کا چھوٹا سا گلاس چپنی دیکھ کر سر سر کی سے بچے ہیں کیا وہ ہزاروں سے رام پر شاد کی ہوش کی طرف دیکھ جیسے وہ شخص کاٹھ لکڑ کا ایک باغیر ہو۔

”میں جنگل کے ارد گرد تو کچھ پھوٹ رہا ہوں۔“ تین کے مہا ہوں وہ ہیں۔ میں سے شکست ہو گئی۔ ایک بار اور معلوم ہو جائے کہ تین میں سب موجود ہے تو پھر میں کو۔ میں اخیر ناموش کے مترادف ہے ورنہ حال میں ہوا کٹھن کے

موا میں ہیں ہوں۔“

دیکھتا ہوں کی تھنی ہے تھنی۔

چند لمحے کے لیے میں بھی میں رہا ہیں اب تھنی وہاں ہوتی تو میں نے آئے ہیں کر رہی ہو تھی یا

”تو تھی ہاں نہ کہیں یہ مترم سوالی تھا۔“ پوچھ میں نے نہیں توں انہر دیکھتے ہوئے ہاں ”ہیں“

”ہو نہ تھے۔“ سب سے آپ کی طرف سے ”بہتر ہے کیا درد سے ہی مجھے جھک لکھ شروع ہوئی۔ میں نے کوئی سبب نہ پایا۔ بہتر بعد ہی اس کو دیکھا۔ ہو گیا ہے میں ہوا میں میں ہوا۔ ساتھ ساتھ ”یہ ہے“ اس سے پوچھ

”یہ کچھ بھی نہیں میں سے میرے سے ہا“

”یہ تو تمہارا صوبہ ہو“ جس میں میرے لیے تھی کہیں اس سے تو مجھے معلوم میں تھا کہ جس طرح میں اس کی ہوا کے دروں میں ہاتھ دھکا ہوں کی طرح وہ بھی میری

تو سے عین تھیں ہونے کا ہے

پورا اس سے مطابق تو اس وقت نہیں نہیں میں ہونا چاہیہ تھا ”اس نے کہا۔“

”اس سے میرے درد کو ملنے ہو کہ پروانہ اس کے جھک لکھ خوب ہے چکا ہے“ میں نے

”رام پر شاد کہاں ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”نکل کے رہا۔“ میں نے جواب دیا ”وہ اب چکا تھا جگہ نہ چاہے سب سے بکا ہو تھا۔ اسے طویل عمر پر بھیجنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔“

”اور؟“ اس سوال میں نے سب سے کہا اور چند لمحے کے لیے خاموش رہا۔

”تسک کا شکار ہو گئے ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں نہیں“ وہ صدی سے بولا۔ ”میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے بڑی نامی سے پتا چھا اور اب اپنی ناکامیوں کی وجہ لگی سمجھ میں آئی۔ چرند رہا۔ وقت سے ہوا۔ بہر حال نہیں بکر کسی چیز کی ضرورت ہے تو اس کے لیے ایک یہ ہیں وہ اب کر۔“ اس نے مجھے ایک شخص کا نام دیا تو بک کر رہا۔

”ور تھم۔“ آخر میں اس نے پوچھا۔

”کچھ نہیں“ میں نے کہا۔ ”میں ہی ہوں میں کی شرور زدگی“

”مگر اب اس سے کہ اور سبب مستطیع نہ رہا میں سے مڑا دیکھا تھنی بچے گلے میں کچھ درد برائی نہیں رہی تھی۔

”کی لہذا تم اس کا پیچھا چھوڑ دو۔“ میں نے گلاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”جتنی حد ہم یہاں سے نکل چکیں تھانی بہت ہے۔ ہم اب ہوش و ہوش چلتے ہیں رستے میں اس سے شخص سے ملنے چھل گئے جس کا اندیشہ ہاں مرانے ہو رہا ہے۔ یہ

ایک دھان کا پتا ہے نہیں یہاں نہ ہو تھنی ہو۔“

”نہ گلے چھوڑ کر اٹھ کھس سوں میں نے پائی پر سے رام پر شاد کی گاڑی کی چابی اٹھائی اور بدوڑے کی طرف ہوا۔“ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

”اس کا یا ہے گا؟“

”اسے پوچھ کے لیے چھوڑ دو۔“ میں نے کہا۔ ”پولیس آکر لائیں بھی تھکا۔ میں

گالے کی تو تحریر رہے گی۔“

”یہ بھی درست ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے ہوں در میرے ساتھ چل دی

نیچے آکر رام پر شاد کی شادہر گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ میں نے پہنچائی پونچھے پونچھے

مگر جس طرح میں پہنچے اس کا نام چاکا ناؤن تھا۔ یہاں کی گلیوں تک و نزدیک در پٹوں

سے لگی ہوئی تھی۔ ایک قدم پہنچ کر ہمیں کار چھوڑ دی۔ اپنی پڑی کی گالے پہنچ گلیوں سے

اس کا گھروٹا ٹھکس میں رہا تھا۔ گلیوں میں کوئی شخص نہ تھا۔ نظر میں آ رہا تھا جس سے

بہر مرید آگے رستہ اور اتار ملے۔ اس نے بے کھس کے سے ہی آگے بڑھنے کا

10

[illegible]

ہم شاید کسی کی مدد کے بغیر مطلوبہ فیڈرلیس پر پہنچ جاتے لیکن یہ شاق ہی تھا کہ سطح
میں سے کافی ٹھنڈ میں آئے۔ مکان کے ترخانہ نما حصے کے دروازے پر ہمیں ایک چھپائی
الٹنی نظر آئی۔ یہ بالکل دور محل ایک سانس لہو پر اوپر سے تھیں۔

انگریزوں نے اس وقت کے نیچے کی سطروں میں چھپی میں نہ جانے یہ تحریر تھی۔
 ایک طرف انگریزی میں ٹیڑھے سترھے حروف میں جو تنگ و باریک راتوں کا نام بھی
 لکھا ہوا نظر آتا تھا۔ میں سے طبعاً ان ایک بڑی سانسوں نے مجھے اسی حلقہ کی حد تک تھکی
 تھیں بیڑھیاں تو کریم و دولت سے پہلے وارہ سودا گروہات میں تھا ہوا تھا تھا۔
 یوں کہ اس میں شینہ بھی لگا ہوا تھا گھر میں اور سبیل کی مادیات کے باعث اس نے پار دیکھا
 معلوم نہیں تھا کہ وہ ہی اس پر کوئی ایسی سختی توڑتا تھا جس سے علم ہو جاتا تھا کہ وہاں بند
 سے یہ تھکی تمام جب میں نے تردد سے یہ مانتا تھا کہ کمر لگا سنا دہوا ڈال تو وہ مسلسل
 چرچہ اسٹ کے ساتھ یوں تھا چاہے جیسے ہر موجود کسی شخص کو خبردار کر رہا تھا۔

پھر سے اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ، کال آتی طویل و عریض ہوتی چھت کوئی بجھ رہے
سے متوجہ رہا دیکھنے لگا تھا۔ ہر دم کی رات گئی میں جہاں سے پہلے معلوم ہو رہا
تھے دیو روں کے ساتھ کس کس اور شوکیش اور چند ایک شیعہ بھی تھے جس
میں مختلف بناوٹ کی کچھ دھمکیاں پھریں، مگر کچھ ٹوٹے پھوٹے کھانے اور فین
کچھ کالوں کے ساتھ آگے آگے تھے اور کچھ ہوں ساتھ رہ رہ کر کھانا کھا رہے
تھے۔ کچھ ادارت اس اعتبار سے واقف تھے کہ کھانے کے لیے میں یہ اندازہ لگانا ممکن
ہیں تھا کہ وہ کچھ تھیں۔ دکان میں کھانا ہو ہی نہیں سکتا لیکن یہ کھانا نہیں نظر
میں آ رہا تھا۔

میں نے ہاتھ لگائی "کوئی سے؟" میں سے جواب "نکریوں میں پاتھ
'میں میں ہوں' " یہ شو میں کے عقب سے مسرتی ہوئی تھی تو دھڑکی دی
میں وہاں پہنچے تو ج پر ایک عجیب شکنت سے مسرتی نظر آئی کے سہارے لینا نظر آیا وہ

ایک سوکھا سڑا چٹا ٹکڑا پت ہوں چھوٹا تھا جیسے ہا سپ سے بڑے ٹکڑے رکھا ہو
 اس ٹکڑے پر ان سروں میں وہ صرف ایک سوچے بچے کے ہاتھ کی تہ میں وہ نئے پتہ
 تھا۔ اس نے یہاں سے بد چلی ہوئی تھی اور اس نے یہاں پہلی بار یہی نظر دیا تھا جس
 طرف اس کی وجہ سے وہ چپٹ پڑے ہوئے کسی بوسے سے سینڈس سے مشابہ نظر آ رہا تھا
 اس کی یہی پہلی بار چھوٹی دھبی اٹھنے والی تھی اور اس نے یہاں پہلی بار اس طرف کو دیکھا
 ہوئی تھی اور گنگا گنگا کی گلیوں میں سے گزرتی تھی جس میں نہ تو یہاں سے نہ
 اس نے یہاں دیکھا یا تھا۔ یہاں بہر حال اس نے اپنی جگہ سے نہ ہٹا تھا۔ اس کی

”مجھے حسرت مرے بھٹاپ ” میں نے کسی قسم سے کوڑ و دود کا تلف کچے بغیر براہ
ست کیا۔ وہ ایک ست یوں اچھوٹے سے کسی طاقتور اسپرنگ سے اچھوٹا رہا جو ”سنا
ضم ہے میرے“ کا ”اب“ نے چراغا لہ رہا ہے جس کے لئے شاعر میں پوچھا جسے کے
اقتدار سے بھی چراغا ۔ میں نے اس کا پچھتاواںں معلوم ہوتا تھا مجھے کسی تے تے
رہ گئی۔

کتابخانه

قوله رُبُّكَ ذُو الْعَرْشِ الْمُبْدِي

تکلیف و قبول

کتاب پر شکر

میں ٹیک لے کر تماشہ میں صبح میں جا پہنچا۔ مجھے جو ہنسنے لگا تو اس سے مل کر لکھا جاتا ہے: "میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مقصد یہ ہے کہ کر دینا چاہیے۔"

"مجھے دو تین خالص تھیں۔ چاہیں۔" میں نے یہ ہم لکھ میں کہا۔
اس نے سچ سے یوں لکھا کرتے ہیں۔ یہ سے تھیں میں پھانسیں دو کھڑے ہیں۔
اس کا اشارہ کرتے ہوئے اگلے کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ رہے ہیں قریب پہنچ گئے اندر ہو کہ اس میں بہت زیادہ موجود تھا۔ بڑھے نے اس کا نام خاص ہو گیا۔
تھانپ دیا تو دردناک تھا۔ وہ سم دہنی چست لے لے کر تھیں اس میں اس طرح ہوئے۔
اس میں صرف ایک رہا۔ میں کچھ دیر چلے سے بعد ہم جس کمرے میں پہنچے وہ قدیم لیکن شاہانہ طرز کی ایک نشست گاہ تھی۔ وہ کمرے کا قریب اور قالین بدلیہ سے جدا ہیں قیمت تھی۔

قائیں کے ساتھ ہی گونہ ہو گیا۔ وہ بھی ہمارے قدموں میں چھاپ رہا تھا۔ کاؤچ پر ایک ٹھیکر شستہ پائیں بٹھانے کے بعد اس نے مالعلی شہر۔ بدلوں میں بھائی۔ چند سے جدا ٹھیکر کر کے اور کچھ اور کچھ کچھ کچھ کچھ سے دیکھ کر میں چند سے۔ یہ آٹھ ٹھیکر ہی صوں گیا۔ سے بد ٹھیکر چھن کی بلکہ حسن قرار ہو چکا تھا۔

یہ تمام قدموں سے برصغیر۔ ہم سے یوں اور سچے میں بعد ہو شہر۔ اس کے ٹھیکر و قرار سارے سے ٹھیکر ہاں میں کچھ قیامت ڈھار رہے تھے۔ اس ٹھیکر چھوں در تاک قدم چھٹی ہونے کے باوجود ہندو تیل معیور سے بھی اس کے حسن بد چیز و کشش میں کئی کی محسوس میں ہو رہی تھی۔ وہ ہماری طرف دیکھ کر مسرا کی تو گویا کمرے میں قریب ہاں میں ٹھیکر کچھ اور بڑھ گئی۔

یہ میری ٹی پی جن سے "یہ ہنگ نے سر خر کرتے ہوئے بتایا۔ پھر پی جن کی طرف مڑ کر ہوا۔ "اور۔ ہمارے قہقہے چھٹے ہوئے ہمال ہیں۔" اس سے ہمارے ہمارے چاہ کی و شش میں کی تھی۔

"خوش آمدید۔۔۔" اس نے ہنگی قدم۔ ہم ہو کر ایک بار پھر پی مسرا ہٹ سے کمرے کو مزید منور کیا۔ میں سے محسوس کیا کہ کچھ بھی سے ایک ٹھیکر چھو رہی تھی۔ معلوم

میں وہ بھی اس سے پہلے اس سے متاثر تھی۔ مجھے سڑک دیکھ کر رشک و حسد کے سے جسے جدہا کا شکار تھی۔ میں تو ہر حال سے تھا۔ یہ بھی حیرت تھا کہ چھٹی نما ایک شخص کی میں نہ ہر حسیں یہ ٹھیکر تھا۔

یہ ہنگ نے چینی میں لڑی سے کچھ ہمارے ہاں اہلیت میں سر ہٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ یہ ہنگ ہمارے سے ایک نشست پر موجود نہ لڑی میں اس کا گیا گویا مرا ہے میں چاہ گیا۔ اس نے وہ میں ایک ہاں طرف کی طرف گیا۔ مسرا ہے۔

چند سے بعد پی جن ایک نہایت بد صورت قریب سے۔ ترشیدہ ہیر۔ کی طرف سے ہونے میں ہوئی گاں رکھے۔ میں نے اس میں دھولی رنگ کا کوئی شروب ہوتا تھا۔ وہ بہت آکر وہ گاں پٹی، رہنے سے ہے بھی تو اس کے دوست سے انھی ہوئی مہم نے مجھے مسرور کر دیا۔

یہ ہنگ سے مرا ہے سے سر ہٹ کر میں گاں بٹھانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تکلف پہنچے۔ یہ شراب نہیں ہے۔ اتنا نہ کر کسی بھی قسم کی شراب، وہ کی وجہ کی ضرورت ہو تو بد ٹھیکر حکم دیتے گا۔ حاضر کر دی ہو گی۔"

"شکریہ! میں یہ کچھ بے ہنگی ٹھیک ہے۔" میں نے مسرور کر گئی۔ یہ بٹھانے ہوئے کہا۔
"یہ قدیم ہیں۔ ہمارے شراب خالص ہے۔" اس نے ایک گاں بٹھانے کے لئے کہا۔

مجھے نہیں معلوم کہ شروب پیتے کے بعد اس کی کیا حالت ہوئی تھی۔ تاہم میری اپنی تو بند سے بعد یہ حالت تھی کہ رنگوں میں دوڑتا ہوا۔ اس نے جیسے نشیاں بن گیا تھا۔ کانوں میں گونہ رہی حیرت ہے گئی تھیں اور گئی چاہے لگا تھا۔ میں اپنے کمرے پر ہوں کچھ بڑی بات رہنے دلا۔

"کھائے میں یہ کیا بند ہوا میں ہے۔" یہ ہنگ نے پوچھا۔
"اس شخص کی ضرورت ہیں۔" میں نے جلدی سے کہ "میں نہیں دو ٹائی نہیں یہ اسمبل شدہ حالت میں اور ایک سویرا ریو اور اسمبل شدہ حالت میں عتایت دیتے۔" یہ ہنگ سے چینی ہاں میں پی جن سے کچھ ہمارے وہ ایک بار پھر مشعل کر کے اس کے در سے میں ہوا۔ وہ یہ ہاں اس سے پیچھے غائب ہو گئی۔ چند لمحے بعد وہ کئی ڈب ہاں سے اٹھائے ہوئے۔ اس میں اتنی ان ڈبوں سے مختلف صدیوں کی تصویریں چھپی ہوئی تھیں۔ پی جن سے ڈب پائی ہوئے۔

یہ ہنگ نے ان میں سے دو ڈبے منتخب کر کے کھوئے۔ اس میں دو ٹائی تھیں غیر اسمبل شدہ حالت میں برقی تھیں۔ ایک آپ سے اس نے تمام پارٹس نکال دیئے۔ وہ پیچھے ہی رہتے ہوئے ایک چھوٹے سے ڈب سے و مختلف ساروں کے سرو اور سوار نکالنے ہوئے

یہ جیسی غلطیوں والے دور میں ہوئی تھی کہ کون سا روایہ تھا اس کا دستہ سب سے چھوٹا اور چھوٹا تھا اور اسے نہایت آسانی سے گالی یا تالک کے ساتھ فیتے کی مدد سے پاندھ کر چھپایا جا سکتا تھا۔

میں نے ایک چھوٹا سا بڑا ٹھوس ہاتھ دیا۔ یہ چمکیں پسوں کا۔ سائبر میں یہ ایک عام سگڑ کے بڑے تھاپے کی بل لہاں اور موٹائی میں گھڑیٹ سے جھلی سمجھیں۔ پھونٹھی اور تقریباً ٹھوس یہ تھکی سی کے اور صاف اتان اور اس تھاپے قدرے پانی رات سے مگر سوئوں پڑھائی تھیں ان سے کڑھ نکلتی تھی۔ اب بھی نہیں کہیں مستحسن تھے۔

”اگر تعقل بڑے کام کی چیز ہے۔۔۔ میں نے اس ”کچھ بھی میرے لیے لے لیا“ دیکھتے۔“

اس نے ایک اور چھوٹی سی بیاہ نکھڑا یہ گرامو فون کی سیٹی کی جھونک چھوٹی چھوٹی
مٹیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ان پر سوئیوں چھلکی بیاہ تھیں۔ ٹیپ پچا سو سو سو کی قہقہ
ہے "جو ٹنگ لے جانا پھر وہ آٹ گئیں جو وہاں وہاں ڈنگ کرتے کے علاوہ یہ خطا نہیں

تبدل میں چلتی رہی ہیں۔ سحر جیسے ایسے کچھ دانشمندی کی کیونکہ کان رستہ
انہیں چاروں علاقوں میں ملے کرتا ہے۔ یہاں نہیں کہیں پرانے جیسی مہانی تھی اور بعض مشاہدات
پر سوالات کی چوڑائی ایک صحرانے سے بھی کم تھی۔ اس راجہوں پر واقعی طاقتور مہتر سائیکل کے
حد تک کسی بھی فائنل نامہ نہیں ہی تھا۔

حزبِ چپال میں سے غرضیں ہم پناہوں کی بندوبست سے شیب میں آئے نہیں چھوٹی
میدان میں جنگل اور کہیں دھن سے قد بھی ہے۔ ایک جگہ تو ہماری موٹائی کی سہل میں
اڑتے آتے ہیں چپال میں ہم سے روکتے ہیں۔ یہ بھی وہی موٹائی کی چپال میں شہر
عزیز راستوں پر چلائے نہ کے سہل پناہ نہیں تھی

اس وقت اھو پڑھتے تھے کہ سب ہم ایک ہیے نامہ رسیدی سے ملاتے میں پہچ
جس جہاں پھوٹے بڑے بڑے گھر تھے اور سنی ملائی سے رنگ کی تھی
یہاں ایک نیلے کی اوٹ میں بیٹھ کر ہم نے ایوں میں بند حورائے سے پیٹ کی ملک بچھڑا
پانی پیا اور ہاتھ دیر مساتے اور پ شپ کرنے کے بعد ہم نے ایک بار چمر ہسبہ ستر
جولہ۔

ہم مشکل تیں چار میں عن قصد ملے کر پہنچے تھے کہ ایک ٹیلے کی اوت سے نکلے ہی
اچانک ایک دربی پوش ہو سے سامنے آئی۔ میں شدید متحیر ہو گیا۔ اس سے پتا چلا
نکل چکا۔ لیکن میں سے اس کے ہاتھ میں دور مار رائل فوجوں تھیں۔ یوں تو میرے پیچھے
پیشی ہونے کی ن فیلڈ میں سوار۔ تو اس سوار کو بیٹ کی ساری میں تھا۔ میں فوراً طور پر
نکلا۔ چاہتا تھا کہ اس سے ۔۔۔ اٹھو۔ اس نے غریب سوئے ہوئے اور دربی پوش و موٹی سے
سے باز رکھا۔ یونکہ میں سنہ چھ اکر دور ایک۔ ہم بہت دھڑکے۔ اور ایک جیسے پر مشتمل
مرحہ کی چونک کی ایک جھلک: لیکن تھی۔

میں سمجھا رہی تھی کہ یہاں تو کوئی امکان ظاہر نہیں پایا تھا۔ رستے پر میرا رہنا بوجھ تو مجھوں سے بھی ہو سکتا ہے اور میں رستے سے ہٹنا بھی نہیں تھا۔ مجھ کو پتہ نہ تھا کہ یہاں کے دوراں بھی میں نے نقشہ کھول کر قطب کو کی مدد سے بھی دیکھا تھا کہ ہم صحیح راستے پر جا رہے تھے۔

بھڑکاب میں سے اسے بچاتے ہوئے مولانا سید عیسیٰ روڈ کی طرف ہر ہنگامی قدم اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا۔

سرحدی فوجی کس - کس پر بھارتی وادی اور تہہ ہے - و ستا ہے بھی ہے
تھے "دور" ہر حال میں سے بدلتا اور میرے بجائے گئی پر تجھ سے غروب سے دیکھتا
قریب ہے - اس کی مٹھیں ٹھکری کی دم کی طرح چھو پھون اور اوپر کو اٹھتی ہوئی تھیں
"پس کس قسم کا ہے ہمارے ہمارے" - سے لا فصل کی آب سے پہنچی ہی طرف
شارا کرتے ہوئے تہہ سے سے عین پر چھا رہی گو کہ جینئر جیٹ میں تھی بال کئے
ہوئے تھے "صبر" شکاریوں، اب ٹوٹی تھی لیکن یہ دیکھ کر حال زیادہ مشکل نہیں ہے - وہ لڑکی
تھی۔

”بڑا عمدہ قسم کا مال ہے۔“ میں نے عجیبوں سے کہا۔ ”تاثر اچھا کرو لیکن نہ وقت مارے

اس کے بھائی نے تقدیر لگا دی۔ گھوڑی میں نے اسے طبعاً دیا ہو اور وہ اس سے خوب متعلقہ ہوا ہو۔ پھر اس نے چاروں طرف گھوم رہا اور سڑکیں ٹاپو پیچے سے اچھی طرح جان لیا اور سامنے کے قدرے حیرت زدہ سے بچے میں جو ”تمہارے پاس تو واقعی کوئی ماں نظر نہیں آتا۔۔۔۔۔۔ پھر سرحد پار کیا کرتے جا رہے ہو؟ یہ منکس کی زندگی کو ایکسپورٹ کرنے جا رہے ہو؟“

”ہاں تو واقعی میرے پاس ہی ہیں“ میں نے جواب دیا۔ ”ہاں“ کاؤ پر غصہ میں
کے جانو ہمارا حرج و مرج نہ تھا پڑے گا، مال کے سائیں چار بجتا ہے تب تو مہر
نے دتولی سے ”کھاری“ ہیں۔“

”کون سی لڑکی میں حرج چاہیے اور متنازعہ؟ میں نے انھیں دھڑلے باتوں میں مرید وقت
صاحب کیے بغیر تو پوچھ ”تھارے پاس امریکی ڈالر تھے جیہ اور بھرتی ہوئے تھے۔“
”اگر اس لڑکی میں ہی دے دو۔۔۔۔۔ پانچ سو روپے۔“

اس نے سوچا کہ اب یہ 'مقدس ہاتھ' کا رب ہے اب اس لیے تم سے جس حد تک

میں سے لڑائی کا شمار کیا اس کے اندھے سے لگے ہوئے چھوٹے سے ٹیک سے ہر
سدا کے پچھلے گوشہ نکال کر اپنی طرف پھینک دیتے تھے۔ انھیں سے اپنی دہ
میں رہ کر ہے۔ اپنی اپنی طرف بھاگ کر اس سے روکے۔ چپکے اور بالکل پتہ کھاتے
میرے سامنے ان آدمیوں نے تھک کر ۴۴ سال تک یہ اور بات تھیں۔ انھیں دعا ہے۔

میں نے مہذبہ لکھ کر پیش کیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: "یہ تو بڑا عمدہ کام ہے۔" انہوں نے اسے قبول کر لیا۔

”میں سمجھ میں بہت غصہ پہنے تھی، پتا تھا، میں نے جواب دیا۔“

تقریباً بیس میل کا فاصلہ ملے گا۔ بعد ازاں ایک پتھر سے پچھلے پتھر سے
توں کو تلاش کر کے اس طرف دیکھا تھا کہ بارہ چار سو پانی سے اونچے پتھر سے مشابہ علم
تھا تھا۔ یہ وہاں طرف شیب میں تھا کہ اس میں بھی وہ پتھر ہیں جو اسی جہان میں
کے جھڑ پتھر سے ملتے ہیں۔ ان کے درمیان بھی کوئی جنگلی گیہوں پیدا نہ ہو رہا تھا۔
یاد رکھو کہ اس بات کی بھی نشان تھی۔ وہ وہی اس کے لئے وہاں سے وہاں سے
تھی اور جس کا نام اس میں ہے جو بتایا تھا اس کا یہ وہاں سے اس کے لئے وہاں سے
تھا اس کے لئے وہاں سے اس کے لئے وہاں سے اس کے لئے وہاں سے اس کے لئے وہاں سے
غرب جہان سے اس کے لئے وہاں سے اس کے لئے وہاں سے اس کے لئے وہاں سے اس کے لئے وہاں سے

شکار کی بنیادی رہی ہو وہ چادر میں تقبلاً پورا پورا چھپائے کھڑی تھی۔ صرف "تھیں نظر
"رہی تھیں یہ میں آپ "چاہیہ" سے بھی بچہ کر کے کارروائی میں رہتا کہ وہ چادر میں
رہا ہوتا ہوئے میرے ہاتھ حرمت میں آئے بے پیمانی اچھل کر وہ ہٹ گئی۔ اس کی
"تھیں اصلی حالت پر گئیں اور نہ ہی متکلم۔ کہ میں نے پچھل چادر ساتھ ہی اس نے
پہرے سے چادر ہٹا دی اور بے نیاز مہرے سے جسے لگی

میں بھی دھیرے سے مس کیا وہ "نہیں۔" تو مجھ سے پچھلے دنوں مجھ سے ہنس رہا تھا۔

”کون عورت کا تم سے یہ ریاہٹ کس سے ہو چکی

’وہی بے یقین ہے‘ آپ شکار کا یہاں سے لے جواب دیں

موتے تقریباً غروب ہو چکا تھا اور دھوپ اترنے لگی تھی۔ مرد اور عورتیں بڑی بڑی ٹولہوں کی صورت میں ایک طرف چل پڑے تھے۔ ہم بھی ایک ٹولہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ ہم نے یہاں پہلے توڑا اور دھوپ رکھا تھا۔ ٹھیکہ اندیشہ تھا کہ کوئی شخص ہم وہاں میں سے کسی کو مخاطب کرے گا۔ میں حلقہ ہی سمجھتا تھا کہ وہاں کوئی نہ ہو گا۔ مگر سب حد نہ تھی۔ یہ تو وہ سبہ بھگت ہمارے خطر سے تھے۔ اس نام میں دیکھ کر میں ان ایک دوسرے سے ہاتھ کر کے سے ہیرا ہوتا ہے۔ میں حلقہ کے بعد گھر پہنچ کر تھکن مارنے اور سبب منیٹیت۔ تاثرات سے محکوم ہونے کا جہل نہیں میں جاگرتا ہوتا ہے۔ ہمارے ویسے بھی یہ لوگ مدرسہ فلسفیہ وادیس (۱۸۷۰ء) میں غادر رہے کے شاہی مطہر ہوتے تھے۔ لیکن اپنی ہنگامی سے عدم چسپی یا اپنی معصومیت سے بیزاری بھی ان کے پیروں سے عیاں نہیں تھی۔

وہ مطمئن، مسرور اور تسکین حال بھی عورت تھی۔ ریشم سے بہت کم لوگ ایسے
 ہیں جنہیں کر رہے تھے۔ ہم ایک ہایت ٹیبل، طریض، سرور، ریشم سے گزرے ہو جانے
 مویشیوں کے لیے چرگ کا کام دیتا تھا۔ اس سے ایک حصہ میں بہت بڑا ہوا بھی غصہ۔ ہاتھ
 حمالی تھی۔ ڈون مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ یہ لوگ جاننا، رکھ لے اور گونے تھے۔

سہارا سے کمر کے بعد ایک منہ پر چھیل میں سے پچھلے تھوڑی سی چیز چھیل
چھیلنے کے بعد کوٹ لائن سے بھی مچھلی کی کمر سے پچھلے تھوڑی سی چیز چھیل
پچھلے تھوڑی سی چیز چھیلنے کے بعد کوٹ لائن سے بھی مچھلی کی کمر سے پچھلے تھوڑی سی چیز چھیل
پچھلے تھوڑی سی چیز چھیلنے کے بعد کوٹ لائن سے بھی مچھلی کی کمر سے پچھلے تھوڑی سی چیز چھیل

خود تھے چل کر تھکے ہوئے ہی رہا ہوں نے یہ داسے میں سمجھو نہیں ہو رہی
 تھکے ہوئے چل کر تھکے ہوئے ہی رہا ہوں نے یہ داسے میں سمجھو نہیں ہو رہی

کچھ چارہ ہمارے لئے نامنظہر نظر نہیں رہتا تھا اس لیے میں نے وہ کھاتے سے لے کر
وہ شہر کے سائے میں چلے گئے

میں نے وہاں سے رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچا تو میری فاسطہ وہیں کہ میں بیٹھے۔ لپے
تھک رہی تھی۔ چند منٹ کے بعد ایک سیڑی پر پہنچاں کے دو دروازے تھے۔ ایک میں
پورے مسلح چور کے ساتھ تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہاں سے روکیا، اور مجھ سے
بھلا شو۔

اس قسم کے چھ ٹنک ہمارے چار قبویم کی یا غاروں پر قلعوں وغیرہ ہیں نصب نظر آتے تھے۔ ان میں بائیں دونوں طرف سے یہ چھ ٹنک گویا پہاڑوں کی میں نصب تھے اور دوسری طرف بچنے کے لیے ہی میں سے گزرنا ضروری تھا۔

پھر ایک اس وقت خود ہی تھوڑے پائے ٹیبلٹ میں اوچے نیچے ٹھہرے ہوئے تھے اور ہاتھ
چاہتی ہرگز کے دیکھوں گے پھر سے نظر آتے تھے یہاں تک کہ وہ طرف و ملاحظہ اس میں
نہ لے کھڑے تھے

ایک حد تک قریب و بلی ہے ورنہ ہر سال شاہین مٹیں پھر پہلے فرش مٹیں
تس و ہر حصہ میں مٹیں ہی استعمال میں ہر حصہ میں سسکی والی ہوتی ہے اور
ایک لمحے کے لیے میں یہ سسکی کا ہر حصہ مٹاتا ہوں۔

وقت اس پر آئے ہوئے ایک لحاظ پر انگلیں رکھتا تھا۔ اس نے بڑھ جاتا تھا۔ اس سے انگوٹھ
رہنے کی انگلیوں کی پشت پر سرور تھی جس پر انگلیوں کی پشت پر سرور تھی۔
جانی تھی پھر دوسرا انگلیوں رکھتا تھا۔ دوبارہ جس پر انگلیوں کی پشت پر سرور تھی۔

ظاہر ہے یہ روزناموں کا دوراں بوقت بھی یہ عمل کے لئے تھا کہ
 صحیح محاذ بھی تیار ہے یا نہیں اس کے بارے میں کسی کی
 جھڑپ ہوتی دیکھتے تھے وہ دور۔ ہر لمحہ وہ شخص کے لئے
 کے درمیان سے گزرتا چلا جاتا تھا۔ چہرے کی طرف محاذ
 دیکھتے تھے

یہ بچنے میں، میں غلی تختی رکھی۔ وہ اس کے ساتھ دو مشین و اصل
سیوڈن ٹرس میں و تمام ٹوں نے ڈکھوں سے شاکٹ محفوظ تھے، یہ تختوں کا نام
سے جاتے تھے کہہ رہا تھا۔ میں نے یہ ایک ٹوکڑے سے شاخ و عقیدت ہے۔

تھا

مظفر کے احساس ہے تو میرے جسم میں مسی و ناری کی جلی جلی باتھ ان شادی
حیرت کا حملہ بھی ہو تھا پہنچ کا شمال تو جلی صبح طو چھس میں یہ شروع ہیں
خدا سے۔ تو جب وہ خدا کو کہہ رہا تھا خدا شایہ وہی سید ہے کہ وہ خدا ہے

فصل اول در بیان حال و سیرت

عنوان چہارم

میں اپنے میں نہیں مین کے پاس اور ایک قصہ میں راست کا طریقہ اور یہ کہ
تو یہ ایک عجیب مقام تھا کہ جیسے میں نے اس اسبل کن شروع کی اپنے بیرونیوں
پر بھی مجھے اس کا ہی تہ کو سالی رہا۔ وہ اس کا حال اس سے کہ وہ اس کی
فردست میں بننے سے لگا رکھی ہے اور وہ بھی پراس کی صورت میں۔ دیت تو بڑی معصوم
میں رہی تھیں۔

میں نے اس معصومیت کا بھی کیا ہے۔ اس سے تو اس کی جواب دہ تھیں
میں خزانے کی کتاب میں اس کی بھی کسی کی راگداز کی قریب میں شریعت کے پ
نہیں تھے۔ یہاں سے کہ میں چوں سے مارا تھا سے کرتی۔
میں نے اس گفتگو سے وضوح پائی کہ وہ اس اسبل کن شروع کی اس اسبل
لے میں مجھے صرف ایک مسئلہ کا اسے قیاس سے کیے جیسے میں اس میں سے
ہے مگر ہتھیار چیب نے وہ سب پائی ہیں جس سے مودا تھے۔ میں اس میں سے
دست میں ڈال اور ایک دست کا تھیں۔ اسے دوزخ کا۔ جنگل کی تاریکی میں یوں بھاگتے ہوئے
میں اپنے آپ کو رہا مارنا کی وحشی محسوس کرتا تھا۔

وہ اس کی طرف سے وقت وئے اور مختلف فاصلوں سے سالی دیتے وہ کچھ اور زوں
سے نہ رہا تھا کہ سکوت بہ دور ہر گرام ہو چکا ہے اور میری حالت کی مہم اور گھڑی جا
ہو سے اور اسے دوتے میں اس جنگل کے میں ہے میں گہرا ہوں سے سڑک اور
سڑک کے بی طرف بکھرے ہوں مقامات کے قریب رہا کہ تھا کہ اس پر رہا ہے۔
میرا اندر درست ہی تھا۔ میں نے اس کے چوں اس پر ہی واضح طور مودا تھے اس میں
سب سے اس طرح روشنی بھی نہ تھی اس سے گویا سستی سے گرا رہی کا ایک
محرک ہوا سا قائم تھا۔ میں ایک دست کے عقب سے کچھ اور سڑک کا چارہ دیتا رہا۔ اندر
ہستی میں یقیناً اپنی شروع اس جنگل تھی میں ہلکے کے متوالی کچھ دور گئے چھاپا مجھے
پیدا ہئی تھکہ کی حالت تھی جہاں اس ہوتا ہے یہ شواہ نظر آئے تاکہ وہیں میری مہم ہوگی
کاشیہ نہ گیا چوتھے دور میں چکہ اس تعلق اس فصاحت سے بہت اس کے دوس میں میں
سوچ رہا تھا کہ پھر سوچنے پہ سہلے کی بات ہوگی۔

مجھے مزید بھی لڑائی کا فاصلہ طے کرنے میں بھی اس کی اس میں اس کی صرف ایک
صہ مجھے کچھ فاصلے پہ ایک ڈنڈے کی بھونکی اس کے انھوں میں رانہیں تھیں اور وہ
تلاشی عروں سے دھر ہر دیکھتے چارے تھے۔ اس بھی وہ کپ شپ کے سے ہوا میں
اس بھی کرے لگتے تھے اس میں سے چند کہ میں سے نقد اس لگاتے۔ میرے لیے
اس حیرت یہ تھا کہ اس میں سے اس بھی جنگل کی طرف تلخ تھی۔ بھی نہیں ہو رہا تھا
پہنچنے کے لیے بہترین جگہ تھی۔

پھر میں نے اس میں سے چند ایک ہاتھرتے دیکھے۔ وہ لوگ مختلف کانوں سے درہ زوں
دسکھیں اپنے گمے تھے۔ پائی سے بڑھ گئے تھے میں جنگل میں کچھ اندر چڑھ گیا اور اندر
سڑک کے متوالی چلنے لگا۔ میں اب دور دراز سے قریب تھا تو مجھے اس میں سے کوئی
شواہ نہ تھا۔ البتہ کچھ فاصلے پہ مجھے ایک مکان نظر آیا جو آپ سادہ سے لیے تھے کہ وہ
زوں معلوم ہو۔

یہ مکان دیگر عام مکانوں کی تھا۔ اس سے کچھ ہٹ کر تھا اور صرف پختہ ہی نہیں ماسا
غریب اور بیضر بھی تھا۔ اس میں کپ پوری ہستی میں مجھے یہی مکان مٹا نظر آیا تھا۔ صرف اس
سے میں کہ اس وقت یہ طریقہ کے خود سے اس کے کسوں کی سودا خانہ عیوں تھی بلکہ اس کی
اور پسوں سے بھی اس کی اہمیت میرے پیش نظر تھی۔

اس مکان کی چار دیواری زیادہ اونچی نہ تھی مگر اس پر قاردار تھیں گا کر سے اونچا کیا
یہ تھا۔ چار دیواری کے اندر صاف وسیع چاروں طرف اس کا حصہ تھا۔ اصل عمارت اس کے
د میں تھی جو زیادہ بڑی نہیں تھی اس کے اوپر اس سے قطع نظر سے دیکھتا تھا تو
یہ موثر درجہ کا ایک بھونکا ہوا مکان تھا۔ طرز تعمیر کچھ چپائی ہوا تھا۔ اصل عمارت
تہ اندھ سے میں ہی ڈوبی نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس کے اندر گوداں تھیں جس پر خوب روشنی
چھلکی مانی تھی اور یہ راشن بقی مٹھوں کی پھانسی تھی یہاں تو میں نے رات کے سکوت
میں نہایت مہم کی مگر حراست کی سنی جو عمارت کی میں میں بد جبریں تھیں۔

سب سے خاص بات یہ تھی کہ اس مکان کے گیٹ پہ اس مسلح مودا تھے جہاں
میں مودا تھا وہاں سے مجھے اس سے پشت بکھرے اور اس میں رو رہا بھی دیکھتا تھا۔ وہاں
اس پہ بھی یہ محاذ مودا تھے۔ میں چند منٹ وہاں کھڑا صورت حال کا جائزہ لیتا ہوا مکان
سے عقب سے مجھے نہ اور محاذ بھی آئے دکھائی دیے۔ ان کے اندر سے ظاہر ہوا تھا کہ
یہ اصل عمارت کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔

اندرون دروازے پر نہایت حفاظت کے قریب اس میں اس سے اس کے اندر
میں کچھ باتیں ہیں پھر اسے باجھے سب سے پہلے مسلح گیت پہ اس مسلح فاصلہ تھا۔
بہر حال اس پھیلے پر تو میں پہنچا کہ چکا تھا کہ میری مہم دیکھ کر اس میں اس میں اس

میں نے اپنی وہ دکان جس کی مجھے ساری تھی

میں نے تو اس وقت سے مجھے سب بھی عزیزوں پر ساری دے بیٹی تھی۔ وہ جہاں
بوجھ کر اس طرح منظر کرتی تھی کہ مجھے صورت حال کا کوئی حد تک اندازہ نہ ہو۔ اس
وقت تک مجھے یہی اندازہ ہو چکا تھا کہ اسے کس سے جسے کے لیے فی الحال ہندہ کر کسی
نہیں لیا کرتے۔ میں بخود دیکھتا تھا

میں نے گیت پر مبنی کھیلوں اور اپنے زمینوں پر ملنا ملنے کا کاروبار بھی مہیا
میں تھی کہ اسے کھیلے پر میری ڈارٹ گیندیں سوچاں اس بات کو نہیں کی۔ اسے اگر
میں اس حرکت کے عقب میں پہنچ جاتا تو میں سڑک کے درمیان ہی مہیا دھاتا سوچوں کا
موت و طاقت کے ساتھ اس بات پہنچا رہا تھا کہ میں جو سب سے بہتر تھا

میں چونکہ سڑک سے نہ بہت دور تھا اور کھانا بن کر اس میں دیکھ رہے تھے
اس لیے مجھے نہ وہ درخت تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں کی۔ جیسے سے مل رہا تھا
میں نے ڈارٹ گیند سے پہلے ایک کھانا کھا لیا تھا۔ اس کے کس خوب چولے
پھوسے ہوئے تھے۔

ڈارٹ گیند کا کرتے وقت ہمیں یہ "ٹھٹھ" کی آواز پیدا ہوتی تھی کہ اس میں ہر بار
زنگ دہانے پر یہ پھوسے ہوئے میں ہو بھرتی تھی اور ان کے دھات کے موٹی ٹکڑے پر جا
کر گنتی تھی۔ معلوم نہیں یہ آواز کا اثر کیا رہتا تھا۔ میں سوچتا ہوں کہ وہ
کھانا پانی اچھل پڑا اور اس کا کھانا بھینسا ہو گیا تھا۔ وہ سارا کھانا بچ کر اس کی
طرف متوجہ ہوا اور اس سے پہلے کہ وہ حرکت میں آتا تو اس کا ہاتھ بھی رخسار پر پہنچ
گیا

رخسار ہتھ پٹتے ہی وہ دونوں ڈھیر ہو گئے۔ بمشکل میں وہ ٹیکنڈ جھڑکات ہو چکے
تھے۔ میں نے چند ٹیکنڈ خرید لیں۔ پھر اوپر دھڑکا جا رہے تھے۔ سڑک کے گیت
کے قریب چار دیواری تک پہنچ گیت کے قبضوں اور چوڑے درمیان اتنا لانا ہوتا تھا کہ
میں اس سے بہت دور ہوتی رہتا۔ اس دن وہ سے مٹا تھا بلکہ اس گیند کی تان بھی اس
میں داخل کر سکتا تھا۔

وہ دونوں کھانا اس وقت سرگوشیوں میں آؤں میں باتیں کر رہے تھے اور ہر بار گیت
کی طرف دیکھ رہے تھے شاید اسوں سے ہمراہ کھانوں کے کرنے کی آواز سنائی دے
یا ان کی چھٹی حس میں کسی طرح کا حساس ہوا رہی تھی۔ میں نے انہیں بھی ٹھکانے
لگانے میں باہر مناسب نہ سمجھی۔ درحقیقت کا پھاس لے کر چلے دیں اور سوچیں کہ یہ بھی
بیمین آئے

میں اس وقت تک وہ اپنے اپنے گنگے سے جگیاں لگانے کی کوشش کرتے ہوئے اور

کسی خرید و بی کی طرح غرض کی سی آوازیں نکالتے ہوئے ڈھیر ہو رہے تھے۔ یہاں کے
لوگ اور وہ کھانا بھی مورا ہو گئے جو کھانا پر تھے اور انہوں نے اس کو کرتے ہوئے
کچھ دیر میں فوراً کسی گڑبگڑ کا احساس ہو گیا لیکن انتہائی کیفیت کا شکار ہونے کی وجہ
سے وہ کوئی بھی قدم نہیں اٹھائے

میں سب سے پہلے پوزیشن تبدیل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بجائے وہ راتھیں بند کر
کر کے کھانوں کی طرف دوڑ پڑے اور دروازے کے آگے ہاتھ روک کر ڈھیر ہو چکے تھے۔
میں محسوس کرتا تھا کہ وہ احمق شہر بھی چھٹا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی پشت اور گھٹوں پر
کئی کئی سوچیاں داغ ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں تک پہنچ کر مجھے دیکھ لیں ان کی کوئی حد نہ رہے
حقیقت اس سراسیمہ گانے کے بجائے خود بھی اس پر ڈھیر ہو گئے۔ میں بے حد مسکرایا

اب میں گیت کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس پر باہر کی طرف
سے تال پڑا ہے۔ اس کی جگہ مجھے قریب ہی پر کھانوں میں سے ایک کی جیب سے
مل گئی وہ میں ایک لمحہ صانع کے بغیر تال نہیں کر سکتا تھا۔ کھانوں کی لاشیں بھی در
تھپت کر میں نے گیت بند کر دیا۔ گیت کو بے آواز کر دیتے تھے۔ درخت کے نیچے میں
کی مجھے اور وہ وقت لگا۔ اس دن میں کھانوں کی طرف بھی متوجہ ہوا لیکن اس پر کھانا ہی
طاری تھا۔

یہ مجھے سے پہلے نہیں آئے۔ میں نے یہاں کھانا پر ہی نواعت شروع میں کر
لی۔ لیکن پھر میں نے یہ سوچا کہ اس کی کھانا خود کھائے۔ اس کے کھانا کھانے
ہوں لیکن جس وقت کھانا کھاتا ہے اس وقت وہ اتنی باقاعدگی سے پڑا نہیں دیتے۔ وہ
اسی اپنے مستعد نظر آتے ہیں جتنے یہ ہے۔ اس کا نظریہ ہے۔

اسی چھ ماٹوں کو ایک کھانا دیا۔ اس کے ساتھ لگا۔ میں دیکھ رہی تھی وہ سے پڑا ہونے
والی اندھیرے کی پٹی پر چل کر کھانا کے عقب میں پہنچا۔ دھیر میری توقع سے پہلے ہی
دروازہ تو مہیا تھا۔ لیکن میری توقع کے برعکس وہ دو مزید کھانا بھی مہیا تھے۔ میں شاید
ہانک ہی ان کے سامنے جا پہنچا۔ یہ کہ وہ دروازے کے قریب ہی بیٹھ کر ایک کھانا
کی میں کھاتے تھے۔

دھیر اس میں سے ایک کھانا کھاتا تھا جسے سے کھانا دیا۔ وہ سارا کچھ کھاتے ہوئے اس کے
بچے پکا اور میں بروقت دروازے سے پہنچ گیا۔ وہ مجھ سے رونا کھلے پر نہیں تھے۔ اگر میں
پورے مزید ایک کچھ بھی کھاتا تو وہ مجھے دیکھ لیتے تھے۔ وہ میری ہی طرف آ رہے
تھے۔ اس لیے مجھے آہستہ آہستہ ڈارٹ گیند کو اچھٹ کر دیا۔ وہ دونوں میں عین دیوار کے
پہلو پر کھڑے ہو کر ڈارٹ گیند بھی آواز پیدا کرتے ہیں جتنا تھا

اس میں سے ایک نے کچھ اس قسم کی آواز نکال دی تھی۔ پہلے ساتھی سے کہنا چاہتا ہوں

اُدیکہ..... میں نے سنا تھا کہ کوئی گزردہ ضرور ہے۔" اس سے پہلے اُسے سے راس بھی اُنارے کی وحشت کی۔ نیکی اس کا یہ کس اور وہ کیا۔ سو میں دلتی تھی سرج مارا تھیں جیسے سہانہ کی چیز میں ملے بغیر برادر است رہا۔ خود کیا ہو۔

میں دس دن میں دس دن کے ساتھ کہ اور دیکھنے بغیر۔ رہا۔ قریب تیس دن میں اس مکان کی حدود میں کھڑے رہیں مگر چلی تھیں مگر سکون دور بھی مٹا رہا۔ ہو تھا۔ اس حد سے یہ جج بھی اس میں اس سے ہی زیادہ فائدہ مند محسوس ہوئی تھی جو میں نے شلو میں اُن دن رسی تھی اور جو مجھے وقت مجھے حاسی تکلیف وہ حد تک چہم رہی تھی۔ سر حال لیکن کس کا یہ فائدہ ضرور تھا کہ وہ مارتی بھی تھی اور دہشت وہ بھی لڑتی تھی۔

اُورٹ کس کا استقبال ہر حال محدود تھا۔ ہر جگہ وہ نہیں دے سکتی تھی۔ ان دنوں دھوکہ کہ بھی دے رہے تھے لگانے کے بعد میں جتنی روزے پہنچا۔ پہ میں نے اُورٹ کس جیسے میں رہوں اور اس ہاتھ میں سورگ نکال کر تھا یہ تھا۔ جو پہ تھا میری پٹنی سے بندھا ہو تھا۔ دوسرے ہاتھ میں میں نے پہا اور پتھر کھینچا تھا۔ اس کے بعد میں نے تمام اُورٹ میں ایک طرف کو رہتے ہوئے جوئے ن ملک سے دور کرے پہ بگاڑ دیا ڈال۔

دیوانہ کھ تھا۔ اندر با کا میرا تھا۔ جیسے ست منہ لکھنے تھیں پھر وہ کوئی حد تک وا کرنے کے بعد بھی میں دے رہا تھا۔ پہا ہزار ہا نیکیوں اور عمل ظاہر رہا۔ اب میں نے اندر قدم رکھ دیا اور دروازے کے قریب ہی اُورٹ سے پہنچا۔ یہ۔ میری چند سے نگار کے بعد میں نے دروازہ کھلی سے بہ کر دیا۔

میری حسیت مجھے بتا رہی تھی کہ اس گھرے میں کوئی نہیں ہے۔ فریج نام کی بھی کوئی چیز وہاں نہیں تھی۔ میں دے رہی تھی کہ ساتھ رکھ رکھاؤ ایک اور دور۔ یہ تک پہنچا یہ بھی مجھے حلائی مانگیں جیسے ہی میں اس گھرے میں داخل ہوا۔ اس میں ہو گئی

مجھے گھرے میں قدر رکھتے ہی احساس ہو گیا تھا کہ یہاں کچھ ہو گا نہیں اس وقت تک ہر حال میں قدم رکھ چکا تھا۔ فوری طور پر میں گھنٹوں کے بل گریں لیکن اسی لمحے ایک بڑھو کو رستائی دی تھے ہر کوشش بھی سیں کہ یہ ملتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ اسے میرے حدود کوئی اس بھی نہیں سستا تھا۔

پہ تو رخصت کا جو وہ تھی۔ اس میں مدد سہم بھی تھی اور کچھ ضرور پہ بھی تھا۔ میں بھی اور اندیشہ بھی حسیت شدہ گھر پہی میں کہا گیا تھا۔ "بھد ہارن میں پہم مت کر لینا۔"

مجھے ہتھیار پھینکنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس سے میں نے اندھا دھند کچھ نہ کر رہے کے بجائے راہنہ طور پہ اس شخصیت کا جائزہ لینے کو ترجیح دی جس کی زبان سے یہ الفاظ

کہتے تھے۔ وہ ایک عجیب و غریب عورت تھی۔

عجیب و غریب اس عورت سے کہ تمام کی طرح اس کی شخصیت جی نکالتا تھا مجھ کو۔ مجھے یہ تو وہ عورت تھی کہ اس کا قد شاید چھ فٹ سے اس عورت کی کم سیں تھا۔ اس کے ہاتھ جہاں سے بہت وقت مسموم تھی جیوں تھی اور راست تھی۔ اس کی بڑی بری صورت آنکھوں میں شفتت اور مہربان کے ساتھ بھی تھے اور مسکند اور مہربانی کی لڑائی تھی۔ نام اس میں توں ٹھیک نہیں تھا کہ بھوئی طور پر وہ ایک سے پہلے خوبصورت عورت تھی۔ لیکن رنگت لکڑی پھر وہ رنگت کی زبان کچھ ابھری ہوئی تھیں۔ لیکن یہی چلیوں سے مزین چڑی جی سیاہ آنکھوں کی وجہ سے بڑوں کا اہمار ہے وہ خوبصورت معلوم ہو رہا تھا۔

اس کے ترشے ہونے دیکھنے ہونے کے گوشوں پہ خیف سا چھپا تھا۔ اس کی طبیعت میں چھپی ہوئی مٹن کی شعلیں کرتے تھے۔ اس کے دل کے ہونے تھے۔ اور پہ تھا۔ اس سے اس کی پیشانی پہ ٹھکے ہوئے تھے۔ میں اس سے ترشے نے اس کے جس دور لکائی میں اضافہ کیا ہو تھا۔

وہ تقریباً پورے تھے مٹے پہنچا نہ ایک۔ میں اُن دنوں شرت دور اس سے ملنے جلتے نہیں مختلف رنگ کے پہنچے کی جنوں پہنچے ہوئے تھی۔ جنوں سے پہنچے اور شرت کی آتشی چیز بھی ہوئی تھی اور اس کی مصوبہ اور پشش لکڑیاں اس بھاری بھر کم و کثوریں تھیں۔ اس کی لڑن کے پھوپھ پہ تھی وہی تھیں۔ جس پر اس وقت وہ ہم دور۔ تھی۔ اس کے ایک ہون میں سمجھ کا جو تھا۔ یہ ہوا جاتا کر کی سے پہنچے دور پہ تھا۔

اس کی عمر پینتیس سال سے نہ تو میں یہی سوچی نہیں اس کے خدو خوں پر کوئی چیز نہ کہ لڑی کی فکاشی تھی۔ صرف اس کی آنکھوں کی پشش اور مٹنی مٹن اس فکاشی کا سچہ ہیں اسے دین تھی۔ وہ نہ پہنچے نہ کہ ہم لڑیوں کے ساتھ مٹنی۔ لیکن خصوصیت کا تہذیبی ملبہ بھی ہے وہ خوبصورت دور میرا اس تھا۔ اس سے مجھے کون نہیں میں سو بھی مٹنے اس کے کہ اس کی شرت کی طرح تھی جو خود اس کی دل میں معلوم ہوتی ہو

اور روزانہ بے کورہ۔ اعلیٰات سے اُنہرے رکھتے تھے۔ اس کا سرگوشی تھا مکامہ اس کی ایک پہنچا۔ اس کے کس میرا اس تھا۔ اس سے پہنچا تھیں چش سے ہوئے تھے۔

میں سے اسے مار کر اور زانو سے اس کی اس سے جڑے ہوئے اس عادت پہ عمل نہیں کیا۔ اس سے جڑے میں دور سے یہاں لگا کر قابض پہنچا۔ یہ۔ مجھ پر دیر مدد شرت میرے ہاتھ ہی میں تھا کہ میں یہ دیکھ چکا تھا کہ عورت کے پاس۔ تو کوئی شخص میرا حشر نہ تھا۔ اس کی یہ دیر میں مٹنوں کے نگار تھے۔ اس سے تھے۔

وہ کمرہ میں میں ہم۔ اس کے سو ہونے میں تھا۔ کچھ مجھ سے دے میں جی ہوا تھا

جیسے کہ دولت مند نے دیا کے سی دور وہ لڑگوٹھے میں گھر ہوا یا وہ اور وہیں جو کچھ بھی
چھک سے اچھی چیز دستیاب ہو سکتی ہو اس سے کھر کو درست کر لیا ہو۔ قابض نہایت دیر
در عزیزیوں پر پڑے ہوئے پر سے مولے مائل وہ کچھ شہانہ قسم کے تھے نسلی فریچر ہو
ایک تھ جسے نہایت پرانی شہادہ فروخت کرتے ہاں کسی دکان سے خرید گیا ہو۔ ایک ہات میں
نے خاص طور پر محسوس کی کہ پر سے وغیرہ کھڑکیوں پر اس بناء سے کیچنے تھے اور روشنی
انوں کو اس انداز میں بتایا گیا تھا کہ روشنی باہر نہ جانے پڑے۔

مجھے کمرے کا جائزہ لیتے دیکھ کر اس کے سونوں پر مسکراہٹ کی مھل ایک رست
ابھری سرگوشی نے مکاے کے ایک بار چر میری سماعت کو لوڑ۔ "مجھے معلوم تھا کہ تم
میں آؤ گے۔۔۔۔۔ میں اس وقت ایک کھڑکی کی رست سے تمہیں دیکھ رہی تھی جب تم
محاکوک کی آئیں لٹھانے لگا رہے تھے اس وقت میں چاہتی تھی کہ لاٹھوں میں تمہارے ہاتھ
میں شامل ہو سکتی تھی۔ میں مجھے فوراً ہی احساس ہوا کہ یہ تو میری بہت بڑی غلطی ہو گی

اسی سے مکاے کو تھک چھوڑ کر شرٹ کی جھینے کی جیب میں ایک ہاتھ لگا اور
دوسرا ہاتھ اٹھا کر گویا مجھے خبردار کرتے ہوئے ہوں۔ "میں وغیرہ مٹ چلا۔ میں جیب سے بد
کوئی تصویر نہیں نکال سکا۔ گاتے مٹی ہوں۔"

اس نے ایک پتھر ٹاٹا میں ہوتا سا نگار دکھا۔ اس کا ہر انگوٹھوں سے تار تار قابض پر پھینکا
اور وہ میری جیب سے نکال نکال کر اسے دکھایا۔ اس کے قابضوں میں سے تر ہوں لگا
کہ ایک مٹے سے ہے تو مجھے اندیشہ محسوس ہوا کہ پورا نمونہ ہی دھوپ سے مٹ چکا ہو گا۔
اسی صورت کو نگار پیتے میں نے ہلکا سا دیکھا تھا وہ دو مٹی تکی لگن سے گویا ایک ہی شکل
میں نگار حتم کر دیا تھا۔

میں کی باتیں مٹی بھی کی تھیں میں سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے کہ وہ
دوبارہ نمودار کرنے کے لیے انداز میں دیکھ لیا۔ "میری ہی طرح پتلی آواز
میں ہوتا ہے۔ ہرے سرے میں میرا شور مچا رہا ہے کہ وہ کچھ سے دیکھنے کی پریشانی میں
میں سے نیکی حقیقہ ہوں۔ مٹی چر ہے۔"

میں سے سرست ہاتھ سے گا۔ اور مٹی کروڑ در متوقع خطوں سے اس کی طرف دیکھنے
لگا۔

"خیر نہ تم سے نہیں دانا صبر بنا رکھا ہے۔" وہ ہوں۔ "میں سے ہر حال میں اور
سے ہو یا نام سے تیار۔"

"یہ میری صورت ہاتھ سے کہ میں جیل دور سے لکھا ہوا ہے۔" میں نے وہی بار زبان سے
نکالی۔

اس نے ایک طویل سانس پا اور مگر ہی طرے میری طرف دیکھا۔ اس نظر میں میرے
سے ایک خاص دلچسپی کی جھلک موجو تھی اور اس بات کا محسوس کرتے ہوئے۔ جانے
ہوں میری حزن کے حق میں سی تھی۔ اس کی یہ خفیف سی مھل پتھل میرے لیے باعث
خیرت تھی۔

"یہ ٹھیک ہے کہ مجھے ایک طویل عرصے سے اپنی سستی میں آلودہ ہر کا موقع نہیں
ملتا۔" وہ بولی۔ "اور مجھے مٹی سے ہر فرد کی صورت بھی یاد نہیں رہی۔ میں مجھے تا
مردود معلوم ہے کہ صورت میں اگر یہ ہیں یہ سستی کہ اس کا تعلق اس جگہ سے ہے تو کہ از
میں یہ صورت یہ سکتی ہیں کہ اس کا تعلق اس جگہ سے نہیں ہے۔ میں بات سمجھ رہے ہو
ہیں۔"

"سمجھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اب تا نا سمجھ بھی نہیں ہوں۔"
"ہاں۔۔۔۔۔ اس پر میں تم سے متعلق ہوں۔ وہ ایک بار پھر مسکرائی۔ "میں عمر ضرور
ہوں نیکی نا سمجھ نہیں۔ ہرے بڑی صفا سے میرے سون گول کر دیا ہے۔ ہر حال۔۔۔۔۔"
میں نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں ہاتھوں کو جھپٹ دیکھا۔ "اگر تم نہیں جانتا
چاہتے تو مت بتاؤ۔ میں میں تمہیں اس سرشت پر خوش آمدید کہتی ہوں۔ تم تازہ ہونے کے
ایک حصے کی طرح آئے ہو۔ اب تو میری بہت سی باتیں لگاتے لگاتے وہ میں میں ذہنی پر
صوت کو ترجیح دینے کے لیے میں سوچنے لگی تھی۔۔۔۔۔ ڈانگی جسے ہی گراں کرنے لگی
تھی۔ حالانکہ ظاہر کوئی تکلیف بھی نہیں۔۔۔۔۔"

میری انجمن ریختہ ہوئی۔ وہ مجھے خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ ویسے تو خیر یہ کچھ بے اہم
اور امکان بھی نہیں تھا۔ شہر کی اپنی ایک شخصیت ہوئی ہے اور دیوی کی بڑی بعض اوقات
دیوی شہر کی بدعنوانیوں اور مجرمانہ سرگرمیوں میں ایک عرصے تک شریف رہتی ہے۔ مگر
مردوں کے کسی موڑ پر اس کا ضمیر بیدار ہو جاتا ہے۔ مٹنے سے ہی طرح یہ صورت بھی حوالہ
لگا رہتی مٹی سے شست مٹی خالص کا ساتھ دیتی رہی ہو۔ نیکی اب یہ سال کچھ اس کی
رواغت سے باہر ہو گیا ہو۔

"میں یہ بھی تو نہیں ہے کہ یہ عورت مجھے جال میں پھنسا رہی ہو۔" میں نے
کہا۔ "وہ تھی بھی ایسی چیز۔ بڑے بڑے پھر کے عنصر بھی اس کی ایک جھپٹ برو سے موسم کی
طرح پھلنے لگے تھے۔ د سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس سے ہرے میں یقین سے کچھ
منا مشکل تھا۔ میرے چپے سال کے سب بھی میں نے تمہیں میں۔ تا نا مشعل تھا۔ میں نہیں
کہہ سکتا کہ اندر سے وہ یہ تھی یا سوچ رہی تھی۔ ہار کیا کرتا چاہتی تھی۔"

میں نے مختصر کچھ میں سے "تمہارے ہی طریق و سبب یا شست مٹی خالص سے
شور مرنے وقت تمہاری بات سے تمہیں یہ نہیں سنا تھا۔" میں نے وہی میں بھی یہ

سب اس کا جس اور پیش چھو اور مہربان ہوئی اس کا ہاں مہربان نہیں تھا اس کا جسم
و لاشی نے یہ سوچا کہ یہ بھی اس وقت میں تھا۔ اس کے لاش کا کر ملک ایک جاہ
لاحتہ تو شاید وہ جی سے سے مثال محسوس نہ دے لیکن اس سے مل جل کر گھر سے
دکوں میں ایسا بنا رہا تھا۔ اس کا چہرہ سب سے بے یار تھا۔ اس کی رنگت کی
مدت ہوئی وہ مہربان اور نکھوں نے قدرتی طور سے اس کی رائیوں پر بھاری تھی

”میرے ساتھ تو وہ نگار کے دے کو لگی اور لگوئے سے زمین ٹھکتے ہوئے
ہوئے۔ اس کے روبرو کے چہرے ہی رہا دور دور سے مل جاتی کا یہ ارکان“

اس نے کچھ ہی دور میں پہنچا۔ یہ وہ تھا۔ میں نے اس سے پہچنے تھا اس نے
تراشیدہ بالوں پر چھریوں کے جسم سے ایک عجیب سی ہلکائی تھی اس نے مجھے
دور سے ہی پہچنے کا شہرہ کیا اور اسے قہر ڈال دیا۔ کچھ چھوڑ کر کمرے میں چلی گئی۔ اس
میں مدھم مدھم سے غصہ تھا۔ وہ کتنی پھٹی ہوئی تھی۔ وہ جلد ہی تیر روشنی میں نہدیل ہو
گئی اور تب میں نے دیکھا کہ وہ بندہ روم تھا جس میں سینڈیل، چل ہوئی تھی۔

اس کمرے میں تراش بھی کچھ جدید تھی اور کچھ قدیم۔ کسی چیز کو دیکھ کر امدت اور
خوشی کا دور کسی چیز کو دیکھ کر غصہ اور نفاس کو محسوس ہوتا تھا۔ کچھ غیب قدرت کا سا
مجموعہ تھا وہ کمرہ۔ ایک طرف دیوار کے درجہ کی طرف ایک پل تھا۔ یہ گاہ تھا۔ یہاں پر
شب حوالی کے لباس میں گاؤں کے کے سہارے ایک شخص در آتا تھا۔

اس نے غصہ خیز روشنی محسوس کرتے ہوئے ”نہیں نہیں“ کہیں ہاں کہنا چاہیے نے
کونے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس میں کچھ زیادہ قاصر ہیں۔ یہاں تھا۔ ایک گولائی
لیے ہوئی تھی۔ لیکن اس کی۔ اس میں کچھ زیادہ اس کی سرور تھی

وہ شخص ”وہ ایک عیشان قدرت کا دھچکا تھا۔ اس کا وہ بال بال تھا۔ کچھ بھی وہ
قاتل رشک شخصیت کا سا رہا ہو گا۔“

اس کے دیکھے کے اندر۔ قہر ہوتا تھا۔ اس سینڈیل کی صوت عاف طر میں
آویں ”اگر اس سے ایک محسوس کی منہایت سمجھ گئے کی کوشش کی تھی“
تین ناقلی غصہ۔ میں سمجھا۔ ”یہ سینڈیل۔ اسے سینے سے کہیں سے دھانپ لیا
ور تھیں سے اس کی تھیں۔ اس کی اس کی روح قفس عصق سے باہر کر
چکی۔ اس شخص نے دوبارہ تھیں کھینچے۔ کوشش نہیں کی۔“

اور سینڈیل وہیں سے کمرے میں مل گئی۔ کچھ دیر پہلے تک ہم ہاتھ کر رہے تھے۔
اس سے زمین کی رونا۔ بندہ کویا اور مجھے یہ وہاں پر بیٹھے کا شہرہ یہاں نے
مجھے میں زمین میں تھیں اس کچھ اور وہ کچھ کالی اور بیٹھے کی آخر در رت گت میں
نے پہلے ہی پہ دھانپ لیا۔ وہ یہ تھا۔

سینڈیل دو در پٹی تری پر چڑھی۔ نگار کا ایک آخری اور نہایت طویل شب یہی نہ
بعد جب اس کی آنکھیں بند ہو گئیں تو اس نے لونا دور کونے میں دیکھے ہوئے ایک
انگادہ کی طرف اس صدارت سے پھٹکا کہ وہ سیدھا بندہ جاگر۔ وہیں ہاتھ غصوں میں یہ
کر اس نے دھیرے دھیرے دھواں اٹھ دیا۔ چہرہ صرف دیکھے ہوئے عجیب سے انداز میں
مسکرائی۔ یہ مسکراہٹ میں سے بھی تھی اور اس ٹیڑگی کی مثال بھی نہ تھی۔ اس سے
پتھرے میں بند ہو کر اس کی روح قدرت قبول کرنے کے لیے گواہ رہا۔ وہ کئی سو سال
مسکراہٹ میں اتھا بھی تھی اور رومی کا کھچاؤ بھی۔ دوتی بھی تھی اور تکلف بھی طلب
ہی تھی اور گھر بھی احتیاط بھی تھی اور عہد بھی

”مگر وہ جس کی بلت کر رہے تھے“ وہ رہے سے مجھے میں ہوں طلب کرنے کچھ ہی
لی ہو گا۔ لونا دھیں ہو گیا جو دھند کرتی ہیں۔“

میرے دل میں تاح کی ایک سری الہام میں سے کوشش کی کہ میں جہاں تیت
کی کی سری کہ میں۔ اسے پاؤں۔ کمرے میں چند لمبے ہو تھیں۔ یہاں کا طاری رہا

”خشیت علی جب یہاں آکر سابق سوچوں کی رعایت سے سے سکوت کی کونے کونے
منوچی بنا رہا تھا ہے اس کا میرے شہر سے ست در دور رہا۔ پانی اور سوچوں کا پیشہ ہی
رہا۔ رہت تھا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ سب اور کس طرح پانی بیہوش کے آنکھوں کا عادی
ہوا۔ مجھے اب علم ہے تو ہاں سر سے گھر چکا تھا۔ ایک نکش کے لیے وہ گڑگڑاتا تھا۔ ملتا
تھا اور ترپتا تھا۔ میں سے برداشت یہ خوفناک لب چھڑنے کی کوشش کی تو اندیشہ محسوس ہوا
کہ وہ سری۔ جو۔ یہ تھا۔ اب یہ عام شیخ پر تھی۔ اس سے کچھ پہلے
کے لیے ایک قفس میں اور کچھ وہاں کی ضرورت ہوئی سے جو مجھے یہیں نہیں
تھیں اس سے میں بچا رہا۔ کئی حاشیہ نشانی میں تھی“

اس نے ماتہ بظن سے نکال کر گری کے مٹھو۔ یہ رہا یہ۔ ایک سے بے تلف
سے لولی۔ ”میں سمجھتی تھی کہ جو یہ لڑو تو اسے شاید کئی ہاں اور چھکارے کی کوئی
صورت نکل آئے۔ اس وقت تک صورت حال یہی ہو رہی تھی۔ یہ ترنے ہوئے اسے
دیکھی تھی کہ ہماری حیثیت قیدیوں کی ہو رہی تھی۔ میں چونکہ کچھ۔ اس تھی اس لیے مجھ
پر خاص نظر رکھی گئی اور مجھے اس طرح قید گھر رکھ میں مجھوں کو دیکھا کہ میں کس سے
رابطہ قائم۔ اگر کسی کی معلوم رہا۔ ہونے پہلے کہ ہم یہاں رہے۔ اس سے بے یار تھی
کے دھوکے کے ساتھ یہ رہا ہے۔ میں اس طرح آگے بڑھتا رہا۔ اس لیے ہم
سے ملنے کافصوں کے رستے میں ایک طرح سے قید تھے۔ یہ محاذ اور حفاظت کے پ
میں ہمیں یہاں قید۔ مجھے سے ہے تھے

”اس صیبت شدت کہ مجھ سے تھیں۔ یہاں سے کچھ سے دھانپ لیا۔“

"تھو تو دھڑا خراب ہو گیا ہے۔" ایک آواز میں بیاری درستی "تھو کسی شے کو نہیں دیکھا سال کو تلاش کر رہے ہیں۔ سب سے ہم آگے ہیں تپ سے پا کون شخص گندم میں اب لہر رہ سکتا تھا۔"

اس کے بعد کوئی گونجائی نہ آئی۔ سوائے جب دھپ کے۔ یہ ان کے بھاری جوتوں کی گونج تھی جو دور ہوئی چلی گئی۔ میں نے "دار محدود" سے کے بعد بھی تقریباً ایک سو انتظار کیا اور اس وقت میں سے بچکان مشق سے بھی تسلسل طور پر کام نہیں کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ گندم میں حقیقی گہرائی میں آیا ہو تھا وہاں سانس تو باقاعدہ طور پر نہیں لی جاسکتی تھی نہیں وہی یہ ٹانگ ابلے کی ہی عیت ہیں تھی عام آدمی بھی چار بجے منٹ تو رات ہی ملتا تھا۔

میں نے اپنے آپ کو مزید یہ مشق۔ "دار محدود" کی قبر سے نکال دیا۔ ہنس میں بدستور بدستور دھڑکی ہوئی تھی اور وہی شخص موجود تھا۔ "ہم میں نے باہر آئے کی ہوشیار ہیں کی۔ گندم سے سرنگے دیں بیٹا رہا۔"

کچھ دیر بعد مجھے آوازوں سے اندر رہا۔ وہ وہ گونج تھی۔ میں ایک بار بصر جمع ہو چکا تھا۔ پھر کسی سے رپورٹ دی۔ "خالی میں پئی اور مینڈر سے سو ہوئی موجود نہیں ہاں! بھولے چپے چپے لگے۔"

"حشت خالی نے اس کی ہت ڈالتی۔" میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا ہے مجھے میرے "حشر سے باہر نہیں تھی ہاں تمہارے مخالفین نے یا مدد سوچتی ہو کہ مگر ساری کچھ میں بات ہی نہیں آتی۔"

"یہاں کونسا کون غیر موجود ہے ہاں۔ میرے مطلب سے سوچو۔" ایک آواز نے جھجکتے ہوئے کہا۔ سب سے پہلی میں دور پہنچا ہوا بات بھی انگریزوں کی میں لڑ رہے ہیں۔ مثالوں میں سے تو کوئی کوئی ہی تھو تو بات انگریزوں سمجھ سکتا ہے۔"

"تمہاری کچھ میں آج تک یہ نہیں آیا۔" حشر مرحلہ صحرایہ ہوتا ہے میرے حکم کے سارے منطق جھانڈے کی ضرورت میں ہوئی۔ "حشت خالی نے ناگواری سے ہاتھ دھکم اکس کیا اور میں پھر سادہ اور غلط نہیں تھا۔" اور اگر بات منطق اور ہارنی کی ہے سب بھی جنہیں یہ رہا تھا سچے۔ اس وقت ہم سب سے بڑے دشمن کے گھ میں ٹھہرے ہیں۔ ہمیں یہ معصوم۔ اس سچ سے جس میں سب سے چاروں سے پاؤں رکھا ہاں۔ اور ہاں یہ تو ہمارا دوا ہاں میں ہی پڑ سکتا ہے۔"

"سب تو یہ ہو شرب حال!" کچھ فاصلے سے مینڈر کی فصیلی آواز سنائی دی۔ جس سے اس کی پہلی جھٹکی ہاتھوں کو اس پر بند فائن ہم سے ہی وقت تمہارا سر سے چھو رہا ہوا ہے تم سمجھتے ہو۔ اس شخص میں کیا کرتے تھے۔ ہم میں یہ وہی اس وقت

قہر میں تھا کہ لڑتے تھے۔" مگر تم نے ہندوستان کی تاریخ پر بھی ہوتی تو تم بھی ایسی حماقت نہ کرنا۔ "حشت خالی نے کہنے کے بجائے سترہ لکھ مائیکرو گاڑ کر کہا۔ "انگریزوں نے اسی طرح تو معلول سے پورا ہندوستان چھپا دیا تھا۔"

"تم بھی مجھے کسی ٹکڑے کا پا گیتے یا اور وہ بھی کسی سمیٹے قسم کے ٹکڑے کا۔" مینڈر نے جمل کر کہا۔

"حشت خالی حالات کی تہہ مشر ناگواری سے باوجود شاید فی الحال کوئی شدید رد عمل ظاہر کرنے سے سوا میں نہیں تھا۔" اس نے طرف سے ہوئی حشت جواب سنائی نہیں دیا۔ "شہر سے نکالنے کے مطابق وہ کہاں چھپا ہو گا؟ کوئی حد اندازہ ہی ظاہر نہ ہو۔" اس نے کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ جنگل میں جا چھپا ہو۔" مینڈر نے ایک لمحے کے توقف سے جواب دیا۔

"جنگل میں؟" حشت خالی نے ایک بار پھر اس سے یہ مقدمہ لگا دیا۔ "تمہیں شاید علم نہیں ہے کہ جنگل میں ہرے سبز جانور کے چھوٹے پتوں کی طرح گھومتے رہتے ہیں۔ صحت کسی عدالت کے چیدار گشت پر ہوتے ہیں۔ مفلوک انداز میں گھومتا ہوا کوئی بھی شخص۔" حشت نے نہیں بول سکا۔

"حشر تو شاید وہ سب سب گئے جہاں کہ مدھار بھی چکا ہو۔" ترخو تھوہ ہی پریشان ہوتے پھر رہے ہو۔" مینڈر نے کہا۔

"تمہارے گھر کی تلاش کی بات سے بعد میں بھی تقریباً اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔" حشت خالی بولا۔ اب اس کی حمایتوں وہ میری کچھ میں تھی۔ وہ میرے مسئلے میں کافی حد تک سچے فکر ہو چکا تھا۔ وہ بھی میں چاہتا تھا۔ وہ مرید ہو۔ "میں پئی گئی کے سے میں ایک بار پھر جیتی میں عدالت کروا دیتا ہوں کہ جو بھی اس اچھی و پڑا رہے گا وہ پانوں کے رحم و کرم اور میری دھوپ کے تر سے محروم ہو جائے گا۔"

اس پر مینڈر نے کچھ نہیں کہا۔ صرف ایک فقرہ لکھا جس میں دیا بھر کی نگرانی طرز و رہر بھرا ہوا تھا۔ حشت خالی کی بھتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ "کچھ عرصہ اور وہاں آہوں کر فتنہ لگا دے میری جہاں! تمہارے یہ ٹکڑے نما شوہر ملک بدر ہو مدھار چائے گا اور میرا بھی شعہ صحت جو اس حسیوں سے میں بھر جائے گا تو میں تمہیں بھی لگا کر اپنی لپیروں کی نون میں ڈال دے گا۔ پچھلے پائی لٹتی ہوگی کہ میں نے پائی کی بیوہ کو ہراس دیا ہے۔"

"چپ رہو پوری ہاتھ لگے تمہاری اپنی ہڈیاں۔" گل سز چلی ہوئی۔" مینڈر نے جواب دیا۔

حشت خال سے چاہو اس کی طرف سے توچہ آب ہائی تھی اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کہ "تم چاروں آب اس مکان کے گرد گشت پر رہو گے اور بہت ہی سیاری سے سنگریں کے فرض انجام دو گے۔ صبح تک میں کچھ دور آبی بیجیوں گا۔ ذرا دیر بدستے رہنا اور غنیمت ہے۔" اس کے بعد اس کی ڈور بہت جلد ہم پہنچی، غالب وہ کچھ اور طوبی بدست سے رہا تھا۔

میں اب بیٹے بیٹے بے حد پور ہو رہا تھا۔ دشمنی و ابر و بات گھڑتے ہیں سوچو تھ۔ میرا جی ۴۰ رہا تھا کہ مختصر یا اسٹین گن لے کر دھر تھس پڑوں دو ناشوں کے ڈھیر لگا دوں لیکن نہ جاے کیوں فی الحال دہشت گردی بہت ہے۔ رہا تھا۔ بیٹا کرتا خداف مصیبت سا لگ رہا تھا۔ ٹیک چاہتا تھا کسی ایسی جگہ قسمت خان سے معزکہ آکر آئی ہو جہاں صرف اس سے اور اس کے ساتھیوں سے بہتہ ہو دیگر لوگ نہ دیکھنے پائیں۔

[illegible]

ہم کو یہ قسم کاتی کہ اس سے بچ نہی کروں نکالے پڑے ہو وہ میں تو بخواتین ہی فکر میں مری
 جا رہی تھی۔ "عس" نے یہ ہم روشی میں بھی اس کے سوتوں پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ اس
 رہی تھی۔ مجھے یہ قہارہ فکر میں مرنے والی صورت نہیں تھی۔ مگر وہ فکر میں مری تھی تو
 شاید بھی کی مری تھی ہوتی۔ وہ تو پھر سے کوسے کی طرح تھی۔ جتنی زیادہ گہرائی میں جتنے زیادہ
 ازل سے جتنے زیادہ عرصے سے رہی تھی 'تہ کی خست جانی میں اتنی ہی صاف ہو گیا تھا۔ سکتے
 پر سب وہ اتنی ہی زیادہ آواز سے سکتی تھی۔

میں نے چھپے ایک بارنگھرم سے ۱۱۶۱ھ میں ختم کر سینڈرلا نے مجھے سارا دیا کیونکہ مجھے
۱۱۷۱ھ میں اپنے وزن سے بلو پارنگھرم میں دھبہ جا رہا تھا۔ باہر تکر میں سے اس کا
باتھ چھوڑ کر مجھے یوں محسوس ہو جیسے میرا ہاتھ کسی ننگے لہر سے پت گیا ہو جس میں
حاصلی طاقتور ہوتی ہو دور ہی تھی۔

میں سچے سچے پڑھ بھاڑے۔ میرے ایک ہاں میں گندم کے ہاتھ دے گئے تھے وہ نکالے۔ پھر ہر گوتی میں کب سے پانچوں۔ "چار آدمی تو یہیں پھوڑ گئے ہیں اس کے ساتھ مزید کتنے آدمی تھے؟"

”چودہ آدمی لے گئے۔“ میئر ریڈ نے جواب دیا۔ ”قیسے میئر کی مطلوبت اور کدو کے مطابق جس نے جاشوہ کی کل تعداد تمہیں بتائی ہے لہذا نہیں مگر پھر بھی اس آدمی پر

س کی گرفت بہت مضبوط ہے اس کی طاقت عملی بہ چارے کہیں نہیں چلا، یوں پر مٹی سے
کہ ان تہیں بیٹیں "دومیوں سے وہ ایک بہت بڑی اور خوفناک تنظیم کا سرگام بیٹا ہے۔ شاید
س کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ ان لوگوں کے پاس دولت اور سلجھ بہت ہے۔
"خیر۔ میں دیکھتا ہوں۔" میں گہرا تر سکھتا ہوں۔ "میں نے دروازے کی طرف پڑھتے
ہوئے کہ

"کیوں جئے؟" اس نے پوچھا۔
 "میں کوشش کروں گا کہ میں تم سے تعاقب میں جا سکوں۔" میں نے کہا۔
 "پاکل ہو گئے ہو؟" وہ نے کہا۔ "میرے ہر لمحہ فکر میرا درد بڑھتے ہوئے ہوئی ہے۔" ابھی راستے میں جب
 محلہ لوگوں کی ٹوبیوں کھڑی ہوں گی۔ شہرستان خان کے باقی ساتھی بھی اسی میں بکھر رہے ہوں گے۔
 ہیں اور امیر کو۔ میں تمہیں اس کے گھر پہنچنے کا ایک محفوظ راستہ بتا دوں گی۔ ان کا گھر
 ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ اگر تم اس کے قلعہ کو فتح کر لے سکو تو یہاں سے اندر جانچنے میں کامیاب ہو
 جاؤ تو پھر اندر خولنا کچھ بھی جو وہ کسی بات علم نہیں ہوگا۔ عام لوگ بدعت کے لیے
 نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ دونوں مکمل کا پتہ دیکھ کر بھی رنج نہ کریں۔ تم نے سن ہی لیا ہوگا
 کہ وہاں دردم پھرتے رہتے ہیں۔"

میں نے مجھے پہچنے نہ کاشا رہا اور ہم ایک بار پھر اس ٹرے میں بیٹھے جہاں پہلے بیٹھے تھے فرق صرف یہ تھا کہ میں ہر ٹرے میں روشنی نہیں دیکھتا تھا میرے سامنے بیٹھنے کے بجائے میرے قریب ہی جہاں پہلے بیٹھے تھے میں اس نے وہاں کی روشنی محسوس کر سکتا تھا پھر اس روشنی پر دیکھ کر میں خوشبو محسوس کرتا تھا اس نے اس کے شعیرے کو ہاتھوں کے حلقے میں دھرتے ہوئے نگار لگا دیا تھا اور فوراً ہی شریک ہو گیا تھا میں نے تارک میں منظر میں تاریکی دیکھی میں اس کا چہرہ چند لمحے کے لیے دیکھا تو یہی محسوس ہوا جیسے وہ ایک حساس یا تھیں جو اس سے تارک لگتی تھیں۔ نگار لگا ہی اور پھر معدوم ہو گئی تھی میں نے پیشانی پر لکھ دیا کہ یہ کب تک نہیں۔

”تمہارے شوہر کی یا بیعت ہے“ میں نے پوچھا۔ ”س۔ ر۔ کے لنگائے میں مجھے س۔ کی راہی بھی تو رسائی میں آئی“

اس کی اور قہ شاید تمہیں یہاں ہمارے شروع ہونے کے بعد بھی نہ مل سکتے " وہ
مخبروں سے کہنے میں ہوں " اسی بھی تو میری قوت بر داشت ہے یہ یہ ٹھیک ہے... " یہ
مرد کو ساتھ بھی کوئی ساتھ ہے کہ جس کی حفاظت حضرت و مافی پر ہے نہیں ہر پھر یہی
سوچ کر ہر کسی آجاتا ہے کہ اس نے ساتھ دھوکہ دیا ہے... " قی ریادوں سے ساتھ چلنے
تمہاری تو سہا زدن سے نہیں کرے ہوئے " دھوکہ دھوکے کی رویت بھی تو اسی کو قائم
رکھنی چاہیے وہ جو دھوکے بھر کا ساتھ بھرتے کا وعدہ کرتے اسے اس حال میں بھی

بھایا جسے تب بات سے... میں پڑھیں مگر اور میری تاجی سے دیکھ کر پیرپا اور
 اٹھنے میں گزری سے مگر ٹھہر میں عہد بھانے والی روح شاید مشرق کی کسی ملک روہی
 دستان سے نکال کر تھیں مگر ہے مگر اب میرے در شہر سے درمیان صرف دو درہی اور
 تاج کا رشتہ وہ سے دور ہے کوئی اچھی بات نہیں ہے ابھی عدمت نہیں ہے۔
 "صوب ٹھیک ہو چکے گا" میں نے دیکھ کر میں نے فاکہ جھٹکا۔ "معاذات سے
 خراب بھی نہیں جتنے تم کچھ دہی ہو۔ صرف اس تھانی سے تمہارے دھلے کو کمزور کیا
 ہے اور کوئی بھی خاص بات نہیں میں تانت زیادہ مشکلات در خطر کی توقع لے کر
 اس دانی میں داخل ہو تھا پانی اب مجھے اس کا مدد ہے کہ میری مشن کو خواہی میرے
 سے ہو رہا ہوا تھا۔ تم سے سے کے بعد مجھے پناہ بہت سہاں لگے گا ہے شاید میری
 بدست بھی تمہیں دست سے فام سہاں محسوس ہو سے ملیں۔
 مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایک دست سے اس سے پہلے میں مقید ہو رہا تھا۔ میری
 جھوٹ پڑنے کا اس سے ایک یاد میری گردن میں میرا گھر یا اور میرے کدھے پر ہر
 رکھ کر خاموش سسکیا رہے گی۔ رہتا ہی اس کی مجبوری تھی در کہ وہ باہر جانے سے
 روکنا بھی۔

"تم سے مل کر میرے محسوسات عجیب سے ہو گئے ہیں۔" اس نے آہستہ میں بھلی
 سرگوشی میں کہ "میں ایک وقت تمہیں بنا بھی محسوس کر رہی ہوں اور غیر بھی۔ تم مجھے
 دوست بھی لگ رہے ہو اور محبوب بھی۔ حالہ محبت میں سے رنگی میں اس شخص سے
 سو سی سے میں لی ہو ان ہی میرے شہر ہے۔ میرا تمہیں خوش آمدید کہنے کو جی بھی چاہتا
 تھا اور ساتھ ہی ہر جہ سے میں اتنی ہر دہری بھی محسوس ہو رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ
 خاموش قماشانی کی ٹانگی رہے۔ صحیح طور پر میری سب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ
 کہیں؟"

تم مجھ ہی مت کہہ۔ میں نے اس سے سوچنے۔ تم میں سے وہاں ہناؤں و ریلوے
 کی بون چٹنے دیکھ کر محسوس ہوا ہے۔ پ شہر کے سٹے میں بھی تم ابتدا ہوئی سے غلطی
 میں سال "اس سال ڈاکو کی شے کی مات میں میں سوئی جو پھرائی ہو چکے۔ مجھے
 مل گیا ان کا یہ یہ لگا تھا۔ یہ وہ تہ خانے میں بند رکھا۔ معنی کی تہا پر تھا
 کیں غیب ہو یا اس کا کوئی بنا ہو ہے کہ کہ میں کچھ دن محبت سے کی
 ضرورت تھی اس سے سب شک بہت غلطی پڑی تھیں سرحال در مر نہیں سلتا تھا۔ اب
 بھی تمہیں کی نا پڑے گا۔ یہ وہ یاد سے وہ وہ اس چہ ورس کے ساتھ ساتھ
 دودھ کرنا ہے گا در سب صیب ہو چائے گا۔

"تمہاری دکان نے مجھے ایک بار پھر دی پڑی سینڈویچ دیا ہے۔ میں نے تو یہ گوارا

اب بھی سرگوشی سے ہند تھیں تھی مگر اب میں ایک عزم نوں تیرش تھی تھی۔ اب
 میں اپنے اندر اتنی محبت محسوس کر رہی ہوں کہ گرتے گرتے مجھے کوئی متحیر رہے وہ تو میں ہر
 شک کرتے ہوئے جاؤں تو میں کو ٹھکانے لگا رہے میں اب میں پانی جاؤں جہاں عموماً
 شمت جس جتنی سے ہوگا۔ کو خطاب رہے میں پہلی سے ہوگا کہ ایک ڈاکو کی تہا
 یہ منٹوں کے اندر ایک سرے سے دے سرے سرے تک خیر تھی چاہے نہ۔

"فی الحال اس کی ضرورت نہیں" میں نے کہا۔ "ضرورت شاید میں کیا تمہاری
 حفاظت نہ کر سکوں اور کسی جہت سے ٹٹے والی ٹوں تمہیں خاموش کر دے تو شاید میں
 پتی ہوئی پاری کو بھی۔ سہاں سکوں۔ در صرف صبح تک نظار کر د صبح ہر حال تمہیں
 یہی کرنا ہوگا آج رات کے اندر میں اس فتنے کا سرچشہ بند گا۔ اس سے بعد عام
 لوگوں کے میں روک کے غائب سے مجھ بچا تمہارا کام ہوگا۔"

"اس کی تم لگ رہے کہہ" وہ بولی۔
 "ٹھیک ہے" میں نے کہا۔ "فی الحال میں صرف اس کا بدبختوں کی فکر کر رہا ہوں جو
 باہر نکل رہے ہیں۔"

م دووں دوبارہ گھرے میں سے اس کے راستے میں اندر آتا تھا۔ ایک حریف سے در
 مار پڑا ہوا کر اس سے ایک پٹ میں مجھے چھوٹا ماروں سورج، اکھیاں۔ سرگوشی میں بولا
 "یہاں سے میں تمہیں، چھو رہی تھی۔"

گھرے میں چونکہ بدھ تھا در باہر میں رہنے روشتی اس سے میں نے کی خاص
 احتیاء کی ضرورت محسوس کیے میرا جی اس سے آہ گادی اس کی قدم کے دھبے پر
 اس وقت ایک محاذ دووں انھوں سے میں اس سے اس طرح در رہا تھا جیسے میں
 اس کے سامنے میں نے اور وہ اگلے قدم پر اس کا سر چھلتی کے چاہا۔

مجھے اس کے اندر پر نہیں اسے اتنے رہ گئی تھیں دوسرے میں سے دیکھ کر
 تشویش در ہو گیا کہ انھوں کے ہوا اس نے ہر کانوں قصد اس دست میں خطر نہیں تھا
 تھا کہ اس پر ڈاکو کی سوئی "دیا ہو" میں اس کا پاس نہ تھا نہ مٹا۔ وہ کیس
 نہ سے چہرے پر بھی برقاں ہوا میں پاس کے اس دانی فری وہ غلاب مار پڑی پتی موٹی
 تھی جو سرے کے کر ٹوں ہر انھوں سے دوا چہرہ ہوا ہوا پتی سے انھوں پر پچی
 ترے تھے۔

اس کا مطلب تھا کہ انوں سے محاذوں کی روشن کا مجھی طرح معاف ہو رہا اور وہ
 اس کی موت کے سب سے سگھ ہو چکے تھے۔ میں متعدد بار دیکھا تھا کہ اس محاذوں کو
 ڈرت جس سے اس کا یا تھا اس سے اسوں نے پے پچا، کا اچھا کہ یہ اس
 قدر مستعد خطر رہے تھے۔

میرے دل کی جگہ ہی تھیں وہ مکی سب باتیں تھیں جو دماغ میں بٹے بعد دیکر میرے
 سر سے گزرے۔ سب سے پہلی چیزوں پر فوری غلبہ اور ہتھیار پر جی دستانہ نظر آ رہا
 تھے جلد ایک لحاظ کو غائب فرکی نہیں پھر نہیں تھی تو اس نے کھل کا کوئی ٹکڑا چربے گردن
 اور سر سے اٹھایا ہوا تھا۔ سب میں سے ایک تو بیل بھری کی طرف رکتا رہا مگر وہاں
 سے معصوم سوکھ سب سے ایک بولنے سے کسی کی آنکھ سے دیکھ رہی ہے وہ اسے بڑھ
 چکا تو میں ایک طویل سانس لے کر سینڈویچ کی طرف مڑا۔

"کیا شہت اور اس نے۔۔۔ قلمی محاوروں کی تلاشیں سے بچنے میں نے بچا۔
 "ہاں" سینڈویچ سے جواب دیا۔ "میں نے کبھی نہیں دیکھا ہے اس میں 1 انگلیاں ہیں مگر
 سے گئے ہیں۔ شہت جیسا کہ اس سے لا حاصل ہو سکتا ہے۔ باقی سب پیسے گئے ہیں۔
 برعکس اس سے سب شہت کے بولنے سے بچنے گئے ہیں۔"

اس نے سب سے پہلے "میری سروسٹی سٹی۔" معصوم معصوم۔ مگر میری سروسٹی
 مٹ کر کسی کام سے گیا ہے تو میں نے اپنی تمام کتب و پوسٹ کی کوشش کر رہی ہوں۔ مجھے
 شہت جان کے مکان کے قہرے میں پھنسا دیا ہے۔ یہ اس قدر قہرے میں قہرے
 ہوتا ہے میرے اور مگر کی کوششوں میں بہت سے مودود اور خوش رنگت بہ حالت میں قہرے
 ہیں۔ مجھے جیسے ہی یہاں پہنچا گیا وہی شہت جان سے ہاتھ پیرا ہوا ہے کہ تمہاری
 تلاش میں آگیا تھا اور میرے پاس میں کہہ گیا تھا کہ مجھ سے وہاں نہیں مگر وہاں ہی سے
 کا مجھے لگتا ہے معصوم کہ مجھ پر بہت زیادہ غم کیا جائے گا مگر پہنچ سکتے ہیں تو میری مدد کو
 پہنچو۔ اگر آپ اس دنیا میں ہماری ملاقات۔ مونس کے تو میری کتابوں کے لیے مجھے معاف
 کر دیا اور مجھ سے کچھ پچھانیں سرور سولی میں تو اس کے حواس سے مجھے بھیے بھلا

یہ سب کچھ سمجھنے سے "وہاں میرے معصوم بہ کھانا کھادی رہا۔" مٹی اس قسم کی
 باتیں کرے دن رات نہیں تھی معصوم "اسے کچھ مایوسی تھی۔" عیب نہ لیا تھا جب میں
 پہلے کی سست سے وہاں پہنچا تو چکا تھا یہاں تمام مجھے "وہاں میں معصوم ہوں۔" لگتا تھا لیکن یہ
 بات میں سے میں بچا کرتا تھا۔ اس میں سے سنا تھا کہ میرے پاس ڈانسیہ کا
 صرف بیوٹک میٹ تھا۔ مجھے انہیں بولتا تھا کہ "کاش میں سے مجھے پسند آتا۔" اس کا
 اسے اپنے میٹ و پیغام۔ چانے کے قابل تھی۔ یہ سب باتیں اس وقت میرا خیال تھا کہ
 اس کی صورت پیش میں آئے گی۔ صرف اس کی کوششیں دستانہ میرے لیے کافی

لگتا میں نے "ہاں۔" اس کی دوری "یہ سب کچھ سمجھنے"

ساتھ ہی ایک رات دستانہ ای "سے رات... یہ تمہارے ہونے سے لگائے
 میں بائیں کمرے میں تھیں "اور وہاں... ارا کھاؤ مجھے۔" یہ "شہت جان کی ہر بات
 نہیں تھی۔"

"میں نے نہیں۔" اس کی فواد ہی تھا۔ "کیا رات مجھ سے مت چھینو۔
 یہ میرے ایک پارے دست کی نشانی ہے۔"

"نہیں جی کے گیسٹ پر محاوروں کو تمہارے بتاؤ تھا کہ یہ ہمیں معصوم کی ایک گلی میں
 پڑا تھا۔ تیسری بار پوچھ جائے تو شاید تم کچھ اور سارے۔" اسے تمہاری اطلاع ہے
 عرض ہے کہ ہم اس لاکٹ کو پچھاتے ہیں۔"

اس پر ایک قہرے شالی دیا جو جیسا شہت جان نے لگایا تھا۔ اس کے بعد شالی کی تیار
 شالی نہیں دئی جیسے کھانے کی پندرہ آدھوں کے بعد وہی کمرے تیار ہوئی۔ لگتا ہوا
 یہ اندازہ سست ہی تھا۔ میں میں ڈانسیہ پوچھا ہے۔"

لاہور اسے سمجھ ہی استعمال کر کے "شہت جان نے شہر اسے لے لیا۔"

پچھارے اپنی دست میں ہونی چاہیے کہ اسے میں چہ وہ کھانا کر ہوں۔ "اس
 لڑکی سے ساتھ آئے۔" عجب اگر تمہیں اس لڑکی سے کچھ لگا ہے یا اس کی جان
 کی پروا ہے تو اس سست کے بعد بد اپنے آپ کو میرے حضور پیش کر دو۔ اس لڑکی
 کی شہر رنگ کات دئی جائے گی۔ میرے ہر پہلو کے لیے تمہاری میں نظر آئے دے کسی
 بھی فرد سے کہہ دینا کہ تمہیں منو پکی کے ہر پہلو دے جائے۔ وہ تمہیں میرے برابر تک
 جھوڑ جائے گا۔ یہ ہر کھانا "نہیں اس سست" اس سے بعد خاموشی چھا گئی۔

"ایا بات ہے تم شہت خاموش ہو گئے؟" سینڈویچ نے اندھیرے میں سروسٹی کی

"میں تمہاری صورت میں دیکھ رہی مگر محسوس کر رہی ہوں کہ تم بظلمت معصوم ہو

گئے ہو؟" کیا ڈانسیہ پر کوئی مٹی کی مٹی کی ہے؟

"تمہارے خیال میں کیا ہم اس وقت بھی خبریں سننے کی پوزیشن میں ہیں؟"

میں نے منکر نے کی کوشش کی۔ حالانکہ مجھے معصوم تھا کہ وہ میری منکر ہٹ نہیں

دیکھ سکے گی۔ پھر میں نے اسے حیرتی سے بتا دیا کہ میں نے ڈانسیہ پر کیا سات۔ اس کے

بعد میں نے کہا "آپ شہر کو پھارت؟" کتا پڑے گا۔ سینڈویچ میری بات سے مجھے وحشت

نہ تھی کہ میں بہت وقت شہر کی طرح سوار بننے کی بھی کوشش کران۔ وہ اس کی طرح

مقاہ بھی میں سب ل ڈیوٹہ خصوصیات کو ساتھ لے کر چلے گی کوشش کر رہا ہوں میں

شہت جان کا پیغام سننے کے بعد میرے اندر کی جوشی کسی عہدہ شہر حاکموں سے اور میرے

شہر باہر رہ گیا ہے۔ شہت جان کے چہرے پر بہت خوشی تھی جیسے میرے ہر پہلو میں کسی

کوشش فٹن کا دار کھوں وہ ہے "اس سے لگائے کا دار تاکہ کہ وہ مجھے سست ہی تھی

[illegible]

”میں نے یہ سنا ہے کہ وہ لڑکی کو اتنی
 سدا کی ہدایت نہیں کرے گا۔“ سینڈس نے مگر مجھے سمجھایا۔
 ”مجھے معلوم ہے“ میں نے مضطرب ہو کر کہا ”میں اس سے ہر جہاں کے جال میں جا
 رہا ہوں۔“ سے یہ بتانے کے لیے کہ جو مڑے ہوئے تعداد میں تھی ان میں سے ہر شے
 قابو میں نہیں کر سکتی۔“

نوعی جدید کو "سٹائوکی یاتھی" یا "سٹائوکیڈ" قرار دیا ہے۔

[illegible]

”یہ سرفہرہ جس نے حقیقت نہ تاروں پہ، حقیقت ہے یہ“ میں نے پڑچھا
”ہر حقیقت یہ پتھر کی سہلوں سے ہر نئی ایک نئی سے ہر نئی گلیوں میں پھیلی ہوئی“

مستند سے بتایا کہ یہ کسی کے دہان میں اس میں پانی دھیرا دیا جاتا ہے جیونکہ جب
 یہ دھیرا اترے گا تو پانی بہتا رہے گا جس سے پانی بہتا رہے گا جس سے پانی بہتا رہے گا

میں بڑے قلمی میں نہیں تھا تعاتوں وغیرہ میں تہ کے ساتھ میں ہیں اے دل

میں نے پہلے میں اڑی ہوئی اٹھیں تھیں کھال کھوجوں سے بیچے رتھی اور بیٹہ ۵
 مہینہ کی۔ اس کا استعمال سب شہوت کدہ کی لحال شود شرابوں صبرت نہیں
 ممکن رکھ دیتے تھے بعد میں نے اپنے آپ کو کافی بگاڑ چکا ہا محسوس کیا وہ اب تک
 بہری "اوتھقل و حرات میں دکانوں میں رہی تھیں میں نے یہ تفصیلات حالت کا خبر
 لگا اور ایک بار پھر کھڑی کے روئے سے آجھ گیا رہا میں ایک گورہ دکان سے ۷ نے سب
 بیچ چکا تھا اور وہ میرے اندر سے نے معافی دوسرے کوئے سے دوا ہوا ہے اور بخلا

میں نے سسکی۔ دروازہ کھولا۔ دھڑکی کی پتی ہی میں جتے ہوا ہمارے قریب
 ہو کر سے چھپ گیا۔ میں یہاں پہنچ کر محض چاروش میں میں تھا۔ صبح میری دعا مگر میرے
 روتے کے بعد دیوار کی طرف دیکھا تو نہایت آسان سے مجھے بھی دیکھ سکتا تھا۔ وہ میرے منظر
 کی جھلک سے بھی نہیں دوسرا انکارا جیسے ہی نکال کے کونے سے ایک قدم آئے تاہم
 سے سے اب وہی طرف دیکھ کر مہلت دینے پر روکنا ہی شب کی چھٹ کر رہا تھا
 ہاتھ سے منظر کے دل میں اتار اور ساتھ ہی وہیں ہاتھ سے اس کی طرف پر کمرے کا
 دروازہ میرے خیال میں بہت دقت ان دونوں گروہوں کا تھا۔ بٹے والا۔ تو۔ اندازہ
 ملتا تھا کہ اس کے ہاتھ کیا ہوا ہے۔ اور۔ اسے یہ ماننے کی مہلت ملے گی کہ وہ مر رہا
 ہے۔ یہ عمل پہلی ایسے ہی تھا جیسے شب اچانک مجھے سے کوئی دوری توڑ دیں۔ مدد کی

اس سے پہلے کہ اس کا بے چارہ جسم اس کی ٹھکان کو چھوٹا میں نے بے تدبیرے میں تحسین کیا اور دیکھ کر گئے ساتھ ساتھ اس نے اس سے میں آج رات کے لئے ہے۔
 ان مسکوں پہ ہرگز نہیں ہوتی۔ اگر میں اسے فوراً تحسین نہ شاید پیچھے سے ملے کہ
 دوسرے کوئے سے نمودار ہونے والا نگر۔ اسے اچکے بٹا چند سینکڑوں میرے
 سامنے نمودار ہوا اور اس کا بھی چشم میں ہی مشر ہوا۔

تکلیفیں چار منٹ کے بعد اندر آئے، چائے اور مریضوں کی طرف سے روئے رہا۔ میں
پہلے تھے۔ میں نے اس کی صورت میں ایک دیکھیے کی رحمت میں ان میرے نام میں دیا
اور ہوا جیسے کہ میں بن گیا تھا۔ اس شخص میں ایسے عجیبانہ بوداری تھیں۔ میں نے اس
شخص سے دونوں شکین گئیں۔ لیکن وہ کہہ سکتا تھا کہ یہ حدیث سلامت کی سمیت بدو جرمن
میں گئیں تھیں لیکن مجھے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ میں اپنی جان کی تنگی وہ اس سے بھی بدو
وہ اتنی بدواری اور بار بار میں ہڑی سبکی تھی جس شخص نے مجھے میں ہی اس سے کبھی بدو
تنگی تھی۔ پہچان یوشیش بھی میں نے اس سے یاد رکھا تھا۔ یہ ایک لڑکا ہے جس میں اس کا

میں یہاں تک کہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایک دوسرے پر اچھڑاتے چلے گئے۔ ان میں سے ایک نے چتا زود چلا۔ اور دوسری منہ مصدم ہوتا تھا۔ دیکھی بھاگے گا اور شاید وہ چپے میں ناموس بھی ہو جائے لیکن میں اس وقت میرے نکالنے پر آمیزا۔ جب وہ اصل کدورت سے موزا پہنچا۔ میں نے اسے اوجھل ہونے والا تھا۔

اس سے بعد کدورت پر جیسے سکوت چھو گیا۔ مجھے یہ بات ہی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ لوگ تھے جس نے اس پر حشمت اور شرفیت اتنے طاقتور بن گئے تھے۔ اس کی طاقت کا راز مجھے یہ تھا کہ اس میں کسی نے چھینچ میں کیا تھا۔ کوئی نہ کے مقابلے پر اگل میں رہا تھا؟ جس شخص صرف اس وقت تک مت طاقتور تھے جن میں جب تک کوئی نہ کے مقابلے پر نہیں آتا۔

میں نے شش و پنج پر انتظار میں مزید وقت ضائع نہیں کیا۔ دور درخت سے آ کر دیوہ کی طرف دوڑا۔ لیکن کدورت سے لپکا کر میں نے ایک مخصوص حصہ تلاش کر کے پھل کر اچھا کرنا نکل پکڑا۔ اور دوسری طرف کوڑے ہوئے چیتے کے بل زمین پر گر گیا۔ لیکن کدورت سے آگے ہی جب سے پلٹ میں نے ان پر گئے ہوئے پھوٹے پھوٹے کھسوں پر سے دو آرائشی نگاہ گولیاں سے رائیے کیا۔ اس وجہ سے اس کے پیر بدلتی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور چھپکلی کی طرح تیزی سے پھوٹے آگے بڑھ کر تاریکی میں گدا۔ اس دھڑلے سے فارنگ کی جو جگہ سے پہلے مجھے نظر نہ تھی۔

آدروں سے مجھے مدد ملے ہوئے۔ گویا یہ کسی ٹھوس شے سے لگرائی تھیں۔ حرکتوں کے پیچھے یہ تو لوہے کے شہر تھے۔ پھر پلٹ کر حشمت میں اور ٹھوس لکڑی کے تھے۔ چند پکندہ تک کوئی وہ عملی شاہرہ۔ وہ تو میں ہی چھپکلی کی طرح دوڑا ہوا اصل کدورت کے اس موڑ تک پہنچا تھا۔ اس شخص کی دھڑلے میں نہیں جس سے پہلے ساتھیوں کو چھوڑ کر سوت سے فراہ حاصل کرنے کی کوشش نہ تھی۔

اس موڑ سے آگے بھی دھڑلے میں تھی۔ میں نے اس سے بھی میں میٹھوڑا۔ کوئی تقریب کا شئی منظر نہ رہا۔ یہ سارے کا سارے تھے۔ اچھڑاتے رہے وسط میں ایک دردناک بھی سوچو۔ میں نے سارے کھڑکیوں اور دروازے پر بھی بے تحاشہ گولیاں پر سائیر لیکن نہ تو ان پر کوئی اثر ہوا۔ وہ نہ ہی کوئی بوائی کاروبار میں تھی۔ اس وقت ان کے صرف ایک گوشے کو چھوڑ کر تمام بیروں حصہ دہلی میں ڈوب چکا تھا۔ اصل کدورت میں تو کوئی درد نہ ہی تھی۔ لیکن یہی نہیں تھی۔ میں نے روشنی کا کوئی سراغ ملا ہوا۔

اس کدورت میں یہ دہائی نکل کر کی طرح سر ٹھانے کھڑی تھی۔ میری نہ جانے کیا ہوئی تھی۔ کچھ بچو مضطرب تھے۔ میں بھی نہ تھکا۔ ٹھوس دیوہوں کے عقب سے مجھے کچھ ہی سے میں آگے بڑھتی تھی۔ میں نے مجھے ٹھکانے لگائے کی کوشش

کدورت میں کی تھی۔ وہ مجھے چاہے جسے کی مسرت کیوں رہے رہا تھا؟ دھڑلے میں۔ میں نے کوششوں سے دور ملنے سے آگے سینے میں مصروف تھا۔ بعد ازاں نہیں بلکہ عمارت کی بنیادوں نے گھیرے میں سے نکال دیا۔ لیکن مجھے خود بھی اس کدورت میں ہی اس کوشش میں چھوڑ دیا۔ گالیوں سے نہیں تھا۔

اسی اثناء میں مجھے دور نہیں سے مت سے آرمیوں کی ٹی جلی آوازیں سنائی دیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ حشمت خان سے مکمل فاصلہ لگنے لگا ہے۔ لیکن اس وقت سے وہ گھروں سے نکل آئے تھے یا نہ پتہ ہی لگے ہوئے تھے۔ وہ بھی کی طرح متور ہو گئے تھے۔ اور چیخ کر ایک دوسرے کو ان طرف چلے۔ مٹھور۔ ہے تھے۔ چلے۔ چلے۔ اور اس میں نے نہیں دیکھا۔ دھڑلے میں نہیں سنے سنا۔

میں وہیں زمین سے چپ۔ کدورت ہو گیا۔ یہ تھا۔ میں یہاں سے نکلتا ہوں۔ دھڑلے میں رہا تھا؟ شاید ہی لیے میں سے دور حشمت ہو لی گاروئی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ سستی والے کدورتی کر بیل اور اس کو میں کر رہا۔ میرے لئے یہ اچھڑاتی تھیں۔ مجھے اور بی ساری و نام ملے۔ اور یہ طاقت تھی۔ اس وقت میں یہاں رہا۔

سوانح نامہ پیرا ۱۰۰۰ نمبر

— 100 —

مینڈک کی تو ابھی بیہوشی کے آسپاس ہی تھی اس لیے اس نے اپنی آنکھیں اور یہ شاید میری کسی ہمدردی جس کا اسے حال تھا کہ میں نے اسے آواز نہ پہچان یا تھا اور نہ یہ اسے تو فکری مختلف تھی تو میں نے مینڈک سے کہہ کر اس کی تھکی ہوئی آنکھوں میں ہلکا سا دھڑکا دیا۔ سویت کے ہاؤس میں میرا دست رعب اور دیدہ تھا۔

میرا کچھ میں نہیں کرتے تھے انہیں انداز سے میں سمجھ سکتا تھا کہ وہ مجھوں کو اپنی طرف بلا رہی تھی اس کی آواز بلند ہوتی ہی دیگر آدموں کا شور و غلظت ختم ہو گیا تھا۔

مینڈک خاموش بنی تو ایک کمرہ مرزا۔ توڑ سائی وہی مینڈک بلائے ہو کچھ نما تھا یہ تو رعب اس کا انگریزی میں "سے" ہی تھی یہ "سے" شاید کھنٹی کے چہرہ فریاد پر صرف جھٹکے کی جگہ سے یہ بھاگ رہا تھا وہ مجھیں اطلب رہا تھا۔

[illegible]

مک سنہ یہ سب کچھ سن کر سب تو رطریقے سے طیشناک بھرن مائنس و۔ حشمت خاں
وہ شرف خاں سنے تا اس دلی میں احماتی تکی سماں پہ ارمہ بڑی کامیاب مت ہلاک خدا

میں نے ایک بار پھر بٹن کا شور مچا دیا۔ اس پر شور مچا دیا۔ حکم پڑتا چلا۔
جیسے انجمن دانش منی اور عرب کو کہہ گیا۔ اس سے میرے حوصلے بند ہو گئے۔ میں
نے ایک بار پھر مکان کی لڑکیوں اور عروڑوں پر غارتگ شروع کر دی۔ میں ایک بار چوہے
کو ہل سے نکال لیا چاہتا تھا کہیں چہا بھی ہوتا۔ مگر تھا۔ معلوم نہیں کہاں دیر مہوہ۔ نہ مہوہ
ہوا تھا۔

میں بے بند و بارے کی یہ حالت میں - کئی میں تھیں - بچا ہوا تھا جس
قدرت کا احمد دہرادہ معلوم ہوتا تھا میں نے چند ہفتہ - درود - پر غکویاں پر سنا میں
تھیں درادہ یقیناً تھیں ہوتے تھے ہوا اس - ہائی اثر میں وہ بھی درمیانوں سے
مکمل سے ہے تھا - بچکویاں بھی تھیں

[illegible]

میرے پاس عمارت کی بنیاد تھی۔ ایک مہینہ تھا کہ میرے سینے سے چدھ رہا تھا۔
 آپ کے قلعے کے ساتھ ایک اور مکان تھا جس میں ایک ایسی سیڑھی تھی
 جس کے ذریعے آپ کے پاس جاسکتا تھا۔ ایک طرف سے وہ میرا خفیہ راستہ تھا۔

میں نے کسی دوا کے لیے مرید تاجہ کو یوں سنا تھا کہ میں پھر سنا ہے اسے خدا میں
 "شریعت اور شمشاد" کے عقائد میں وقت گذاروں طرف میرے ساتھیوں کے
 نے میں ہے مگر تم تھیں اس لیے باہر آنا شاید وہ اس سے ملے پڑ جائے
 اس کی خاطر میں یہ قصد کر رہا ہوں کہ میں تمہیں صریح پانچ سو دوں گا۔ اس کے
 وہ کم عبادت پر مجھ سے شروع کریں گے اور تم اپنے بچے لکھو گے ساتھیوں سمیت ملے
 میں دوسرا ہے۔"

یہ سب کھنڈ و مٹکی تھی اسی میں دو سری طرف سے جی جی کی ہر پھنس رہی تھی۔

میں کھڑا ہوا۔ اس طرف دُور جا رہے تھے۔ بڑھتے وقت میں نے دیکھا کہ
 مارنگز کے پچھلے پانچ صاع میں سناٹا ہوئی رہا تھا۔ ہر میں ہوا۔ شے سے دوسری
 طرف تکرار میں سے کچھ نہ، صوبہ کی سطح شہر لائیں تو آسمانی آگھی ہے۔ تھے یہ ان
 تھیں اور وہ کی اس سے چھوٹے پانچ تھیں۔ مسس نظام کچھ پادروں کے غیرہ تو نہیں
 کی تھیں۔ تھی آئی تھیں اور اس کی بات کے لیے کافی بات ہوئی تھیں۔

ان سے رونا بیچنے پر جستجو کرنے کی چھٹی دہائی کے قریب ایک بڑے ہام سار میں پائی رومی حالت میں خوری سائیں سے ان تھکنوں کی گوراں میں سے کس چہرے کا نکلا پوجت تھا۔ اس کا جسم ۔۔۔ بدھیر سے میں بس ان کی طرح پختہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد یہ جسم سرد ہوا۔ ۔۔۔ تھا۔ تو مجھے بدھ رہا تھا۔ میں اس کے قریب ہرکا نہیں کرتا ہوں۔ میں سے مردوں کی شواہد کو یہ۔ عکس دیکھا تھا اس میں بوی بھی منبت یا شرفیت نہیں تھا۔

میں نیم شکستہ سرے۔ مٹھی ابرو اور طرف دروازہ پر ہر طرف تھا۔ کسی لمحہ
 شعلے سے جھپٹنے کے لیے میں نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ ہاتھ ہی ایک طرف ہٹتے ہوئے
 اندھا اجڑا گھر کے میں چاروں طرف گویا رہا میں یہاں بھی کسی کی موجودگی کے آثار
 نظر نہ آئے۔ میں اس گھر کے میں ٹھہر چکا تھا اسے اپنی مقصد میں پہنچا تھا۔ فریج پر بھی ہوا
 فانی تھا۔

میں اس سے گزرتا ہوں۔ ایک مال میں چھپا ہوا ہے جس کا پتہ معلوم ہو گا تو کہہ دوں گا
 اے میری بہن! یہ سچا ہی ہے، چلے ہیں یکن مال سے یہ بولے ہیں مجھے جگہ کی
 بیڑیاں پہنے جاتی نظر آئیں گی۔ میں نے جھانک دیکھا ان کے منام پر کلار کا ایک
 دروازہ تھا جو نہ صرف بند تھا بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ قفل بھی تھا۔ اور ابیں وہیں آیا
 جس میں سے ریشم دیوہ کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ میں نے توقع کے مطابق یہاں مجھے
 ایک پسندیدہ محفوظ حالت میں پایا۔ یہ ٹریڈنگ میں انسانی آب و ہوا کا طریقہ
 رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرا اصل دشمن بھی تھا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ وہ شاید ہاتھ
 دھو رہا ہے میری نظر میں لیتا ہے۔ میں نے مجھے سامنے ہی عمر آتی تھی

راستہ ہی تھا۔ جس سے میں پہنے ہوئے تھے اور وہاں مسجد میں شہداء
اور اہل کی طرف گیا تھا۔ ان کے پاس ہر جیسے بن میں داخل ہو گیا۔ یہ وہاں قدم پڑتے ہی ایک
پتے میرے پیروں کے نیچے سے فرش کا پتھر ہوا۔ میں نے اسے ہٹا دیا۔
کو شش کی گیس بہت مسائل سے پیروں سے رہیں گی۔ یہ ہے جو وہ پتے ہٹا رہے ہیں؟

میں نے سب سے پہلے انہیں سے پوچھا کہ کیا آپ بھی جانتے ہیں کہ انہیں نے
 انہیں سے پوچھا کہ کیا آپ بھی جانتے ہیں کہ انہیں نے

میرے خیال میں ہمیشہ قادی کے لیے مہمانوں کی یہی وقت تھا جس کے ساتھ عقب سے
کچھ مہمانوں کا ہم شگفتہ ہو جاتے اور یہ کہ ہر وہ شخص جس کے ہاتھ میں جہاز تک
میں سے بھرنا تھا کہ اس شخص کو کسی سہولت کی ضرورت نہ تھی۔

ہاں کے دس دن سچ سے بیٹے آپ ہی لانا ہو گیا تھا جی سب میں سر کے بل بیٹے پا رہا تھا اور کی جی میں میرے سر میں ملانی شہ سے لگا پاش پاش ہو سکا تھا میں سے تو ہاری لگا بیدار ہونے کی کوشش کی لیکن مجھے اندر سے پیر ہو گئی ہانی حد تک بچاؤ ہو جائے گا پادشاہ میرے شکوے کو سن کر ہی گیا ، میرے ہاتھ پاؤں دھیسے پڑ گئے مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔

مجھے ہوش نہ رہا میں نے بہت دیر میں مجھے ہی ہوا کہ کوئی مجھے ہاتھوں سے پکڑے میرے سر سے اٹھکے ، رہا تھا اور میرے پاس پرانی کے چھینٹے ، ہاتھ میں سے لٹکیں ٹانے کی دشتوں کی ٹیکر پڑے جیسے یہاں دہلی ہوئے تھے پڑ میں نے انھوں نے کہ حیات دینے کی کوشش کی تو اس میں ہوا کہ وہ میرے پشت پر بدمعے ہوئے تھے

میں سر ٹھانے کی کوشش رہا تھا بلکہ وہاں تھا ہاتھ جیسے سراں کا منکای سلامت رہا ہو مشکل ٹرم ٹرمکس ، ٹھیکس ، اب کچھ بیدار ہوئی تو اندر سے ہوا کہ میں دروازہ کھینچا ہوا تھا ، جس پر صرف ایک بیگ اور شکر ، لہر پادشاہ رو گیا تھا شاید اسی لیے مجھے ہر دہائی محسوس ہو رہی تھی۔

میرے اٹھائے جانے کا مدار یہاں ہی جیتے میں ہی رہا شمشاد ، قیدی ہوں ، شمشاد ، یہ فرما کر مجھے ٹھیکٹ روکا ، میں یوگیا ہو میری نور میں ہی میں دہلی ، میری پس میں نے کچھ سے اس بھی کاری ہے اور کتاب ، یہی کے مطابق مجھے دروازہ کھینچا گیا ہے۔

آئی کہ جس میری نظر کچھ نہ ہوئی تو مجھے اپ سے ایک شمشاد بھی سینا نظر میں رہے ذرا سب کچھ مجھے یہاں دہلی کے محسوس ہو ، ٹیکس میں نے سر کو جھٹکا دیا تو درد کی ایک شدید ، اتنے در معدام ہونے کے بعد مجھے یہ شمشاد کی صورت دیکھ ، انوس معلوم ہوئی۔

پھر چانک میں میرے سر سے ٹانگہ شمشاد دیا جیسے کسی برقی مشین کا سوچا اتفاقاً میں ہو گیا ، میں نے شمشاد پہچان لیا ، وہ دشت خالی تھا جو ابتدائی رخصت سے ایک لمحے سے دشت میں رہا ، ٹھیکس گاونٹ سے ایک لگائے بیٹھا تھا ، میں نے سر پر ایک روتہ برقی سلپٹ لپٹا دیا ، میں نے لہم کی صورت میں اس کے جو در روپ دیکھے تھے اس میں سے ایک میں اس کا سر صاف چھٹ تھا اور دوسرے میں ہال تھے لیکن اس وقت اس کے سر پر ایک ٹانگہ صورت تاج تھا جس میں پیرے لڑائے ہوئے تھے ، اس کے چہرے پر صرف رخصت ہی نہیں سکھوں سے بھی گویا ہوں نہ تھا ، وہ بڑے غلط و غصہ میں نظر آ رہا تھا وہ در ، غصہ غالب میں ہی تھا کیونکہ میں نے لی نظر نہ رہی تھی ہوئی تھی

وہ شخص د میرے پاؤں ، پکڑ رکھتا ہے ، ایک تلوہ رو تھا کی صورت میں کے پیچھے ، بے جا رہا تھا مجھے سمجھے ہی نہ تھا کہ بیچے سب میرے در میں بائیں دو دائیں طرف تھے اس کے ، انھوں میں بائیں رو گیا ہوں میرے میری ہی طرف تھا ، اس میں اس کے چہرے پر قسم لے رہا تھا سب سے بڑا وقت وہاں ہی ایک فرم ہو رہی تھی اس میں سے صرف وہاں ہی کچھ بڑھتی ہوئی تھی مجھے ہوش میں نہ رہا ، دشت خالی ہوتا ہی تھا

میں غالباً پادشاہ پر سب ہوش میں رہا تھا وہاں سے تھکا ہوا تھا جس میں داخل ہونے کی غرض سے میں اس کا دروازہ دھانکے سے ڈانٹنے کے لیے گرنا اٹھائے دوڑ آ رہا تھا ، تھکا ہونے کا دردانہ بھی شدید کھلی تھا لیکن کسی اور راستے سے ہوا یہاں تک پہنچ رہی تھی یہ وہ تھا میں پادشاہ کی بلکی جی پر محسوس ہو رہی تھی

میں نے محسوس کیا کہ دشت خالی تھا کہ پاس سے لیے جیسے عیب و مصیبت پر قلاب پڑنے کی کوشش رہا تھا ، پادشاہ ہمدرد ہو رہے تھے ، انھیں کوئی خوفناک سزا پہنچے سے ٹیک میں نہ جانا چاہتا تھا کہ آخر تم ہاں کون کون تھیں ایسا یہ دروازہ کھانک تم نے پانگوں کی طرح ٹھیک کر پیر رہا تھا ، ٹھیکس لگا رہا تھا

میرے دکان اس وقت کچھ دیر سے مستعد تھیں تھا لیکن رفتہ رفتہ میں پوسوں پر ایک وقت سوچنے کی میری صلاحیت ، حال یہ دہلی تھی ، میں میں ٹھیک ہولی درہ کی ٹھیکس کی بجائے راستے میں کسی حد تک رکاوٹ بن رہی تھیں ، اس سے یہ عمل شاید اس مختصر سے وقفے میں ہی مکمل ہو چکا ہو گا۔

”میرے خیال میں سب تمہارے سوں کا دروازہ دیکھ میں کوئی حرج نہیں۔“ میں نے پادشاہ کی خاطر کرتے ہوئے کہا۔ ”میں لیے جانا دیتا ہوں کہ مجھے انسان مرنا ہے تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت حیات دینا دیا کرتے کا کام سونپا تھا اور اس سے بھاری معاوضہ دیتا تھا۔“

”یکو اس کرتے ہو تم۔“ وہ گرجا ، ”معاوضہ نہ ، تنائی دیو دیو ، ہو ٹیکس معاوضے پر کام کرے اسے اتنی بے غلری سے کہتے ہو میں نہیں دیتا ، وہ صرف محکوم کام کرتے ہیں۔“ وہ باؤں جیسے ہیں جس کے جیسے کا یقین ہوتا ہے۔

”اسی حد تک تمہارے نظریہ درست ہے۔“ میں نے خنیم ہوا ”میں سے اس دہر و صرف بھاری معاوضے کے راج میں ہی نہیں ایک فیصلہ سمجھ کر ہی قبول کیا تھا یہ کہ مجھے معدام ہو گیا تھا ، تم پادشاہ شرف علی خاں کے بیٹے ہو

میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر کی قدر ترو ٹھیک تھا

اس نے ترو ٹھیکس ”وہ عریا۔“

ہے "وہ مسکرایا۔ "اور پھر تیرا حال میں تو اتنی تسن سے مرنے والی چیز ہیں
ہو۔۔۔ میں سے تمہیں تو یہ ہے۔"

میں نے ایک لمحے توقف کیا پھر ہلکی سے ہنسی۔ "ہاں غرض میں تمہارے ساتھ مل
جاتا ہوں اور بازی بھی پیٹ جاتا ہوں تو مجھے چار بج جانے کے نیاں دھڑکے کے علاوہ کیا
حاصل ہو گا؟"

"بچے پچھتے ہیں بچے ہو۔" وہ مسکرایا۔ "ہاں۔۔۔ کی اہمیت میں اسے رہا جتنی ماں کو
وہ رہے ہو۔ بہر حال۔۔۔ میں نے شے میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ حساب مرا سے بھی
معاوضہ تم سے پہنچا ہی ہے۔ ہو گا دور تمہاری باتوں سے عاجز ہے۔ وہ کچھ نہیں
راہو گا۔۔۔ میں یہاں تو جتنی دوست سے جانتے ہو تو تم سے کسی جواب میں بھی میں
نہیں سوچی۔ یہ خط۔ ہالے تمہی شکلوں میں دوست لگتا ہے وہ شکر ہے کہ مذہب دنیا
کے قدر اچھی یہاں تک کہ میں پچھتے۔۔۔ میں جیسے اس کا توی ہوں۔ تمہیں جو پتہ تھا کہ
سے جانے کی اجازت دوں گا سے کچھ رہنمائی۔ تمہیں کھل کی جلی رہ جائیں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔" بالآخر میں نے گود پیچیدہ پہنچتے ہوئے کہا
"دست خوب۔۔۔" اس سے جیسے سے ہوا میں چٹکی بھائی۔ "اب یہ بھی بتا دو کہ وہ
لڑکی کون ہے جو اس کے ایک پہاڑی لگی تھی؟"

"میں نے حساب مرا اس سے میرے ساتھ لیا تھا۔ اس نے خیال میں وہ بہت عام کی لڑکی
ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"معلوم نہیں اس کا شمارہ کی کار کی طرف تھا؟" مشت خان اس نگین صور شمال
میں بھی خوبشت میرے مد اور مسکرایا۔ "سہ ماں تھا اس سے کوئی ان تعلق تو نہیں ہے
ہاں۔"

"ان تعلق؟" میں استاء انداز میں اس نے "کیا ہم لوگ ان تعلق رکھنے کے متحمل
ہو سکتے ہیں؟"

"بڑے عام کی بات کی ہے۔" وہ دوستانہ لہجے میں ہوا۔ "میرا امداد درست
ان تھا تمہارے سے دور رہی تھی تعلق ہوتا تو تم کبھی بھی سے احوال بنا کر سنی میں
اغل رہ سکتے۔" پھر میں نے اس شخص کو شمارہ کیا۔ مجھے وہ ش میں دیا تھا
اس شخص سے اس بات کی وجہ میں ممو ایک نفس سر اور واہ کھلا اور میں نے

چو کھت سے پار ان دھڑکے۔۔۔ وہ ایک ٹک مجھے گھور رہی تھی اس نے اب تک کی
مؤقتہ یقیناً خط بہ خط کی تھی۔ سکے ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ پشت پر ہار
میں یہ سکھ سوچ رہا تھا۔ یہ پتہ بھی تھا۔ و متورم حصہ یا پڑ چکا تھا۔ رہنمائی کی
مذہب۔ وہ سب بھروسے پر کھلی تھی۔ لپٹا ہوا سب چپ پکا تھا۔ اس سے جواب کی نیلے لکیر

بحر سے شہد شہد ہو چکی تھی۔ پیشانی ایسا کومر صاف نظر آتا تھا اور بال عذر
جھکاؤ کی طرح ابھنے کا ہے تھے۔

اسے یقیناً بری طرح مار پڑا تھا اور اس کی حالت بتا رہی تھی کہ اس کا خدا ہوں
عام لڑکے ہوتی تو شاید اس وقت اس میں آپ جیسے یہ کہہ سکتے ہوں۔ سب سے سوتی
میری رتوں میں سست روتی سے گزرتی گزرتی ہو جوں وقت حساب لگائیں میرے ہاتھ
حرے ہوئے تھے اور وہ بھی رہیوں سے نہیں کھینچے۔ اس سے وہ ناکی گویا کی تائیں میری
حالت سمجھتے تھے۔ وہ اس کے ہر گز پر بھی ہوئی لگتی گویا میری کسی خفیف سی علامت
حرکت کی منتظر تھے۔ وہ حشمت خان کی ساپ جیسی۔۔۔ تمہیں بھی ایک لمحے کے لیے میری
طرف سے ناگہانی نہیں ہو رہی تھی۔

جیسے شخص کا شمارہ پا کر۔۔۔ میں مشی سے مد میں تھم جاتی اسے لگی اور مجھ سے
کچھ فاصلے پر رہ جاتی۔ وہ اب بھی ایک ٹک میری ان طرف لپٹا رہی تھی اس کی طرف
میں سولن جھپٹا ہوا جیسا کہ بدیم اور شہد سے سارے۔ اس نے تھمے۔ اس نے مشدہ اور
رہی ہوٹ پیپے جیسے اس نے بچہ ہوتا تھا ہوا اس نے صلی سے اولد تو نہ لگی

"ظاہر شہد کے ہاتھ پاؤں کھول دو۔" حشمت خان نے تھمے تھمے تھمے تو ہم دونوں نے
تھم کی قہقہہ کی اور میں نے سیدھے ہڑے ہو کر ہاتھ پیروں کے جوتوں پر درسی ہاتھ
کرسٹے سے بعد حشمت خان کی طرف کھینچ کر مسکراتے کی کوشش کی تاکہ میری مدد کی
کیلیات کو کوئی سرچ نہ مل سکے۔ پھر میں اب بھی ایسی نہیں تھی کہ میں حرکت میں
نہیں۔ میں قلعی طور پر ٹپک ٹپک کی رو پر تھا اور اس کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں یہ تھمیں
تھیں۔ میرے مد سے کے مطابق اس قسم کی صور شمال میں باک بیکوئی مستعد اور
سردہری کی نظیر مٹی مشکل تھی۔ وہ کہنت آٹھ تک نہیں جھپٹ رہے تھے اور مجھے یقین تھا
کہ میری مد کی بھی خلاف توقع حرکت پر وہ مشی انداز میں درگزیں گے۔

"ظاہر شہد۔" حشمت خان نے نہایت ماس سے مجھے مخاطب کیا۔ "میرے منظور سے
پیسے میں جاتا ہوں۔ تم کون مار رہی اس لڑکی کا قصہ تو پتا کر دو۔"

میں نے گویا کو کھینچے کھینچے سے انداز میں حرکت دیتے ہوئے ایک نھر حشمت خان
کو پھر ایک نظر میری طرف دیکھا۔ انداز میں شکایت تھی اس کے وہ میں ٹوڑ مدگی کی
سنگ مر گئی تھی۔

حشمت خان نے پنے دیوان کے موٹے گودے تھمے سے ایک ہوا اور نکالا اور میری
طرف اچھالے سے پیسے لے۔ اس نے تم یہ عہدہ تو شرع روئے سے لکھتا رہی میں۔
تم اس ہوا اور کا غلط استعمال نہ کرو۔ نہایت محتاط رہنا اور راجہ کو غلط مست میں ابھی
حرکت دینے کی ہوش مشدہ ناو نہ جوا کھو ہوں۔ میری قیمتی زندگی اس کو اس میں صاف

میں شخص کو کسی اور غصہ سے کہہ کر تھوڑی سی بات کہہ کر پلٹ گیا۔
میں غور سے گاہے گاہے اس شخص کو دیکھتا رہتا تھا۔ اس شخص کی بات سن کر
پھر قوت سے اس شخص کو دیکھ کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر
اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کے چہرے پر وہی وہی تھا اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر
اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

میں نے جھپٹ کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر
اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر
اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر
اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر
اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر
اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر اس شخص کی بات سن کر

اور قندہ مقام پر ہی عام میں نہیں رکھا ہوا تھا؟ یا حشمت خاں کو تونوں میں بیروں
و ان میں گشت دیورات کے لیے آہنگ کے صلو بھی دیا، بھی میر نہیں تھے؟ آخر
اسیوں کو آئے والی طرح رہنے میں کیا مصیبت پوشیدہ تھی کہ یہ کسی قسم کی درویشی
کا شکار بھی نہیں تھا۔ حشمت خاں کی تو زندگی ہی حصوں اور تے سے وقف تھی۔ دوست
ی اس کی زندگی کا محور، عزیز تھی۔

ایک جہاں کن مسجد یہ بھی تھا کہ رنسی مرکی تھی اور سحر چینی ان دونوں
لاہوں طاقتوں میں جہاں اپنی طور پر ہی نہیں تعلقات کے دائرے سے بھی جدا مشرق تھی۔

رہتا میں نے ان سب سوچوں کو دس سے بھٹک دیا اور ایک بار حشمت خاں کے
حقیقی سوجھ بوجھ سے غور کیا غائب ہو گیا تھا؟ اس کا پس آنے کا مقصد صرف اتنا ہی تو نہیں
تھا کہ میں ہی میں یہ خواہنے کو رکھے؟ ششدر و رد ہواں باقی مرجعہ کو بھول جاؤں اور وہ
سب خلیفہ و ستر پر گامزن تھا؟ یہ پر زیادہ سے زیادہ دور نکل جائے؟

میں نے بڑے کمرے میں کچھ کھڑکی سے دیباں موبی تھیں پھوس کو بھی الٹ پٹ
نہ رہیں۔ اب کے چپے کچھ موجود نہیں تھا۔ میں سوچتا رہتا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں
آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ وہ حشمت خاں جس کے لیے ساری مصروفیت ہواشت کی تھی اور
بھاری کٹے کو اتنی اذیتوں میں ڈالتا تھا۔ جس بھاری فاس معاملے سے کوئی تصدیق ہی نہیں
تھا وہی حشمت خاں اب یہ آخری سرے میں نہیں چھلی کی طرح میرے ہاتھ سے نکل گیا
تھا۔

مجھ پر روگ کی عاری ہوئے تھی۔ میں ایک بار پھر صحن نہ مجھے میں چہنے کے
ارادے سے چھوٹے سرے میں آ کر میری چادر ہاتھ کی جیب کی جڑ پر کو جس جس کر
دون طرفوں تھا ہی کیا؟ غری لا ایک تخت اور گر، کچھ کچھ میں نے دست دھر کر گاؤ تھے
اور پیمت و در تخت کے پیچے ہوتے کی ٹوٹ لگا کر اسے بھی بہت تر دور پیمت و

پھر میں بخونار سے سوار میں عقبی دروازے کی طرف بڑھا اور فرش کے اس حصے پر
سے گر کر جس پر ایک سے پہلے تک تخت چھا ہوا تھا وہ جہاں فرش کے بیشتر حصے کی طرح
حک گھس کی تھی جیسی ہوتی تھی۔ اس سے مجھے احساس ہوا کہ وہ تر تہہ اٹھنی اکڑی
کی نظر آ رہی تھی جسے جب تک مجھے حساس ہوا تب تک تاخیر ہو چکی تھی۔ مجھ پر گوا
پاک کا دوا نہ کھل چکا تھا وہ میں تیزی سے پیچے پار ہوا۔

مجھ کی وہ قسم بتا کر یقیناً مجھ سے پہلے بھی کوئی بچہ چھٹک کا ہکا تھا ہو یقیناً حشمت
خاں ہی تھا مگر وہ ان رائے کی عقیدت سے واقف تھا، اچھے بھال کو سینے طریقت سے کورا
ہوگا۔ میں تو اب اسے میں ہی گویا گڑھے میں تھا۔ بہر حال سب یہ سوچنے کا کوئی فائدہ
نہیں تھا۔

حالت واقع میں یہی مگر کی میں میں تیرا۔ حد ہی میرے پوتہ زمین سے نکلے بیگر
زمین نرم دو بھر مری تھی میں تقریباً نفسوں تک دھس گیا۔ جس گت میرے ہاتھ سے
بھوٹ گئی لیکن میں نے بڑبڑا کر فوراً ہی اصرار دہر ہاتھ دکر اسے تلاش کر دیا۔ مجھے اندیشہ
تھا کہ وہیں حشمت خاں میری گھت میں نہ بیٹھ ہو لیکن کافی سے تک کسی بھی طرف سے
کوئی مجھ پر حملہ تو نہ ہو۔ اور نہ ہی کوئی چلے کا دھاکہ گونچا۔ تب میں سے قدرے دور
توڑی کے بعد پاؤں ملنے سے ٹکائے اور سمجھ کر کچھ آگے بڑھا۔

اب پاؤں ملنے میں نہیں دھس رہے تھے میں نے غصوں کیا کہ وہ سرنگ کا پتہ
دست تھا لیکن وہاں آتا مگر اب میر بھی نہیں تھا جتنا مجھے محسوس ہوا تھا شاید وہ سرے
طرف سے روشنی کا کچھ عکاس ہو رہا تھا۔ اس پانہ پ مجھے کسی کی موجودگی کے آثار نظر
یہ آئے تو میں نے دوزخ شروع کر دیا۔ آگے یہ سرنگ ہلک کنڑاٹن سے مشا۔ ہو گئی تھی
اور میں ہاتھ بند کر کے اس کی پھت کو پھونکتا تھا۔

شاید یہ کوئی طویل مار تھا جس کے صورت پر غایا کسی طرح کا ہی کارا تھا۔ اور
شاید اس عاری کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر اس کے دہانے پر جمو پڑی تھا مکان بنا دیا
تھا۔ جوں جوں میں بڑھتا گیا اندھیرا گرا ہوتا گیا حتی کہ ہاتھ کو ہاتھ تھکی رہا تھیں نہ رہا۔
میں جیوں تھا کہ حشمت خاں نے سب تک فرشتہ اس بن کر میرا استقبال کیوں نہیں کیا
تھا۔ یہ گریک سرنگ اس کی تو تھیں ہوں تھیں۔ یہاں پھسپ گریک کسی اچھی کو کوئی کا تھا۔
ہانا تو بے حد تھیں تھا نہیں شاید ان وقت اس کے سر میں صرف فرار کا سوا سارا ہوا تھا
اور شاید وہ مجھ سے اس سرنگ کو لڑو بھی ہو پکا تھا کہ اب مجھ غمرہ میں چنے کے لیے
تیار نہیں تھا۔

اس سرنگ میں غریب تک چوڑی تھی۔ سمت کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس سرنگ
کی حالت کا احساس تھا اور مجھے یہ محسوس ہوا تھا کہ آگے میں ہی سرنگ
چلتا رہا تو کسی دوسرے ہی ملک میں۔ ہوا لکوں

جہاں انداز کے اس سرنگ کا دھنہ نظر آیا اور تب احساس ہوا کہ پیچہ سر مودار ہو چکا
تھا۔ چوہ ٹھانے کہاں چا چھا تھا میں صبح کی روشنی میرے دھیرے کائنات کو آغوش میں
لے رہی تھی میں جب صحن سرنگ کے دہانے کے قریب پہنچا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے
میں صدیوں بحر طولات کی قہ میں پڑا رہنے کے بعد اپنی دنیا کی طرف لوٹے لگا ہوں۔

میں دہانے سے وہ تیر قدم ہی کے فاصلے پر تھا جب اچانک ہی میرے دائیں ہاتھ پر
مجھے قیامت ٹٹ پڑی۔ میں ہی وقت بھوش مسرت میں زمین کی طرف تو دیکھ ہی نہیں رہا
تھا میرے نیچے دو نوبہ طرف سے بہت شدید چوٹ لگی تھی اور سر میں اس وقت ہونے
پڑے۔ اور غریب چ شش رائے لکوں سے دھپے ہوتے نہ پہنے ہونا تو شاید میرے سر کے میوہ ہی

کے بعد نکل چا رہا تھا اور شہر زندہ محسوس ہوتا تھا۔ دیکھ رہا تھا۔ یہ منزل کے سامنے
میں میری یہی کامیابی ہو سکتی تھی مگر یہ کوشش ہی دھوری رو تھی جس میں تو ابھی بہت
دور تھی۔

یہ سہپتے H کے پیسے تو نامیدی واپسی نے مجھے مطلوب بنا کر مجھے رک واپ میں
ایک ٹک کی ہڑت اٹھی جس سے مجھے وہ خیر قوتوں کو بھی شعلوں میں جلا دیا میری
معیار پہنچ گئیں کہ جان گوشت میں اترنے لگے اور کپٹیاں پھینے لگیں۔ مجھے محسوس ہوا
کہ اگر میں نے اپنے گھر میں اپنے ان اس قوت کو نہیں استعمال کیا تو میرا سارا جسم با
کم راسم کپٹیوں کی پیلر شروع ہو کر پھٹ جائیگی۔

میں نے اس قوت کو میز دینے کے لیے جا کے ایک غاص اندہ میں رہنے کو بھی
دوسرے میں مقید کر لیا اور پھر اٹھ اٹھنے لگا کھینچا شروع کیا۔ وہ پھر لی سی زمین میں پھینکا کافی
گہرائی میں جا رہا تھا۔ پل و شش میں تو اس سے ہمیشہ تبہ کی تب میں سے جھک رہ
تھا کہ اس کا خوف میں ہاتھ پیرے اور مہاش سے بغیر اس سرے کو زمین کا آخری سرے
مجھے ہوئے تمام قوت صرف لڑا شروں کر سی اور پھر چند پلنگہ کے اندر اندر وہ قوت جو
بقول حشمت خان کے ایک شیر لڑائی میں رکھے کے سے لگتی تھی اس سے اٹھنا چاہ
تی۔

فلٹے کا جو حصہ پھر لی میں جا رہا تھا وہ قریب چار فٹ ہی اونچی سی دیوار سلاخ
پر مشتمل تھا اور سرے کی طرف زمین میں فٹ کیا گیا تھا۔ یہ اس قسم کا قلعہ نہیں تھا جو
دیسے ہی زمین پر رہا جاتا بلکہ یہ اتنا طاقتور جادووں کو بے بس کرنے والا قلعہ تھا۔
میں میں ایک گڑھا سا پڑ گیا تھا اور بہت سے پھریٹے ٹکڑے اور ہر کچھ گئے تھے۔
میر پور میں اب بھی فلٹے کی گہرائی میں تھا۔ تمام میں فلٹے کا پادب کے ساتھ ساتھ کھینچے ہوئے
پل سکتا تھا کہ کہ فلٹے کا وزن بڑھ کر نہیں تھا۔ میرے دل میں مسرت سے گونگائی سی
ہونے لگی تھی۔ حشمت خان کے خیوں میں جو کام ناممکن تھا اور جسے میں بھی تقریباً ناممکن
سی سمجھتا تھا وہ ہلا کر ہو گیا تھا مگر جب میں نے سرنگ کے دے پر پہنچ کر میدان کی طرف
دیکھا تو میری خوشی انداز ہوئی۔

حشمت خان پہلی کاپڑ تک پہنچ چکا تھا اور وہ پہنچ کر کالک پٹ کا درد نہ محسوس رہا تھا۔
میں فلٹے و گھسیٹا ٹکڑے انہوں کے سے انداز میں ہی لامتناہی تیزی سے اس کے تعاقب
میں پڑھا۔ اسے میں رہا رہا میں سے نہیں گئی اٹھالی۔ جب میں نے دوبارہ پہلی کاپڑ لی
طرف دیکھا تو اس سے پرکھوے گئے تھے اور انجی کی گڑبڑ سے اس میں رعنائ پیدا
ہو چکا تھا۔

پہلی کاپڑ کسی بھی سے صاف ہر بندہ ہونے والا تھا میں نے خطرناک طور پر میں میں

سے اس پر بہت دبا لیکن یہ نہیں کہیں سے نکلے دن کیوں کی آخری پوچھا تھی کیونکہ
اس کا میکرین ختم ہو چکا تھا میں نے ہی بار بار ٹیکہ دے کے بعد جھنجھکا کر اسے ایک طرف
پھینک دیا۔

پہلے گولہاں شاید پہلی کاپڑ کے پیچھے جسے پر گئی تھیں یہیں اسے کوئی خاص نقصان نہیں
پہنچا تھا۔ کالک پٹ میں حیدر ہوا حشمت خان مجھے نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس نے شاید مجھے
دیکھ لیا تھا۔ مجھے شیشے کے برابر تھا جسے میں اس کا سر گھومتا نظر آیا تھا دوسرے ہی لمحے
پہلی کاپڑ ہوا میں بلند ہو گیا۔

کچھ ہندی پر پہنچ کر اس نے پھولا سالہ ہندوستان میں گھوما اور مرید ہندی پر پہنچ کر
ایک طرف کو پرواز کرنے کا میں رہیں نہ رہا تھا اس میں نے محسوس کیا کہ
گڑبڑ ہٹ گئی ایک اور شہر سے میں نے غائب ہونے کی کاپڑ کی آواز مجھ رہا تھا اب
ایک سال دینے لگی تھی وہ قریب آتی چاروں تھی

میں نے اس وقت سر گھمایا۔ ایک اور پھولا سالہ ہندوستان میں کاپڑ میں کے پہلو پر وہ
سہیل و سر چمک رہا تھا۔ تیزی سے اسی طرف شہر قوت میں تلاطم کے عالم میں اسے
قریب آتے اور پھر میدان میں اترتے دیکھنے لگا۔ قوت میرے ساتھ عجیب ٹکڑے ہندی سی کر
رہی تھی۔ ایک لمحے میرا ساتھ دینے لگی تھی تو دوسرے لمحے وہ بے جا تھی

اب یہ پہلی کاپڑ۔ جانے میرے کسی سوراخ تھا یا دشمن اس نے ایک لمحے کے
بے سوچا شاید یہ پہلی کاپڑ جتنی میں موجود تھا وہ سینڈ رہا ہے اسے میری مدد کے سے
روانہ کیا تھا۔ اسی لمحے پر میں پہلی کاپڑ کی طرف دوڑا جو اب زمین پر نکلے لگا تھا۔

اس پہلی کاپڑ کا شیشے کا ڈاؤر کو اٹھاتا تھا میں جب اس کے قریب پہنچا تو وہ کھل چکا تھا
اور پائٹ۔ جی میٹ سے اٹھ کر پہنچے تھا اب رہا تھا۔ اس کا سر اور چہرہ میڈل میں چمپا ہوا
تھا اس کے میں سے پچھلے سے قاصر تھا۔ تمام میڈل کے خلاف سے غلب میں سے
مجھے اس کی آنکھیں، دھنک دھنک کی نظر تھی جس اور یہ نہ صرف حسیں بلکہ کچھ شناسا
بھی محسوس ہوئی تھیں وہ ہون پھول سی سیاحت پتے ہوئے تھا ہاتھوں پر بھی دستار
تھے وہ ہاتھ ہلا کر مجھے ہلا رہا تھا۔

میں پہلی کاپڑ کے چمپے کی جوا سے لڑا۔ پٹ کر اس کے قریب پہنچ کر وہ تو ٹھٹھا پائیوان
پر چڑھ گیا تب اس نے ایک لمحے کے سے میڈل کا ڈاؤر اور شناسائی کی روشنی میں
میرے سامنے بھری کہ آپ سے کہے سے تو میری آنکھیں خیر ہو گئیں۔ وہ ایک کاپڑ کی پہلی
لی تھی جس سے میں سمجھتا تھا میں صرف ایک پادب تھا بلکہ وہ بھی نہ تھا۔ ہمارے صرف
نظر ہی تھی جس میں ایک دوسرے کا نام معلوم ہوا تھا۔ اس نے تنہا یوں کے
ایک لمحے سے اسے دیکھ لیا تھا۔

میں دوستہ اور شرافت کے لیے سمیت نہیں تھی مگر اس وقت اس کی چھینٹھ میں گونج
تھی۔ انیس پانی میں اس کے گرنے کا زور دار چھپکا کاسالی آیا۔ میں نے بھانک کر دیکھا
پلٹ گئے بعد وہ دھڑکنے لگا۔ تب پر نمودار ہوا۔ مگر اس طرح کہ حشمت خان کا سر اور
لہجہ ایک دھڑکنے لگا۔ جوں میں تھے وہ اب شرافت علی صاحب کی باتیں
مگر مجھ اس طرح اس کے دوپٹے پر سب اور فانی سمیرا انداز میں نہایت پرستے
اور صحت عامے اور تھے مگر وہ دھڑکنے لگا۔ پھر وہ اس کے پڑتے جسموں کو منہ میں
اس کے تک پہنچ ہی گئے۔ پھر وہ اس کے طرف اور فانی کے پڑنے لگے جیسے احوالی کپڑوں
و اس پر ہٹا۔ وہ میری مدلی کا یہ پرت تھی اور ناقص فراموش منظر تھا۔ پندے
صدموں سے چھیننے لگا۔ اور وہ تک صدمے لگے۔ کچھ دیر دیکھتے رہنے کے بعد مجھے اگلی کی
باتیں اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ میرے دور میں لہجہ کی اتنی تھی مگر میرے اعصاب
اب بھی مرتعش تھے۔

خزائنہ پیچھے سے صدمہ کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ نہیں۔ اس کے پندے لگے بعد ہی
میں نے پیچھے بھاگ کر دیکھا تو وہاں۔ شرافت خان تھا۔ وہ نہ میں کا یہ شرافت خان
نہ کچھ بھی وہاں پانی میں چھپے گئے تھے۔ اس خوب کے تھے گوشت درخت کے مغوبے
سے صدمہ لگے تھے۔

ایک صدمہ صدمہ ایک صدمہ۔ وہ کیا تھا۔ وہ میں پندے کی پڑی اگلی رہ گئی تھی
اس بات پر وہ بھی گھوٹا۔ میں تھا۔ وہ گئے سے نکلی ہوئی وہ بھی کی پڑی نہ صدمہ لگا۔ کچھ
دیر تک وہ بھی نہیں۔ میں صدمہ لگتی کی لے اور رابیت کی محسوس کرتے ہوئے پیچھے
ہٹ گیا۔

چند دنے تک میں وہیں تھا۔ مگر میری سانسیں بند رہا۔ پانی جس نے بھی مجھ سے وہیں
چلنے کے لیے نہیں کہا۔ وہ جو میری کیفیت کا جائزہ لے رہی تھی۔ میرے دل میں اس
وقت ایک عجیب سا چھینا ہوا تھا۔ جب میرے دل میں خیالات کا ایک ہجوم تھا۔ اپنی صدمہ
صدمہ کی ایک قسم کی میری نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔ کب میری تلاش اور ایک طویل
پہلوں پر وہ صدمہ کے بعد عمل دشمن چند بکند میں ٹھکانے پر لگ گیا تھا۔ تمام کی ایک
طویل اور اگلی نکال کھالی کہ چند لمحوں میں اختتام مل گیا تھا۔

بس یہ صدمہ صدمہ صدمہ ہوئی تھی۔ میں نے اس کے پار سے میں سوچا تھا۔ نہ جانے کیا کی
تو وہاں رہا تھا۔ کیا تھا پر مگر مہم تھا۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ مجھے صدموں کا سفر درپیش تھا
یہاں اب تک صدمے ہوئے تھے تو جیسے وہاں پہلے میں ایک بے ہنگام کی پھیل گئی تھی اور
میں پہلے سے پوچھ رہا تھا۔ "اس... اتنی کی بات تھی۔"

میں سے اس صدمہ کو شرافت خان کا سر اور میں اب محسوس کر رہا تھا کہ یہ تو

مجھ ایک ہو تھا۔ وقت نے میرے کھڑا کر دیا تھا۔ ویسے بھی اب کھالی نہ رہا۔
بھلی بھلی پا جے ہیں کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ تو کچھ بڑا مشکل کام نہیں تھا۔
پان تھوڑے تک مجھے اپنی لڑکی کا عروہ۔ میں تھا۔ مگر وہ میں کی محسوس رہا تھا
کہ موت مجھے نکلے گئی ہے۔۔۔ لیکل میں موت سے بچا چلا آیا تھا۔ اور اس غیثت سے۔
موت میں تھا جس کا ایک ٹھیکٹہ حاشیوں میں اس سے زیادہ طاقت پڑ رہا تھا۔

آخر ہی میں میرا ہاتھ تھا۔۔۔ موت سے بولی "چلو... اب اس چلتے ہیں۔"
میں اپنے پاؤں میں پڑے تھے۔ گھبراہٹ سے ہاتھ دائیں بائیں ٹاپڑ میں آدھ۔ اب
وہاں رکھنا تھا۔ مجھے معلوم تھا۔ جدوت کی مدھیوں تو نہ بنے تب تک میرے دو
میں چلتی رہیں گی۔ لیکن مجھے کچھ ضروری کام نہ تھے۔ پہلی غایہ صدمہ میں بند ہو چکا تھا۔ میں
اب نیچے چٹانوں کے لہجہ کی سسلی پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔ "اب تم دائیں واکی کی طرف
جا رہی ہو ناں؟"

اس نے ثابت میں سر ہلایا۔ میں نے کہا۔ "پھر وہاں پہنچی ہی رہو تو میں راستے میں وہ
مقام بھی دیکھ دوں جس میں کچھ رہ گئے ہے۔ لڑنا چاہتا ہوں۔"
"وہی جگہ تو میں جہاں سے تم میرے ساتھ روٹے ہو گئے تھے۔" اس نے یہی کاپڑ
ہندرج پیچھے لگتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ میرا جیال ہے۔ وہ جہاں سے غلی گئے ہوں۔ صحیح شکل وقوع کا مجھے
انداز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "سرحال وہاں چوبی تختوں اور گھوس پھوس سے بنا ہوا۔
ایک مکان موجود ہے جو دور سے ہی نظر آتا ہے گا۔"

اب ہم چٹانوں کی چوٹیوں کو قریب جھوتے رہے گئے۔ وہ میرے ہمیں نظر
آچکا تھا جہاں سے ہم حشمت خان کے حلق میں رواں ہوئے تھے۔ اس کے بعد کا وہ
راستہ جو میں نے سرنگ میں طے کیا تھا اور مجھے میلوں طویل محسوس ہوا تھا۔ اب یہ حد
مختصر لگا۔ سرنگ قریب بنے تھے۔ وہاں ایک جگہ جگہ جگہ کی نظر آتی تھی۔

ایک مناسب کی جگہ دیکھ کر پانی جس نے پہلی غایہ ارا میں یہی کاپڑ سے۔ گاتا
میرے پاؤں میں چھو ہوا۔ تھوڑا سا پھر وہاں سے میں پھرتی رہا۔

"اور... اس کو تو میں محسوس ہی نہیں تھی۔" پانی جس چوٹی پر ہوئی "پہلے تو یہ صدمہ
کرنا چاہیے۔ اس سے گفتگو بہانے پیچھے بنا۔ اب خار نکھو۔ اس میں طرح طرح سے
چھوٹے بوٹے اور رہتے ہوئے تھے۔ اس سے صدمہ کاٹنے میں ایک تپیل۔ اس کی نکال
سکراتے ہوئے ہوئی۔ یہ صدمہ بھی کاپڑ سے۔ اس میں لڑی لڑی محسوس۔ اس میں یہ
یہ سولہ ہے شمار اصول کے صدمہ ہیں۔"

"اور یہی صدمہ ہے میرے پاؤں کی طرف مجھے تھیں لیکن میں سے۔ اس سے۔"

سے ن وہ میٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے صبح کو کھانے کا ایک ٹہتا ہوا حصہ منٹ کر کے اس پر
 رتن چلائی شروع کی۔ عمدہ شہری نے چند منٹ میں ہی اس سادہ خاصہ کات ہمارے
 میرا پاؤں اس عذاب سے آزاد ہو گیا۔ میں نے جوتا اور اپنی موبیل اندر کر دی تھی۔ دوسری
 سون کے ٹھنڈے ہونے میرے نئے کی اچانک پھٹ چکی تھی اور خاصہ خوب موٹا میں سج
 ہو چکا تھا۔ پی جی سے چپکے کپڑا ہے۔ ہوں سادہ رنگے میں نے اوپر ہوتا تین یا
 کھنکھہ ہوا رنگے میں سے نکال کر ایک طرف بیکار اور پی جی میں نے اوپر کھنکھہ میں
 مٹاؤں کی طرف چلا گیا۔

”کچھ دیر میں بیروں کا غیہ اٹھائے واپس آیا تو بی بی کی ہاتھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ”ابا یہ پار ٹاپو! بیروں سے عمر بڑے“ کی نئے بے چینی سے پوچھا۔
”بے شک۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

”اور یہ سب کچھ نیپڑی میں پڑا تھا؟ اور خیریت سے ہوں۔“ انگریز اس سے بے اثر بھیجے چلے جائیں تو انہوں کی مارٹ میں ہوں، سیل ڈیٹر کے طور پر گارڈیو کر سکتے ہیں۔“

”ابھی ذرا دیکھتے جاؤ۔“ میں قصداً کچھ سیٹ پارک کر کے اس کا سر بند کر کے دوبارہ مٹاؤں طرف آیا۔ دوسرے چہرے میں ہوں سے ہر تیرے چکر میں بیش قیمت پروازات سے بھرنا، اصل بھی نہیں لڑیں سیل کاپ میں رکھ چکا تو پلی بن آگاہت بددعاں رہ گئی۔

”دوست ہمیشہ ہمارے ہاتھ کاٹنے والی ہے۔“ وہ بولا۔ ”سب سے پاؤں، مجھے یہ عزت ہے میں مار نہیں۔ یکدم امتی دوست میں نے پہلی بار دیکھی ہے۔“

”تک بات میں بھی کہہ سکتے ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”تو کھانے میں کچھ کہہ رہے ہیں نہیں چھوٹی۔“

[illegible]

C

قد ائنه : بکے گھر

1. $2x^2 + 3x - 4$

14

اس بار ہی جن سے سبکی کا پیر جمال آباد میں ہو، وہ قطعاً لاش سے تھوڑے سی فاصلے پر ایک طویل و عریض میدانِ نظر رہا تھا جس کے گرد خارا خارا دریاں و قلعہ و حدِ دیو ہوجوا تھی اور ایک سرے پر جو بسوڑے آشیج اور شامیانہ سا لگا ہوا نظر رہا تھا۔ یہ غائب و ہی یا میدان تھا جس کا ذکر میں کئی بار ہی کیا تھا۔ جیستی کے قہار، ہجر اجتماعات مانا یہیں ہوئے تھے۔

اس وقت بھی وہاں ایسے ہی ہوئی تھی کچھ لوگ حاکم علی علیہ السلام کے لئے جاتے تھے کچھ کی طرف پڑے تھے کچھ کسی طرف اور کسی کی طرف سے مریدوں اور عورتوں کی نہیں ہیں اور انہیں پہلی کافر کی توہین سے مریدوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے پھر میں نے ایک طرف سے ایک خوبصورت در شاہان طرز کی کھلی آئے دیکھی کچھ لوگ اس کے ساتھ ساتھ دڑ رہے تھے۔ اس وقت میں اور پی نہیں پہلی کافر سے آچے تھے اور میدان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ تب کھلی دیکھی اور اس کا پردہ اٹھتے ہی سینہ دکھا دیا کھلی کوئی وہ اس وقت تک لپکا ہوا عقیدہ ہوا چھوٹے تھے۔ سر پہ ایک انکار کا سا باندھا ہوا تھا پیروں میں اٹل ٹوٹ تھے وہ دوسرے شاہد روئے نظر کی نیکیوں کا چہرہ کسی راہب کا چہرہ جیسا نہیں تھا اس چہرے پر زندگی کی تپ و تاب اور حس و دلکشی کا ہالہ اور اس کی دیکھا جھٹکتا تھا جو برابر رہا تب ہی خدا تھا اس وقت تو یہ چہرہ کچھ اور جیسا کہ وہ تھا، تھیں یہ تھا۔

اس کے جہاز کے گر بھیجی سے جسے متاثر نہ ہو سکی تھی۔ کسی لمحے میں صدمہ ہوا جسے
اور یہ جن کو اچھوٹا یا اور کبھی یہ وہ ہیں چھوڑ کر ٹیڑھی سے ہوا کی طرف لپکی۔ "میرا ہاں غائب
ہو گئے تھے؟ میں تو سو طرح کے اصولوں میں بہکا ہو گئی تھی۔ مجھے ہر شے ہو چلا تھا کہ
شمت خان سے معرکے میں جہاز سے۔۔۔۔۔" اس نے جملہ 'تصور' چھوڑ دی۔

میں کچھ سے بغیر تیزی سے اپنی کی طرف بڑھا جو ہمیں کاسہ والے گھڑی تھی۔ اس پر
 جتنا تھکا ہوا تھا اس کے باعث اس کی حالت ڈابتر تھی۔ اس میں اس بے پروا طرف دیکھتے
 ہوئے اس کے زخمی چہرہ پر تھکی تھکی مس نکلیں تھیں ایک عجیب سی ہنس مسکرائی
 تھی جیسے اسے شک ہو کہ میں سینڈریلا، میری بہن جیسی دھتکار کی ماہی ہوئی ہیں اسے بھول

فصل ہدایت کے ساتھ ہر شخص کو اس کی سستائے میں وقتے خارج کرے تاہم خوش
منہ ہیں۔

ادھر کی بات جو آیا اور ہر قسم کی بات کہ سینہ بے ادبی عورتوں میں سے تھی جس میں
مصلحت میں ساتھ ہو رہی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس وقت اس کے ساتھ
کر رہی تھی وہ مجھے سکون دے گی اس بات کا اسے بتا لے گا اور میں اس کی
اسی بات کا سر نہ کر سکتی تھی۔ مگر کہ مجھے اپنی ذات پر عقاب بھی تھا کہ
بہت جلد میں خود سے ہوں۔ مجھ پر کسی کا اثر انداز نہیں ہو سکتا لیکن میں پر بھی یہ
سادت میں فی الحال خود پر بھی بھروسہ نہیں کرتا تھا۔

میں کالج کے پڑھنے سے کچھ نئے نئے تہذیب پر بھی تھی۔ اب دن کی روشنی پر
طرح میں پڑ رہی تھی۔ وہ اب بھی وہ خود کی نظر تھی کوئی بات نہیں سے کوئی
عوب دیکھ رہی ہو جس سے سے عورتوں سے چنگل میں اکیلے ہو۔ اب بھی وہی
طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ وہ لوگ سینہ بے ادبی کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ وہ جتنی کے معجزانہ
معلوم ہوتے تھے وہ بھی گاہری طرف اشارہ کر کے سینہ بے ادبی سے گاہا ہمارے بارے میں
پوچھ رہے تھے۔ وہ کافی پر جوش و خروش تھے۔ لیکن سڈو جیسے اس کی توہین نہ ہی
میں رہی تھی۔ پھر لوگ اچھوٹے سمیز ہمارے میں بلی کاپ کی طرف بھی پوسے تھیں لی نہیں
نے اس وقت خود کی تصویر در بلی کاپ ہو میں ہر ہونے گا۔

وہ دیر بعد اس کے نہیں سینہ بے ادبی پہنچے اور بہت جیسے رائے میں حق پر
پہل لعلی جواب تو دیکھ رہا تھا۔ اب مجھے بھی گڑی ہوئی شب تھی ایک خواب محسوس
ہوئے گی تھی۔ ایک پہلے جواب مگر اس میں اب ہو محسوس اور سستی محسوس
ہوئے گی وہ کوئی دوسری تھی نہ کہ شب کے نکلے خواب نہیں حقیقت ہے۔

میں نے بہت سے پرواز طرز کی تھی۔ وہ بالکل چپ چاپ اور نہ تعلق ہی طرز ہی
تھی مجھے نہ شب محسوس ہوا کہ میری آنکھیں غموں میں بند ہو جائیں۔ میں نے سبیل
کر دیتے ہوئے کسی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی عام میں نہ جلتے کسی چیز کو گھور رہی تھی
چونکہ کر میری طرف متوجہ ہوئی پھر بھر جس کی سے کر میرے کچھ اور قریب کھٹک آئی
جیسے اب بھی پھر میری طرف سے اسے دوا رہے ہوں۔

مختصر پہنچ کر اس کے ایک ایک پہلو میں داخل رہا پڑا جہاں کے والوں نے
تیار اسے کس حد پر صحت دے ہوئے میں ہی رہا لگیں گے اور اس سے علاقہ میں
مزید راہی تھیں کی تو اس کی چوٹیں در ذمہ دیکھا جیسے ہے عاقل کے ہاں جن در
نہ سے پاپ ہو آگ سے سے داخل کر کے لا بد دست ہ تھا اور مجھے پہنچا گھر سے
تھے۔ چاکا ناؤں میں واقعہ اس کے سراسر گھر اس کے جھلی جیسے میں نام ہو

وہ رات کی وہ صوبہ لڑکی وہ تھی
میرے یونگ کا گھر۔ اس وقت میرا استیصال شہر اور پڑا تھا۔ پہلے دن تو
میں ہی تھی۔ سنا رہا۔ پتی چٹائی اور خدوں۔ اس میں گھر کا محسوس کر کے
میں بیدار ہو۔ طویل و عریض در اوپری بہت ہی خوبصورت کی نظر آئی اور اس کے
قدیم طرز کے روشنی پر سے صبراً رہے تھے۔ طلحے کے صوبہ میں وہی تھی۔ تو بتاگ
ہنگوں رہی تھی۔ لے ہٹا بہت سے صبراً رہا کہ رہا تھا در میں پہنچے کر کے تھے
ہوئی لی میں کے کچھ سونے کو خاصی حد تک صاف طور پر دیکھ سکتا تھا۔ وہ مجھے رہی خبر
کی تھی میں میں کی موجودگی محسوس کر سکتا تھا۔ اب مجھے اس کے دھوکے تو شہر کی
پکا۔ ہو چکی تھی۔

رات کے لے رہے ہیں۔ اب مجھے سمجھیں جاتے۔ پھر ہر گھر میں ہوں۔ اس
کر کے اس کا ضرور کہہ دیں۔ اس سے بعد خواہ وہ بیدار رہتے رہا۔

اس سے صاف آواز لی تو جیسے میرے معدے میں ایک جھٹ میں ہی تھی اور مجھے
محسوس ہو کہ میں سے گھر میں نہیں گھر میں صرف اس لیے ہاں نہیں سے گھر پہنچے کے
بعد سوپ لایا۔ یہ تھا۔

پہنچنے کی قہر شہر میرے صواب میں تھا۔ گا رہی اس سے میں گھر ہی تھا۔ گھر
اور پھر عام میں جا گیا۔ پھر وہ بعد میں نماز اور خاصہ کی میرے پتہ تو وہاں لی نہیں
اور اس نے پاپ ہو آگ سے صبراً رہا۔ یہ وہاں ہی موجود تھا۔ اس کی عمر گاہا میں نہیں
ساز سے زور میں تھی میں اس کا نام پاپ ہو دی صبح صبح وہاں پھیرا پھر آ رہا
تھا۔ اس کا چھوٹا تھا اس سے جسم کا پچھلا کچھ زیادہ میں مایاں معلوم ہوتا تھا۔

اس کا چھوٹا تھا چھوٹا گھر صبح و رات عام بیویوں کی طرح چوٹی تھی جس کی
آنکھیں عام بیویوں کی طرح لڑائی مائل و صبراً رہی ہوں کی میں تھیں کچھ محسوس کی طرح
تک رہی تھیں اور اس سے جو تھری عین تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر وقت ہی صبراً
کسی نہ کسی بات پر غور تھا۔ رات ہے حتی کہ اس نے میری "ہٹ" میں کر میری طرف بھی
دیکھا تو اس طرح دیکھا جیسے میں نے اس کا کچھ نہ دیکھا۔

پہنچنے تو جیسے اس سے تعلق ہی سر تھا کچھ بھی رہی بہت لیو تک نے اس کو ہوں
سے میرا تعارف راہی اس کا نام ویں تھا اور یہ اس کو مجھے نہ جانتے تھے۔ بہت سی
ہوئی کہ وہ لی جن کا نگہ تھا۔ اس نے میرے دوسری طرف سے مصائب سے میرے
طرف تھا جو صاب۔ اس کا ہاتھ سچے کی طرح صبراً تھا۔ میرے تعارف کے جواب میں اس
نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ میں بھی خاموشی سے اس کے مقابل بیٹھ گیا۔ یہ بتاگ نے بتایا
کہ وہ اس گھر میں وہ کی طرف پر رہتا ہے۔

مکانوں خاموشی سے لکھنا جیسے کوئی ترقی جاس سکتا ہو یہاں اور میرے خیال میں یہ لی یں کی موجودگی کا تھا۔ مجھے کچھ مددگار کی محسوس ہوئی اور میں کھانے سے فارغ ہوتے ہی دوبارہ اس کو نگاہ میں لیتا جو میرے لیے خصوصاً کی گئی تھی وہ ہسپتال میں بیٹھ کر اس کے ایوان پر گویا پر بیٹھ تھا لیکن اس کے وقت مدقات کی آمد پر وہاں بھی سخت پرسوں تھی اور یہ شاید اس وقت میں اسے چلا جاتا ہر حال کچھ دیر کر ان میں بہتے سے بعد میں ہو گیا۔

وقت گزرتا چلتے میں یہاں یہاں میں خواب شروع ہوا جس کا محور و مرکز لی یں تھی اور سب سے طویل خواب اختتام پر یہاں ہونے لگا تو نہ جانے کیا کر مجھے احساس ہوا کہ یہ حقیقت وہ خواب نہیں تھا لی یں کا کرم و مدار اور حقیقتاً میری گرفت میں تھا خاموشی طویل وقتوں خاموشی کے بعد میں نے اس کے منہ پر روشنی پالو میں انگلیاں پھیلتے ہوئے کہ "تمہارے عقیدے سے مل کر قطعاً خوشی نہیں ہوگی۔" میں بھی اس کی تکلیف نہ اٹھانے میں اس سے اس سے سرکشی میں رہا۔

"پھر کیے مجھ کو ہے؟ تم کوئی ریاست کی پروردہ؟ یہاں مجھ کو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"بہن معاملات میں ہم کو اس پڑھ سناؤں اور بلا کے رشتہ چاند سے جس بدتر میں "وہ گہری سانس سے کہتا "حکومت نہیں سکتے۔۔۔ عہد نہیں ڈال سکتے" اس سے پہلے میں اٹھ کر تاسف اور محرومی تھی مجھے معلوم ہے کہ تم کھس پنا خواب ہی ہو حیرت خیزی کا ایک جھوٹا ہو "تمہارے پاس ہو" فل حال کے کہاں ہو۔۔۔ اور میری طلب مجھ سے قسم کی طلب نہیں۔۔۔ یہاں بھی خاموشی ایک قسم کی خاموشی ہے۔۔۔ سب کچھ جانتے جانتے بھی جانے کیوں میں تمہارے پاس میں سہاگنی ہوں۔۔۔ مجھے ہے آپ حقیقت میں بہت شاید میری مثال پتے صحرا میں سڑنے کی مسافر کی ہے جس سے کوئی شجر سایہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹا میں وہ سہاگنی نہیں بیٹھ سکتا اور یہ ہی درست کو چھوٹا و ساتھ سے کر چل سکتا ہے۔ شاید یہ سچین نہ کرو۔ میں اس قسم کی چیزوں میں ہوں جو ہر چیز سے مراد دیکھتے ہیں اس بات سے چھوڑ بیٹھیں لیکن ہمیں پہلی بار ہی دیکھ کر دل و جگر کیوں ہونے لگا تھا۔"

"میں اسے اپنی حق قسمتی سمجھ کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

کچھ اے بعد وہ چلی گئی۔ بالکل کی طرح جیسے گلشن کے تمام پھولوں سے جو تباہ چلی گئے۔ میرے دل میں وہ ایک عجیب و غریب جھوڑی تھی۔ میں اسے تنہا لکھی روشنی میں

آنکھیں کھول کر دیکھا اور اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجھے یقین نہیں کہ کچھ دن پہلے تک وہ میرے بہتے قریب موجود تھی۔ کچھ دیر بعد بالآخر میں اسے اپنے بائیں طرف سے

دوسری صبح لی یں نے میری بدست کے مطابق مجھے علی الصبح ہی جگا دیا میں جلد اٹھ کر لی یں کی خبر گیری کے لیے جانا چاہتا تھا اور میرا بھر پورا خیال میں رہنے کا ارادہ تھا لی یں اور لیو تک تو پہلے ہی صبح جلد اٹھنے کے عادی معلوم ہوتے تھے میں حسب ناشتہ کی میز پر پہنچا تو وہ دونوں ہی نہیں بلکہ لی یں بھی میز پر موجود تھا اور وہی گزشتہ رات کی ہی ہاتھیں خاموشی میری خنجر تھی

ایک خاموش صبح عادی کے ہم چلا دل کو چھاپا اپنی پسند کا پلٹا دو۔ ناشتہ کرنے میں سے سب سہاگنی لی یں نے کھانے کہاں سے میرے لیے ایک مہذب قسم کے سوپ کا بندوبست کر دیا تھا جو میرے جسم پر خاصا تھا تھا۔ تیار ہو کر میں گھر سے نکلا کچھ ہوا چھانا ٹائون کی گلیوں کی تنگ گلیوں کے چھوٹے سے چھوٹے گھر میں لی یں سہاگنی سے شیں گزرتی تھی جو تنگ پانی میں ہو گئیں اور جاتا ہوا تھا تو وہ بھی نہ تکتا پیرا جاتے تھے گھیرج میں دیکھ چکا تھا وہ اس وقت اس کی کار کی چابی میرے ہاتھ میں تھی۔

میں نے ناشتہ میں ایک ہلکی سی پی تھی اس کے باوجود گھر سے نکلتے ہی مجھے احساس ہوا تھا کہ مجھ پر کچھ ہستی کی طاری ہے جو کم ہونے کے بجائے حد تک بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک گلی سے گزرنے کے بعد میں دوسری گلی میں داخل ہوا تو چند لمحوں میں ر میری چکیوں پر گھس ہوئے گئیں اس سے مجھے لگا کہ میں جس سے اس سے سوا حوالہ نہ کیا گیا اور بیٹوں کا نامو ر مر رہا ہے اس وقت مجھے علا معلوم ہوا تھا لیکن اس گلیوں میں دو سو ہرگز سے پالی کے نکاس کی ٹالیوں نہیں ایک بار تو مجھے اندیشہ ہوا کہ میں نا ہی میں نہ مگر پڑوں۔

میں نے سارا وہ بیٹوں پر ہاتھ رکھ کر پتہ کیا کہ کاسار یا میری آنکھوں سے سانس ادا حیرت پھینکا جا رہا تھا جو بار بار سر ہٹتے تھے ہاتھ اور سب سے رہا تھا۔ میں نے مجھے نہیں ہو گیا کہ مجھے کافی ناشتہ کی دیر میں کوئی جواب اور دردی گئی تھی اور چونکہ میں لی یں کے گھر میں اس قسم کا ٹائون بھی اس میں نہیں سکتا تھا اس لیے میں نے کسی چیز کے اٹنے پر کوئی توجہ نہیں کی۔ حالانکہ مجھے وہ یقیناً حواس ہوا تھا جو اتنی تیزی سے میرے عصاب میں ڈال رہا تھا کہ اس کی بھی میں اپنے اور دست نہیں پا رہا تھا۔

میرا آخری احساس یہ تھا کہ کئی فاصلے پر میری سہاگنی سے میرے ہرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شاید میں نے انہوں باتوں کے بڑھ کر غرض ہا آپ پہلے سے لکھنے سے مار رہے

ایک مشق شروع کر دی تھی۔

کچھ دیر بعد میں سنے بہت دور آئی سے سوں سوں کی آواز بھی ابھرنی محسوس کی۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ کڑاچی میں کچھ اگلے لگا تھا لیکن میں نے اب بھی ہانگے نہیں کھولی تھی کہ میری مشق مکمل ہو چکی تھی اور مجھے احساس ہو چکا تھا کہ میرا جسم حرکت کرنے کے قابل ہو چکا ہے لیکن میں نے مزید مشق نہ کر رکھی تاکہ اصل صلاحیتیں پوری طرح عروج پر آسکیں۔

میں نے اس وقت آنکھیں میو میں جب مجھے ہاتھ پیروں سے پکڑ کر ڈنڈا ڈنڈا کر کے اٹھایا جانے لگا۔ میں نے دیکھا کہ میرا ایک ایک پوٹ تو دو دو آدمیوں نے پکڑا ہوا تھا لیکن دونوں ہاتھ آپسے لی پن نے پکڑے ہوئے تھے اور میرے دلنا سے اس کے طاقتور اور کسرتی ڈنڈوں کی مچھلیاں پوری طرح ابھری ہوئی تھیں۔

میں نے بڑا ہی سانس کی کڑاچی کے زیادہ قریب جانے کا نظریہ بدل نہیں لیا اور ہانگوں سے پوری قوت سے جھٹکا دیا۔ چاروں آدمی دور جا کرے۔ جھٹکے کا یہ اعزاز ایسا تھا کہ میرے پاؤں بھی لی پن کی گرفت سے چھوٹ جانے لگے لیکن ایسا نہیں ہوا وہ غالباً میری بے بسی کا یقین رکھنے کے باوجود غیر متوقع صورتحال کے لیے بھی تیار تھا۔ جیسے ہی میرے پاؤں زمین سے مس ہوئے اس نے میرے بازوؤں کو اس طرح جھٹکا دیا کہ اُس میں نے بر وقت اپنے آپ کو سنبھال نہ لیا ہوتا تو میرے کندھے اتر چکے ہوتے۔

میں جیت زمین پر گر۔ لی پن نے میرے بازو چھوڑے بغیر مجھ پر اوندھ کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے دھڑا ہوتے ہوئے اس کا سر دونوں پیروں میں پھنسا دیا اور دوسرے ہاتھ سے میرے پیروں کی طرف آن کر۔ اس کا سر بھی پتھر کے ٹکڑوں کی طرح فرش سے ٹکرایا تھا لیکن اسے جیسے کوئی خاص اثر ہی نہیں ہوا تھا۔ بازو اس کی گرفت سے چھوٹ پختے تھے۔ وہ تیندوے کی طرح تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا اور میرے کندھے ہاتھ سے اسی نے اپنی پیچھے کھینچ کر اسے رخ مجھے چاہ سوئی رسید کرنے کی کوشش کی لیکن میں بچ گیا اور یہ جان کر ضرورت سے زیادہ محتاط بھی ہو گیا کہ وہ نوجوان گینڈے کی طرح مضبوط ہی نہیں تھا بلکہ جوتو اور شاید گراسے سے بھی واقف تھا۔

اس دوران ہائی سب لوگ ہمارے گرد گھیرا کھڑے تھے اور غالباً مجھ پر جھپٹے ہی والے تھے۔ جب میں نے ترکی نوپ والے معمر قبیلے کی ٹوائس۔ اس نے چینی میں غالباً ان سب کو اس لڑائی میں تیرہ پہنچا دینے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ سب پیچھے رہ گئے تھے اور واپس ہانگوں پر جا بیٹھے تھے اور معمر قبیلے خود بھی ان میں شامل نہ ہو تھا۔ پھر اس نے جیسے مجھے سنانے کے لیے انگریزی میں کہا "اگر غاصب میں مقابلے کی سکت ہے اور وہ مقابلہ کرنے کا خواہش مند بھی ہے تو لی پن کو اسے شکست دینا ہی پڑے گی ورنہ ہمارے ترکی

مجھے اس اوتے بچے پر بہت فائدہ تھا۔ اُس اس نے لی پن کو میرے کندھے سے نکلے دیکھ کر لیا تھا اور اس معاملے میں اتنا ہی غیرت مند تھا تو اسے اسی وقت کچھ کرنا چاہیے تھا۔ اس کے ہر غصے میں نے نہ صرف غصہ سے دلی سے صبح کا انتظار کیا بلکہ یہاں تک پہنچانے کے لیے باقاعدہ سازش سے بھی کام لیا تھا۔

"میرے بچے کیا سزا تیریز کی گئی ہے؟" میں نے اپنے لیے میں ہاتھ اور ٹانگہ سمیٹا جیسے میں بالکل ہی ہمت ہار چکا ہوں۔

میرے سوال کا جواب لی پن نے دیا۔ وہ فخریہ انداز میں کڑاچی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "اس کڑاچی میں موجود محلوں میں تمہیں ایسا کر ایک ایسا مرہم تیار کیا جائے گا جو دینی نوع انسان کے لیے بے شمار تکالیف کا علاج ہے۔ ایسی تکالیف جن میں سے بیشتر کو ہرچہ دور کے ڈاکٹر اور سرجن ناقابل علاج سمجھتے ہیں۔"

لی پن کے چہرے پر خوشخوار بھی مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی پتلون کی پھولی پھولی سی بلیب سے آڑے برابر کوئی چیز نکالی اور میرے قریب آتے ہوئے بولا۔ "اور تمہاری کھوپڑی اس طرح محفوظ کرنا جائے گی۔۔۔۔۔" وہ چیز اس نے میری آنکھوں کے سامنے کر دی اور جب میں نے محسوس کیا کہ وہ آڑو جتنی چیز دراصل ایک مکمل انسانی کھوپڑی تھی جسے گویا جادو کے زور سے چھوٹا کر دیا گیا تھا لیکن فوراً ہی مجھے یاد آئی کہ اس میں جادو والی کوئی بات نہیں تھی۔

کئی افریقی قبائل خصوصاً دریائے ایمپھ کے کنارے بسنے والے وحشی قبائل اپنے اپنے دشمن کو ہلاک کرنے کے بعد اسی طرح ان کی کھوپڑیاں محفوظ کر لیا کرتے تھے اور انہیں قوتوں کی نشانیاں شمار کرتے تھے۔ دراصل یہ مکمل کھوپڑی نہیں ہوتی تھی۔ وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی کھوپڑی تن سے جدا کر کے کسی معمولی پس ڈالی کر گھلوں کو ابالتے تھے اور اس کے بعد کھوپڑی کی مکمل کھال اس طرح اتار لیتے تھے جیسے اسے بوئے پتے پر سے پھلکا۔ پھر اس خول کو کئی قسم کے مداخل سے گزارنے کے بعد پھونکا دیتا تھا اور اس میں کوئی مادہ بھر کر اسے غصوں سے بھرا دیتا تھا۔ انسان کی شناخت جان کی قوت پر قرار دہتی تھی۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ اقوام ہانگوں میں جنر لینے والی رسوم اور وحشیانہ طور طریقے کی جڑیں دب میں نہ جانے کہاں کہاں سے پھیل ہوئی تھیں۔

اس دوران ترکی نوپ والے معمر قبیلے نے ایک شخص کو اشارہ کر دیا اور اس نے اٹھ کر چولہا روشن کر دیا تھا۔ کمرے میں قدروں عزارت کا احساس ہونے لگا تھا۔ میں نے ایک بار پھر غیر محسوس طور پر جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی تھی اور اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ ابھی میری سہولت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ جب میں نے بظاہر اسی طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے باہر کی انتہاء نے مجھے موت سے پہنچے ہی مار ڈالا تھا لیکن درحقیقت میں نے ہونگا کی

ترم و غارتگی کی لڑکی پر اس کا بس نہیں چلتا کہ اسے اپنے سے افاداری پر مجبور کر سکے۔۔۔۔۔ اب آپ براہ کرم صرف اتنی تکلیف نہیں کریں کہ میرے باقی کپڑے اور اشیاء کو یہاں موجود ہیں تو مجھے عنایت فرم دیں۔" مہر جیٹل چند لمبے بغور میری طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ترکی ٹوپی اتار کر چند دیکھی۔ اس کی چند لمبے کے وسط میں ہندوؤں کی طرح چاندنی تھی۔ ٹوپی دوبارہ سر پر رکھ کر اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے اور ایک بار پھر تکی بھائی۔ خادم کے آتے پر اس نے جیٹل میں اسے کوئی حکم دیا اور چند ہی لمبے بعد میری تمام چیزیں میرے سامنے پیش کر دی گئیں۔

کچھ دیر بعد میں اس پر اسرار مکان سے ایک ایسی گلی میں نکلا جس میں دن چڑھے بھی شمع تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ میرا حلیہ اب بالکل درست تھا۔ ہاتھوں پر اور ٹھوڑی کے نیچے چند معمولی خراشوں کے سوا بظاہر ایسی کوئی علامت دکھائی نہیں دے رہی تھی جس سے کوئی سمجھتا کہ میں کسی خوفناک سر کے سے گزر کر آ رہا ہوں۔

مہر جیٹل نے مجھے مینا روڈ پر پہنچنے کے لیے راست سمجھا دیا تھا لیکن ان گلیوں میں کھڑے ہو کر پتا چلتا تھا کہ راستہ سمجھنے کا کوئی عملی فائدہ نہیں۔ میں ہر حال لیے لیے ڈنگ بھرتا ایک طرف سے آتی ہوئی لڑکی سے گمراہے گمراہے پھا۔ سنبھل کر میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا وہ پن پتی تھی۔

"شکر ہے۔۔۔۔۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "میں تو سخت پریشان تھی کہ جس سے کوئی نقصان نہ پہنچ گیا ہو۔ تم کسی مصیبت میں نہ پھنس گئے ہو۔ میں نے تقریباً تھوڑے نیچے پیچھے بیٹھ لی لیکن گو بھی گھر سے نکلتے دیکھا تو میرا ہاتھ ٹھک گیا تھا کہ کوئی گزرتا نہ ہو لیکن میں نے فیصلے پر پہنچنے اور گھر سے نکلنے میں دیر نہ کر دی۔ باہر آئی تو مجھے ایک گلی میں تمہاری گھڑی پڑی ملی۔ میں پہلے لی بن کے دو ایک اور ٹھکانوں پر پہنچی لیکن اچانک مجھے خیال آیا کہ کہیں لی بن تمہیں مقدس پیشوا کے ہاں نہ لے گیا ہو۔۔۔۔۔ کیا بات ہے تم مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہو۔ تمہارا من کیوں پھولا ہوا ہے؟" وہ قدرے شرارت آمیز لہجے میں بولی۔ "لگتا ہے کسی ناخوشگوار تجربے سے گزر رہے ہو۔"

مجھے اس وقت معلوم نہیں کیوں دنیا کی ہر چیز پر غصہ آ رہا تھا۔ میں نے سر دھبے میں کہا۔ "میرے تو جسمیں لی بن کی ذراہ بہتر طور پر تھک گئے گا۔ ویسے میرا دوستانہ مشورہ یہی ہے کہ چند ماہ اسپتال میں گزار کر اب جیسے ہی لی بن واپس آئے اس سے شاہی کر ڈالو ورنہ وہ اپنا ہیمنڈا نہ جانے کس کا خون کرتا پھرے گا۔"

وہ چند لمبے خاموشی سے میری طرف دیکھتی رہی پھر سرسراٹی ہوئی سی آواز میں بولی۔ "تو تو نے اسے کئی دن کے لیے اسپتال چاہنے کے قابل نہ کیا ہے؟ جان سے ہی مانہ ہو رہا ہے۔"

غاصب ہی کی ملکیت ہو جائے گی۔"

یوں اس نے گویا میرا کام آسان کر دیا۔ لی بن نے ٹھک سائیکل کی طرح مضبوطی سے لیٹا لیٹا سے ٹھٹھا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ میں نے وہ سائیکل اس کا پھر کس نکال دی اور جب وہ فرش پر گر پڑا تو میں نے اسے ٹھک کر لیا۔ اس کی کئی پسینا ٹوٹ گئیں۔ اتنی کہ مجھے اندیشہ محسوس ہوا کہ لیٹنی ہوئی پسلیوں اس کے پیچھے سے نہ جاتھیں۔ دیکھتے ہی وہ گوشت کی ایک چھوٹی سی چٹان کی طرح بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

مہر جیٹل نے دونوں ہاتھ اٹھ کر گویا مقابلہ ختم کرنے کا اعلان کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر برابر والے کمرے میں لے گیا۔ وہاں صاف ستھری چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک طرف گاؤں کے لگے ہوئے تھے اور ایک طرف چھوٹے چھوٹے پائوں والی ویسی ہی پتائی رکھی تھی جس پر پرستے دوڑ گئے پڑا رہی، مہم یا توڑ مہم کے غشی بھی کھاتے کھاتے تھے۔

جیٹل نے مجھے ایک گاؤں کے سارے بیٹھے کا اشارہ کیا۔ میں ڈنڈہ چکا تو جیٹل بھی پتائی کے قریب آتی پتائی مار کر بیٹھ گیا اور یوں مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگا جیسے چند لمبے پہلے کچھ ہوا ہی نہیں تھا اور میں تو درحقیقت اس کا مہمان ہوں جو ابھی ابھی پہنچا ہے۔

پھر اس نے جیٹل کی پتائی کا ذکر کیا اور دروازے سے ایک سفید کالڈ اور قلم دوام نکالی۔ دروازے کا ڈسکن گرا کر وہ کالڈ اور دوام اس کی پر رکھ کر نہایت اطمینان سے کالڈ پر کچھ لکھنے لگا اور جب میں سے دیکھا کہ وہ جس چیز سے لکھ رہا تھا وہ دراصل کلم نہیں نہایت باریک سا برش تھا جس سے وہ اوپر سے نیچے کے رخ لکھ رہا تھا۔ اسی طرح تین چار سطروں میں لکھ کر اس نے کالڈ میرے حوالے کر کے ہوئے کہ۔ "یہ سے جو کر لیو مانگ کو دے دینا۔"

کالڈ پر جیٹل میں جالتے کیا لکھا ہوا تھا۔ "یہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "لیو مانگ کے نام خط ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "میں نے اس کے ہم حکم لکھ دیا ہے کہ وہ شادی لڑکی پن چن کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دے کیونکہ تم نے لی بن کو شکست دے دی ہے۔ لی بن نے بھی طاقت ہی کے لیے لی بن کو حاصل کیا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ جو بھی اسے شکست دے دے گا وہ لڑکی کو بیت سے کا بشرطیکہ لڑکی بھی چاہے۔۔۔۔۔ اور لڑکی بہت کمزور ہے اس رات گزار کر نکلی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جسمیں چاہتی ہے۔"

"لیکن مجھے نہیں چاہیے لڑکی!" میں نے اس کا حکم نامہ پڑھتے پڑھتے کہہ کر ایک طرف پھینک دیا۔ "لی بن کو ہوش آجائے تو اس سے کہہ دینا کہ لڑکی کو اپنی ملکیت میں رکھے۔ لہذا اس کا اچار دیا کہ کہہ دے لی بن لیکن کچھ دوسروں کے لیے لہذا پریشانیاں پیدا نہ کرتے پھرے۔ وہ دوسروں سے تو زندگی اور موت کی باتیں لگاتا پھرتا ہے لیکن اس

میرے اپنے ہاتھوں سے اسے دوا پائی، کھانا کھایا۔ پھل چھین کر دیئے۔ کئی پلائی اور اس سارے عمل میں مجھے ایک عجیب ناقابل بیان سی مسرت محسوس ہوئی۔ اس کی کیفیت بھی شاید یہی تھی۔ خواہ تک سے نیچے میں ہوئی۔

”میری تحفہ گویا آدمی رہ گئی ہے۔“

اسپتال کو کہہ پرائیویٹ تھ مگر اس کا معیار نمائندہ ہند اور ڈسپلن ہے حد سخت تھا۔ شام سات بجے کے بعد متعلقہ عرصے کے سوا مریض کے قریب کوئی نہیں رہ سکتا تھا، اس لیے باہر نخواستہ مجھے بھی وہاں سے رخصت ہونا پڑا۔

اس شاندار اسپتال میں ڈاکٹروں کی خصوصی توجہ اور نگہداشت سے کئی جلد صحت یاب ہو گئی اور ہم بھی واپس آ گئے۔ واپسی کے مغرب میں کوئی خاص قافس ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور ہم بھی پہنچنے کے بعد کے واقعات میں بھی کوئی ایسا خاص شگنی خیر پہلو پہاں نہیں ہے۔

مختصراً بس اتنا جان لیجئے کہ دن موہن کو شیکھو نے ایک طویل عرصے تک ہلتی منہ والے پلاس میں رکھ کر واقعی ایک بن مانس میں تبدیل کر دیا تھا۔ وہ انسانوں کی خصوصیات کھو بیٹھا تھا اور تقریباً حیوان نظر آنے لگا تھا۔ تب ایک رات ہم نے اسے چپکے سے بھیجی کی ایک سڑک پر لا پھوڑا تھا۔

دن میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک بن مانس ٹریفک کے درمیان اوجھڑا رہا تھا پھر رہا تھا تاہم اس میں کسی نہ کسی حد تک انسان کی جھلک نظر آتی تھی اور کبھی کبھی وہ انسانوں جیسی آوازیں بھی نکالتا تھا۔ دو چار الفاظ بھی بولتا تھا لیکن وہ انسانوں کے سائے سے بھی بھڑکتا تھا۔

پولیس اور دوسرے دو تین محکموں کے لوگوں نے اسے پکڑنے اور قابو میں کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ان کے ہاتھ نہ لگا اور اوجھڑا رہتا پھر رہا۔ ان کی کوششوں کے دوران ہی ایک بس اسے ٹکرائی ہوئی ٹھہر گئی۔ اشد رات نے اس پر سرار واقعے پر کئی دن حاشیہ آرائی کی۔

احسان مرزا میری ناقابل یقین کامیابی سے بہت خوش تھا۔ وہ زیادہ عرصے زندہ نہیں رہ سکا۔ اس نے واقعی مجھے بیڑوں کی طرح سمجھا اور مرنے سے پہلے تمام دولت و جائیداد میرے نام کر دیا لیکن بہت سے سرکاری ادارے آدم مرگ اس کے پیچھے گئے ہوئے تھے۔ اس کی پیشتر دولت و جائیداد حکومت نے مختلف جیسے برتنوں سے قبضہ کر لیا اور طویل مقدمے ہادی سے بھی مجھے کوئی لائدہ نہیں ہوا۔ احسان مرزا خیر کیا بھی تھا لیکن حکومت اس کے ایک احسان سے آج تک لاعلم ہے کہ اس نے انڈیا میں مافیا کا راستہ روکا تھا۔

ماہتاب لندن سے اس دوران واپس آ چکی تھی لیکن اس کی کو سینگ۔ سر جری کچھ زیادہ

”تمہاری وجہ سے چھوڑ دیا۔“ میں نے کہا۔ ”مگر وہ تمہیں اتنا ہی مایوس ہے تو خود ہی مار ڈالتا۔ اتنا مشکل نہیں اسے مارنا۔ عقل نام کی تو کوئی چیز ہے ہی نہیں اس میں۔“

میں اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھنے لگا تو وہ گویا ہکا بکا ہو کر ہوئی۔ ”کہاں جا رہے ہو؟“

”میرا انتظار مت کرنا۔ میں اب ہوئی میں قیام کر لیا گا۔“ میں نے سر دمری سے کہا اور لمبے لمبے دم بھرتا آگے چل دیا۔ آخری بار میں نے اس کی آنکھیں دیکھیں تو ان میں نہرت کے سوا کچھ نہیں تھا لامتناہی حیرت۔

وہاں سے میں میری حاضری اسپتال پہنچا جہاں کہنی داخل تھی۔ ڈاکٹر مجھے پرائیویٹ وارڈ کے دروازے پر سنا گیا۔ اس نے بتایا کہ مکمل چیک اپ اور لہ جانے کتنے قسم کے ایکس رے اور ٹیسٹوں کے بعد کہنی کی ششوں کی حالت کی دو مفصل رپورٹ مرتب ہوئی اسے پڑھ کر وہ خود بھی غمزدگ تھا۔ حالانکہ اس کا کام ہی دن بھر اسی قسم کی یا اس سے بھی زیادہ خوفناک رپورٹیں پڑھنا تھا لیکن کہنی کے معاملے میں یہ احساس اس کے لیے لرزہ خیز تھا کہ اس کی یہ حالت کبھی حوصلے یا لڑائی جھگڑے میں نہیں بخند برداشت کرتے ہوئے ہوئی تھی۔ اگر اسپتال سرکاری ہو تو اس محدود وضاحت ایک الگ مسئلہ ہوتی۔

اس رپورٹ کے مطابق کہنی کے ہاتھوں کی بیشتر انگلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ کئی ہڈی مقامات پر گوشت پکڑا ہوا تھا۔ کئی جگہوں سے جسم داغ لگے تھا بال بوسچے گئے تھے۔ نوکری جیز چھوٹی تھی تھیں۔ کئی جگہ سے جلد تیز دھار چاقو سے چیری گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ اسپتال تک ہوش و حواس میں پہنچی تھی۔ اس پر ڈاکٹر کو بڑی حیرت تھی۔

شب وارڈ میں پہنچا تو کہنی کے چہرے اور جسم کے بیشتر حصوں پر پٹیاں لپٹا ہوئی تھیں۔ تاہم وہ جاگ رہی تھی اور بچیوں کے درمیان سے مجھے دیکھ لگتی تھی۔ میں اس کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن جب وہ بولی تو اس کی مڑوٹی نما آواز سے بھی مجھے اس کے جذبات کا اندازہ کرنے میں دشواری پیش نہیں آئی۔

”میں تو بچوں ہی ہو چکی تھی تصور کہ شاید تم نہیں آؤ گے۔“ وہ گہری سانس لے کر بولی۔ ”زندگی میں پہلی بار میں اپنے آپ کو سب سے بد تھا اور شکست خوردہ محسوس کر رہی تھی۔“

”میں بہت پہلے پہنچ جاتا لیکن میں نے بیڑوں میں اپنے ہوئے اس کے ہاتھ پر حمایت آگئی سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا لیکن جلد اوجھڑا پھوڑ دیا۔“

”کوئی ہی اثر نہ ہوئی۔“ اس نے جملہ سہل کر دیا۔ میں تمہاری ٹھوڑی کے نیچے خراشیں دیکھ رہی ہوں اور بالیاں رختہ رختہ بھی کچھ ابھرا ابھرا سا ہے۔“

میں مسکرا رہا لیکن میں نے اس کی بات کی تائید نہ فرمائی تھی۔ میں شام تک وہاں رہا۔ اس دوران ہم نے ان گفت باتیں کیں۔ اوجھڑا ہونے کے بعد اور لایعنی سی باتیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ تمام پاکستانی ڈاٹ کام کے قائل کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی صورت میں کچھ نقص برقرار رہے۔ اسے یہاں خوبصورت لڑکیوں میں شمار نہیں کیا جاتا تھا اور اس نے اسی چیز کو آزاد بنا کر مجھ سے شادی سے انکار کر دیا۔ میں کئی برس تک اس سے شادی کے لیے اصرار کرتا رہا لیکن اس کی یہی حد رہی کہ وہ اپنے آپ کو میرے قائل نہیں سمجھتی۔

شادی اس نے کسی اور سے بھی نہیں کی بلکہ میں بھی اپنے آپ کو کسی اور سے شادی کے لیے تیار نہیں کر سکا۔۔۔۔۔ اسی عالم میں کچھ بتانا چاہتا تھا کہ جب بڑھاپے کے ہمارے وجود میں پہنچے گا تو کیا۔ اب ہم دونوں کے بال سفید ہیں۔ وہ اپنے گھر میں رہتی ہے۔ میں اپنے گھر میں۔۔۔۔۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال شاید درست ہی ہے کہ آپ پرانوں کو اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں، دریاؤں کا رخ بدلتے ہیں، فضاؤں کو مسخر کر سکتے ہیں لیکن اگر عورت کسی بات پر اڑ جائے تو پھر آپ اسے قائل نہیں کر سکتے۔

ختم شد

- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ام ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو یو
- ✦ ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی ڈیٹنگ اور ایبک پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریٹ
- ✦ ہر کتاب کا الگ ٹیٹل
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے
- ✦ کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف
- ✦ سائٹوں میں ایلوڈنگ
- ✦ سیریل کوالٹی مائٹ کوالٹی کپی رایت کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور
- ✦ ابن سنی کی مکمل ریٹ
- ✦ ایڈ فوری لنکس، لنکس کو نیچے کمانے
- ✦ کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں، ہر ری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety